فتاویٰ مفتی محمود

جلد دوم

فقیہ ملت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

نام کتاب	:	فتاویٰ مفتی محمود (جلد دوم)
اشاعت اول	:	مئی ۲۰۰۲ء
اشاعت دوم	:	جنوری ۲۰۰۳ء
اشاعت سوم	:	اگست ۲۰۰۳ء
اشاعت چہارم	:	مئی ۲۰۰۴ء
ناشر	:	محمد ریاض درانی
سرورق	:	جمیل حسین
کمپوزنگ	:	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر وحدت روڈ' لاہور
مطبع	:	اشتیاق اے مشتاق پریس' لاہور
قیمت	:	۲۰۰/- روپے

ISBN No

969-8793-20-8

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله وصحبه اجمعين اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم

وقال الله تعالىٰ يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات

مفکر اسلام فقیہ ملت' محدث کبیر' مفسر قرآن' مسند حدیث وفقہ کے شہ نشین مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ قافلہ شاہ ولی اللہ کے سرخیل اور مسلک حقہ دیوبند کی عزت ووقار اور علماء حق کے وہ ترجمان تھے جن کی زندگی میں بھی جماعت دیوبند ان پر فخر کرتی رہی اور آپ کی وفات کے بعد بھی امت مسلمہ آپ کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتی نظر آتی ہے- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی' امام ابوحنیفہ وقت فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی' شیخ الہند مولانا محمود حسن' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی' حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی طرح مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے- آپ کے استاد محترم حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی حسن تربیت اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے فیض کو آپ نے جس انداز سے پھیلایا اس پر آپ کے اساتذہ کرام کو آپ پر فخر رہا- حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو فرزندان دار العلوم میں شامل کرنا آپ کی دینی خدمات کا بین ثبوت اور ایک عظیم بزرگ کا اپنے ہم عصر کے لیے سب سے بہترین خراج تحسین وعقیدت ہے- آپ نے ایک طرف مسند تدریس کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف فقہ کے میدان میں وہ گراں قدر فتاویٰ جاری کیے جس پر مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ جیسے علم وحلم کے جبال نے اعتماد کی مہر ثبت کرتے ہوئے آپ کے فہم وتدبر اور تحقیق وتدقیق کو خراج تحسین پیش کیا- سیاست کے خار دار اور بد دیانت میدان میں آپ کا ورود اسلام کی عظمت وسربلندی کا باعث بنا اور پاکستان کی لادین قیادت ملک کو اسلامی سمت کی طرف لے جانے پر مجبور ہوئی- حکمران وقت ہی نہیں امت مسلمہ کے بڑے بڑے حکمرانوں کے دربار میں مفتی محمودؒ کا اعلائے کلمۃ الحق علماء دیوبند کی جرات گوئی کا نشان قرار پایا- الغرض مفتی محمودؒ عظمت اسلام کی علامت اور علماء دیوبند کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن پر قیامت تک اہل حق ناز کرتے رہیں گے اور

مفتی محمودؒ کے علمی جواہر پارہ کی خوشہ چینی پر فخر کرتے رہیں گے- آپ کے ہزاروں شاگرد اگر ایک طرف صدقہ جاریہ ہیں تو دوسری طرف آپ کے علمی نوادرات ونکات علماء کے لیے وہ علمی میراث ہیں جن سے ہر عالم اپنے اپنے حصے کے مطابق استفادہ کرتا رہے گا- آپ کے فرزند اور خلف الرشید اور ہمارے دور کے علماء کرام کے رہنما مجاہد ملت مولانا فضل الرحمٰن کی ہدایت پر عزیز گرامی حافظ ریاض درانی نے علماء کرام کی نگرانی میں مرتب کردہ مفتی محمود صاحب کے فتاویٰ کی دوسری جلد شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے- اس سے قبل وہ پہلی جلد بہت خوبصورت انداز میں شائع کر چکے ہیں- جس کو علماء کرام نے پسند کرتے ہوئے فتاویٰ میں ایک اہم اضافہ قرار دیا ہے- اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید اور مفتی محمود صاحب کی علمی قابلیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ یہ جلد بھی مقبولیت حاصل کرتے ہوئے علماء کرام کے اعتماد پر پوری اترے گی- ذات باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے- وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ وصحبہ اجمعین

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ کی محبت وعقیدت کی برکت سے مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کی سعادت حاصل ہوئی اور گزشتہ سال جولائی ۲۰۰۱ء میں حضرت مولانا نعیم الدین استاد حدیث جامعہ مدنیہ لاہور کی نگرانی میں مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور اور مولانا نعیم اللہ جامعہ اشرفیہ مولانا محمد عرفان صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور کی محنتوں اور کوششوں سے فتاویٰ مفتی محمود کی پہلی جلد شائع کرنے کی سعادت ہوئی- ہماری کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے اندیشہ اور خوف تھا کہ بہت ساری کوتاہیوں کی بنا پر علماء کرام کی طرف سے سرزنش ہوگی لیکن رب کائنات کے فضل وکرم اور حضرت مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت اور بزرگوں کی شفقت ومحبت ہے کہ اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی اور علماء کرام نے ہماری غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمودؒ صاحب کے مدلل فتاویٰ سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہوئے اس کو ایک علمی نادر خزانہ قرار دیتے ہوئے مطالبوں کی بھرمار فرمادی کہ بقیہ جلدیں فوری طور پر منظر عام پر لائی جائیں- اس بنا پر مندرجہ بالا اکابرین سے درخواست کی گئی کہ وہ کام کی رفتار کو تیز فرمائیں- اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی تدریسی، تعلیمی اور دیگر مصروفیات کے باوجود دوسری جلد مکمل کر کے دے دی جس کو کمپوزنگ کے مراحل سے گزار کر فوری طور پر اشاعت کے لیے تیار کیا گیا- اس مرحلہ پر میں برادر عزیز مولانا محمد عرفان، استاد جامعہ مدنیہ کی کاوشوں کا ذکر بطور خاص کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے فتاویٰ کی دوسری جلد کی تیاری کے سلسلہ میں کی ہیں- پروف ریڈنگ اور عنوانات کی ترتیب سے لے کر حوالہ جات کے اصل ماخذ سے رجوع تک اور حوالہ جات کی درستگی کا دقت طلب کام بھی مولانا محمد عرفان صاحب کی وجہ سے ہی مکمل ہو سکا- میں ان کی اس محنت پر دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے-

پہلی جلد میں ہر سوال پر عنوان نہیں تھے- احباب کے مشورہ کے مطابق اس جلد میں عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں تا کہ مسئلہ کی تلاش میں آسانی ہو- پہلی جلد کے دوسرے ایڈیشن میں بھی عنوانات شامل کر دیئے گئے ہیں تیسری اور چوتھی جلد کا کام بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے- امید ہے کہ جلد ہی قارئین کی خدمت میں

پیش کر دی جائیں گی۔

اس جلد میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی' حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے تاثرات ارسال فرما کر حضرت مفتی محمود رحمتہ اللہ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر برادر مکرم مفتی محمد جمیل خان کا بھی ممنون ہوں انہوں نے مجھ ناکارہ کی جس انداز سے حوصلہ افزائی کی اس سے جو حوصلہ اور قوت ملی میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ پہلی جلد کی طرح دوسری جلد کو بھی علما کرام پسند فرمائیں گے اور میری کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس سے استفادہ فرمائیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ اس میں کوئی کمی محسوس فرمائیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کی کمی کو دور کی جا سکے۔

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ' لاہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين' والصلوة والسلام على سيد الانبياء و المرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين

فتاویٰ مفتی محمود کی اشاعت کی خواہش اور آرزو اگرچہ بہت دیر سے پوری ہوئی' اپنی سیاسی مصروفیت اور ملکی حالات کی وجہ سے بظاہر اس کی تکمیل کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے ایسا بندوبست فرمادیا کہ یہ علمی ذخیرہ استفادہ عام کے لیے طبع ہوسکا۔

پہلی جلد کی اشاعت کے بعد اس کی مقبولیت اور علماء کرام کی طرف سے دادِ تحسین اور مزید جلدوں کی اصرار اور طلب نے اپنی کوتاہی کا زیادہ شدت سے احساس دلایا کہ اس علمی ذخیرہ اور نادر خزانوں کو مخفی رکھ کر جہاں حضرت مفتی محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حق کی ادائیگی میں بہت زیادہ کوتاہی ہوئی وہیں علماء امت اور اہل علم کو بھی اس علمی ذخیرہ سے محروم رکھنے کا بھی عظیم جرم سرزد ہوا۔ کتنے اہل علم اور اکابر علماء کرام اس علمی ذخیرہ کے استفادہ کی حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کے ان حسرت زدہ دل کو اس کوتاہی سے کتنی زیادہ کوفت ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور حضرت مفتی محمود صاحب کے متعلقین کی اس کوتاہی کو درگزر فرمائے۔

بہر حال پہلی جلد کی اشاعت کے بعد علماء کرام کے طبقہ کی طرف سے جس پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور حضرت مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مدلل اور مستند فتاویٰ کی جس طرح دادِ تحسین کی گئی اس نے مزید جلدوں کی فوری اشاعت کے تقاضوں کی شدت میں اضافہ کیا اور ہر طرف سے یہ صدائیں کانوں میں پڑنے لگیں کہ دوسری جلد کب آئے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ کو اور ہمیں اندازہ ہے کہ دینی مدارس میں نقل فتاویٰ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بیشتر جید علماء کرام کے بہت ہی اہم فتاویٰ نقل فتاویٰ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ اسی بنا پر مفتی محمودؒ کے فتاویٰ کی نقل حاصل کرنا اور پھر ان فتاویٰ میں یہ دیکھنا کہ نقل میں کوئی عبارت رہ تو نہیں گئی اور پھر حوالہ جات وغیرہ کا موازنہ کرنا یہ سب اتنے امور ہیں جو کہ ایک محنتی اور محقق عالم دین اور صاحب فتاویٰ سے محبت وعقیدت رکھنے والے سے ہی ممکن تھا۔ ابتدا میں بہت سارے لوگوں نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا لیکن مشکلات سے سینہ سپر ہونے کی بجائے وہ سرنگوں ہوتے رہے۔ تا آنکہ ہمارے مولانا نعیم الدین استاد حدیث جامعہ مدنیہ' مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور مولانا محمد

عرفان استاد جامعہ مدنیہ لاہور نے کام کا بیڑہ اٹھایا اور الحمد للہ ان کی کاوشیں بارآور ثابت ہوئیں۔ پہلی جلد کے بعد اب دوسری جلد الحمد للہ طباعت کے لیے جا رہی ہے۔ جس انداز سے یہ حضرات کام میں دلچسپی لے کر اس کو دل جمعی کے ساتھ کر رہے ہیں امید ہے کہ اگلے دو سالوں میں یہ مجموعہ جو کہ آٹھ جلدوں پر محیط ہوگا اشاعت کے مراحل طے کرے گا۔ (انشاء اللہ) دوسری جلد میں زیادہ مسائل "صلوٰۃ" سے متعلق ہیں۔ اس کے آغاز کے لیے امامت کے مسائل کا انتخاب کیا گیا۔ اس کے بعد نماز کے دیگر ابواب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ترتیب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ کے طرز اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔

میں اس جلد کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اپنے مندرجہ بالا مخلص علماء کرام اور خاص طور پر برادر عزیز حافظ ریاض درانی کا بہت زیادہ ممنون ومشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ اور علماء امت اور اہل علم اور امت کے لیے بہت زیادہ نافع بنائے۔ علماء کرام اور اہل علم سے درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں اگر کوئی کمی محسوس فرمائیں یا کسی مسئلہ میں اشتباہ ہو تو فوری طور پر مطلع فرمائیں تاکہ اگلی اشاعتوں میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

واخر دعوانا ان لحمد لله رب العالمين

(مولانا) فضل الرحمٰن
امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

باب الامامت

کیا تاش کھیلنے۔ فحش گانے سننے اور قرآن غلط پڑھنے والا امامت کے لائق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد فسق کے امور یعنی ریڈیو میں فحش قسم کے اور غیر فحش گانے سنتا ہو تاش کھیلتا ہو۔ بالوں کو بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو۔ اور قرآن بھی غلط پڑھتا ہو۔ دیگر پانچ وقت جماعت میں بھی شامل نہ ہوتا ہو کبھی دو میں حاضر ہوا اور کبھی کسی ایک ہی میں آیا۔ یعنی سال میں ایک مہینہ بھی پورے پانچ وقت حاضر نہیں ہوتا۔ لوگ انتظار کر کے اکیلے پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ عشاء کی نماز میں نہیں آیا تو لوگ بہت انتظار کے بعد گھر بلانے کے لیے گئے۔ تو بہت آوازیں دینے کے بعد آنکھیں ملتے باہر نکلے۔ پوچھا کیا کام ہے تو کہا کہ لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو گھر سے کرتہ اٹھا کر آئے اور نماز پڑھائی۔ تو ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہ۔ دیگر موافق ومخالف بار بار سمجھا چکے ہیں وعدہ بھی کر لیتا ہے کہ پانچ وقت نماز میں جماعت سے ادا کروں گا۔ لیکن پھر نہیں پڑھتا اور دوبارہ وہی کام کرتا ہے تقریباً دس گیارہ سال سے یہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی عادت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

﴿ج﴾

گانا سننا نیز تاش کھیلنا شرعاً حرام وناجائز وفسق ہیں۔ اگر واقعی یہ امام ان افعال مذکورہ کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے۔ قابل امامت نہیں اور جبکہ وہ قرآن بھی غلط پڑھتا ہے۔ اور مزاج وچال بھی فساق ومتکبرین کا رکھتا ہے۔ کہ بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہے۔ اور نیز جبکہ وہ پانچوں نمازوں میں بھی حاضر نہیں ہوتا۔ گویا وہ خود تارک جماعت ہے۔ اور عشاء کی نماز میں خصوصاً حاضر نہیں ہوسکتا۔ اور ان افعال کے ترک کرنے پر اس امام کو موافق ومخالف بار بار سمجھا چکے ہیں اور اتنے لمبے عرصہ میں ان افعال سے وہ باز نہیں آیا۔ تو یہ ہرگز امام بننے کی اہلیت نہیں رکھتا لہٰذا اہل مسجد ومحلہ پر شرعاً لازم وواجب ہے کہ اس امام کو امامت سے ہٹا دیں۔ ورنہ وہ شرعاً مجرم وگنہگار رہوں گے اور اس کی جگہ کسی جید عالم صالح صحیح قرآن پڑھنے والے امام کو مقرر کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

کیا کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) ایک مولوی صاحب امامت کراتے ہیں اور ان میں اکثر قبیح عادات جو شرعاً ممنوع ہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وعدہ خلافی' اور جھوٹی قسم کھانا اور مصلے پر خرافات بکنا اور رشوت لے کر نکاح پر نکاح کرانا اور جھوٹی شہادت دینا۔ علاوہ ازیں صحت تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے بلکہ بعض مرتبہ غلط تلفظ اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ معنی صحیح طور پر نہیں ہو سکتا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک دوسرا شخص جو کہ معانی وصحت تلفظ پر عبور رکھتا ہے۔ اس شخص کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور نیز عام لوگوں کی نماز کا کیا حال ہے اور جو لوگ ایسے شخص کے حامی ہیں ان کے لیے کیا عتاب ہے۔

(۳) ایسے چک میں جمعہ پڑھنا جس میں حوائج پورے نہیں ہو سکتے اور اس چک میں لوگ جمعہ کے عادی ہیں کیا جمعہ ہوتا ہے یا نہیں نیز دوسرے چکوں سے لوگ جمعہ کے لیے آ کر پڑھتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کہتے ہیں ان کو کہ جمعہ ناجائز ہے تو مولوی صاحب کو لوگ مجبور کرتے ہیں کہ بعض لوگ جمعہ میں شریک ہو کر وعظ سن کر نماز کے پابند ہو جاتے ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ان عادات والا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر تلفظ میں کبھی فحش غلطی کرتا ہے تو اس وقت نماز فاسد بھی ہو جائے گی۔

(۲) ایسے شخص کے پیچھے عالم قاری یا غیر قاری یا عوام سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ تلفظ میں خطا فحش ہونے سے اگر فساد آوے گا۔ تو سب کی نماز فاسد ہو گی۔ اس لیے ایسے شخص کی حمایت نہ کرنا چاہیے بلکہ کسی عالم قاری کو امام بنانا ضروری ہے۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ فی القریٰ جائز نہیں ہے۔ جمعہ ترک کرنا لازم ہے۔ نہ مولوی صاحب کے لیے جائز کہ وہ پڑھائے اور نہ لوگوں کو اسے مجبور کرنا صحیح ہے۔ وعظ کے لیے جمعہ کے علاوہ بھی اجتماع ہو سکتا ہے۔ اگر لوگ اتنے شوقین ہیں تو کسی بھی دن وعظ کے لیے جمع ہو کر وعظ سن لیا کریں۔ بہرحال جمعہ جائز نہ ہوگا۔ لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع (الحدیث)

امامت سے معذوری کی بنا پر سبکدوش ہونے کے بعد کیا سابقہ امام کسی چیز کا مطالبہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) زید مسجد کی امامت سے بیماری بڑھنے وغیرہ کی وجہ سے معذور تھا۔ امامت کے قابل نہ تھا۔ خود اجازت دی۔ امام مقرر کر لو اب امام مقرر کر لیا گیا اور اب اس کی زمین ذاتی کافی ہے۔ بال

بچہ دار نہیں صرف میاں بیوی ہیں۔ اس صورت میں مسجد کا حصہ یا وہ زمین جو کہ مسجد کے لیے سرکاری طور پر امام مسجد کے نام مقرر ہوتی ہے۔ کھا سکتا ہے۔ جب کہ دوسرا امام باوجودیکہ امامت جمعہ جماعت کراتا ہے بال بچہ دار ہے اور جو مقرر کردہ اشیاء تھیں۔ تمام نہیں ادا کرتے تنگ بہت ہے مقروض ہے۔ اس صورت میں یہ زمین کس امام مسجد کا حق ہے از روئے شریعت اول امام پر حلال ہے یا ناجائز ہے کون کھا سکتا ہے۔ (۲) زید تارک جماعت ہے اور نماز عشاء ہمیشہ بے جماعت پڑھتا رہا۔ امام میں شرعی نقص کوئی نہیں۔ پھر بھی تارک ہے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جب امام مقرر کردہ موجود نہ ہو۔ امام کے ساتھ اختلاف یا دشمنی رکھتا ہو۔ یہ مقرر کردہ امام کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ یا پھر اجازت امام کے بعد میں امامت کرا سکتا ہے۔ (۳) زید نے قبل ازیں ڈھول راگ رنگ میں زندگی بسر کی اب آخر عمر میں امامت کے قابل ہو سکتا ہے۔ قرآن ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھتا نہ ترجمہ جانتا ہے۔ سنی سنائی باتیں پکا کر تقریر کرے۔ یا جمعہ پڑھائے جبکہ اس کو علم نہ ہو کہ میں قرآن کے موافق مسئلہ کر رہا ہوں یا مخالف' کیا یہ جائز ہے۔ (۴) زید امام مقرر ہو چکا سب کی رضامندی سے اب اگر کوئی شخص مقرر کردہ امام سے آ کر اختلاف کرے اور اتہام رکھے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے (۵) امام مسجد مقرر کیا۔ تمام لوگ خدمت مال نہیں کرتے جو مقرر کی تھی۔ کچھ کرتے ہیں کیا تنگ دستی کی وجہ سے ان کو امام کہے تم کیوں نہیں دیتے۔ مقرر کردہ حق خدمت ادا کرو اس صورت میں اس سوال سے نماز میں کچھ خلل آتا ہے۔ اگر عشر یا زکوٰۃ فطرانہ فقیری کی وجہ سے لے تو کوئی حرج تو نہیں۔ یہ مال دینا درست ہے۔ (۶) امام مسجد امامت کے ساتھ کوئی کسب کر سکتا ہے۔ ایک مقتدی ضد کرتا ہے۔ تاخیر کر کے نماز پڑھواتا ہے۔ امام اس پر راضی نہیں۔ کیا مقتدی کی نماز درست ہے۔ اگر امام خود اذان پڑھے۔ خود ہی تکبیر کہہ دے۔ خود ہی جماعت کرائے کیا کوئی شرعی نقص یا خرابی ہے۔ یا کراہت ہے امام کے لیے۔ (۷) زید اذان پڑھ کر کہیں جاتا نہیں۔ مسجد میں صف میں آ کر ملتا ہے۔ محض اس خیال پر کہ اس طرح مسئلہ ہے کہ اذان کوئی پڑھے۔ تکبیر کوئی پڑھے۔

﴿ج﴾

(۱) مسجد کا فنڈ یا مسجد کی زمین مسجد کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر سابقہ بوڑھا امام فی الحال امامت نہیں کرتا' بلکہ امام دوسرا مقرر ہے تو وہ اپنا سابقہ امامت کرنے کی بناء پر مسجد کے فنڈ یا اس مسجد کے امام کے لیے سرکاری زمین سے لینے کا حقدار نہیں اس کے لیے جائز نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس کا اپنا مال بھی اسے کفایت کرتا ہے اور دوسرا مقرر کردہ امام جب کہ فی الحال وہ امامت کرتا ہے اور نیز وہ لاچار اور مجبور ہے۔ مسجد کے فنڈ اور اس زمین کی آمدنی سے کچھ لے یہ دوسرا امام لینے کا حقدار ہے۔ اس سے لے سکتا ہے۔ (۲) تارک جماعۃ فاسق ہے۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ وہ امام مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ امام مقرر میں کوئی شرعی نقص نہیں اور کوئی شخص ذاتی دشمنی واغراض کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو۔ وہ گنہگار ہے۔ مقرر امام کے علاوہ جب کہ خود وہ امام مقرر امامت کرتا ہو۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسجد میں کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ (۳) زید میں اگر امامت کرنے کی اہلیت ہے۔ شرائط امامت اس میں

پائے جاتے ہیں اوراس نے سابقہ زندگی غلط طریقے پر ناجائز کاموں میں صرف کی ہو اوراب وہ دل سے تائب ہوگیا ہو۔تواس کی امامت درست ہے اوراگر واقعی اس میں اہلیت نہیں اور امامت کے موقوف علیہ مسائل سے وہ واقفیت نہ رکھتا ہوتواس کی امامت شرعاً جائز نہیں نیز قرآن وحدیث پڑھا ہوا نہ ہواوراسے غلط وصحیح کہنے کی تمیز نہ ہوکہ آیا میں کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق بولتا ہوں۔یا مخالف یا بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتیں کرتا ہواور کوئی وعظ کرتا ہو۔ایسے شخص کے لیے وعظ وتقریر کرنا شرعاً جائز نہیں۔(۴) اپنے اغراض کے لیے بلاوجہ کسی کو متہم کرنا شرعاً فسق ہے۔ایسا شخص شرعاً امامت نہیں کرسکتا۔مستقل امام نہیں رکھا جاسکتا (۵) امام اس صورت میں اپنے مقرر کردہ حق کا مطالبہ کرسکتا ہے۔نیز اگر وہ صاحب نصاب نہیں فقیر ہے۔مصرف ہے زکوٰۃ عشر فطرانہ وغیرہ کا تو لے سکتا ہے۔جبکہ خدمت کے عوض کے طور پر نہ ہواس کے امامت کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں آتی۔(۶) امام بلاشبہ امامت کے ساتھ دوکانداری کرسکتا ہے۔جب کہ معاملہ دوکانداری میں منہیات ومکروہات سے بچتا ہواور نیز دکان میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت بے وقت نہ کراتا ہو۔کسب حلال ثواب ہے۔کمانا چاہیے (۷) کسی مقتدی کوامام کا اپنے تابع بنانا جائز نہیں۔مقتدی غلطی پر ہے۔اسے امام کواپنے تابع بنانا جائز نہیں۔زید کا یہ خیال کہ اذان اور دے اورامامت دوسرا کرے۔یہ خیال محض باطل ہے۔بلکہ مسئلہ یہ ہے۔جواذان دیتا ہے اقامۃ اسی کا حق ہے۔مؤذن کے اذن کے بغیر اور کوئی ثواب کی خاطر اقامۃ کہنا چاہتا ہوکہ اقامۃ کا ثواب میں حاصل کروں۔شرعاً اسے یہ حق حاصل نہیں۔بلکہ اقامۃ مؤذن کا حق ہے اورمؤذن کسی کواپنی خوشی سے اقامۃ کی اجازت دیتا ہو۔شرعاً اجازت دے سکتا ہے۔لیکن اس صورت کو اولیٰ سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا صحیح نہیں۔بنسبت اس کے کہ ایک شخص اذان واقامتہ کہے۔اس لیے کہ خیر القرون سے اس زمانے تک عموماً یہی عمل ہے۔

جس شخص میں فسق وفجور والے نقائص ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ زید امامت کرتا ہے اوراس میں چند نقص ہیں۔جس کی وجہ سے مقتدی اسے امامت پر رکھنا نہیں چاہتے۔بعض اوقات (۱) جماعت کی حالت میں زید کوغشی ہوجاتی ہے اورمقتدی نماز توڑ کراس کو اٹھاتے ہیں۔(۲) حقہ بہت پیتا ہے۔(۳) بدعتی ہے نیز سنی شیعہ کے ساتھ تعلقات ہیں۔اٹھنا بیٹھنا رکھتا ہے۔(۴) زانی ہے اس بات کی گواہی اکثر اورمعتبر لوگ دیتے ہیں اورجن نوجوان بچیوں کو پڑھاتا ہے ان سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا ہے اوروہ بچیاں اس بات کی گواہ ہیں (۵) زید کا بھائی بکر ہے اوربکر زید کی بیوی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور زید کی لڑکی جوکہ بالغ نہیں ہوئی۔اس کا رشتہ بکر کے لڑکے سے ہورہا ہے جوکہ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔(۶) نکاح علی النکاح اکثر پڑھاتا رہتا ہے۔ان نقائص کی بناء پر مقتدی اسے رکھنا نہیں چاہتے ایسا شخص امامت کے لائق

ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید میں واقعی یہ نقائص موجود ہیں تو وہ لائق امامت نہیں۔اس کوامامت سے ہٹایا جاوے۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص گانے بجانے اور ریڈیو جان بوجھ کر سنتا ہے۔اس کی امامت جائز ہے۔

﴿ج﴾

ریڈیو وغیرہ پر گانے بجانے سننا گناہ ہے۔شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب ہواور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا اوراگر وہ توبہ تائب ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی۔ورنہ امامت سے علیحدہ کردیا جائے۔فقط واللہ اعلم۔

لہو ولعب میں مشغول رہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد کی داڑھی بالکل کٹی ہوئی ہو۔ایسے معلوم ہوکہ صافہ پھرا ہوا ہے اور گانے بجانے میں مست ہو۔کبھی کبھی خود مسجد میں چند بیرونی آدمی جمع کرکے سازوں کے ساتھ آوارہ گانے سماعت کرتا ہے۔قرآن وحدیث سے ارشاد فرماویں کہ اس قسم کے خیالات کے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں اور گلہ غیبت بھی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈے اور گانا بجانا سننے والے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔اگر ان افعال بد سے توبہ تائب نہ ہوتا ہو۔تو اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت بتصریح جمیع فقہاء مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

قوالی اور گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام مسجد ہے اور لوگ اس کو خلافت یافتہ خواجہ کہتے ہیں۔ اس کا رویہ ہے کہ شادی کے موقع پر گھبرو یعنی گھوٹ دولہا کو گانہ دھاگہ اپنے ہاتھ سے باندھتا ہے۔ مرد عورتوں کا لباس پہن کر مسجد کے دروازہ پر ناچ تالیاں گانا بجانا ڈھول باجہ بجا کر رنگ رلیوں میں شریک ہو جاتا ہے اور ویل بھی دیتا ہے۔ اعتراض کرنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ قوالی مدح خوانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یہ جائز ہے اس واسطے دیتا ہوں عید کے دن عید پڑھ کر مسجد کے دروازے پر دو آدمی گانے والے بلا کر ڈھول باجہ کے ساتھ گانا کرایا ہے اور یہ کہا یہ بھی قوالی مدح خوانی ہے۔ ویل دینا جائز ہے اگر شرع میں ناجائز ہے تو امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مذکورہ بالا سب افعال حرام وفسق ہیں۔ زید جو کہ ان افعال کا مرتکب ہے۔ فاسق ہے وہ امامت کے قابل نہیں۔ اہل مسجد کو شرعاً لازم ہے کہ اسے امامت سے ہٹا دیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد جو کہ قاری حافظ و عالم بھی ہے، اس کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے اور پروگرام دیکھتا ہے۔ داڑھی مشین سے چھوٹی باریک کرواتا ہے تو کیا ایسے امام کی امامت درست ہے اور امام کے لیے کن شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے؟

﴿ج﴾

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں وہ فاسق ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے درمختار ص ۱۲۳ ج ۱ میں ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد الخ. نیز درمختار میں ہے. ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته (درمختار ص ۱۲۵ ج ۲ ص ۲۸۸ ج ۵) پس صورت مسئولہ میں جو امام مسجد داڑھی باریک کترواتا ہے۔ ٹیلی ویژن میں ہر قسم کی تصاویر کو دیکھتا ہے۔ فاسق ہے اور اس کی امامت جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیں۔ امام مسجد کی رعایت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقدم ہے۔ تمام نمازی کسی متقی دیندار عالم باعمل کو امام مقرر کریں۔

وکراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم. (شامی باب الامامۃ ص ۴۱۴ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

کبوتر باز گولیاں کھیلنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

نادرست چال چلن والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہماری مسجد میں ایک امام ہے۔ نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات سے متہم ہو چکا ہے۔ گاؤں میں لوگ اس کے چال چلن پر بھی انگشت نمائی کرتے ہیں۔ بنا بریں عوام اس امام کے اطوار چال چلن و کردار روش و آمد و رفت سے چنداں مطمئن نہیں ہیں۔ گاؤں کے نمازیوں کی اکثریت اس امام سے بدظن اور بدعقیدت ہیں۔ مگر مذکور امام طاقت آزمائی کے نظریہ سے ڈنڈے کے زور پر اس مسجد میں امامت پر قائم ہے اور چند حضرات کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ حالانکہ سمجھ رکھنے والے معتبر حضرات نے بھی کئی بار کہا ہے کہ لوگوں کے دین اور شریعت کی بربادی نہ کرو کسی اور امام کو متعین کرلو۔ اس امام کے علاوہ آپ کوئی ایسا امام لے آؤ جس کے عیوب کا نہ آپ کو علم ہو اور نہ ہم کو۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام میں ایسی نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات ہوں جو کہ شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہوں اور ان سے تائب نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے بوجہ فسق نماز مکروہ تحریمی ہے مقتدیوں پر بالاتفاق ایسے امام کو ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ شامی ص ۴۱۷ ج ۱) پر ہے۔ فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لا مر دينه وبان تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الى ان قال فهو كا لمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ۔ کیونکہ ایسا امام قابل امامت (جو کہ عزت وکرامت کی جگہ ہے) نہیں۔ بلکہ وہ بوجہ فسق وبدافعالی قابل توہین ہے۔ اس کی اعانت کرنا امام بنے رہنے میں ناجائز اور گناہ ہے۔ اگر وہ باوجود سمجھانے اپنی بداخلاقی اور فسق سے باز نہ آئے تو اس سے مسلمان قطع تعلق کریں۔ تاکہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حقہ نوشی، چھوٹی داڑھی اور غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مولوی صاحب چک کا امام مسجد ہو اور خطیب بھی اور اس میں مندرجہ ذیل نقائص ہوں۔ شخص مذکور بموجب حکم شرع محمدی امامت کے قابل ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (۱) داڑھی ڈیڑھ انگل ہے بلکہ اس سے بھی کم ہے (۲) قرات قرآن میں متعدد غلطیاں جن کو درست کرنے سے انکاری ہے (۳) خواہ دینی یا دنیاوی بات ہو اس میں تمسخر اور مذاق اڑانا اس کا شیوہ ہے (۴) حقہ نوشی ضرورت سے زیادہ اس کی فطرت ہے۔ ہر کس وناکس کی عیب جوئی اور غیبت۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا نقائص کے ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف عام مجمع مسلمانان میں ایک جگہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اس میں مولوی صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ اس مجمع میں سے مولوی صاحب کو ایک آدمی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ امام مسجد ہیں۔ داڑھی رکھ لیتے تو بہتر تھا تاکہ ہماری نمازیں قابل قبول اور درست ادا ہو جاتیں۔ مگر مولوی صاحب نے اعلانیہ بآواز بلند فرمایا کہ میری داڑھی سنت والی نہیں ہے۔ میری من مرضی کی داڑھی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ان مذکورہ عیوب ونقائص کی اصلاح نہ کرے تو امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور کسی صالح متشرع شخص کو امام متعین کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تارکِ نماز کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی حافظ قرآن ہو کر داڑھی منڈواتا ہے اور فیشن بنواتا ہے اور ظہر کی نماز کبھی کبھی پڑھ لیتا ہے اور عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھا جاتا ہے اور فجر کی نماز بالکل ہی ترک کر دیتا ہے اور دوپہر تک سویا رہتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۴ رجب ۱۳۹۱ھ

شادی پر رقص وسرود کرانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے امام مسجد اور خطیب ہوتے ہوئے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر طائفہ اور مغنیہ یعنی گانے بجانے اور ناچنے والی عورتوں کو بلا کر راگ ورنگ اور گانا بجانا کرایا۔ اور ان کو ہر طرح سے خوش وخرم کیا۔ کیا وہ خطابت وامامت کے قابل ہے۔ یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام وخطیب نے اگر فی الواقع ایسا ناجائز کام کیا ہے تو وہ امامت کے قابل نہیں ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کر لے اور نادم وپشیمان ہو جائے اور لوگوں کو اس کی توبہ پر اطمینان حاصل ہو جائے۔ تو اس کو آئندہ کے لیے امام باقی رکھا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ

۲۳ رجب ۱۳۸۶ھ

جس شخص پر مختلف اعتراضات ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شاہنواز خان، محمد اعظم خان کے دعوی کے بیان کے بارہ میں (۱) جناب قاری صاحب

ڈسٹرک بورڈ' درختوں کے تنے نکلواتے ہیں۔ مکان میں اور جلانے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک ڈیوڑھی میں دروازہ در چوکٹ اور شہتیر وغیرہ لکڑی لگی ہوئی ہے۔ (۲) قاری صاحب کو بسلسلہ امامت جو سرکاری زمین ملی ہوئی ہے اس کا مقررہ وقت سے زیادہ طالبعلموں کے ذریعہ پائپوں میں پانی بھر کر اپنی زمین کو سیراب کراتے ہیں۔ (۳) قاری صاحب صدقہ کے مال کو کسی طالب علم کی ملک کرنے کے بعد پھر اس سے اپنی ملک میں داخل کر لیتے ہیں۔ یعنی وہ طالب علم اس کو دے دیتے ہیں اور وہ اسے ذاتی خرچ میں لاتے ہیں حالانکہ مدرسہ کے لیے ہوتا ہے۔ (۴) قاری صاحب نے ابتک اس مال کا حساب نہیں دیا جو مدرسہ کے لیے صدقہ وخیرات دیا جاتا ہے۔ (۵) قاری صاحب طالبعلموں کی مقررشدہ روٹیوں کو جو صرف طالب علموں کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ ان کو مل جانے کے بعد اپنی ضرورت کے لیے لے لیتے ہیں۔ (۶) قاری صاحب نابینا ہے۔ (۷) یہاں کی مسجد ملحقہ مدرسہ کے منتظمین نے مدرسہ کے لیے مولانا محمد امین کو مدرس کی حیثیت سے بلایا لیکن قاری صاحب نے نہ تو یہاں ان کے لیے جگہ دی اور نہ درس کے لیے جگہ دی اور ان کو یہاں سے مجبوراً جانا پڑا۔ بیان محمد خان ولد فتح خان۔ چونکہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اکثر دن میں پانچ وقت کے اندر ایک نماز میں جھگڑا ہوتا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ ٹھیک نہیں رکھ سکتے ہیں۔ وقت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے ہمیں ایک عالم دیا جاوے جو تقریر بھی کرے اور نماز بھی پڑھاوے اور حافظ صاحب باقاعدہ لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاوے۔ بیان خان زمان ولد عظمت خان' قاری صاحب اکثر نماز میں دیر کرتے ہیں۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ جواب: از قاری غلام حسین صاحب پیش امام چک نمبر ۳۰۔

(۱) میں نے ڈیوڑھی میں ایک لکڑی مسجد کی ۱۲/۳ جو مسجد کے کام کی تھی۔ خریدی اور وہ ڈیوڑھی میں لگائی۔ باقی کچھ ذخیرہ والوں سے خریدی۔ البتہ طالب علم جو جلانے کے لیے وہاں سے شاخ کاٹ کر لائے' ان میں بے احتیاطی سے کچھ کام کی لکڑی کاٹ کر یہاں لائے تھے۔ جن میں سے میں نے بھی کچھ ڈیوڑھی میں لگائی ہیں۔ جہاں کمی لکڑی کی ہوگئی تھی۔ تو تھوڑی وہاں بھی لگائیں۔ اس لکڑی کا مجھے بعد میں علم ہوگیا تھا کہ طالب علم کہیں سے لائیں ہیں۔ میں نے اپنی باری میں صرف کسی کے ذریعہ سے پانی کو بہتر کرنے کے لیے پانی کو تیز کیا تھا۔ یہ بات صرف دو دفعہ ہوئی۔ میں نے دیدہ دانستہ کبھی ایک پیسہ بھی ذاتی ضرورت میں خرچ نہیں کیا میں ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہوں مدعی نے یہ جواب مان لیا اور اعتراض رفع ہوگیا (۴) حساب میں اب بھی دینے کو تیار ہوں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں۔ قاری صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے لیے روٹی مقرر کرائی میں نے تو کبھی کبھار خود طلبہ کو روٹی دی ہے۔ البتہ کبھی کبھی زیادہ روٹی آجاتی ہے اکثر میں بیچتا ہوں اور پیسہ طلبہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ قاری صاحب نے کہا لکڑی کو استعمال کیے ہوئے چھ سال ہوگئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کے کنبہ کے ایک شخص نے طلاق مغلظہ دی تھی اور پھر میں نے مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم اور دارالعلوم دیوبند سے فتاویٰ منگائے اور میں نے طلاق مغلظہ کا حکم دیا ہے یہ لوگ عورت کو باقاعدہ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے جماعت میں نماز پڑھنے اور تمام تعلقات بند کرائے۔ اس لیے مجھ سے ناراض ہوئے۔

الجواب: فیصلہ شرعی' قاری غلام حسین صاحب کے متعلق جو سات اعتراضات ہوئے ان کی تفصیل پر مختصر تبصرہ کرنے کے بعد ان کی امامت کا حکم لکھا جائے گا۔

پہلے اعتراض سے متعلق قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ واقعی کچھ لکڑی ڈسٹرکٹ بورڈ کی مملوکہ ضرور ان کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ قاری صاحب کو اٹھاتے وقت علم نہ تھا۔ قاری صاحب اس الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ بلکہ قاری صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس لکڑی کی قیمت ڈسٹرکٹ بورڈ کو ادا کرے۔ یہ حق العبد ہے۔ صرف توبہ سے معاف نہ ہوگا۔ دوسرے اعتراض کے متعلق بھی قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ اگرچہ بالٹیوں سے نہیں۔ لیکن کسی کے ذریعہ سے انھوں نے اپنی باری میں پانی کو تیز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی ہے اور اس طرح کے تمام طریقے استعمال میں لانے شرعاً ناجائز ہیں۔ جس میں پانی کا تیز کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہاء احناف نے اس کو جائز نہیں لکھا اس لیے اگرچہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہی پیش آیا۔ اس کا بھی اپنے ان بھائی والوں سے تلافی کرائے۔ جنھیں پانی کا نقصان پہنچا اور اگر معلوم نہ ہوسکے کہ نقصان کس کا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ (۳) تیسرے اعتراض کا قاری صاحب نے خود اسی وقت جواب دیا۔ کہ میں نے دیدہ دانستہ آج تک ایک پیسہ ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کیا اور حلف اٹھانے کے لیے بھی تیار ہے۔ چنانچہ خود مدعی نے ہی اس اعتراض سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ لہٰذا یہ اعتراض ختم ہوچکا۔ چوتھے اعتراض کے جواب میں قاری صاحب نے مان لیا کہ میں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں اور حساب بھی دینے کے لیے اس لیے میرا مشورہ بھی یہ ہے کہ اتقوا مواضع التہم۔ الحدیث یعنی تہمت کے مواضع سے بچو اور قاری صاحب اسکی ذمہ داری کو خود نہ اٹھائے بلکہ وہ چک کے ذمہ دار حضرات کی مجلس شوریٰ بنا کر ان کے مشورہ پر عمل کرے اور تمام حساب کتاب اور خرچ ان کے علم میں آجائے تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ پانچویں اعتراض میں بھی کوئی ضمان نہیں۔ جب روٹی طلباء کی ملک ہوگئی۔ تو طلبہ کی مرضی جسے چاہیں دیں۔ اس پر اب روٹی دینے والے کو کوئی اعتراض کا حق نہیں۔ اب وہ روٹی کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ طلبہ ہی اس کے مالک ہیں۔ چھٹا اعتراض کہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قاری صاحب کے اپنے قول کے مطابق اور حالات کے اندازہ سے یہ بات واضح ہوچکی کہ وہ طہارت ونجاست کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کے کپڑوں وغیرہ پر خود ان کے گھر والے اور طلبہ نظر رکھتے ہیں۔ ایسے نابینا کی امامت جائز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا صحابی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نبوی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ جب کہ آپ سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر جب کہ قاری صاحب قرآن شریف کو قواعد تجوید کی رو سے بھی اچھا پڑھتے ہیں اور اپنی قوم یعنی مقتدیوں میں علم کے لحاظ سے بھی فائق ہیں تو کراہت کا شبہہ باقی نہیں رہتا۔ قاری صاحب اتنا علم دین حاصل کیے ہوئے ہیں کہ امامت کے لیے کافی ہے۔ باقی اوقات میں کبھی کبھی تاخیر کرنا اس کی عادت تو بری ہے۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہونا کوئی بات نہیں۔ علاوہ اس کے تاخیر بھی وہ ناجائز ہے' جس سے نماز مکروہ وقت میں ادا ہونے کا خطرہ ہو۔ ورنہ جائز ہے۔ ساتویں اعتراض کا جواب تو جو قاری صاحب نے دیا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدرسے میں میں نے صرف بڑے طالب علموں اور چھوٹے لڑکوں کو علیحدہ ہونے کا اصرار کیا تھا۔ بہر حال حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجموعی حالات کے تحت میرا فیصلہ یہ ہے کہ قاری

صاحب لکڑی وغیرہ چیزوں کی قیمت ادا کر کے تلافی کرے۔ یہ ان پر خود واجب ہے۔ تاکہ حق العبد سے بری الذمہ ہو جاوے۔ قاری صاحب اوقات کی پابندی کا خیال رکھے تاکہ کسی کا اعتراض نہ ہو اور بطور مشورہ کے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجلس شوریٰ ذمہ دار حضرات کی ضرور بنائی جاوے۔ جس میں قاری صاحب خود شریک ہوں اور مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر کو ایسے مدرس عالم کو قاری صاحب کی مرضی سے انتخاب کیا جائے جو بڑی کتب پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس قرآن دیویں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

گانے سننے والے تاش کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قصداً ریڈیو پر فحش غیر فحش گانے سنتا ہے اور تاش کھیلتا ہو اور دیگر خلاف شرع امور میں مشغول ہو اور بال بنوا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو اور قرآن بھی خاصا غلط پڑھتا ہو اور اس کے مخالف و موافق سب سمجھا چکے ہوں اور وہ ان کے سامنے تو اقرار کر لیتا ہو کہ اب میں ان تمام امور کو ترک کروں گا لیکن پھر دوبارہ ان کاموں کا مرتکب ہو۔ تو ایسا شخص امام بن سکتا ہے اور ایسا امام جس میں یہ خصلتیں ہوں اگر امام بن جائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

گانا سننا حرام و ناجائز ہے۔ شامی ص ۲۷۹ ج ۵ میں ہے واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام الخ۔ نیز تاش کھیلنا بھی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ لھو المؤمن باطل الحدیث الدر المختار بهامش ردالمحتار صفحہ مذکور میں ہے۔ وکرہ تحریما اللعب بالنرد و الشطرنج شامی اس پر لکھتے ہیں قولہ والشطرنج فھو حرام و کبیرۃ عندنا فی اباحتہ اعانۃ للشیطن علی الاسلام والمسلمین الخ۔ لہٰذا ان مذکورہ امور کا ارتکاب فسق ہے اور ایسے افعال کا مرتکب فاسق ہے۔ اگر یہ امام باوجود سمجھانے کے بھی باز نہ آیا۔ تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے ہٹا لینا اہل مسجد مسلمانوں کو لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فسق و فجور میں مبتلا جاہل شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) ہم اہلیان چک ۴۲، ۴۴ میں محکمہ زراعت کے ماتحت بذریعہ ٹنڈر زمین لے کر اپنا کام زراعت کا کرتے ہیں۔ یہاں ہی آباد کاری ہے۔ ایک شخص مسمی محمد اسی چک کا باشندہ ہے۔ اس کا چال چلن بصورت ذیل مشہور ہے۔ ریچھ اور کتوں کی لڑائی دیکھنا۔ کشتی و کبڈی کھیلوں وغیرہ میں حصہ لینا۔ جب کہ بوقت کھیل کود بدن پر صرف جانگیے کا ہونا۔ ران گھٹنے ناف وغیرہ کا کھلا رہنا۔ جو غیر شرعی جہلاء کے کھیل ہیں۔ زنا کرنے اور عشق بازی غیر محرموں سے کرنے کا عادی ہے خود اپنی زبان سے کئی آدمیوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ وطی غیر موضع فطری کا بھی فاعل و عامل سنا گیا ہے۔ بلکہ شیعہ مذہب کے ایک لڑکے سے تو خود اقراری ہے اور اکثر لوگوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ فرائض و واجبات نماز و وضو وغیرہ کے مسائل سے آٹے میں نمک کے برابر بھی واقف نہیں۔ ایک مولوی صاحب سند یافتہ دینی مدارس نے امتحان لیا مولوی صاحب مذکور نے بتایا کہ یہ مولوی محمد مذکور تو نہ نماز کے واجبات سے واقف ہے اور نہ فرائض سے سنن و مستحبات کو تو کیا جانتا۔ یہ نام نہاد مولوی مذکور خود کہتا ہے کہ میں نے چک والے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے اس لیے امام مسجد مجھے مقرر کیا جائے۔ نیز اس مولوی صاحب کے گھر شرعی پردہ بھی نہیں ہے اہل خانہ عام بے پردہ عورتوں کی طرح جہاں جی چاہیں چلی جاتی ہیں۔ ہم چک والوں کے ساتھ مل کر ایک مولوی صاحب حافظ القرآن کو مقرر کر رہے ہیں۔ اس مولوی کے گھر پردہ شرعی بھی ہے۔ وضو و نماز و غسل وغیرہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہے لیکن اس مولوی صاحب کے مستقل امام بنائے جانے میں اول الذکر روڑے اٹکاتا ہے۔ حالانکہ اچھی چال چلن والا بھی نہیں۔ پس فیصلہ درکار ہے کہ اول الذکر مولوی صاحب کے امام بنائے جانے پر اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز نہیں۔ فتویٰ شرعی سے مطلع فرما کر ممنون فرما دیں (ج) چند مخلصین نے مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ اگر تمہیں امام مقرر کر لیا گیا تو جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھانا ہوگا۔ مولوی محمد کو نہ ہم جمعہ کے متعلق کہتے ہیں۔ اور نہ روزانہ کے لیے کہتے ہیں۔ آپ کو کہتے ہیں کیا آپ ایسا کر سکیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا بھلا نہ یہاں بازار ہے۔ نہ ہی دوکانیں وذروا البیع کا حق کیا ادا ہوتا اور چند گھر ہیں۔ ایک سو کی آبادی ہے۔ پہلے مفتی صاحبان کم از کم بازار کا ہونا اور تین چار ہزار کی آبادی کا ہونا تو ظاہر فرما گئے ہیں۔ بھلا جمعہ کیسے کرایا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ جمعہ کروا دیا کرنا۔ ہم احتیاط الظہر ادا کر لیں گے مہربانی فرما کر جمعہ کرانے یا نہ کرانے کا بھی فیصلہ فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

(ج)

اول الذکر مولوی صاحب کے اگر واقعی یہی حالات ہوں تو اس کو قطعاً مستقل امام رکھنا شرعاً جائز نہیں۔ اگر دوسرا کوئی مستند جید عالم چک والوں کو نہ ملتا ہو تو اس دوسرے مولوی صاحب کو امام بنانا جائز ہے۔ (ج) کتب فقہ سے یہ واضح ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ اس لیے مذکورہ چک میں جس کے تقریباً سو گھر ہیں قطعاً جمعہ شروع نہ کریں اور احتیاط الظہر پڑھنے کے باوجود بھی شروع کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ اگر جمعہ پڑھنے سے محض پند ونصیحت کرنا مقصود ہو تو یہ ضرورت اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے۔ کہ جمعہ کے دن جمع ہو جایا کریں اور خطبہ نہ پڑھا جائے۔ وعظ وتقریر کے بعد ظہر ہی پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

سگریٹ نوشی کرنے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک اجہل مولوی سوائے چند رسائل وقرآن خوانی کے دینی مسائل وفرائض امامت ونماز سے بالکل کورا اور اجہل ہے۔ ظاہری صورت وسیرت حضور اکرم کے بالکل خلاف ہے۔ داڑھی ڈیڑھ انگشت اور بدعت کے کام حقہ، سگریٹ نوشی وکبڈی کشتی اس میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ کیا وہ مولوی جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہو اسکو ایک چک کی جامع مسجد کا مستقل امام ومولوی چک کے باشندگان مقرر کر دیں۔ جن میں سے چند مقتدی ظاہری صورت سیرت حضور اکرم کی سنت کے عامل ومسائل دین سے معمولی طور پر واقفیت رکھتے ہوں۔ ایک ان مقتدیوں میں سے حافظ القرآن ومسائل نماز سے بخوبی واقف ہے۔ کیا مقتدیوں کی نماز اس موصوف امام کے پیچھے ہو جائے گی۔ یا اس امام کو مسجد کا مستقل امام ٹھہرایا جائے۔ یا نکال دیا جائے۔ اکثر چک کے باشندوں نے اس لاعلم امام کو اچھا سمجھ کر باوجود ان تمام مذکورہ بالا اوصاف کے مستقل حالت پر مسجد میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ تمام مذکورہ سوالات کا حل کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں مفصل بیان فرمادیں۔ تا کہ اس فتویٰ کی روشنی میں اس مولوی کے خلاف جو قدم اٹھانا ہو اٹھایا جائے۔ یا مسجد میں رہنے دیا جائے۔ نوٹ: حقہ وسگریٹ نوشی کی نسبت جو کہ بد بودار اشیاء ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بد بودار چیزیں کھا کر ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔ اس معاملہ کی بابت بھی تشریح فرمادیں۔

(ج)

صورت مسئولہ میں ایسا شخص امامت کے قابل نہیں لیکن چونکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو جاہل ہیں اور انھوں نے ایسے امام کو منتخب کر لیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اکثریت کے اندر دینی شعور پیدا کیا جائے۔ تا کہ وہ اچھے امام کو مقرر کریں۔ اور جب تک اچھا امام میسر نہیں آتا اس کو سمجھاتے رہیں۔ کہ وہ حقہ نوشی اور سگریٹ وغیرہ بد بودار اشیاء کو استعمال کرنا ترک کر دے۔ خصوصاً مسجد کے اوقات میں خاص احتیاط کرے۔ اور مسائل نماز وروزہ کے اس سے پوچھتے رہیں تا کہ اس کے اندر دین کی طرف دھیان ہو۔ اور داڑھی کٹوانے سے اسے باز رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

مختلف عاداتِ ذمیمہ کے حامل شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل صورت میں کہ ایک جامع مسجد کا امام ان اوصاف وعادات کا حامل ہے۔ (۱) دعا بعد الجنازہ۔ ختم وغیرہ بدعات جو کہ مسجد ہذا کے نمازیوں نے ترک کرادی تھیں امام مذکور نے دوبارہ رائج کر دی ہیں۔ اور دلیل دریافت کرنے کی صورت میں لوگوں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں نہ کہ حدیث اور قرآن کا (۲) جھاڑ پھونک کا مشغلہ جاری کیا ہے۔ جس میں غیر محرم عورتوں سے بلا حجاب آمنا سامنا ہوتا ہے۔ سر دردی کا دم کرتے وقت عورتوں کے بالوں کو پکڑ کر کے دم کرتا ہے۔ اور ان حسین وجمیل عورتوں کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھتا ہے کہ جو گھریلو تنازعات کی بنا پر اپنے خاوندوں سے الگ تھلگ بس رہی ہیں۔ (۲) اکثر مسائل شرعیہ غلط بلا دلیل بتاتا ہے۔ مثلاً ایک ذابح نے بچھڑا غلطی سے ذبح کیا۔ ایک متقی ذابح آیا اور کہا کہ یہ ہمارا کام ہے اور یہ ذبح شرعاً حرام ہے۔ کسی عالم سے تحقیق کر کے دیکھو۔ مگر مولوی صاحب نے کہا کہ چونکہ سہواً ذبح کیا ہے اس لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں عشقیہ اشعار پڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً

ٹپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

(۵) امیروں کی خوشامد کر کے ان کو اپنا خاص بنا کر غریبوں پر جائز وناجائز برساتا ہے۔

(۶) اور اس کے آبائی وطن کے لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ مولوی صاحب مذکور زنا کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔ منت سماجت کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا۔ اب قابل دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ایسے مولوی صاحب کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں اور ایسے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اگر بات صحیح ہے کہ شخص مذکور مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہے۔ تو شخص مذکور فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ متقی اور دیندار شخص کو امام بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۳ شعبان ۱۳۹۶ھ

فاسق شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں امام مسجد کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس لیے معروض ہوں کہ امام کے اوصاف سے مطلع فرمائیں کہ امام کیسا ہونا چاہیے مہربانی ہوگی۔ (۲) امام مسجد ماسٹر ہے۔ اس کو سکول سے تنخواہ ملتی ہے امامت بھی کرتا ہے مگر لاپرواہی سے، نماز میں گھر رہ کر بھی بعض مرتبہ نہیں پڑھاتا جمعہ بھی ناغہ کر دیتا ہے مگر غلہ پورا وصول کرتا ہے۔ قربانی کی کھالیں اور صدقہ فطر سب وصول کرتا ہے۔ کیا اس کے لیے جائز ہے اخلاق حالت گری ہوئی ہے۔ زانی بھی ہے چوری بھی کرتا ہے۔ کھیل تماشہ کا شوقین ہے۔ اگر چہ نماز قضا ہو جائے۔ جوا بھی کھیلتا ہے۔ علماء کو کافر بھی کہہ دیتا ہے۔ ممبروں سے اس کی حالت بیان کی مگر وہ بدنامی کے باعث اور اپنے دینی احساس کی کمی کے باعث اس کو علیحدہ نہیں کرتے اب ہم کیا کریں۔ اس کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ اس کے گناہوں پر دلیری کا ذمہ دار کون ہوگا۔ آوارگی دیکھنے کے باوجود اس کی امامت محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ممبر خود بھی بداخلاق ہیں ایسا شخص امامت کے لائق ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر فتویٰ اس کے خلاف مل جائے تو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم ہم بری الذمہ ہوں گے جواب سے سرفراز فرمائیں۔ غلام علی

﴿ج﴾

اگر واقعی امام میں یہ کوتاہیاں جو حد فسق پر پہنچی ہوئی ہیں موجود ہیں تو اسے امامت سے ہٹانا لازم ہے۔ امام عالم، متقی پرہیزگار، قوم میں سب سے افضل ہو۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بے ہودہ بات کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریف نائی نے کسی آدمی کو بھیجا کہ آپ جلدی آ کر ختم پڑھیں۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ بازار میں چند آدمی مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کس کا ختم ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ عیسائیوں کا لڑکا نابالغ ہے۔ میں نے سوال کیا ان لوگوں کا ختم نہیں ہوتا۔ جب مجھے ان لوگوں نے زور دیا میں نے ختم کو شروع کر دیا جب میں ختم شریف سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تو پھر ایک اور مولوی صاحب آئے اور انھوں نے مجھے آ کر سخت سست کہا کہ تم نے بہت ہی شرک کیا۔ اس وقت میں نے قرآن پاک سامنے رکھ کر توبہ کر لی کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ اب میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عیسائیوں کے ہاں ختم پڑھنا درست نہیں ہے۔ اس سے گناہ ہوتا ہے شرک و کفر نہیں ہے۔ لہذا جب مولوی صاحب اس فعل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کو طعنہ دینا اور اس کو پریشان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له او کما قال۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق و فاجر شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ جس کا قصہ کوائفی درج ذیل ہے۔

(۱) ایک شخص ایک عام بستی کو جس میں اس کی محبوبہ رہتی ہے اس کی طرف خط میں لکھتا ہے کہ تیری بستی کی گلیاں مدینہ منورہ کی گلیاں ہیں۔

(۲) یہی شخص اپنے رشتہ دار سے مبلغ ۶ ہزار روپے بعوض اپنی دختر کے لے کر بعدہ منحرف ہو گیا ہے۔ قسم بھی کھالی۔ رقم بھی ہضم۔

(۳) یہی شخص بطور سود خواری پانچ روپے فی صد کے حساب سے قرض دیتا ہے۔

(۴) یہی شخص گندم خرید کر بطور احتکار جمع کر کے رکھ دیتا ہے۔ بوقت مہنگائی کے گندم حسب خواہش منافع گراں پر فروخت کرتا ہے۔

(۵) یہی شخص ہے کہ اپنی بیٹی شادی شدہ ۲ سالہ کو تھانے میں محض فرمان روائی اپنی عورت کے پیش اپنے حقیقی بھتیجے سے

طلاق کرائی ہے-جوآج تک بیٹھی ہے کوئی رشتہ نہیں لیتا-

(۶) یہی شخص سینماد یکھتا ہے اور ساتھ غیر محرم ہوتے ہیں آتے ہیں جاتے ہیں-موصوف غیرت تک محسوس نہیں کرتا بلکہ غیر محرم کو دوست بنا کر گھر لے جاتا ہے جو کہ پردہ کا خیال نہیں کرتا-

(۷) یہی شخص ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہے-اور خود اپنی ڈاڑھی کو خضاب لگاتا ہے-اور مردے شوئی کرتا ہے-اور جہاں کہیں جانور ذبح ہونے کو آئے جبراً جا کر ذبح کرتا ہے-اس کے عوض دل وگردے لیتا ہے جسے حلالہ کہتا ہے-

(۸) ایک گورستان میں زنا کرتا ہے-اور محض اپنے اعتبار کی خاطر جلسہ عام میں قرآن پاک اٹھا کر قسم کھاتا ہے-کہ میں صاف ہوں-

(۹) اسی شخص کو کسی نے جامع مسجد کے لیے دو (۲) عدد شہتیر دیے ہیں خود فروخت کر کے رقم کھا گیا ہے-

(۱۰) اسی شخص کو اپنے والد مرحوم نے جو کہ تحصیل بھر کا عالم تھا غلط کرتوتوں کی بناء پر موصوف کو امامت وخطابت سے علیحدہ کر گیا تھا-اس کو منبر نبویؐ سے اتار کر دوسرے بھائی کو مقرر کر گیا تھا- کچھ عرصہ بعد وفات والد مرحوم کے چونکہ اس کا عاق تھا-دیگر متعلقین ومعتبرین دنیاوی سے مل جل کر خطیب بن گیا- کیونکہ علاقہ کے اہالیان مطلق جاھل ہیں ان کی حمایت حاصل کی- تلک عشرة کاملة-اب اس کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جس شخص میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہیں وہ شخص منصب امامت کے لائق نہیں فاسق ہے-اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے اپنی لڑکی اہل شیعہ کو دی (شیعہ عام صحابہ امہات المؤمنین کو سب بکتا ہے) ان کے جنازے میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ مولوی حق نواز ولد میاں مراد قوم بھٹی جس کا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی اہل شیعہ سنّی جو کہ شارع عام صحابہ کو اور امہات المؤمنین پر سب بکتے ہیں کر دی ہے۔اور دو لڑکیاں دیگر بھی ان کو دی ہوئی ہیں۔اور اپنے لڑکے کے لیے اہل شیعہ کی لڑکی کا رشتہ لیا ہوا ہے۔نیز اھل شیعہ کے جنازے میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔کیا (۱) یہ مولوی حق نواز اھل سنت والجماعت کے ساتھ قربانی میں شریک ہوسکتا ہے۔(۲) اہل سنت والجماعت کو فرض عین اور فرض کفایہ پڑھا سکتا

ہے۔(۳) شرع محمدی میں یہ شخص کیسا ہے اگر یہ شخص توبہ کرے تو کس طرح کرے۔وضاحت سے مکمل مدلل ثبوت دیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ شخص اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کا ہے۔قرآن میں انحراف یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت (قذف) کا قائل نہیں۔نہ صحبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے۔اسی طرح اور بھی ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر نہیں۔تو اگر یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو جائے تو سب کی قربانی درست ہے۔اگر یہ خود مبتدع اور عاصی نہیں تو امامت اس کی درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

کیا شیعوں کی مجالس میں جانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ کوئی امام مسجد جو کہ اہل سنت کی مسجد میں امامت کے عہدے پر فائز ہو اور اسے باقاعدہ تنخواہ دی جاتی ہو۔اگر وہ شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرے نوحہ خوانی' مرثیہ جات وغیرہ پڑھے اور اپنے عقائد سنی بتائے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔یا کہ نہیں۔

(۲) یہی امام مسجد جو باقاعدہ تنخواہ دار ہے مسجد کی دیکھ بھال سے بالکل انکار کرے اور یہ کہے کہ میں جو تنخواہ لیتا ہوں وہ نماز پڑھانے کی ہے۔دیکھ بھال کی نہیں تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے۔یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) جو شخص مرثیہ پڑھنا یا سننا جائز جانے اور تعزیہ نکالنا اچھا جانے اور اس میں شریک ہو وہ سنی نہیں بدعتی اور روافض کا شریک وہم خیال ہے۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۳۰۳ ج۳۔جدید۔بتغیر)

(۲) مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔اگر امام کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ امامت کے ساتھ مسجد کی دیکھ بھال بھی کرے گا تو پھر امام کا انکار درست نہیں۔ویسے بہتر یہ ہے کہ مسجد کی نگرانی کے لیے مستقل آدمی رکھا جائے۔

اور یہ کام امام کے سپرد نہ ہو۔ تا کہ کام خوش اسلوبی سے نبھایا جا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ صفر ۱۳۹۰ھ۔

امام کا مرزائی سے تنخواہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب امامت کرتے ہیں اور اس کی ماہوار تنخواہ مرزائی ادا کرتا ہے۔ کیا مرزائی سے چندہ لینا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

نظراً الی بعض العوارض کا لاحسان علی اھل الاسلام من اھل الکفر. یعنی بوجہ احتمال احسان علی المسلمین فی امر الدین کے مرزائی کا چندہ یا تنخواہ لینا درست نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اھل اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت یا ان کی خاطر سے اپنے شعائر میں مداہنت کرنے لگیں گے۔ اس لیے مرزائی کی تنخواہ قبول کرنا مناسب نہیں۔ **فان الاسلام یعلو ولا یعلی. والید العلیا (المعطیہ) خیر من الید السفلی (السائلۃ والآخذہ)** مسلمانوں کو چاہیے کہ خود اپنی حلال کمائی سے چندہ کریں امام کی تنخواہ ادا کریں اور مسجد کے انتظام کے لیے خود کمیٹی مقرر کریں اور اس مرزائی سے بیزاری اختیار کریں۔ اس سے جو تیری نافرمانی کرے (ترجمہ) دعائے قنوت پر عمل کرتے ہوئے ان سے دور رہیں۔

مرزائی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص (جو کہ امام بھی ہے) نے ایک مرزائی کی نماز جنازہ پڑھائی کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ مرزائی ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا شخص عاصی و فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۷ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

مرزائی کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید خطیب و امام ہے قوم کا اور اس کو سردار پور میں مقتدا سمجھا جاتا ہے ---- (۱) داڑھی قبضہ سے کم ہے۔ ہمیشہ کتراتا ہے۔ بار بار کہنے سے توبہ نہیں کرتا اور قبضہ بھر پوری نہیں رکھتا اور تاش رات دن کھیلتا ہے ---- (۲) اور حقہ نوشی و سگریٹ وغیرہ بھی اس کا شیوہ ہے اور مذاق ولغویت کرتا ہے جس کو ملتانی زبان میں وگی کہا جاتا ہے اور ہر مجلس میں شامل ہو جاتا ہے اور سرکاری بینکوں کا سود کھانا جائز سمجھتا ہے۔ پھر کہتا ہے اولی الامر کی اطاعت ضروری ہے۔ (۳) اصل مطلب جس کی وجہ سے فتویٰ طلب کرنا پڑا وہ یہ ہے کہ قبضہ سردار پور میں ایک مرزائی قادیانی آدمی رہتا ہے۔ وہ نہری محکمہ میں افسر ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ خدا جانے وہ عورت کس قسم کی ہے۔ زید مذکور معہ چند چیدہ مسلمانوں کے اس مجلس میں شریک ہو کر نکاح خواں بنا ہے اور دس روپے عوض بھی وصول کیا ہے اور مٹھائی و چائے بھی تناول کی۔ اب مسلمانوں کو بڑی پریشانی ہے کہ ہمارے مقتدا صاحب نے کیا کیا ہے۔ لہٰذا شریعت صافیہ کے مطابق جواب عنایت فرما دیں جو ممانعت ہو اور جس قسم کا گناہ ہو اور جو تعزیر مناسب ہو۔ پوری تفصیل سے جواب فرماویں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر فی الواقع امام مذکور میں مندرجہ بالا معاصی کا ارتکاب متحقق ہو اور بعد کامل تفتیش و تحقیق کے واقعات اس طرح ثابت ہو جاویں تو اس شخص کی امامت جائز نہیں۔ بوجوہ ذیل یہ فاسق ہے (۱) ''داڑھی کترانے کی وجہ سے'' کیونکہ حدیث شریف میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے۔ **اعفوا اللحی. ارخوا اللحی. کثیروا اللحی' وفروا اللحی' اوفوا اللحی وغیر ذالک.** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام نے اس پر مداومت کی ہے۔ امر کا صیغہ اور مواظبت عمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ **کما ھو المنقول فی اصول الفقہ.** صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کا اثر دربارہ قطع مافوق القبضہ موجود ہے۔ قول صحابی **فیما لایدرک بالرای حدیث مرفوع** کے حکم میں ہے۔ اس لیے علماء نے مافوق القبضہ کے قطع کے جواز کا حکم دیا ہے۔ اگر ابن عمرؓ کا یہ اثر صحیح بخاری میں نہ ہوتا۔ تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا بہرحال قبضہ سے کم کترانے کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے اور یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ درمختار شامی کتاب الصوم جلد دوم ص ۱۲۳ میں ہے۔ **واما الاخذمنھا وھی دون ذالک (ای قدر القبضہ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ و المخنثۃ من الرجال فلم یبحہ احد.** اس لیے مادون القبضہ کا کاٹنا اور اس پر دوام و اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور مرتکب اس کا فاسق ہے۔ (۲) تاش کھیلنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں

ہے۔ لهو المومن باطل (الحدیث) درمختار ص ۲۷۹ ج ۵ میں ہے۔ وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج شامی لکھتے ہیں (قولہ الشطرنج) فهو حرام وكبيرة عندنا وفى اباحته اعانة الشيطان على الاسلام والمسلمين ج ۵ /ص ۲۷۹. الخ۔ امام شافعیؒ وامام ابو یوسفؒ سے جو جواز منقول ہے۔ اس کے لیے شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی۔ کثرت حلف' قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے۔ ورنہ بالاجماع حرام ہے۔ کذا فی الدر المختار والشامی ص ۲۷۹ ج ۵ تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے۔ لہٰذا فاسق ہے۔ (۳) عام عادت فحش گوئی اور لغویات کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے۔ احل الله البيع وحرم الربوا. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید وعید ہے۔ فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الاٰیۃ احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔ اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔ غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (حفظنا الله وجميع المسلمين منه) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو) جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم اور ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔ لقوله عليه السلام لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق وقوله عليه السلام انما الطاعة فى المعروف (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔ بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے۔ عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔ اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامیؒ کا ملاحظہ ہو ردالمختار ص ۴۱۴ ج ۱ میں لکھا ہے۔ فقد عللوا كراهة تقديمه (اى فاسق) بانه لايهتم لامر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ ج ۱ /ص ۴۱۴. واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں۔ مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔ جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔

اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں۔ اسلام سے خارج ہیں۔ اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا۔ رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے۔ اگر سوال میں مذکورہ صورتِ حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے۔ ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جاوئے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلّہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم سنّی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کرو وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔ جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سرکردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔ کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھائے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صحابی رسول کو برا کہنے اور اہلِ اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ض کو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں اور داڑھی باریک مشین سے کتاتا ہے۔ اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔ کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے۔ یا نہ؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہ؟

ہے۔لھو المومن باطل (الحدیث) درمختار ص۱۲۷۹ ج۵ میں ہے۔وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذاالشطرنج شامی لکھتے ہیں (قولہ الشطرنج) فھو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحته اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین ج۵ /ص ۲۷۹ . الخ۔امام شافعیؒ وامام ابویوسفؒ سے جو جواز منقول ہے۔اس کے لیے یہ شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی۔کثرت حلف' قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے۔ورنہ بالا جماع حرام ہے۔کذا فی الدرالمختار والشامی ص ۲۷۹ ج۵ تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے۔لہٰذا فاسق ہے۔(۳) عام عادت فحش گوئی اور لغویات کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔(۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے۔احل الله البیع وحرم الربوا. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید وعید ہے۔فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الایۃ احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے۔اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (حفظنا الله وجمیع المسلمین منه) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو) جائز نہیں۔لقولہ تعالیٰ۔وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم اور نہ ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔لقوله علیه السلام لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق وقوله علیه السلام انما الطاعة فی المعروف (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالا جماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے۔عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامیؒ کا ملاحظہ ہو ردالمختار ص۴۱۴ ج۱ میں لکھا ہے۔فقد عللوا کراھة تقدیمه (ای فاسق) بانه لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانته شرعاً الخ ج۱/ص ۴۱۴ . واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں۔مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔

اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔بینواوتوجروا۔

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں۔اسلام سے خارج ہیں۔اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا۔رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے۔اگر سوال میں مذکورہ صورتِ حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے۔ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جاوئے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلّہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم سنّی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کرو وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سرکردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھائے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صحابی رسول کو برا کہنے اور اہلِ اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ض کو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں اور داڑھی باریک مشین سے کٹاتا ہے۔اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے۔یا نہ؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

یہ شخص جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی توہین کرتا ہے اور علماء اہل سنت کو العیاذ باللہ کافر کہتا ہے۔ صحیح قرآن پڑھنے والوں کو خارج از اسلام بتلاتا ہے۔ نیز عملاً اتباع سنت سے محروم ہے۔ ایسے شخص کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اس سے عامۃ المسلمین ہر قسم کے تعلقات شادی وغمی منقطع کر دیں۔ یہاں تک کہ تائب ہو جائے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ امام مقرر کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاخری ۱۳۷۶ھ

شیعہ کا سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے۔ اور امام بھی اہل سنت ہے۔ اس امام کے پیچھے شیعہ مذہب کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیا اس کی نماز ہو جائے گی۔ نیز نماز فرض پڑھنے کے بعد رافضی شخص دراز ورسے درود پڑھتا ہے جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آتا ہے اور باقی مقتدی اس کام کو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ شخص ہماری نماز کو خراب کرتا ہے۔ کیا باقی مقتدی یا امام اس شخص کو مسجد سے یا اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ یا وہ شخص اس مسجد میں نماز علیحدہ پڑھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر سکون واطمینان سے شیعہ شخص نماز پڑھے تو اس کو مسجد سے نہ روکا جائے۔ اور اگر ایسے طریقے پر نماز وغیرہ پڑھتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو اور فتنہ کا باعث بنتا ہو تو اس کو مسجد سے روک دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

شیعہ کی امامت میں سنی کی نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شیعہ امام کے پیچھے نماز پنجگانہ یا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لیے جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

شیعہ رافضی کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی۔ لہٰذا رافضی شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ عالمگیریہ ج ا ص ۸۷ میں ہے۔ و لا تجوز الصلوة خلف الرافضی والجهمی والمشبه و من تقول بخلق القران۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائی متولی کی ولایت میں امامت درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک جگہ نماز پڑھانی ہے۔ نماز پڑھنے والے تو سب اھل سنت والجماعت ہیں۔ لیکن جو آدمی تنخواہ دیتا ہے اور جس کے اختیار میں امام مقرر کرنا اور ہٹانا ہے وہ ایک مرزائی ہے۔ جو اپنی گرہ سے رقم دیتا ہے۔ اور جو امام رکھتا ہے اس کو یہ حکم دیتا ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا۔ اس حکم سے اصل مقصد اس کا یہ ہے کہ مرزائیوں وغیرہ کو کچھ نہ کہنا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی امامت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی شرط کے موافق کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا خواہ وہ مسئلہ ختم نبوت کیوں نہ ہو۔ یہ کتمان حق ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

﴿ج﴾

مرزائی چونکہ بالاتفاق مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ اس لیے ان سے عقد اجارہ کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ ان کا احسان لینا مسلمان کے لیے خلاف مروت ہے۔ جس سے بچنا لازم ہے۔ اور کتمان حق بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اس صورت میں امامت کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اپنے کو مرزائی کہنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک امام مسجد جس نے گزشتہ دنوں اپنے مقتدیوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں مرزائی ہو گیا ہوں۔ میرا مسلک وہی ہے جو مرزائیوں کا ہے۔ اب امامت بھی کر رہا ہے اور توبہ نامہ تحریری کسی عالم کے پاس جا

کرتائب ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے- کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے- شرعاً وہ امام مسلمان ہے-

(۲) شیعہ حضرات میں سے کسی نے صف خرید کر سنیوں کی مسجد میں ڈال دی- کچھ لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں- اس لیے ان لوگوں کا ہماری مسجد پر پیسہ لگانا ناجائز ہے- سنیوں کی مسجد پر پیسہ خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ میں صحابہ کو گالیاں نہیں دیتا ہوں- بلکہ صحابہ کی تعریف کرتا ہوں اور مدح کا قائل ہوں- دلائل سے روشنی ڈالیں-

(۳) کنجر جس کی آمدنی قطعی طور پر حرام کی ہے- وہ رقم مسجد پر لگ سکتی ہے- دلائل سے واضح فرمائیں جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) اس امام کے بارے میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے مرزائیوں والے عقیدے اختیار کر لیے ہوں تو جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو اس کی امامت جائز نہیں ہے؟

(۲) اگر واقعی یہ شیعہ سنیوں جیسا عقیدہ رکھتا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا یاد نہ کرتا ہو جیسے کہ وہ کہتا ہے تو اس کی خرید کردہ صف پر نماز پڑھنا جائز ہے- بشرطیکہ مال حلال سے خرید کی ہو-

(۳) حرام مال مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں- لحدیث ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا-

(۴) ایسی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے- بشرطیکہ جمعہ کے دیگر شروط پائے جائیں- مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد کو پانچ وقتہ نماز کے ساتھ آباد کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائیوں سے تعلق رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین (۱) ایسے عالم دین کے بارے میں جو ایک مرکزی جامع مسجد کا خطیب ہو- اور تنخواہ دار ہو مرزائیوں کے ساتھ پرتپاک انداز میں ملتا جلتا ہو بڑی عزت اور احترام بجالاتا ہو- جب موصوف سے عرض کرتے ہوئے دریافت کیا گیا ہو کہ آپ کا دشمنان ختم نبوت سے اس انداز میں میل جول رکھنا عوام کے لیے نہایت ناپسندیدہ و ناگوار ہے- تو جواباً کہتا ہے کہ ہم علماء کے لیے ایسا کرنا جائز ہے- اور عوام کے لیے جائز نہیں کیا ان کا یہ جواب درست ہے اگر نہیں تو خدا کے لیے شرعی دلائل سے فتویٰ فرما کر مشکور فرما دیں-

(۲) تنخواہ دار عالم دین کے لیے فتویٰ لکھ کر دینے کی فیس لینی جائز ہے-

(۳) آیا ایسے عالم دین کے لیے بازار میں چلتے پھرتے چیز کھانا جائز ہے- اگر نہیں تو پھر ایسے امام کی امامت میں نماز ادا

کرنی جائز ہے- لہٰذا عرض ہے کہ از راہ کرم شرعی دلائل سے فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں- تاکہ عوام کی عبادت میں فرق نہ آئے-

﴿ج﴾

(۱) اگر یہ عالم دین مستقل طبیعت کا پختہ کار عالم ہے اور وہ اپنے اخلاق کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اس کے برتاؤ سے منکر ختم نبوت متاثر ہو کر صحیح العقیدہ بن سکتا ہے تو جائز ہے- اور یہ رویہ اس کا درست ہے ورنہ نہیں-

(۲) اگر تنخواہ فتویٰ نویسی کی لیتا ہے تو فتویٰ نویسی کی فیس جائز نہیں ہے- اور اگر تنخواہ کسی دوسرے عمل کی ہے اور اس کے علاوہ اپنے مخصوص اوقات میں فتویٰ نویسی کرتا ہے تو فیس لینا جائز ہے- بازار میں چلتے پھرتے کھانے کی عادت غلط اخلاق کی علامت ہے- مروت کے خلاف ہے امام کو ایسی عادت ترک کرنی چاہیے- اگر ترک نہ کرے تو کسی ایسے شخص کو جو زیادہ باوقار اور بااخلاق ہو امام بنالیا جائے لیکن اس کے باوجود بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے- واللہ اعلم-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

تاجر آدمی کی امامت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک تاجر آدمی یعنی دوکاندار جو کہ غیر شرعی یا ناجائز کام بھی بظاہر کوئی نہیں کرتا اور مسائل وغیرہ اچھی طرح جانتا ہے- اور شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے- ایسا شخص شریعت محمدی کی رو سے امامت کرا سکتا ہے-

﴿ج﴾

اس شخص کی امامت جائز ہے- احل اللہ البیع و حرم الربوا. الآیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ صفر ۱۳۹۰ھ

دکاندار کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید عالم ہے اور امام مسجد بھی ہے لیکن اس نے بغرض بے نیازی وطمع

ازخلائق وکسب حلال اپنے ذاتی پیسہ سے ایک دوکان بنائی ہوئی ہےاوراس میں لین دین اورمعاملات میں حسب طاقت بشریہ کےمحتاط ہے-اورصفائی رکھتا ہےاوراس علاقہ میں اس کاعلم میں کوئی ہمسرنہیں ہے-اورنہ تقوی دیانتداری میں نہ عقائد کے لحاظ سے کوئی پختہ آدمی ہے جوکہ نیابت یاامامت کےفرائض سرانجام دے سکےتوایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یاکہ نہ اوراس کاامامت کرنادرست ہے یانہ کیونکہ بعض لوگوں کے دلوں میں ایک وہم ساپیدا ہوگیا ہے کہ ترازو سے تولنے والے کے پیچھے از روئے شرع نماز پڑھنا جائز نہیں ہےاورایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے-واضح فرمایا جائے کہ شخص مذکورامام بننے کااہل ہے یاکہ نہیں کیایہ شخص اپنا ہمسرنہ ہونے کی وجہ سے افضل ہوگا؟ بینواتوجروا عندربکم

﴿ج﴾

احل الله البيع و حرم الربوا- الاية- اس شخص کی امامت جائز ہے کسی قسم کاوہم نہ کریں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹے کوامام بنانادرست نہیں

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک شخص جوامام مسجد ہے۔اس سے ایک شخص نے ٹکڑازمین خریدااورکل رقم متعلقہ زمین ادا کرکے اشٹام لکھوایا۔جس پر بائع اور گواہوں کے دستخط بھی ہو گئے۔بائع نے وعدہ کیا۔کہ رجسٹری بعدالت تصدیق کروادیگا۔لیکن اس اثنامیں بائع مذکور نے چپکے سے وہ ٹکڑازمین کسی اور کے پاس بیچ دیا۔اور بعدالت رجسٹرار اس کی تصدیق بھی کرادی۔ یہ دوسرا شخص جانتا تھا۔کہ زمین پہلے فروخت ہوچکی ہے۔اور بائع روپیہ وصول کرچکا ہے۔بائع ہمارے ساتھ لیت ولعل کرتا رہا۔چنانچہ ہم نے اسے سب رجسٹرار کی عدالت میں بلایا۔تو وہ زرثمن وصول پانے اوربیع نامہ کی تحریروتکمیل کرنے سے قطعی انکاری ہوگیا جس کی وجہ سے رجسٹری تصدیق نہ ہو سکی۔آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں فتویٰ صادرفرمادیں کہ ایسے شخص کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے۔اورایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور جولوگ ایسے امام کوجھوٹا سمجھتے ہوئے دھوکادہی کی خاطر اس کوسچا بتاتے ہیں۔ان کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے؟ بینواتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔بشرط صحت سوال امام مسجد موصوف نے ایک دفعہ ایک زمین کو جب فروخت کردیا اوررقم وصول کرلی توبیع تام ہوگئی اوراب وہ زمین کا مالک نہ رہا۔لہٰذا اس کا اس زمین کودوسری جگہ فروخت کرنا

قطعاً ناجائز ہے۔اورپھر جبکہ امام نے جھوٹ بول کراس سودے سے سرے سے انکار کردیا۔تواس سے یہ شخص فاسق ہوگیا۔اورفاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔لہٰذا اس کے بجائے کسی اوردیندار امام کومقرر کیا جاوے۔ اوراس کوجھوٹا جانتے ہوئے اس کوسچا کہنا بھی حق کو چھپانا اورجھوٹ بولنا موجب فسق ہے۔لہٰذا امام موصوف کا اوردیگر متعلقین کااپنے جھوٹ سے توبہ تائب ہوناضروری ہے۔لقوله عليه السلام و الكذب يهلك الحديث۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

ناجائزقسمیں کھانے والے کی امامت کاحکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد نے ناجائز حلفیہ بیان دے کرایک مردوعورت کا نکاح جائز ثابت کیا حالانکہ ان کے بجائے شرعی نکاح ناجائز تعلقات تھے-ان کا کوئی نکاح نہیں تھا-

(۲) اسی امام مسجد نے ایک عورت کوناجائز حلفیہ بیان دے کرعدالت میں طلاق دلادی کہ اس کامرداس عورت کوبسانے سے انکار کرتا ہے- حالانکہ اس مرد نے کوئی انکارنہیں کیا تھا- یہ بھی اس نے غلط بیانی کی ہے-لہٰذا یہ امام مسجد امامت کے لائق ہے یاکہ نہیں؟ بینواتوجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال ایسا شخص جوناجائز قسمیں کھاتا ہوفاسق وفاجر ہےاورلائق امامت نہیں امامت سے اس کوہٹانا چاہیےاور کسی معتمد علیہ دین دار عالم کوامام مقرر کرناچاہیے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بولنے والےاوراپنے بچوں پرظلم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کاحکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ (۱) اگرکوئی شخص مسجد میں امام ہواور وہ جھوٹ بولتا ہوجس کا ہمارے پاس شریعت کی رو سے پوراپوراثبوت ہواوروہ شخص پوراپوراخائن بھی ہواوراپنے کام کوصحیح طور پرانجام بھی نہ دیتا ہو۔جس کی وہ تنخواہ بھی لیتا ہے۔براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پرعنایت فرمائیں۔(۲) اگرکوئی شخص مسجد میں امام ہواورعالم بھی ہووہ اپنے بیوی بچوں پرظلم بھی کرتا ہوناجائز الزام لگاکر

اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی ہوا اور اس کے نابالغ بچے جس میں ایک شیر خوار بچی جس کی عمر اڑھائی ماہ ہوا اور اس بچی کی پیدائش کے وقت دائی کو بھی نہ بلایا ہو جس کا وہ اقراری بھی ہوا اور دوسرے بچے کی عمر تقریباً دو سال ہوا اور ایک لڑکی جس کی عمر پانچ چھ سال ہو جو کہ بیوی مطلقہ سے جبراً چھین لیے ہوں اور جبراً لکھوا لیے ہوں ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی کوئی امام مسجد جھوٹ اور اپنے بیوی بچوں پر ظلم جیسے کبائر کا ارتکاب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ویکرہ امامة عبد الخ و فاسق الخ (شامی باب الامامة ص ۴۱۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ

وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندہ جب پیدا ہوئی اس کی پھوپھی نے اس کو روبرو والدین کے گانا ہاتھ میں بطور نشان باندھا کہ یہ میرے لڑکے عبدالرشید کی چیز ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کروں گی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ مائی پھوپھی نے اپنے بھائی مسمی محمد ایوب کو کہا کہ اس کا نکاح کر دو۔ اس نے کہا یہ عبدالرشید کی چیز ہے۔ خود اس کا نکاح کروں گا۔ اس طرح ٹال مٹول کرتا رہا۔ آخر محمد ایوب امام مسجد کے لڑکے کی شادی کے دن مقرر ہوئے۔ تو محمد ایوب مذکور نے اپنے بہنوئی محمود کو کہا کہ تم شامل شادی ہو۔ اس نے نکاح کر دیا کہ جب تک میرے لڑکے عبدالرشید کا نکاح کر کے نہ دو گے ہم شامل نہیں ہوتے۔ تو چک کے دو تین معزز آدمی لے آیا کہ شادی میں شامل ہو جاؤ بعد میں نکاح کروں گا۔ مگر محمود نے انکار کر دیا۔ کہ تم نکاح کر کے نہ دو گے۔ تو اس پر روبرو معززین کے کہا کہ ضرور کر دوں گا۔ تو معززین نے کہا کہ یہ ہمارا امام مسجد ہے۔ ہمارے روبرو اقرار کرتا ہے۔ انکار نہ کرے گا۔ تو اس کا بہنوئی اور ہمشیرہ دونوں شادی میں شامل ہوئے۔ لیکن انکار کر دی اس کے بعد محمد ایوب کے گھر اس کا بہنوئی محمود اور اس کی ہمشیرہ موجود تھے۔ تو محمود نے محمد ایوب کی بیوی کو کہا کہ تم میری ہمشیرہ ہو تم اگر میرے لڑکے عبدالرشید کو لڑکی نکاح کر دو تو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محمد ایوب نہیں کر سکتا تم سے اور لڑکے سے ڈرتا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ دوں گی۔ تو اس پر محمد ایوب نے بیوی کو کہا۔ کہ لالہ کی بات سمجھی اس نے جواب دیا کہ سمجھ گئی۔ تو اس پر محمد ایوب کے بہنوئی نے کہا کہ ہاتھ کھڑے کرو تو محمد ایوب مذکور کی بیوی نے ہاتھ کھڑے کیے محمد ایوب نے ہاتھ کھڑے نہیں کیے۔ مگر مجلس میں موجود تھا۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی کو اس کی بیوی یعنی محمد ایوب کی

ہمشیرہ نے کہا کہ اب مٹھائی تقسیم کراؤ۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی نے ایک روپیہ محمد ایوب کی بیوی کو دیا اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو مٹھائی کے لیے دیا۔ وہ کھجوریں لے آیا۔ تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد نکاح کر کے دیا اور ایک دو دن کے بعد محمد ایوب کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ تم لڑکی نہیں دیتے اس طرح جھوٹا وعدہ کرتے ہو۔ تو اس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس کلمے سے محروم ہوں خدا کا بندہ نہیں ہوں۔ حضور کی امت نہیں ہوں کہ ہرگز جھوٹ کہوں۔ ضرور نکاح کر دوں گا۔ ناراض نہ ہو۔ تو اس کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ اگر وہ انکاری ہو جائے تو پھر تو اس نے جواب دیا کہ اگر وہ مان جائے تو بہتر ورنہ جبراً اس کی رضامندی کے بغیر اس کو ڈنڈا مار کر نکاح کر دوں گا۔ چنانچہ اس کا لڑکا چھٹی کاٹ کر چلا گیا۔ اور نکاح کر کے میرے سے سچا نہ ہوا۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ نکاح تو نہیں ہوا جبکہ کئی دفعہ اقرار کیا کہ نکاح کر دوں گا۔ بلکہ دو دفعہ مکرر وعدہ کیا کہ نکاح کے بعد نکاح کر دوں گا اور کہا دوسرا لڑکا آنے والا ہے۔ اس نے نہ مانا تو پھر بھی جبراً ڈنڈے کے ذریعے نکاح کر دوں گا۔ کیا اس پر عہد وفا کرنا لازم ہے یا نہیں اور ایسے جھوٹے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

حتی الامکان ایفائے عہد ضروری ہے۔ احادیث میں وعدہ خلافی کی سخت مذمت وارد ہے۔ اور وعدہ خلافی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ امام نووی اذکار ص ۱۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد اجمع العلماء علی ان من وعد انسانا شیأ لیس بمنھی عنہ فینبغی ان یفی بوعدہ وھل ذلک واجب او مستحب فیہ خلاف بینھم ذھب الشافعی وابو حنیفة والجمھور الی انہ مستحب فلو ترکہ فاتہ الفضل وارتکاب المکروہ کراھة تنزیھیة شدیدة ولکن لا یاثم وذھب جماعة الی انہ واجب (بحوالہ امداد الفتاوی ص ج ۴/۴۶۹) بغیر سچی توبہ کیے اس کی امامت مکروہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ صفر ۱۳۹۰ھ

جھوٹ بول کر غیر حقدار کو جائیداد دلوانے کی کوشش کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ فاسق ہو گیا یا نہیں۔ مثلاً ایک عورت متوفیہ کی جائیداد کافی آمدہ از ہندوستان کو متوفیہ کے اولیاء و اقرباء کی موجودگی میں ان سے خفیہ طور پر سرکار میں جا کر افسران کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اس متوفیہ کا حقدار کوئی بھی زندہ موجود نہیں۔ سب کے سب مر گئے ہیں ایک غیر حقدار کے بارہ میں کہتا ہے کہ متوفیہ کی تمام جائداد کو اس کے نام کیا جاوے۔ جب غیر حقدار کے نام انتقال ہو گیا اور حقیقی حقدار نے دعویٰ کر کے غیر حقیقی کو جھوٹا

ثابت کر دیا۔ تو پھر بھی بے شرمی سے کہتا ہے کہ متوفیہ وصیت نامہ لکھ کر دے گئی ہے کہ میری تمام جائیداد اسی غیر حقدار کو دی جائے اور میرے حقدار وارثوں کو نہ دیا جاوے جب شخص مذکور سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت نامہ دکھائے کہاں ہے۔ تو کہا ہے کہ مخالفین نے مجھ سے جبراً چھین کر پھاڑ دیا ہے۔ ایسے ایسے جھوٹے افترا اور بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے حکومت میں جھوٹی ڈائریاں دیتا ہے اور بیگانہ حق کو جھوٹ بول کر حرام کھاتا ہے اور کسی کو اسی کے رشتہ داروں کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں تمھارے رشتہ دار نے فلاں بیوہ کا حق اپنے نام لکھوایا ہے۔ الغرض جس کے ایسے جھوٹ اور حرام خوریاں ثابت ہو جائیں۔ تو وہ شخص فاسق ہو گیا یا نہیں۔ اگر فی الواقع عیوب مذکور بالا ثابت ہو جاویں تو بنت الصالح کا کفو ہے یا غیر کفو۔ اور مبلغ بن کر سٹیجوں پر چڑھنے اور امام بننے کا مجاز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر باقاعدہ طور پر یہ دھوکہ بازیاں اس کی ثابت ہو جاویں۔ تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے نہیں پڑھنی چاہیے۔ ایسے شخص کو بطریق احسن سمجھایا جاوے کہ ایسے فعل سے باز آ جاوے جو علی الاعلان ایسے افعال کرتا ہے اور ایسے قبیح افعال میں شہرت تک پہونچ جاتا ہے تو بنت الصالح کا کفو نہیں ہے۔ باقی رہی تبلیغ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اچھی بات قوم کو پہونچانے کا مجاز ہے۔ اگرچہ اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی بھی کوشش کرے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مطلب ہے کہ امر بالمعروف کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ بھولو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بھولنے کی صورت میں امر بالمعروف نہ کرو۔ جلالین سے لے کر تمام مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے۔ باقی اگر قوم کو بری باتوں ہی کی تلقین کرتا ہے تو اس کو روک دینا ضروری ہے۔ خوب غور کر لیا جاوے۔

نمازوں کی پابندی نہ کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور دیگر غلط صفات کے حامل شخص کی امامت کا مسئلہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل

(۱) کوئی امام نماز میں وقت کی پابندی نہ کرے۔ بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اپنی عادت کو نہ چھوڑے اور مقتدی بار بار اس کی غلطی کی نشان دہی کریں۔ تو امام اپنے مقتدیوں سے جانور کی طرح لڑ پڑے اور بداخلاقی سے پیش آوے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر امام نماز میں سوتا ہو۔ ایک ایک دو دو آیت چھوڑ جائے یا نماز کی ترتیب غلط کر دے اور مقتدی اس کی غلطی کی طرف اشارہ کریں۔ تو امام کہدے کہ کیا ہوا نماز تو ہو گئی اور اپنی غلطی کو محسوس نہ کرے تو اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی امام نصیحتیں کرتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو یا کسی آدمی کے کہنے کے بعد قرآن اٹھا کر ۱۰۰/- روپے کی رقم وصول کرے۔ جب کہ اس آدمی کے لڑکوں نے مرنے پر اعلان کیا کہ مرنے والے کی طرف سے کوئی قرض مانگتا ہو تو بتائے۔ اس وقت کوئی شخص اس کی طرف کوئی قرض کی رقم نہ بتائے اور بعد ماہ دو ماہ کے اس امام سے دوکان خالی کرانے کو کہا جائے۔ تو بجائے دوکان خالی کرنے کے اس کے والد کی طرف قرض بتادے اور وہ بچے اس امام کو قرض بتائی ہوئی رقم بھی دے دیں اور یہ امام وعدہ کرے کہ فلاں تاریخ کو دوکان خالی کروں گا۔ پھر وعدہ پورا نہ کرے اور ٹال مٹول کرتا رہے۔ تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۴) جو امام غلہ لے کر جمع کرے اور اونچا نرخ آنے کا انتظار کرتا رہے اور جب اونچا نرخ آ جائے تب فروخت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) اگر کوئی امام مرزائی یعنی قادیانیوں کے نکاح کے فارم بھرے اور اس کے نکاح میں شریک ہو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۶) جو امام جھوٹ بول کر کسی کو غلط سرٹیفکیٹ دلوادے' اپنی ذمہ داری پر اور مقتدی یہ کہیں کہ آپ نے غلط کام کیا ہے اور آپ امام ہیں تو امام یہ جواب دے کہ کیا ہوا۔ میری وجہ سے کسی کا بھلا ہو جائے تو اس کے لیے کیا فرماتے ہیں علماء کرام۔

(۷) جو امام بلیک مارکیٹ کرتا ہو۔

(۸) جو امام کسی شخص کو کام کے لیے رقم دے اور منافع ہو تو لے لے اور جب نقصان ہو۔ تو نقصان کا مالک نہ بنے اور کہدے میں نقصان نہیں دوں گا تو ایسے کام کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور اگر یہ سود میں جاتا ہے تو پھر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی تحقیق کرے۔ اگر امام واقعی نماز میں سوتا ہے۔ آیات کو چھوڑتا ہے۔ ترتیب میں اکثر غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے مرنے والے پر قرآن اٹھا کر رقم وصول کرتا ہے۔ وغیرہ۔

اگر ان امور کے ارتکاب کا ثبوت بطریق شرعی ہو جائے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

تہمتیں لگانے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے ذاتی عناد کی وجہ سے غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ تین دفعہ عدالت میں قسم اٹھوائی گئی ہے اور نکاح خوان نے انکار کر دیا ہے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھا ہے۔ یعنی کسی پر بغیر ثبوت کے جھوٹا الزام لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ خود دکان پر ایک روپے کی چیز آٹھ

روپے میں فروخت کرتا ہے۔ غرض مند بے چارے مجبوراً لیتے ہیں۔ اپنی جائیداد زرعی تملیک کروائی جب کہ ایک بہن اور ایک بھائی کا حصہ غصب کرلیا۔ اگرچہ بھائی نے دیوانی دعویٰ کرکے اپنا حصہ لے لیا۔ پھر بھی بہن کا حصہ غصب کر چکے ہیں۔

ایک مرغی کے انڈے چوری کرکے مولوی صاحب مہینہ تک کھاتے رہے اور مالک کے روبرو انکار کرتے رہے کہ ہمیں کوئی علم نہیں اور پھر مرغی سات روپے میں فروخت کردی جو کہ اصل مالک نے بارہ روپیہ میں فروخت شدہ واپس لے لی اور پنچائیت اکٹھی کی۔ جس پر مولوی صاحب نے قسم اٹھائی کہ مرغی میری اپنی ہے۔ جھوٹی قسم اٹھا کر مرغی انڈوں سمیت ہضم کرلی۔ کیا ایسے اوصاف والے شخص کی امامت محفوظ ہے۔ یا نہیں جب کہ مقتدی کئی دفعہ مسجد سے گالیاں دے کر نکال چکے ہوں۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میری دکان کی چوری ہوگئی ہے۔ واویلا کرنے پر چند معززین مہاجر وانصار کی پنچائیت اکٹھی کی گئی اور مدعی نے کہا کہ فلاں شخص جب کہ میں سودا لے رہا تھا۔ ایک ٹین جس میں نوٹ لاتعداد پڑے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہیں کہ کتنے پڑے ہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی نے چوری کرلی ہے۔ پنچائیت نے ملزم کو بلا کر مجبور کیا کہ چوری واپس کرے یا صفائی دے ملزم نے کہا کہ آپ جونسی قسم چاہیں اور جس جگہ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں۔ ملزم کا بھائی بھی قسم دینے کو تیار ہوگیا۔ لیکن مدعی نے انکار کیا کہ مجھے قسم پر اعتبار نہیں اور قسم لے لوں تو میری رقم ضائع ہوتی ہے۔ گفت وشنید کے بعد ملزم نے کہا کہ میں قرآن پاک پر پیسے رکھتا ہوں مولوی صاحب اٹھا لیں۔ مولوی صاحب روپے اٹھانے پر تیار ہوگئے۔ دوسرے دن جمعہ تھا جس پر جلسہ عام میں وضو کرکے جمعہ نماز ادا کرکے مسجد میں قرآن مجید مولوی صاحب کے سامنے لاکر رکھا گیا اور اس پر سات سو روپے رکھے گئے۔ مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ اٹھالیا اور باقی واپس کردیے۔ عام لوگوں نے لعن طعن کیا کہ بہت برا کیا ہے کہ نہ دو دکان کو نقب لگی ہے نہ چھت کو شگاف کیا گیا ہے۔ نہ دروازہ کھلا ہے اور شارع عام راستہ پر بارہ بجے دن کے کیسے چوری ہوگئی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ٹین میں ہزاروں کی تعداد میں نوٹ موجود ہیں۔ چور چوری کرتا تو اسے گننے کی کیا ضرورت تھی مولوی صاحب روپے واپس کرنے پر تیار ہوگئے۔ لیکن آج کل پر ٹالتے ٹالتے ہضم کرگئے۔ اب عرض یہ ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے جب مدعی کو علم بھی نہیں کہ پانچ روپے گم ہوئے ہیں یا پانچ صد روپے گم ہوئے ہیں۔ چوری ہے یا نہیں یا کتنی چوری ہوئی ہے۔ قرآن مجید پر سے اتنی دلیری سے اٹھا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے اوصاف والے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر واقعی یہ شخص بلا وجہ تہمت لگاتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے اور ناجائز طور پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس میں کئی عیوب پائے جاتے ہوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور یہ عیوب اس میں پائے جاتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس منصب کا اہل نہیں اور بعض لوگ اس کے بال بچوں پر ترس کھانے اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر اسے امام رہنے دینا چاہتے ہیں۔ براہ کرم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فرمائیے کہ اس کو اس منصب پر رہنے دینے یا نہ رہنے دینے کی دینی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔ اس لیے کہ اس منصب پر اس شخص کا بحال رہنا دین کی بدنامی مسجد کی ویرانی اور نمازیوں کے تنفر کا باعث بن رہا ہے۔ (۱) وہ اپنے فرائض کا پابند نہیں، نماز وغیرہ سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور نشان دہی کرنے پر کہتے ہیں کہ آپ کب پانچ وقت آتے ہیں۔ ان کا یہ عیب بدنامی کا باعث ہے۔ (۲) جھوٹ بولنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں اور ان کے مقتدیوں میں یہ بات مشہور ہے اس کی انتہا یہ ہے کہ ان کو باقاعدہ بنانے کے لیے جب رجسٹر حاضری کا اہتمام کیا گیا۔ تو انھوں نے بعض ان اوقات کی بھی حاضری لگادی جن میں وہ نماز میں حاضر نہیں تھے (۳) وہ معاملات اور لین دین کے کھرے نہیں۔ لوگوں سے قرض لینا، وقت پر ادا نہ کرنا اور لوگوں کا تنگ آکر اسے معاف کردینا۔ یہ معاملہ بھی کئی مقتدیوں سے پیش آچکا ہے۔ اس لیے ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا۔ (۴) ان پر ہیرا پھیری کرنے کا اور غلط بیانی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض ثابت بھی ہوچکے ہیں۔ (۵) لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے جو پڑھتے ہیں وہ بھی کراہت اور بامر مجبوری۔ بعض لوگوں سے یہ بات بھی سننے میں آئی کہ کچھ لوگ جب ان کی اقتداء میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں تو امام کی نیت نہیں کرتے۔ (۶) امام صاحب اور ان کے مقتدیوں میں لڑائی جھگڑے اور تو تڑاک کی نوبت بھی آتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں کو جب وہ منانے گئے تو ان کا جواب یہ تھا کہ چونکہ ہم آپ کو امامت کے قابل نہیں سمجھتے۔ اس لیے آپ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے ان کو مقتدیوں میں مقبولیت ہر دلعزیزی اور اعتماد حاصل نہیں ہے۔ الغرض وہ علم دین سے بے بہرہ، امانت ودیانت سے کورے اور ہر دلعزیزی ومقبولیت سے محروم ہیں۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی پوری تحقیق کرے اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ نمازی امام میں کسی دینی نقص کی وجہ سے اس کی امامت سے راضی نہیں تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۷ صفر ۱۳۹۴ھ

مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجودامامت کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کیا کوئی امام بغیر رضامندی مقتدیان امامت کرسکتا ہے۔(۲) کیا کوئی امام زبردستی مصلی پر کھڑا ہوکر جماعت کراسکتا ہے۔ جب کہ مقتدیان کی کثیر تعداداس سے ناراض ہو۔(۳) جب امام خائن ہواس کی اقتداء میں نماز ہوسکتی ہے۔(۴) کیا کاذب امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے (۵) جبکہ امام زکوۃ کا مال کھاتا ہواور اکثر لوگوں کا مقروض ہو۔اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔(۶) جب کہ امام صاحب کو کہا جائے کہ تم مسجد میں جاکرنماز پڑھا کرو تو وہ کہے کہ میں کتوں کے پیچھے نماز پڑھوں۔میری نماز نہیں ہوتی کیا دوسروں کی نماز ہوجاتی ہے۔ (۷) جب کہ امام صاحب کے مسجد کے حساب میں گڑ بڑ ہواور مقتدی امام سے متنفر ہوں کیا اس صورت میں زبردستی امامت کا حقدار ہے (۸) کیا جھوٹ بولنے والے کی امامت جائز ہے؟

﴿ج﴾

۱۔۲ کتب فقہ میں ہے کہ اگرامام میں کچھ نقصان نہیں تو مقتدیون کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے اور اگر امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں۔تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اوراس کوامام بننا مکروہ ہے۔درمختار باب الامامۃ ص۴۱۳\ج۱ میں ہے۔ ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما لحديث ابي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون (وان هوا حق لا) والكراهة عليهم (۳) جوشخص لوگوں کے حقوق وغیرہ باوجود استطاعت کے ادا نہ کرے اور مارلیوے وہ ظالم اور فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کذافی الشامی باب الامامۃ۔ (۴) اس کا بھی یہی حکم ہے۔(۵) اگروہ مستحق زکوۃ ہے تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے اور امامت صحیح ہے۔مقروض کی امامت صحیح ہے۔(۶) یہ کہنا برا ہے۔(۷) اس کا حکم جواب (۱،۲ میں گزر گیا۔(۸) ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

جھوٹ بولنے اورخیانت کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور جھوٹا قرآن اٹھاتا ہے۔امانت میں خیانت کرے اور جب اس کے حساب کو چیک کیا جاوے۔تو کئی ہزار کا غبن پکڑا جاوے اور مذہب بھی تبدیل کرتا رہے۔کبھی دیوبندی اور

کبھی بریلوی۔آیا اسلام اس کی مطلق اجازت دیتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔اس کوامامت سے ہٹایا جاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ شوال ۱۳۹۳ھ

جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ (۱) کہ ایک شخص کسی مسجد کا امام ہوا۔متولی مسجد نے آکر مکان ملکیہ مسجد رہائش کے لیے دیا اور کئی سال اس مکان میں رہائش پذیر رہا۔پھر کسی نے محکمہ سیٹلمنٹ میں درخواست دلوائی۔طلبی پر جاکر بیان دیا کہ میں سال ۵۷ء میں خانپور آیا۔موجودہ مکان مقفل پڑا تھا۔ جناب حسن محمود صاحب جو اس وقت وزیر بلدیات تھے۔انھوں نے تھانیدار کو بلوا کر مجھے قبضہ دلوایا جب سے میں مکان میں رہائش پذیر ہوں۔میرا خیال ہے کہ یہ مکان ہندوؤں کا ہے۔مجھے دیا جاوے میں رقم دونگا۔(۲) متولی مسجد کو بیان دینے سے پہلے ایک اقرارنامہ لکھ دیا ہے کہ یہ مکان مسجد پر وقف ہے یعنی ملکیت ہے میں بسلسلہ امامت اس میں رہائش پذیر ہوں۔(۳) نیز امام مسجد مذکور نے اس مکان کے متصل دو مرلہ کا پلاٹ خرید کیا۔پٹہ رجسٹری کرایا۔جس کے حدود اربعہ شمالی جانب مکان مسجد تھا۔اس کو اپنے نام کا مکان لکھوایا۔(۴) اس کے علاوہ دیگر عادات ناشائستہ اس امام میں موجود ہیں۔جھوٹ گلا گوئی' غصب' لہٰذا متولی و اکثر مقتدیان سخت متنفر ہوکر دوسری مسجدوں میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔لہٰذا شرعاً ایسے امام کے پیچھے جو غاصب وکاذب ہو اور جماعت اس سے متنفر ہو نماز پڑھنا جائز ہے؟ (۵) امام مذکور مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ مکان مسجد کا ہے۔مجھ پر حرام ہے اور محکمے میں بیانات دیتا ہے کہ مکان ہندو کا ہے۔مجھے دیا جاوے اور چغل خوری ومحلہ میں فتنہ برپا کرتا ہے۔فقط

﴿ج﴾

فاسق شخص کی امامت مکروہ ہے۔

اپنے آپ کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نسباً غیر سید ہوتے ہوئے خود کو عمداً اشد و مد کے ساتھ نسباً سید کہلانے پر مصر ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا اس سے متعلق احادیث میں کوئی وعید وارد ہے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع یہ شخص نسباً سید نہ ہو اور اپنے کو سید نسباً ظاہر کرتا ہو۔ اور اس پر مصر ہو اور جان بوجھ کر ایسا کرتا ہو تو یہ شخص گناہ گار بنتا ہے اور ایسے شخص پر احادیث میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ اس کو توبہ تائب ہونا چاہیے ورنہ اس کو امامت سے معزول کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

طلاق دے کر منحرف ہونے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندوستان بذریعہ خط ۱۹۴۸ء میں اپنی دونوں عورتوں کو جو پاکستان میں تھیں۔ طلاق دیدی اور اس کے تین خط اور آئے جن میں بھی طلاق کا ذکر ہے جو کہ پیش خدمت ہیں۔ پھر وہ ۱۹۵۵ء میں خود پاکستان آ گیا پھر اس نے حاجی ولی محمد و اسلام الدین سے کہا کہ میرا حلالہ کرادو۔ مگر یہ شخص حلالہ پر راضی نہیں ہوئے۔ پھر وہ شخص اپنی بیوی کے رشتہ داروں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ پنچایت نے خطوں کو دیکھا۔ وہ خطوں سے انکاری ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور کہا کہ لفافہ میرا تحریر کردہ اور اندر کا خط میری تحریر نہیں ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف اٹھالیا۔ اب وہ مسجد میں امام ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر حاجی ولی محمد و اسلام الدین اس بات کی گواہی دے دیں کہ اس نے کہا کہ میری عورت سے حلالہ کرادو تو باوجود خطوط سے انکاری ہونے کے بھی طلاق واقع ہو گئی۔ پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ آئندہ کے لیے وہ عورت اس کے حوالہ بغیر حلالہ کے نہ کی جاوے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

وعدہ خلافی اور جھوٹ کے مرتکب کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام ہے۔ مقتدی اس کے پیچھے چند خرافات کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ وجوہات یہ ہیں (۱) تھانے میں جا کر لوگوں کے ناجائز اور غیر شرعی معاملات میں سفارش کر کے ملزم سے پیسے لے کر خود بھی اور پولیس کو بھی کھلاتا ہے (۲) بات بات میں جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ایک شخص کی درخواست پر امام صاحب نے ایک شخص کے خلاف کچھ تحریر لکھی۔ نمازیوں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یہ تحریر نہیں لکھی اور جھوٹا قرآن اٹھالیا۔ نمازیوں نے فوراً وہ درخواست امام صاحب کے سامنے کردی اور اس کی لکھی تحریر اس کو دکھائی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔

اسی طرح سے ایک شخص نے تھانے میں ایک شخص کے خلاف درخواست دی کہ میں نے فلاں آدمی سے ۶۰۰ روپے لینے ہیں۔ ملزم اور امام صاحب تھانے میں موجود تھے۔ ملزم افسر مجاز کے سامنے بدتمیزی سے سگریٹ پینے لگا۔ تو افسر صاحب نے اس کو حوالات میں بند کرایا۔ امام صاحب کے کہنے پر اور یہ وعدہ کرنے پر کہ میں جا کر ان کا آپس میں فیصلہ کرادوں گا۔ اس کو حوالات سے بری کردیں امام صاحب کی زبان پر یقین کرتے ہوئے افسر مجاز نے اس کو چھوڑ دیا۔ امام صاحب اس کو لے کر عدالت میں گئے اور افسر مجاز کے خلاف استغاثہ کردیا اور خود گواہی دی۔ جب اس واقعہ کا نمازیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے امام صاحب کو کہا کہ آپ نے وعدہ خلافی کیوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ میری اور افسر مجاز کی صلح کرا دیں۔ پھر میں استغاثہ واپس کرادوں گا۔ نمازیوں نے کوشش کر کے صلح کرادی۔ اور سینہ سے سینہ ملادیا اور یہ طے پایا کہ استغاثہ واپس کرلیں گے۔ لیکن اگلے دن اس صلح اور وعدہ سے امام صاحب پھر گئے۔ اس طرح اپنی زمین ایک شخص کو دس ہزار روپے میں فروخت کردی اور اس سے رقم بھی لے لی ابھی انتقال نہیں ہوا تھا کہ دوسرے شخص کو بیس ہزار روپے میں فروخت کردی۔ الغرض اس قسم کے بہت سے واقعات کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے ہیں۔ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا پسند نہ کریں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ آپ مفصل طور پر جواب دیں تاکہ آئندہ ایسے اماموں سے لوگوں کی نمازوں کو نقصان نہ پہنچے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی اس کی تحقیق کرے۔ اگر امام میں ان باتوں کا ثبوت ہو جائے کہ لوگوں سے ناجائز طور پر رقم وصول کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ ناجائز حلف اٹھانے اور وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کرنا اس کی عادت ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ تمام امور یا کوئی ایک گناہ اس امام میں ثابت ہو جائے تو وہ فاسق ہے۔ اور فاسق کی امامت درست نہیں اس کو امامت سے الگ کیا جاوے۔ ویسے بھی اگر کسی امام پر کسی شرعی عذر کی وجہ سے اکثر نمازی ناراض ہوں تو اس

کوامامت سے الگ کرنا جائز ہوتا ہے۔" لحدیث ابی داؤد لایقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون." درمختار میں ہے۔ویکرہ امامۃ عبدالخ وفاسق" شامی میں ہے۔ اما الفاسق الخ بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (ردالمحتار باب الامامۃ ص۴۱۴ ج۱)

جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم امام مسجد میں رات کو ایک شخص کے خلاف پروگرام بناتا ہے۔اور صبح کو جس وقت لوگوں کو اس پروگرام کا علم ہوتا ہے تو مولانا سے دریافت کیا جاتا ہے تو مولانا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے مباہلہ کرتا ہوں جس نے آپ کو اطلاع دی ہے چندلوگوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مولانا نے یہ پروگرام ہمارے ساتھ کیا تھا تو اب برائے کرم یہ بتائیں کہ اس امام کے پیچھے نماز ٹھیک ہے یا نہیں اور نیز مسجد کی امامت بھی کراسکتے ہیں یا نہیں۔ بینواتوجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اس طرح جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔امام صاحب کو توبہ کرنا چاہیے پھر اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔لڑکی کی پیدائش یکم جون ۱۹۴۰ء کی ہے۔اس کا نکاح شرعی پڑھایا گیا۔یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو اس کے والد نے دعویٰ تنسیخ نکاح دائر کرایا۔جو لڑکی کے حق میں ہوگیا ہے۔مورخہ ۶۸-۴-۷ کو فیصلہ ہوا ہے اگر پہلا خاوند جس کے ساتھ نکاح شرعی ہوا تھا وہ طلاق نہ دیوے تو نکاح پہ نکاح کراسکتی ہے یا نہیں۔قرآن شریف کے فیصلے پر فتویٰ دیا جائے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر یہ نکاح لڑکی کے بلوغ کے وقت بعد اس کی اجازت کے شرعی طریقہ سے پڑھایا گیا ہے تو یہ نکاح نہ قاضی فسخ کرسکتا ہے اور نہ لڑکی خود یا اس کے والد وغیرہ اس نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں۔شرعاً نکاح سابق بدستور باقی ہے۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور حرامکاری ہے۔دوسری جگہ نکاح پڑھانے والا مولوی صاحب اور نکاح میں

موجود دوسرے اشخاص سخت گنہگار بن گئے ہیں۔بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح ناجائز نکاح ہو رہا ہے۔سب کو توبہ کرنا ضروری ہے۔توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ نکاح خوان اور موجودہ دوسرے اشخاص طرفین میں تفریق کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔نکاح خواں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔یہاں تک کہ توبہ تائب ہوجائے۔اگر طرفین تفریق نہ کریں تو تمام لوگوں کو ان سب کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔نیز اگر لڑکی کا نکاح نابالغی میں بعمر چھ سات سال اس کے باپ نے کرایا ہے۔جیسا کہ گواہ نمبر چار محمد حیات نکاح خوان کا بیان ہے پھر بھی حاکم وغیرہ کو فسخ کا حق نہیں۔اس لیے کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔کما فی کتب الفقہ ولھما خیار الفسخ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء۔نیز اگر شرعی طریقہ سے گواہوں سے ثابت ہوجائے کہ محمد حیات نے غلط گواہی دی ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۲ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹے دعوے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عہد شکنی کرنے والا زانی اور چور کی امداد کرنے والا۔جھوٹے دعوے کرنے والا۔ مقتدیوں کی مرضی کے بغیر زبردستی امامت کرنے والا لوگوں سے چاہ اور زمین غصب کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جو امام بلاوجہ عہد شکنی کرتا ہو۔جھوٹ بولتا ہو اور مقتدی اس کی بے دینی یعنی شرعی نقائص کی وجہ سے ناراض ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ رجب ۱۳۹۶ھ

قرابت داروں کے خلاف جھوٹا کیس کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) زید جس کی نواسی عرصہ سات سال سے بلوغ کو پہنچی ہوئی ہے۔اس

کی شادی نہیں کرتا (۲) جھوٹا کیس اپنے قرابت داروں پر بابت سرقہ کیا (۳) اہل جماعت کی ایک تہائی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ جب کہ دوتہائی اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ (۴) قرآن غلط پڑھتا ہے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے؟

﴿ج﴾

منتظمہ کمیٹی اور نمازی پوری تحقیق کریں۔ اگر زید واقعی لوگوں پر جھوٹے مقدمات قائم کرتا ہے اور قرات میں غلط تلفظ کرتا ہے اور مسجد کے اکثر نمازی کسی شرعی عیب کی بنا پر اس کی امامت پر راضی نہیں تو ایسے شخص کو امامت سے الگ کرنا لازم ہے اور کسی دیندار متقی عالم کو امام مقرر کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

ماں کے نافرمان تاش کھیلنے کے عادی شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل اوصاف ہوں کیا وہ شخص امامت کرنے کے قابل ہے یا کہ نہیں وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) والدین کا نافرمان (۲) تاش کھیلنے والا (۳) یتیموں کا حق کھانے والا (۴) شہادت یعنی جھوٹی گواہی دینے والا (۱) مذکورہ بالا شخص والدین کا نافرمان تھا۔ والدین کو تکلیفیں دیتا برے الفاظ استعمال کرتا جو نہ کرنے کے قابل تھے۔ اس شخص نے اپنے والدین سے کئی مرتبہ معافی مانگی مگر عوام کے اصرار پر کیونکہ لوگوں نے کہا کہ اگر معافی نہ مانگی تو مسجد سے علیحدہ کردیا جائے گا۔ مگر معافی مانگنے کے باوجود بھی اپنی بات پر ہی رہتا تھا مذکورہ بالا شخص کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس وقت مذکورہ بالا شخص کی والدہ نے کہا کہ میرا آخری وقت لگتا ہے میرے بیٹے کو کہو کہ ایک مرتبہ آ کر مجھے اپنا چہرہ دکھا دے۔ اگر نزدیک نہیں آتا تو دور ہی سے چہرہ دکھادے۔ تو اس کے بارے میں مذکورہ بالا شخص نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ یعنی والدہ مرجائے تو میں اس کی قبر پر جا کر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔ آخر کار مذکورہ بالا شخص کی والدہ انتقال کرگئی۔ اور مذکورہ بالا شخص نزدیک تک بھی نہ گیا۔ یہاں تک کہ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوا (۲) مذکورہ بالا شخص تاش بہت کھیلا کرتا تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے منع کیا اور کہا کہ یا تو تاش کھیلنا چھوڑ دو۔ یا پھر مسجد سے علیحدہ ہوجاؤ۔ تو مذکورہ بالا شخص نے مجبوراً تاش کھیلنے سے توبہ کی۔ مگر اس کے باوجود پھر بھی پوشیدہ تاش کھیلا کرتا تھا۔ تو لوگوں کو پھر معلوم ہوگیا تو پھر عوام کے مجبور کرنے پر توبہ کی۔ اور یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے کہ اگر آئندہ مجھ کو تاش کھیلتا دیکھیں یا میں تاش کھیلوں تو میری عورت مجھ پر حرام ہوجائے۔ اس کا ایک مفتی صاحب سے فتویٰ لایا گیا اور مذکورہ بالا شخص پھر امام مقرر کیا گیا

(۳) مذکورہ بالا شخص نے عدالت میں جا کر ایک اغوا شدہ لڑکی کے بارے میں گواہی دی کہ میں نے اس کا عقد فلاں شخص سے کیا ہے۔ مگر مذکورہ بالا الفاظ صریحاً غلط ہیں۔ اس نے اغوا شدہ عورت کا عقد کیا ہی نہیں تھا۔ آخر کار یہ بات لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔ انھوں نے پھر امام صاحب پر اعتراض کیا۔ کہ امام صاحب یہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اس جھوٹ کی بنا پر کوئی شخص امامت کے قابل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کو امامت سے علیحدہ کردینا چاہیے۔ مگر پھر معافی طلب کرلی۔ معافی طلب کرنے کے باوجود پھر جھوٹی گواہی دی اور تاش کھیلتا ہوا پکڑا گیا۔ اس بنا پر لوگوں نے امام صاحب کو مسجد سے علیحدہ کردیا اور یہ کہا کہ تمہاری عورت تم پر حرام ہوچکی ہے۔ اس کا عقد ثانی از روئے شریعت دوبارہ کرو مگر مذکورہ بالا شخص اسی عورت کے ساتھ باقاعدہ موجود ہے اور شریعت کے سب احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اب پھر امام بننے کا خواہش مند ہے۔ تو اب مذکورہ بالا شخص کہیں امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور کونسی سزا کا مستحق ہے۔ وہ اپنی عورت کا عقد ثانی کرے یا نہیں اس کے بارے میں شرع شریف اقوال ائمہ مجتہدین اور احادیث نبوی کی روشنی میں آگاہ کیا جائے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والدین کا نافرمان ہونا، یتیموں کا مال کھانا جھوٹی گواہی دینا، تاش کھیلنے پر اصرار کرنا سب گناہ کبیرہ ہیں۔ قرآن وحدیث کی صریح نصوص میں ان کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ان افعال کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے مسجد کا امام رکھنا ناجائز ہے۔ کسی صالح اور متقی شخص کو ہی امام رکھا جائے۔ اگر حلف بالطلاق اٹھانے کے بعد تاش کھیلتے پکڑا گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہوگئی۔ اس کے ساتھ آباد رہنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔ بدوں تجدید کے اس کے ساتھ آباد رہنا حرام ہے۔ صورت مسئولہ میں اندریں حالات یہ شخص امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تجدید نکاح اور تمام امور ممنوعہ سے توبہ تائب ہوجائے اور عوام کو اس کی توبہ پر اور اس کے صلاح وتقویٰ پر اعتماد حاصل ہوجائے۔ تب کہیں جا کر امام رکھا جاسکتا ہے۔ نیز والدین میں سے جو زندہ ہو اس سے یہ معافی مانگ لے اور جو ان میں سے مرگیا ہے۔ اس کے لیے تہہ دل سے دعا واستغفار کرے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

نااہل شخص کو ووٹ دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب بنیادی جمہوریت کے الیکشن ہوئے تو اس موقع پر دو آدمی کھڑے ہوئے۔ تو ان میں سے ایک عالم دین اور خطیب مسجد تھا۔ دوسرا اس کے مقابلے میں اسلام سے کوسوں دور اور برائے نام مسلمان

تھا۔ اس لیے اہل محلّہ نے عالم دین کو ترجیح دیتے ہوئے مولوی صاحب کو کامیاب کیا۔ اور دوسرے کی مخالفت کی۔ (۲) جب چیئرمین کے لیے الیکشن ہوئے تو اس عالم دین سے محلّہ کے معززین نے جو بنیادی جمہوریت کے الیکشن کے دوران مولانا کے سرگرم رکن تھے۔ جنھوں نے مالی اور جانی امداد سے مولانا کو کامیاب کیا تھا۔ ان حضرات میں سے کچھ معززین مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ حضرت مندرجہ ذیل صفتوں والے آدمی کو ووٹ نہ دیں جس کی صفتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) شراب پیتا ہے' جوا کھیلتا ہے اور خود اپنے ذاتی مکان میں جوا بازی کراتا ہے اور بھی اس میں کئی عیب پائے جاتے ہیں۔ قمار بازوں کی مالی اور جانی امداد بھی کرتا ہے۔ مولانا صاحب نے ان معززین محلّہ سے وعدہ فرمایا کہ میں ذاتی نقصان کو برداشت کرلوں گا اور ممبری سے استعفا دے دوں گا لیکن ایسے شخص کو ووٹ کبھی نہیں دونگا۔ مولانا صاحب نے اپنے وعدہ سے منحرف ہوکر اس شخص کو ووٹ دیا۔ جس کو ووٹ دینے سے معززین محلّہ نے منع کیا تھا۔ اب ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس خطیب وامام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نہ معلوم کہ امام صاحب مذکور نے کن مصلحتوں کی بنا پر یا کسی لالچ میں آکر ایسے شخص کو ووٹ دیا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس امیدوار کے مقابلہ میں دوسرا امیدوار کن صفات کا مالک ہے۔ لہٰذا ہم وہاں کے حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کیے بغیر کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس خطیب کے متعلق آپ وہاں کے مقامی علماء کرام سے ہی فتویٰ حاصل فرمائیں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح لایمکن بدون تنقیح الاحوال محمود عفا اللہ عنہ

١٩ شوال ١٣٨٥ھ

جھوٹ بول کر اپنے کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اہل سنت والجماعت دیوبندی علماء کرام صاحبان اس مسئلہ میں کہ ایک شخص باہر کی ضلع کا رہنے والا ہے۔ اپنے آپ کو مولوی کہتا ہے۔ حافظ قرآن اور پیر بتلاتا ہے دعویٰ سید ہونے کا کرتا ہے۔ خوش آواز ہے۔ پیری مریدی اور وعظ کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ قوم کا سید نہیں ہے اور اپنا نام بھی کئی دفعہ تبدیل کر چکا ہے۔ قرآن مجید بہت خوش آوازی سے پڑھتا ہے لیکن آواز بناتے بناتے قرآن مجید کو قواعد تجوید کے خلاف پڑھ جاتا ہے۔ محرم الحرام کے موقع میں شہادت امام حسینؓ کا مضمون پڑھتا ہے اور میلاد کے موقع میں میلاد کی مجلس پڑھتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور نعت خوانوں کے بغیر وعظ نہیں کرتا مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا ہے اور اپنے عقیدت مند بنا کر جتھہ بندی کرتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ مقصد جتھہ بندی کا صرف یہی ہے کہ میری عزت

ہوتی رہے اور مجھے بار بار کہتا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ رقم دو۔ فلاں جگہ مجھے بہت پیسے ملتے تھے لیکن تمھاری محبت مجھے یہاں لائی انتشار کی وجہ سے بعض مقدمے بھی اس پر ہیں برسر اقتدار طبقہ کے خلاف کبھی اس نے کوئی غلط وعظ نہیں کیا کہتا ہے دین الگ ہے سیاست الگ ہے اس لیے سیاست میں حصہ بالکل نہیں لیتا۔ وہ حریص اور لالچی از حد ہے۔ مفتخر مزاج ہے۔ دین جتنا سمجھتا ہے یا جتنا دین کو بیان کرسکتا ہے وہ پیشے کے طور پر دولت جمع کرنا مقصود بنایا ہوا ہے۔ پیری مریدی اور تعویذ گنڈوں کا کام بھی خوب کرتا ہے لوگوں کو بیعت کرتے کہتا ہے کہ میرے چالیس ہزار مرید ہیں۔ گاہے گاہے جھوٹ بولتا ہے گاہے گاہے وعدہ خلافی کرتا ہے ہر وعظ میں تین صد یا چار صد روپے کمالیتا ہے نماز اور وعظ اہل سنت کے علماء کی طرح پڑھتا اور کرتا ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے نام پر بھی رقم مانگتا ہے کوئی نہ کوئی بہانہ مانگنے کا بنالیتا ہے یہ خرابیاں ہمیں تحقیق سے معلوم ہوئیں کیا یہ شخص یاایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ کا مصداق ہے کیا ایسے مولوی اور پیر کا وعظ سننا اور اس کی بیعت ہونا اور اس کو رقم دینا درست ہے یا نہیں بہ مسلمان آپ علماء دین سے شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

﴿ج﴾

مقامی طور پر خوب تحقیق کی جائے۔ اگر واقعی یہ شخص جھوٹ بولتا ہے بدعات اور رسومات کا ارتکاب کرتا ہے اور مقتدی اس وجہ سے اس کی امامت پر راضی نہیں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

٢٥ رجب ١٣٩٦ھ

مفعول کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا خطیب پیش امام ہے قرآن نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ نماز کے مسائل سے بھی خوب واقف ہے۔ تقریر بھی خوب کرتا ہے۔ وضع قطع بھی خوب اور سفید پوش ہے۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ اس میں ایک شرعی بداخلاقی بھی اظہر من الشمس ہے۔ وہ یہ کہ مفعول بننے کا عادی ہے۔ اس مسئلہ میں وہ کافی ذلیل بھی ہو چکا ہے۔ اور کئی آدمی اس کے فاعل بھی موجود ہیں۔ (۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ان کی نماز علیحدہ صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ (۳) ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے جماعت ثانی کرنی جائز ہے۔ کہ نہیں۔ جبکہ اسے علیحدہ کروانے کی غرض سے کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو سفلی کام کرتا ہو امامت کے قابل نہیں فاسق اور عاصی ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے۔ فبہا ورنہ اس امام نہ بنایا جاوے۔ کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (الى قوله) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (رد المحتار باب الامامة ص ۴۱۴ \ ج ۱) اس کو امام بنانے والے سب لوگ گنہگار رہوں گے۔ لہٰذا اگر امام توبہ کر لے تو فبہا ورنہ سب پر لازم ہے۔ کہ اس کو امامت سے احسن طریقہ سے علیحدہ کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

سفلی کام کرنے والا (مفعول) فاسق فاجر ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) زید ایک مسجد کا پیش امام و خطیب ہے۔ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے۔ عالم بھی ہے۔ تقریر بھی اچھی کرتا ہے۔ سفید پوش بھی ہے۔ کپڑے صاف وستھرے رکھتا ہے۔ خلیق بھی ہے۔ گفتگو بھی نہایت سنجیدگی سے کرتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک مذھبی اخلاقی اور واضح جرم (مفعول بننا) بھی ہے۔ اور اس کا مفعول ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ متعدد بار پکڑا گیا۔ اور اس کی بے عزتی بھی ہوئی۔ اس کے اس جرم کے موقع پر گواہ بلکہ خود فاعل بھی متعدد موجود ہیں۔ ان حالات کے تحت جبکہ زید جس مسجد میں خطیب ہے۔ اس کے مقتدی اکثر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور انھوں نے خطیب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی پرزور طریق پر کیا۔ مگر مسجد کا متولی یا منتظمہ کمیٹی اسے علیحدہ نہیں کرتے۔ اور نمازی بحیثیت ایک صنعتی ادارہ کے ملازم اسی مسجد میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں۔ کیا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ اور ان کی نماز صحیح ہوگی؟ یا اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھیں؟ یا اسی مسجد میں یا اس سے ہٹ کر دوسری جگہ علیحدہ جماعت کریں؟ کیا ان وجوہ کی بنا پر جماعت ثانیہ ہو سکتی ہے؟ جبکہ یہ علم بھی ہو کہ اول جماعت کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ سفلی کام کرنے والا شخص فاجر و فاسق ہے اور کتب فقہ میں ہے کہ جس امام میں نقص ہو اور اس

وجہ سے مقتدی اس سے ناخوش ہوں۔ تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (لو ام قوما وهم له كارهون ان) الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره) له ذلك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الامامة ص ۴۱۳ \ ج ۱) پس متولی مسجد اور منتظمہ کمیٹی پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کو منصب امامت جیسے پاک عہدہ سے فوراً برطرف کر دے اور خلع ونتہ َک کے ظاہر پر عمل کر دے۔ لیکن اگر متولی اور منتظمہ کمیٹی اس امام کو برطرف نہیں کرتے اور قریب کوئی اور مسجد بھی نہیں۔ جس میں جماعت کی نماز ادا کی جا سکے۔ تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے۔ اور جماعت ثانیہ مسجد معلوم میں یعنی جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔ وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ اور شامی میں ہے۔ قوله نال فضل الجماعة افا دان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع ردالمحتار ص ۴۱۵ \ ج ۱. الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ صفر ۱۳۹۰ھ

دوسرے شخص کی منکوحہ عورت اپنے گھر بٹھانے والے کی امامت کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتوئی مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام حج پر چلا گیا اور حج کر کے واپس آ گیا تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گذر گیا جو لوگ اس دوکاندار امام والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتوے نہیں دکھا سکتا آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتوئی دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتوئی دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہربا

دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے
نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے۔ اس کا گھر والا زندہ ہے جو
ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس کے
بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا گیا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا وہ اس
امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی
نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں۔

﴿ج﴾

حسب سوال جبتک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قابل
نہیں یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کیے بغیر بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت دلیری
جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالشکور ملتانی غفرلہ
۲ رجب ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ شعبان ۱۳۸۹ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر غلط کاری کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن ہے جو لڑکے پڑھاتا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی
کرواتا ہے اور لڑکے پڑھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے۔ اور چک کے معزز آدمیوں کے سامنے اور اس
حافظ کے منہ پر بھی کہہ دیا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے اور اکثر بچے بھی اس وجہ سے اس کے پاس پڑھنے سے انکار کرتے
ہیں۔ آیا ایسے حافظ سے بچوں کو تعلیم دلوانا یا امامت کا کام لینا شریعت محمدی میں کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بلا وجہ کسی پر الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعی حافظ صاحب میں یہ خرابی موجود ہو تو اس
کی امامت درست نہیں اور نہ اس سے تعلیم کا فریضہ سرانجام لینا درست ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے کہ
اس کی امامت وغیرہ میں کوئی حرج نہیں۔ بہر حال پوری تحقیق کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حُسن پرستی میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عمر انیس سال ہے اور وہ امام مسجد ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ قبل دو سال کا واقعہ ہے کہ وہ خود مفعول تھا۔ چند فاعل اشخاص بھی اور گواہ بھی موجود ہیں۔ جب امامت کے لیے مقرر کیا گیا وہ تائب ہوا اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہونگا۔ اب چند دن ہوئے کہ ایک سکول کا لڑکا جس کی عمر ۱۴ سال حسین وجمیل ہے اور وہ عقائد شیعہ کا ہے اور اس کے حالات محلہ والے سب جانتے ہیں کہ مہذب مفعول ہے۔ اس امام مسجد نوجوان کی بیٹھک جو کہ مسجد کے قریب ہے۔ اس میں اس کے ساتھ بہت محبت کے لہجہ میں مصروف رہتا ہے اور تبت سنو وغیرہ خوب لگا کر ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں اور گیارہ بجے تک تقریباً اندر دروازہ بند کر کے لیٹے رہتے ہیں اور امام مسجد ایک کیمرہ آٹھ روپے کا خصوصی طور پر اس لڑکے کا فوٹو لینے کے لیے لایا اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر کوئی مقتدی دیکھ لے تو وہ فوراً ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کو کئی بار مقتدیوں نے روکا اور کہا کہ اس لڑکے سے دور ہو جا۔ ہمیں زبردست شک ہے اس طرح کی حرکات کرنے سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں محبت سے بیٹھتا ہوں میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر میں نہ دیکھوں تو میرا جی نہیں لگتا اور اسی طرح بٹھاؤں گا۔ اگر تم زیادہ کوئی بات کرو تو جو کچھ ہو سکے کر لو۔ مقتدیوں کو زبردست شک ہے البتہ آنکھوں کی شہادت نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب بہت سے مقتدی بروقت نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے۔ تو وہ ہٹا دیا گیا اور امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا اب وہ کہتا ہے کہ ہم وراثتی ہیں۔ یہ مسجد ہمارے چچا کی ہے ہم نہیں ہٹتے کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس کی مرضی نماز تو ہم خود پڑھائیں گے اور قبضہ لے کے چھوڑیں گے۔ کیا ہماری نمازیں جو کہ پڑھی گئیں۔ منظور ہوئیں یا کہ قضا کرنی پڑیں گی اور اس کا ہٹا دینا شریعت کے مطابق ٹھیک ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور تقریباً دس دن سے امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا ہے جو کہ شادی شدہ ہے اور کسی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور سابقہ امام مسجد نوجوان بغیر شادی کے ہے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کا معزول کرنا امامت سے ضروری تھا۔ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں ان کا اعادہ واجب نہیں۔۔۔ تمام مساجد اللہ کی ہیں۔ مساجد کی وراثت نہیں ملتی۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لاترفع لهم صلوتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون (الحديث) مشكوة ج ١** درمختار میں ہے۔ **ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك**

تحریما وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (درمختار ص۴۱۵\۴ج۱) ویکره امامة عبد الخ وفاسق (الدرالمختار) بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (ردالمحتار ص۴۱۴ ج۱ باب الامامة) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر تہمت لگائی گئی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ حاجی وحافظ فیض محمد کسی جگہ پنجگانہ نماز کا امام مقرر ہے سالہا سال سے، چند روز ہوئے اس کے متعلق کسی شخص نے یہ بات اڑادی ہے کہ امام فیض محمد مذکور اپنے باپ سے نہیں کسی ناجائز ذریعہ سے اس کا تولد ہوا ہے۔ (یعنی حرامی ہے) جس کے دو گواہ موجود ہیں۔ خدا بخش، حاجی مغل حکیم۔ اب دونوں گواہ شہادت سے انکاری ہیں۔ الزام دینے والے کا مقصود یہ ہے کہ امامت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اتہام دینے والے کا ساتھ عوام بھی نہیں دیتے۔ وہ بھی کذب سمجھتے ہیں چونکہ ایک شبہ ڈالا گیا اسلیے بعض کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہوگیا ہے۔ کیونکہ نماز ایک شرعی فریضہ ہے شائد نہ ہوتی ہو اس لیے از روئے شرع شریف اس کا حکم شرعی بالتفصیل مطلوب ہے۔ کیا نماز کی امامت ایسا امام کرسکتا ہے اور ایسا شخص از روئے شرع حرامی بے پدر ہوسکتا ہے کہ جس کے والدین فوت بھی ہوچکے ہیں کیا اتہام دینے والا از روئے شرع مجرم وعاصی ہے اور اس جرم کی شرعی سزا کیا ہوتی اگر نفاذ قانون شریعت ہوتا۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کی امامت بلاشبہ جائز ہے اور تہمت لگانے والے سخت گنہگار ہیں ان پر لازم ہے وہ توبہ تائب ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

جس امام پر فعلِ بد کا الزام ہو اور وہ تردید میں قسم اٹھالے تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن جامع مسجد کے خطیب پر ایک ۱۶ سالہ لڑکے نے زنا اور اغلام بازی کا الزام لگایا ہے حالانکہ اس کے پاس نہ کوئی گواہ ہے اور نہ خود دیکھنے کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ حافظ نے مجھے خود بتایا ہے اور حافظ صاحب چھ سات سالوں سے یہ کام کرتا ہے اور اس بات پر اس نے قسم بھی اٹھائی ہے اور حافظ

صاحب نے پھر جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہوکر قرآن ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی کہ یہ کام نہ میری عادت اور نہ میں نے کیا ہے۔ تو کیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حافظ صاحب نے اگر قسم اٹھالی ہے تو اہل محلہ کو اس کی قسم کا اعتبار کرلینا چاہیے اور نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لینی چاہئیں اور اس لڑکے کے ذمہ قسم اٹھانا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس کے قسم اٹھانے سے اس کی بات کو درست نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر برے کام کا الزام ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب جو کہ نابینا ہے ایک مسجد کا امام ہے۔ بچوں کو پڑھاتا ہے اس پر بچوں سے بدفعلی کرنے کا الزام ہے لیکن وہ بالکل منکر ہے اور قسم اٹھانے کو تیار ہے۔ اور ایک لڑکے نے اس بارے میں اس پر گواہی بھی دی ہے کہ مجھ سے حافظ صاحب نے زبردستی بدفعلی کی ہے تو اس بنا پر امامت سے اس کو ہٹا دیا گیا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ امام بنایا جائے۔ تو کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

﴿ج﴾

امام کے لیے لازم ہے کہ وہ مسائل دین کا عالم ہو اور متقی ہو اور مقتدیوں کو اس کے چال چلن پر اعتبار ہو۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کے چال چلن مشکوک ہیں اور عام نمازی اس سے مطمئن نہیں تو شرعاً آپ لوگ اس امام کو مقرر کرنے پر مجبور نہیں۔ ایسے شخص کو مقتدی بنانے سے احتراز کرنا چاہیے اور کسی نیک وصالح دیندار عالم کو امام مقرر کریں۔ امامت خالص دینی مسئلہ ہے اس میں پارٹی بازی سے احتراز کریں۔ اور عام نمازیوں کے مشورہ سے دیندار امام کو مقرر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناجائز تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علمائے حق مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق (۱) کہ زید ایک نابالغ لڑکی کے ساتھ نکاح کرا

لیتا ہے اور زید لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور جب کہ زید امام بھی ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے اور زید کے پیچھے بلا تکلف نماز جائز ہے اور پڑھ سکتے ہیں (۲) زید ایک نابالغ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور بغیر نکاح اپنے گھر میں رکھتا ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہے جو کہ اپنی منکوحہ بیوی سے کیا جاتا ہے اور اس لڑکی سے پھر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ نکاح درست ہے اور جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے تو کیا زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۳) زید ایک منکوحہ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور اس منکوحہ لڑکی سے زید کے گھر آ کر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ بچے زید ہی کے شمار ہوں گے شرعاً اور زید امامت بھی کرتا ہے۔ (۴) زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھائی بکر کے وٹے سٹے سے کسی کے ساتھ وٹا سٹا کر کے اپنی لڑکی کی شادی کرتا ہے اور لڑکی نابالغ ہے شادی کے کچھ عرصہ بعد تقریباً دو یا تین سال بعد زید اپنی لڑکی کو پاکستان لے کر آ جاتا ہے اور دوسری جگہ دس بیگھے زمین تقریباً پانچ یا چار سال کے لیے اور پندرہ سو روپیہ زید اپنی لڑکی کے بدلے میں لے کر دوسری جگہ شادی کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے۔ جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے اور جب زید سے سوال کیا جاتا ہے کہ امام بھی ہو اور تم کو یہ مناسب نہ ہے۔ تو زید جواب دیتا ہے کہ یہ شادی میرے والد نے کی تھی۔ جو کہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ تو کیا اس عذر کو قبول کر کے زید کے پیچھے بلا تکلف نماز پڑھ سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

اگر فی الواقع زید ان حرکات قبیحہ کا مرتکب ہوا اور توبہ تائب نہیں ہوا تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی قدرت کو استعمال کر کے اس کو ہٹا کر کسی نیک امام کو مقرر کریں اور اگر زید ان حرکات سے صحیح معنی میں تائب ہو کر اپنی باقی زندگی صلاحیت کے ساتھ گزارنے لگا ہو تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹونے ٹوٹکے اور دیگر غیر شرعی امور میں متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پر مندرجہ ذیل باتوں میں سے کسی ایک بات یا تمام باتوں کی تہمت لگائی گئی ہو اور یہ تہمتیں عوام میں بھی مشہور ہو چکی ہوں۔ تو کیا ایسے شخص کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱) جس کی داڑھی قبضہ (یعنی مٹھی بھر سے کم ہو (۲) جس کو شرعی طور پر تو حد زنا نہیں لگائی گئی لیکن رسمی و رواجی طور پر گاؤں کے عوام کے روبرو سزا دی گئی ہو (۳) ایک شخص جو کہ رات کو کسی غیر کے گھر جاتا ہے جب کہ گھر میں عورتوں کے علاوہ کوئی مرد موجود نہیں اور باہر سے پڑوسی آ کر اسے اندر بند کر دیتا ہے اور صبح گاؤں کے سردار کے کہنے پر تمام عوام کی موجودگی میں اسے باہر نکال دیا

جاتا ہے (۴) ایک شخص جس کی اولاد نہ بچتی ہو اور وہ شخص ٹونے ٹوٹکے کے طور پر اپنی عورت کو ایک ایسے شخص کے گھر بھیج دیتا ہے جس کی اولاد کثیر التعداد ہے اور ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ اس عورت کو اس گھر میں اکتالیس دن بسر کرنے پڑیں گے۔ بعدہ جب وہ عورت اس گھر سے چہلم پورا کر کے نکلے گی تو اس گھر والے اپنے تمام برتن حتی کہ گھر کی چٹائیوں تک کو دھوئیں گے۔

﴿ج﴾

اگر واقعی مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک اس میں موجود ہو تو اس کی امامت میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امور سے متہم ہونے کی صورت میں مستقل امامت سے تو بہرحال معزول کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ شوال ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا مکروہ ہے کیا ہے کیا نہیں؟

﴿ج﴾

ولد الزنا اگر افضل القوم اور اعلم القوم ہے۔ یعنی جن لوگوں کی ولد الزنا امامت کرے ان سب سے وہ زیادہ عالم اور بہتر شخص ہو۔ تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن اگر وہ قوم میں اعلم و افضل نہ ہو اور لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت کریں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فی الدر المختار (**قوله غير الفاسق تبع في ذالک صاحب البحر حيث قال قيد كراهة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى ثم ذكر انه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والاعرابي وولدالزنا الخ.** (ج ۱/ص ۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم عورتوں کو بے پردہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس نازک مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب نامحرم عورتوں کو دم کرتے وقت یا سبق پڑھاتے وقت ہاتھ لگاتا ہو۔ جب کہ وہ نوجوان ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے لہو و لعب کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے اور چودہ سال کے لڑکوں سے بوس و کنار کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور فاسق ہے۔اس کی امامت مکروہ ہے۔امام کے لیے متقی، پرہیزگار۔دیندار ہونا لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۹ شوال ۱۳۹۶ھ

مودودی جماعت میں شامل ہونا اور مودودی نظریات کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مودودی صاحب کی کتابیں دیکھی بھی گئیں۔اور علماء کرام سے ان کے متعلق سنتے بھی رہتے ہیں۔جس میں مودودی صاحب نے بزرگان دین کا مذاق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جابجا تنقید کی ہے۔خاص کر حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خوب دل کھول کر تنقید کی ہے۔اور فرشتوں کو دیوی دیوتا کے مثل قرار دیا ہے اور شرعی سزاؤں کو ظلم قرار دیا ہے۔اور بہت مثالیں موجود ہیں ان سب باتوں کے باوجود ان کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی جماعت میں شامل ہونا اور اگر اس مذہب کا کوئی شخص کسی مسجد کا امام ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ، مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب ضال اور مضل ہیں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے یہ شخص کر چکا ہے۔اسی طرح چند دیگر مسائل متفقہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔ان باتوں کے باوجود انکی جماعت میں شریک ہونا یا ان کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ مودودی صاحب کے ان غلط الزامات تنقیدات کو درست سمجھنے والے کی امامت درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کے عقائد کا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے وہ مسجد میں امام ہے۔مقتدی اہل سنت والجماعت ہیں وہ اکثر اس کو نہیں چاہتے کیا ایسے شخص کی امامت صحیح ہے۔اس کے پیچھے نماز درست ہے۔اس کو مسجد سے الگ کرنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب جو کہ اکثر وبیشتر اجتہاد علی خلاف الاجماع کرتے ہیں اور اس کو جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔اس کی کئی مثالیں میرے ذہن میں ہیں مشتے نمونہ از خروارے۔ایک مثال پیش کیے دیتا ہوں ان کے نزدیک ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھنا سنت رسالت نہیں بلکہ فقط بر سبیل عادت رکھی گئی تھی۔اس میں صریح نصوص **اعفوا اللحی. کثروا اللحی. اوفوا اللحی. وفروا اللحی.** کے الفاظ موجود ہیں سب صیغے امر کے ہیں جو مواظبت عمل کے ساتھ وجوب کے لیے آتے ہیں **کما ھو مقرر عندالاصولیین** اور صاحب الدر المختار نے کتاب الصوم باب **مایفسد الصوم وما لا یفسدہ** کے آخر میں لکھا ہے۔ **واما الاخذ منھا وھی دون ذلک ای قدر القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد** میں نکرہ تحت النفی آ گیا ہے جو مفید استغراق ہے۔

ڈاڑھی کا کاٹنا کسی نے بھی اس کو مباح نہیں لکھا گویا اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔اب مودودی صاحب نصوص و مواظبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابة والتابعین والصالحین کے خلاف نیز اجماع کے خلاف اس کو جائز قرار دے رہے ہیں اور **اجتھاد علی خلاف الاجماع والنصوص ابتداع فی الدین** ہے۔اور ظاہر ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔در مختار ص۴۱۴ ج۱ میں ہے۔**(ومبتدع) ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لا بمعاندة بل بنوع شبھة** اس کے علاوہ اگر کسی دینی فساد یا خرابی کی وجہ سے مقتدی امام پر راضی نہ ہوں یا ان کو اس سے بہتر امام مل سکتا ہو اس وقت امام پر خود لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہو جائے ونصب وعزل امام کا اختیار مقتدیوں کو حاصل ہے درمختار علی ھامش الشامی ص۴۱۳ ج۱ میں ہے **(ولو ام قوماً وھم له کارھون ان) الکراھة (لفساد فیه او لانھم احق بالامامة منه کره) له ذالک تحریماً لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوة من تقدم قوماً وھم له کارھون** الحدیث لہٰذا اگر موجودہ امام مسجد مودودی صاحب کے عقائد سے متفق ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے جس کو الگ کرنا ضروری ہے اگر اس کے ابتدائی مساعدین میں نہیں بھی ہے تب بھی مقتدیوں کی اکثریت بوجہ عمومیت اتباع مبتدع کے اس سے ناراض ہو تو اس پر خود

شرعاً لازم ہے کہ وہ امامت سے علٰحدہ ہو جائے للحدیث المذکور ورنہ بوجہ استحقاق عذل کے اس کو معزول کر دیا جائے بالخصوص جب کہ اس کی امامت سے اختلاف بین المسلمین کا شدید خطرہ بھی لاحق ہے۔ واللہ اعلم

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو شخص مودودی خیالات رکھتا ہو یعنی جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی امامت کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ جواب سے مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص ضال و فاسق شمار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

کبھی کبھار یا مستقل طور پر ایسے شخص کی امامت کا حکم جو مودودی صاحب کے خیالات رکھتا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ

(ا) ہمارے گاؤں میں مسجد کے کوئی مستقل امام نہیں ہیں مقامی حضرات میں سے ہی کوئی شخص نماز پڑھا دیتا ہے۔

(ب) البتہ یہاں ایک گھرانہ ایسا ہے جس میں عالم اور حافظ ہیں (ج) لیکن یہ حضرات جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں اور سید مودودی صاحب کے معتقد ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہم کبھی کبھار جب کوئی دوسرا امامت کرانے والا نہ ہو تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز اگر کوئی امام جماعت اسلامی کا رکن ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کے مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص کو امام مقرر نہ کیا

جائے اس کی امامت مکروہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں کسی صالح اور متقی عالم کو امام مقرر کر دیں اور اس کی اقتدا میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں مسجد کی آبادی کی طرف فوراً توجہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل بجائے اصلاح تخریب کا کام بڑے زوروں پر ہے اسلام جو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے یہ اس کے خلاف خدا جانے کیوں دوسرا راستہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے خلاف بریلوی اور دیوبندی حضرات نے جو اعلان کیے ہیں۔ کہاں تک درست ہیں۔ کیا جماعت اسلامی کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے براہ نوازش قیمتی مشورہ اور مستند مسئلہ سے ہماری رہنمائی فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ مودودی صاحب کے جو مخصوص عقائد و نظریات مذہبی ہیں۔ جن کی نشاندہی علماء کرام نے مختلف رسالوں اور پمفلٹوں کی شکل میں کی ہے۔ خاص کر جو اس نے ابھی تازہ گزشتہ سال رسالہ ترجمان القرآن کے مختلف شماروں میں خلافت راشدہ سے ملوکیت تک کے عنوان نیز دیگر عنوانوں سے جلیل القدر صحابہ کرام خصوصاً خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید بلکہ ان کی تنقیص و تعییب کی ہے۔ وہ کسی باغیرت مسلمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مودودی صاحب ان مخصوص نظریات کی بنا پر گمراہ اور گمراہ کن ہیں اور جو شخص ان مخصوص عقائد و نظریات میں ان کی تائید اور تصدیق کرے وہ بھی گمراہ ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

مودودی نظریات کے حامی کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مولانا صاحب۔ مولانا مودودی صاحب کے عقائد ونظریات کا حامی ہو اور ان عقائد ونظریات کو صحیح سمجھتے ہوئے اشاعت بھی کرتا ہو اور مودودی جماعت کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے کام بھی کرتا ہو۔ حالانکہ مولانا مودودی کی کتب میں حسب ذیل عبارتیں موجود ہیں۔ اور بارہا علماء حق نے غلط عبارات ونظریات کو حذف کرنے اور ایسے عقائد سے رجوع کرنے کے متعلق کہا۔ لیکن مولانا مودودی آج تک ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور رجوع نہیں کیا (عبارات ونظریات یہ ہیں۔

(۱) تنقیص انبیاء علیہم السلام مثلاً لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے منصب رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ (العیاذ باللہ) (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کا انکار (۲) حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کہ قیامت کے قریب دجال آئے گا۔ مگر مولانا مودودی رقمطراز ہے کہ ۱۳ سو سال کی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ایک افسانہ تھا۔ (۴) اصحاب رسول اللہ معیار حق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے مودودی صاحب اور ایسی جماعت کا حامی ومؤید ہو۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہو کہ اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے والی اور اسلام کی اشاعت کرنے والی جماعت اسلامی ہے اور مولانا مودودی صحیح خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ اور من وعن مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے عقائد ونظریات کی تائید وتصدیق کرتا ہو۔ بلکہ خود بخود مودودی بن گیا ہو۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے اور ایسے آدمی کو کسی ایسی مسجد میں پیش امام وخطیب رکھا جا سکتا ہے۔ جس کے محلہ کی تمام آبادی مسلکاً حنفی دیوبندی ہو۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے انسان کو امام رکھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں۔ نیز جس جماعت اور بانی مبانی جماعت مولانا مودودی کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مخدومنا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضال ومضل کہا ہو۔ اور تحریرات میں لکھا ہو۔ اس مسئلہ کو نہایت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرماویں۔ عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے مخصوص عقائد ونظریات کو علماء حق نے گمراہ کن اور غلط قرار دیا ہے اور اسے ضال ومضل اور متبع ہویٰ کہا ہے اس پر متعدد کتابیں اور رسائل لکھے جا چکے ہیں۔ مزید تشریح وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ مودودی صاحب اور ان کے مخصوص عقائد ونظریات رکھنے والے اشخاص ضال ومضل اور متبع ہویٰ ہیں۔ اس پر موجودہ زمانہ کے علماء ربانیین کا اتفاق ہے۔ اور متبع ہوی کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے۔ ہاں منفرداً پڑھنے سے اس کے پیچھے اقتدا کرنی بہتر ہے۔ قال فی الفتاوی العالمگیریہ مطبوعہ

ماجدیہ کوئٹہ ص ۸۴ ج ۱ قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب هوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن وحاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الکراهة والا فلا هکذا فی التبیین والخلاصة وهو الصحیح هکذا فی البدائع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ شوال ۱۳۸۵ھ

مودودی پارٹی کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں شریک شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار اور علم تجوید کا سند یافتہ قاری بھی ہے۔ نہایت صحیح العقیدہ ہے۔ تمام بدعات ورسومات مروجہ سے اجتناب کرتا ہے۔ خدا کی توحید کو اپنی اصلی شکل قرآن اور حدیث کی روشنی میں خوب بیان کرتا ہے اور بلالحاظ کسی امیر وغریب کے مسئلہ حق بیان کرتا ہے اور بلا معاوضہ ۱۵ سال سے امامت وخطابت کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اور روکھی پھیکی کھا کر گزارا کر رہا ہے۔ لیکن سیاست میں جماعت اسلامی کا ساتھ دیتا ہے۔ صرف اس نیت پر کہ خدا کا دین اور نظام شریعت عملاً پاکستان میں جاری ہو جائے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ شریعت کے مطابق حکم صادر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے کچھ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عصمت انبیاء اور حضرات صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنا اور متعہ کا جواز وغیرہ پس اگر یہ مولوی صاحب جماعت اسلامی کے ساتھ ان مذکورہ عقائد میں اتفاق نہیں رکھتا۔ صرف نظام شریعت کو اپنے زعم کے مطابق عملاً جاری کرنے کی جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ تو پھر اس کی اقتدا درست ہے ورنہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بہتر یہ ہے کہ اپنی مساعی جمعیت علماء اسلام کے تحت استعمال کرے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین جوخود نیک ومتقی ہے-سند یافتہ عالم ہونے کے علاوہ قرآن مجید خوب صورت علم تجوید کے مطابق پڑھتا ہے-سند یافتہ قاری ہے-بغیر طمع ولالچ کے بلا اجرت ۱۵ سال سے امام اور خطیب کا کام سرانجام دے رہا ہے-مسئلہ توحید کو قرآن وحدیث سے خوب بیان کرتا ہے-جہاد کے مسئلہ کو بھی بیان کرتا ہے-لوگوں کو اس کے وعظ واخلاص سے کافی فائدہ پہنچتا ہے-اور تمام بری رسومات وبدعات سے سخت پرہیز کرتا ہے-نہ جنازہ کے بعد دعا مانگتا ہے نہ میت کے دوسرے تیسرے دن قل خوانی کو درست کہتا ہے-اور نہ شادی بیاہ کی عام مروجہ رسومات وبدعات میں شمولیت کرتا ہے-بلکہ دوسروں کو ایسی تمام بدعات سے منع کرتا ہے اور نہ میت کے بعد ختم قرآن پر کھانا کھاتا ہے-اور اپنی لڑکی کی شادی پر رلت کو نکاح کے بعد فوراً دو تین گھنٹے میں لڑکی دولہا کے گھر پہنچادی-کسی قسم کی معمولی رسم بھی ادا نہیں کی گئی-تمام ضلع کے دیوبندی علماء آج تک ایسا کام نہ کر سکے-لیکن یہی عالم دین جماعت اسلامی کے ساتھ سیاست میں حصہ لیتا ہے-اور تعاون کرتا ہے-اور عقائد میں بالکل صاف ستھرا مسلک اہل سنت جیسا رکھتا ہے-مودودی ہو یا کوئی اور عالم اگر اس کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث رسول اور صحابہ کرامؓ وعلماء اہل سنت کی کتب کے مطابق ہو تو قبول کرتا ہے ورنہ رد کر دیتا ہے-کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز خمسہ اور نماز جمعہ پڑھنا اور اس کی تقریر سننا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں-حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر یہ شخص اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے کر چکا ہے-اسی طرح چند دیگر مسائل متفق علیہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے-جس کی تفصیل آپ ان کے متعلق رسائل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں-لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات ومجتہدات میں پیروکار شخص ضال وفاسق شمار ہوگا-اور اس کی امامت مکروہ ہوگی اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے-اور جو عالم مودودی صاحب کو ان مخصوص خیالات میں غلط کار اور ضال سمجھتا ہے اس کی امامت مکروہ نہیں ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پندرہ سال کی عمر والے لڑکے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے متعلق

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر پندرہ سال سے اوپر تقریباً سولہ سال ہے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر دوسری علامت بلوغ کی مثل احتلام وغیرہ کے لڑکے میں موجود نہ ہو تو شرعاً پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہوگیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز سب درست ہے۔ اگرچہ بے ریش ہو **قال فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ فان لم یوجد فیھما شئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمارا ھل زماننا الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۳۸۹ھ

ایسا بالغ لڑکا جس کی داڑھی نہ آئی ہو، کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔ آیا فرض نماز پڑھانے کے لیے امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ داڑھی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ **وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ الخ** ۔اور شامی ص۴۱۵ پر ہے **الظاھر انھا تنزیھیۃ الخ** ۔ حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے جو لوگ اس کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ نماز اس کے پیچھے صحیح ہے یعنی امرد ہونے کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے لڑکے کی امامت کا حکم جس کی عمر پندرہ برس ہو؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ صاحب کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ

سال ہے۔ اس کی داڑھی وغیرہ ابھی نہیں آئی ہے اور زیر ناف کے بال بھی اتارتا رہتا ہے۔ کیا وہ امامت کرا سکتا ہے۔ یا نہیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے صحیح جواب سے مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے اور بالغ امرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے۔ و کـذا تکرہ خلف امرد و سفیه الخ اور شامی میں ہے الظاهر انها تنزیهیة الخ ج ۱/ ۵ ۱ ۴ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۲۸ شعبان ۱۳۹۱ھ

نابالغ کی امامت فرائض وتراویح میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ ایک لڑکا تیرہ چودہ سال کا جو کہ نابالغ ہے۔ قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ اگر تراویح کی نماز پڑھائے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ فرائض کی جماعت بھی بالغین کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) قطب کی جانب پاؤں کر کے لیٹنا یا پیشاب کرنا اور قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور مبارک قطب شمال میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) تیرہ چودہ سال کا لڑکا (جب کہ اس میں بلوغ کی علامت احتلام وغیرہ موجود نہ ہو) شرعاً نابالغ ہے۔ اور نابالغ کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ فرائض وواجب صحیح ہیں اور نہ نوافل وتراویح۔ لہٰذا لڑکے مذکور کو بالغین کا امام بنانا درست نہیں ہے۔

(۲) یہ مشہور بات غلط ہے۔ ستارہ قطب کی جانب پیشاب پاخانہ وغیرہ میں منہ کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۸ شعبان ۱۳۹۶ھ

نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کے پیچھے تراویح کا پڑھنا جائز ہے یا نہ اگر دس سال سے زیادہ عمر کا ہے تو کیا امام محمد کا قول مفتی بہ ہے یا نہ۔ بینوا بالتفصیل وتوجروا

﴿ج﴾

نابالغ کے پیچھے علی القول المفتی به بالغین کی تراویح صحیح نہیں لما فی الدرالمختار (ولا یصح اقتداء رجل بامرة) و خنثی او صبی مطلقاً) و لو فی جنازة و نفل علی الاصح- و قال الشامی تعلیقا علی قوله وقال فی الهدایة و فی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ و لم یجوزه مشائخنا و منهم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف و محمد والمختار انه لا یجوز فی الصلوت کلها (ردالمحتار ص ۴۲۷ /۱)- والله تعالی اعلم

تراویح میں نابالغ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے لڑکے کو حفظ قرآن مجید کرایا ہے۔ جس کو حفظ کیے ہوئے تقریباً چھ ماہ گذر چکے ہیں اب اس کی عمر ۱۲ سال اور ۲ ماہ ہے۔ منزل بحمداللہ بہت اچھی ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح وہی پڑھائے۔ تو کیا اس کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ جواب صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

لڑکے کے لیے ادنیٰ مدت بلوغ بارہ سال ہے۔ اگر آثار بلوغ مثلاً احتلام احبال یا انزال ظاہر ہو جائے تو یہ بالغ شمار ہوتا ہے۔ ورنہ پندرہ سال آخری مدت بلوغ ہے اگر کوئی علامت بھی ظاہر نہ ہو تب بھی اس عمر کو پہنچ کر بالغ شمار ہوتا ہے آپ کے لڑکے میں اگر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی گئی ہے اور یہی ظاہر ہے تو یہ صبی اور مراہق کہلائے گا اور اس کی امامت بالغ مقتدیوں کے لیے نہ تو فرض میں صحیح ہے اور نہ کسی نفلی نماز تراویح وغیرہ میں۔ قال فی فتاوی عالمگیریه ج ۱ ص ۸۵ و علی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح و السنن المطلقة کذا فی فتاوی قاضیخان المختار انه لا یجوز فی الصلوة کلها کذا فی الهدایه و هو الاصح هکذا فی المحیط و هو قول العامة و هو ظاهر الروایة هکذا فی البحر الرائق-

حضرت مولانا علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۹۸ نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں اس لیے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں۔ پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگرچہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقتدا کے لیے بلوغ شرط ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے اور نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہے۔ جو کہ عمر اٹھارہ انیس سال بتاتا ہے۔لیکن ڈاڑھی اس کی ابھی نہیں ہے۔اس بناء پر چند اشخاص اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔تو استفسار اس چیز کا ہے کہ ڈاڑھی ہونا امامت کے لیے شرط ہے یا بلوغ اگر بلوغ شرط ہے تو علامات بلوغ کون سی ہیں اور کیا ہونی چاہیے۔

(ج)

اگر وہ ۱۸/ ۱۹ سال کی عمر کا ہے۔تو شرعاً اس کو بالغ ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔اس کی اقتداء میں نماز درست ہے۔ اقتداء کی صحت کے لیے ڈاڑھی کا ہونا شرط نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی منڈانے والے کبوتر باز کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔بینوا توجروا

(ج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ڈاڑھی منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

قبضہ سے کم داڑھی والے امام کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل۔

(۱) داڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے۔(۲) مسجد میں پیش امام کے لیے داڑھی چھوٹی کرانا کیسا ہے۔(۳) سفید داڑھی کو کالا کرنا مثلاً کالا کولا 'بھسمہ' کالی مہندی' خضاب وغیرہ سے جائز ہے یا نہیں۔(۴) اگر جائز ہے تو وہ کون سی ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کالی کر سکتا ہے۔(۵) مثلاً جوان عورت یا روزی کمانے میں سفید داڑھی کی وجہ سے رکاوٹ ہو تو کالی داڑھی کر سکتے ہیں۔(۶) کالی داڑھی کرنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھا جا سکتا ہے۔(۷) مسجد کے اندر درس دینا تقریر کرنا وعظ کرنا ہر ایک کو جہاد سمجھ کر سفید داڑھی کو کالا کرنا جائز ہے۔(۸) جھوٹ بولنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھنا کیسا ہے۔

(ج)

ایک قبضہ (مٹھی) داڑھی رکھنا سنت ہے۔اس سے چھوٹی کرانا داڑھی کٹانے اور منڈانے کے حکم میں ہے۔اور یہ حرام ہے اور داڑھی کو منڈوانے اور کترانے والا فاسق ہے۔اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ **ولا بأس بنتف الشيب واخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة الخ ولذا يحرم على الرجل قطع لحية (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الحظر والاباحة)** سیاہ خضاب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔مولانا تھانویؒ نے سیاہ خضاب کو ناجائز لکھا ہے۔عامۃ المشائخ کا یہی مذہب ہے۔فتاویٰ دارالعلوم میں سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے۔امام ابو یوسف کے ہاں جائز ہے۔کفار کے مقابلہ میں جہاد کرنے والے کو کفار پر رعب ڈالنے کے لیے سیاہ خضاب استعمال کرنا جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ صفر ۱۳۹۱ھ

فاسق کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے۔اور قرآن کا حافظ بھی مگر نماز پڑھا کر مصلی پر بیٹھ کر بہت بے ہودہ باتیں نمازیوں کے سامنے کرتا ہے۔اور عوام لوگوں سے میل جول کرتا رہتا ہے۔لہٰذا علماء دین کی خدمت میں تحریر ہے۔کیا ایسا شخص امام بنانے کے قابل ہے یا کہ نہیں۔اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کتب فقہ متداولہ سے تحریر فرماویں۔نیز داڑھی بھی منڈواتا ہے۔صرف نظر آتی ہے دوسرا کچھ بھی نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ. (شامی مطلب فی الاخذ من اللحیة) اسی طرح بے ہودہ اور خلاف شرع قسم کی باتیں کرنا بھی ناجائز ہے۔ پس ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام (شامی باب الامامة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شعبان ۱۳۸۹ھ

ایک مشت سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانے والا یعنی جس کی داڑھی قبضہ سے چھوٹی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہ داڑھی کترانے اور منڈوانے میں کیا فرق ہے' داڑھی کے متعلق شرعی حیثیت کیا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اعفوا اللحی (الحدیث) سے وجوب اعفاء لحیہ ثابت ہوتا ہے اور اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ قبضہ سے آگے بڑھایا جاتا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ما زاد علی القبضة کا قطع ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا قبضہ سے کم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں اور اس پر دوام و اصرار گناہ کبیرہ ہے جو موجب فسق ہے اس کی مستقل امامت جائز نہیں البتہ اگر کسی موقع پر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی مجبوری پیش آ جائے تو نماز پڑھ لینی چاہیے اور وہاں سے جانا نہیں چاہیے صلوا خلف کل بر وفاجر داڑھی کی شرعی حیثیت حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم کے رسالہ سے معلوم کریں۔

ایک مشت سے کم داڑھی والے حافظ کی تراویح میں امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں۔

(۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور قرآن پاک صحیح اور اچھا پڑھتا ہے اور وہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے۔ مگر وہ داڑھی کترواتا ہے اور اس کی داڑھی حد شرعی یعنی مٹھی سے بھی کم ہے۔ اس لیے بعض حضرات

معترض ہیں کہ اس کی داڑھی خلاف سنت ہے۔ اس لیے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی فیصلہ صادر فرمادیں کہ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس شخص نے کچھ دنوں سے داڑھی کتروانی چھوڑ دی ہے اور آئندہ نہ کتروانے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر ابھی تک داڑھی شرعی حد سے کم ہے۔ شاید کہ وہ رمضان المبارک تک بھی حد شرعی تک نہ پہنچے اس لیے جواب دے کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر داڑھی کترانی چھوڑ دی ہے اور توبہ تائب صدق دل سے ہو گیا ہے تو اس کی امامت جائز ہے گو رمضان المبارک تک حد شرعی کو نہ بھی پہنچے۔ مگر وہ ڈاڑھی پوری ہونے تک امامت نہ کرے کیونکہ دیکھنے والے جائز بغیر الکراہت سمجھیں گے۔

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے یا دو دو انگل والے ہیں۔ ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں۔ لیکن سارے کے سارے داڑھی منڈے یا داڑھی کتروانے والے دو انگل یا تین انگل داڑھی والے ہیں۔ جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں' کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔ یا ان میں سے کوئی امام بن جائے۔ جماعت کرائے تو سب کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں وہ بالکل ان پڑھ ہیں۔ قل شریف بھی صحیح نہیں آتی۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے' لہٰذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔ البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بنسبت داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آ جائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوٰۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کن صفات کا حامل ہونا چاہیے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ (۱) امام کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے مفصل بیان کریں۔ (۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی شرع کے مطابق پوری نہ ہو یا بالکل ہی صاف ہو؟ (۳) اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی ابھی اتر رہی ہو مگر شرع کے مطابق پوری نہ ہو۔ (۴) شرع کے مطابق کم از کم داڑھی کتنی ضروری ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کریں۔ جو اس مسئلہ کو نہ مانے اس کے لیے کیا حکم ہے شریعت میں۔

﴿ج﴾

امام کے لیے مسائل نماز سے واقفیت اور صالح ومتقی ہونا ضروری ہے۔ والاحق بالامامة تقديماً بل نصبا الا علم باحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الامامۃ ص۳۱۲ ج۱)

(۲) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد (درمختار كتاب الصوم مطلب في الاخذ من اللحيه ص ۱۲۳) نیز درمختار میں ہے۔ والسنة فيها القبضة الخ. ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته (درمختار كتاب الحظر و الاباحة فصل في البيع) پس داڑھی منڈوانے والا اور ایک مشت سے کم کتروانے والا فاسق ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (۳) اس کی امامت جائز بکراہت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈواتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے کہ جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں۔ رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے یا کتروا دیتے ہیں۔ خصوصاً ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوا دی ہے۔ شرعاً نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا یا حد شرع سے کم کرانا گناہ ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد (درمختار باب مايفسد الصوم مطلب في الاخذ من

اللحية ص۱۲۳ ج۲) نیز درمختار میں ہے۔ وكذا يحرم على الرجل قطع لحية۔ اس سے پہلے ہے۔ والسنة فيها القبضة (كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ص۳۵۹ ج۵)

نیز ردالمحتار ص۵۲۳ باب الامامۃ میں ہے۔ ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم۔ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی کتروانے والے، ناظرہ خواں، واقف از مسائل میں سے نماز پڑھانے کے لیے کسے آگے کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) داڑھی کترانے اور مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خواں صاحب کے پیچھے نماز فرض عین، فرض کفایہ یا تراویح وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس وقت اگر کسی جگہ داڑھی منڈے کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی نماز پڑھانے والا ہو تو کیا داڑھی منڈانے یا داڑھی کترانے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ کیا داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے داڑھی کترا اور داڑھی منڈا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر داڑھی والا نہیں مل سکتا۔ تو داڑھی منڈے یا داڑھی کترے کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا جماعت ترک کردیں۔

(۲) ایک حافظ جو نماز کے مسئلوں سے واقف نہیں اور دوسرا ناظرہ خوان بھی موجود ہے۔ جو نماز کے مسئلوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۳) ایک آدمی قرآن کا حافظ ہے اور نماز کے مسئلوں سے بھی واقف ہے۔ مگر ناخن پالش لگا کر نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا جو قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے نماز کے مسائل سے بھی واقف نہیں ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے نماز ویسے ناظرہ خوان بھی پڑھا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ. (درمختار مطلب في الاخذ من اللحية) نیز درمختار میں ہے. وكذا يحرم على الرجل قطع لحية (درمختار كتاب الحظر والاباحة) داڑھی کترانے مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خوان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فرض عین فرض کفایہ تراویح سب کا ایک حکم ہے۔ سب میں ایسے فاسق کی امامت مکروہ ہے۔

اگر شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہیں ہے تو اکیلے پڑھنے سے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے۔ لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام. (۲) ناظرہ خوان واقف از مسائل زیادہ لائق امامت ہے۔ والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (درمختار باب الامامة ص ۴۱۲ ج ۱)

(۳) ناخن پالش کے اندر سے ناخن تک پانی وضو کے وقت سرایت نہیں کرتا اس لیے ناخن پالش کا استعمال درست نہیں اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں بہر حال وضو کے پانی کا وضو کے اعضاء پر پہنچنا ضروری ہے اگر کسی حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتدا کی حالانکہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں۔اس صورت میں اقتدا کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی۔ (۲) اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے یا فرداً فرداً نماز پڑھنی اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ. اور نیز درمختار میں ہے۔وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیة۔پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔اگرچہ بحکم صلوة خلف کل بر وفاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام ۔شامی۔اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو۔تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔

درمختار ص ۴۱۵ ج ۱ میں ہے۔وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة. اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔(قوله نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد.

فقط واللہ اعلم۔

امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہ۔(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا کی جائے یا مع الجماعت ادا کی جائے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔صلوا خلف کل برو فاجر (۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں۔تو ان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے۔یا فرداً فرداً پڑھیں۔(۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے۔مع الکراہت (۲) ایسے موقع میں انفراد سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔درالمختار ص ۴۱۵ ج ۱ میں ہے وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة اس پر علامہ شامیؒ نے لکھا ہے۔ افادان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد انتهى (۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعت ہونی چاہیے۔ بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔ (۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا۔ حتیٰ کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا اس لیے کہ لاصغيرة مع الاصرار ولا كبيرة مع الاستغفار ہمارے فقہاء احناف نے محققین اور مقصرین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ درالمختار میں ہے کہ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم

سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام مسجد داڑھی منڈوا کر یعنی بالکل چٹ کرا کے نماز پڑھائے یعنی امامت کرے ایسے عمل کے ساتھ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اگرچہ اس کو پتہ بھی ہو پھر بھی وہ یوں کہے کہ یہ فضول عمل ہے تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہ اور پھر سونے کی انگوٹھی پہنے رکھے شرع محمدی ایسے امام کے بارہ میں کیا حکم دیتی ہے۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانہ حرام ہے اور اس پر اصرار کرنا بہر حال گناہ کبیرہ ہے۔سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے استعمال کرنا بھی گناہ

کبیرہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد میں ایسے امام کا رکھنا جائز نہیں۔ اسے معزول کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

داڑھی منڈانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر درست نہیں تو تفصیلی روشنی ڈالیں اور کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرماویں نیز قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل بر و فاجر کی تفصیل بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ داڑھی کترانے والے امام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کی حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

﴿ج﴾

چونکہ حضور اکرم کی احادیث مطہرہ میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کے حکم بھی وارد ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے امر کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ اعفوا للحی اوفوا للحی ۔ وفروا للحی ۔ کثروا للحی وغیر ذالک اور ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر دوامی عمل ہے اور صیغۂ امر مع مواظبۃ العمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ کما ھو المقرر فی اصول الفقہ اس واسطے داڑھی کا چھوڑنا واجب ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے صحیح بخاری در بارۂ قطع ما فوق القبضہ اثر موجود ہے اور صحابی کا قول فیما لایدرک بالرای مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے ما فوق القبضہ کے کاٹنے کے متعلق جواز کا حکم دیدیا۔ اگر حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ عمل صحیح بخاری میں منقول نہ ہوتا تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا۔ بہر حال قبضہ سے کم کے کترانے کے عدم جواز پر اجماع ہے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔ شامی ص۱۲۳ ج۲ واما الاخذ منھا وھی دون ذالک (ای قدر القبضہ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ والمخنثۃ من الرجال فلم یبحہ احد. اس لیے داڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور اس پر دوام واصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا اگر وہ امام رکھا گیا ہے مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ فاسق کی تکریم و تعظیم نہ ہو۔ اس لیے کہ مقام امامت کرامت و تعظیم ہے تو گویا کہ امام بنانا مکرم بنانا ہے اور فاسق کا فسق موجب اہانت ہے۔ اس لیے فاسق کا امام بنانا جائز نہیں۔ شامی ص ۴۱۴ ج ۱ باب الامامۃ اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لا یتھم لا مر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ' شرعاً الی ان قال فھو کا لمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم کما ذکرنا. قال ولذالم تجز الصلوۃ خلفہ اصلاً عند مالک و روایۃ عن احمد الخ اور قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل بر و فاجر کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں امت میں جو

بڑے بڑے امور و واقعات خیر و شر کے درپیش ہونے تھے۔ بتلا دیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر انتہائی شفقت کرنے والے ہیں۔ انھیں خیر کے حاصل کرنے اور شر سے بچنے کے متعلق بھی بہت کچھ راستے ارشاد فرماتے ہیں۔ انھیں واقعات میں سے امراء و فساق کا تسلط ہے اور پھر جمعہ اور عیدین میں ان کا امام بننا ہے۔ نیز صحابہ کرام جو باطل و منکر کے لیے ننگی تلوار ہیں نے ان کا سامنا کرنا ہے تو تصادم ہونا اور اختلاف و فتنہ ہونا اور زیادہ ہونا ظاہر تھا۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوا خلف کل بر و فاجر کہ اختلاف و فتنہ اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا ان میں اھون البلیتین اختیار کر لو۔ یعنی اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور نیز ہٹانا بھی اصلح طریقے سے بغیر اختلاف فتنہ کے نہ ہو سکے (حکم شرعی یہ ہے) تو ہر فاسق و صالح کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کہ نماز ہو جاتی ہے۔ نیز جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔ لیکن نماز مکروہ ہوگی اور وہ خیر و برکت جو ایک متقی کے پیچھے حاصل ہو۔ وہ حاصل نہیں ہوگی اور باوجود نااہل ہونے اور فاسق ہونے کے امام بننا اور ہٹانے سے نہ ہٹنے کی بنا پر سارا نقصان و کراہت کا وبال امام پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قرآن مجید سناتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی مونڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے۔ اعفوا اللحی ارخوا اللحی وادفوا اللحی وغیر ذالک امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے۔ داڑھی منڈانا یا قدر مشت سے قبل کتروانا یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے۔ اس سے کم کرنا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے۔ شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو فرائض و تراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں۔ بجائے ایسے حافظ غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں۔ فرائض ہوں یا تراویح دونوں میں داڑھی مونڈنے والے کو جو کہ فاسق ہے امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے سر کے بال خوب بڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں (۱) جمعہ پڑھانے والا شخص عالم بھی نہیں داڑھی بھی غائب بلکہ دو سوتر یا ایک سو[...] یعنی انچ کا آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا آدھ حصہ یا ایک انچ داڑھی اور بال سر کے ایک فٹ لمبے یا ڈیڑھ فٹ لمبے تو کیا یہ شخص جمعہ یا جماعت کرا سکتا ہے۔ تکبیر اذان کہہ سکتا ہے۔ یہ شخص کہتا ہے کہ بال جب کبھی حج پر گیا تو وہاں کٹائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ نماز جماعت و جمعہ کے مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ (۲) کیا یہ شخص جنازہ پڑھا سکتا ہے (۳) متولی جامع مسجد یہی شخص ہے۔ جمعہ نہیں ہوتا دو مسجدیں اور ہیں۔ مگر کچھ لوگ شہر میں جو یہاں سے ایک سے دو میل دور ہے۔ وہاں جاتے ہیں اور کچھ یہاں پڑھتے ہیں۔ دوسری مسجد میں قاری صاحب تقریباً ۲۰ یا ۲۵ لڑکے لڑکیوں کو روزانہ صبح شام درس قرآن دیتے ہیں۔ مگر جمعہ کے لیے اگر وہ شہر نہ جائیں تو وہاں جا کر پڑھوا دیتے ہیں۔ ورنہ وہی لمبے ڈیڑھ فٹ بال فٹ بھر بالوں والا اذان و نماز کراتا ہے اور یہ شخص قاری صاحب کو جمعہ کے لیے کہنا بھی کسر شان سمجھتا ہے۔ (۴) یہی متولی جامع مسجد لوگوں میں ہر دلعزیز بھی نہیں ہے۔ بلکہ زمین باپ دادا کی تھی اور باپ یا دادا نے اللہ کا گھر بنوایا تھا مگر اب بضد اور مصر ہیں۔ حکم شرع متین سے جلدی تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو داڑھی مٹھی بھر سے کم رکھتا ہے اور سر کے بال عورتوں جیسے خوب لمبے رکھتا ہے۔ مسائل نماز وغیرہ سے ناواقف ہے اگر جماعت کرائے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کہیں دوسرے امام کے پیچھے جماعت میسر آسکے تو اس کے پیچھے ادا نہ کی جائے۔ ورنہ بصورت مجبوری اس کے پیچھے ہی ادا کی جائے (۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر بیان کردیا گیا۔ (۳) صلاح مشورہ کے ساتھ کسی دوسرے مستحق و اہل شخص کو امام مقرر کیا جائے۔ فساد و فتنہ برپا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

جاہل ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی وہ پانچ منٹ زندہ رہی پھر وہ مر گئی۔ اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا گیا اس کو زمین کے ایک ٹوٹے کے اندر کر کے ڈالا گیا۔

(۲) وہی شخص قرآن مجید کا حافظ ہے، داڑھی منڈواتا ہے، قوم کا امام ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھنا ٹھیک ہے، نماز ہو جاتی ہے اگر نماز نہیں ہوتی تو مطلع کریں۔

﴿ج﴾

(۱) لڑکی جب زندہ پیدا ہوگئی تو پھر اس کا نام رکھنا تھا اور موت کی صورت میں اس کو غسل دینا اور کپڑے میں کفنانا اور اس کا جنازہ پڑھانا ضروری تھا اور بغیر نماز جنازہ کے دفنانے کی صورت میں تین یوم تک اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ تھا' جس شخص کو بھی ان دنوں میں اس لڑکی کے زندہ پیدا ہونے اور بغیر جنازہ کے دفنانے کا علم ہوا۔ اس شخص پر فرض تھا' کہ نماز جنازہ ادا کرتا اب تین یوم گزرنے کے بعد نماز جنازہ ساقط ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو توبہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کو مستقل امام بنانا جائز نہیں ہے اور امام ہونے کی صورت میں اسے ہٹانا لازمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

بے ریش کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بے ریش مسلمان شخص جماعت کی امامت کرا سکتا ہے جبکہ مقتدیوں میں اور کوئی بھی امامت کے لیے تیار نہ ہو خواہ وہ باریش بھی کیوں نہ ہو۔ ہاں یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ وقتی طور پر پڑھانے کے لیے کوئی رضامند ہو جائے اور صرف مذکور بے ریش مستقل امامت کے لیے موزوں اور مناسب ہو اور وہ امامت کرانے کے لیے رضامند بھی ہو اور مقتدی بھی راضی ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ایک باریش بھی مستقل امامت کے فرائض سرانجام تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس امر کے لیے تیار نہ ہو، تو پھر صورت مسئلہ کیا ہوگی؟ نیز ایک شخص جو ریش ایک مٹھی سے کم رکھواتا ہو کیا وہ بھی دوسرے مقتدیوں پر امامت کے لیے فوقیت رکھتا ہے۔ کیا امّی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ڈاڑھی رکھنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **خمس من الفطرة وفيه ذكر اعفاء اللحيه وقال صلى الله عليه وسلم اعفوا اللحى الحديث وقال فى الدر المختار ص ۴۲۳ ا ج ۲ واما الاخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال** لہٰذا قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے۔ اگر امام بنانے کی

مجبوری بن جائے تو ایسے شخص کو توبہ کرانے کے بعد داڑھی پوری کر لینے کے بعد امام بنالیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور علامتِ فسق نہ پائی جائے۔ (۲) اعمی کی امامت اس صورت میں بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کہ وہ نجاست سے بچنے کے معاملہ میں خوب محتاط ہو۔ اس سلسلہ میں وہ اپنے ساتھ کسی شخص کو رکھتا ہو۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

بوقت ضرورت داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے حالانکہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے۔ یہ شخص بھی عالم دین ہے۔ لیکن داڑھی کٹاتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شعبان ۱۳۹۶ھ

داڑھی کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ داڑھی رکھوانا شریعت میں فرض ہے یا واجب یا سنت ہے اور دوسری بات یہ بھی مسئولہ ہے کہ آیا امام کے لیے داڑھی رکھوانا شرائط امامت میں سے ہے یا کہ نہیں تیسری بات یہ کہ اگر ایک شخص کسی جگہ کا امام ہے اور پھر اس کی داڑھی حد شریعت سے کم ہے۔ کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں اور پھر یہ مذکور کوئی عالم بھی نہیں صرف قرآن شریف کا حافظ ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا اعادہ ضروری ہے۔ کیا اس کو ہمیشہ کے لیے امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

داڑھی رکھوانا شرعاً واجب ہے نہ رکھوانے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعفوا اللحی بعض روایت میں ارخوا اللحی بعض میں وفروا اللحی بعض میں کثروا اللحی بعض میں اوفوا اللحی کے مختلف امر کے صیغے مروی ہیں۔ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ مواظبت عمل سے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین کسی نے بھی قبضہ سے کم داڑھی نہیں کٹوائی صاحب درمختار نے لکھا ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم** (ج ۲/ص ۱۲۳) اس لیے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جو قبضہ سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کو امام نہ بنایا جائے جاہل شخص کو بھی امام نہ بنایا جاوے اگرچہ قرآن کا حافظ ہو۔ اگر کسی وقت پڑھ لی تو اگر کوئی مفسد نماز پیش نہ آیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اعادہ لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے۔ منڈواتا ہے۔ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے وہ شخص امامت نہ کرائے۔ چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈاتا ہے اور کٹواتا ہے وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

حدیث شریف میں ہے **عشر من الفطرة منها اعفاء اللحيه** نیز وارد ہے۔ **اعفوا اللحی، ارخوا اللحی. واوفوا اللحی. وكثروا اللحی** اور **وفروا اللحی**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے۔ بڑھانے پورا کرنے لٹکانے کا ان احادیث میں حکم فرمایا ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے۔ جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے۔ جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو۔ وہ امر واجب ہوتا ہے۔ اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے۔ اس لیے داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے۔ امامت کے لیے متقی۔ متورع

عالم کی ضرورت ہے' البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں۔ انھیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے۔ تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

دوسروں کو قبضہ سے کم ڈاڑھی کرنے پر اکسانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک آدمی کی ڈاڑھی سنت کے خلاف ہے۔ یعنی ڈیڑھ یا دو انگل ہے۔ اس کے پیچھے نماز فرض نماز نفل رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک آدمی امام مسجد ہے۔ اس کی ڈاڑھی خلاف سنت ہے یعنی دو انگل ہے۔ ایک تو خود سنت کے خلاف کرتا ہے۔ دوسرے جس آدمی کی ڈاڑھی سنت کے موافق ہے۔ اس کو کہتا ہے میاں کیا ڈاڑھی بڑھاتے جا رہے ہو۔ کوئی شریعت میں ڈاڑھی کا ثبوت نہیں سوائے ایک دو انگل کے مثلاً زید امام ہے اور بکر مندرجہ بالا بات کہتا ہے۔ ایسے طریقہ سے کہتا ہے کہ بکر کا دل دکھتا ہے۔ ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

(۱) جس کی داڑھی مشت بھر سے کم ہو۔ خواہ بالکل منڈواتا ہو۔ یا کترواتا ہو اور اس فعل پر اصرار اور مداومت کرتا ہو۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

(۲) ایسا شخص جو خود اصرار کے ساتھ ڈاڑھی خلاف سنت رکھتا ہے۔ اور پھر دوسرے سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والوں سے معارضہ کرتا ہے۔ یہ شخص بڑا گناہ گار ہوتا ہے۔ ایسا امام مستحق عزل ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ھکذا فی امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سر پر انگریزی بال رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

ایک حافظ قرآن ڈاڑھی منڈواتا ہے۔ سر پر انگریزی بال ہیں نماز کبھی کبھی پڑھتا ہے۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا یا منڈھانا حرام ہے۔ **و اما قطعها و هی دونها فلم یبحه احد۔**

نیز درمختار میں ہے۔ **و لذا یحرم علی الرجل قطع لحیته۔** اس سے پہلے ہے **والسنة فیها القبضة۔** پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے **و یکره امامة عبد۔ الخ و فاسق۔ (درمختار) ان کراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم (ردالمحتار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۴)**

ایسے شخص کو کسی بھی نماز میں امام نہ بنانا چاہیے۔ **لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام۔ (ردالمحتار باب الامامة)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کر لے تو کب امام بنایا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے۔ لیکن ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر وہ آج تائب ہو جائے تب شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے۔ اور بقدر مشت کم از کم ڈاڑھی چھوڑنا واجب ہے۔ ڈاڑھی منڈانا یا حد سنت یعنی بقدر مشت سے قبل کترانا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق وکبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جو ڈاڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو فرائض وتراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے۔ لہٰذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہو جانے کے بعد بھی جب تک ڈاڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے والا توبہ کرلے تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ جو لڑکا نابالغ بے ریش ہو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص ریش کٹواتا ہے یا منڈواتا ہے- اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۳) امامت میں ریش کٹوانے منڈوانے والا بالغ بے ریش پر فوقیت رکھتا ہے یا نہیں؟ (۴) اگر کسی امام مسجد کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہے اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں آئندہ اپنی ڈاڑھی کو نہیں کٹواؤں گا تو اس کی امامت اسی وقت سے جائز ہو سکتی ہے یا جب تک کہ ڈاڑھی پوری نہ ہو جائے- (۵) قبضہ ہونٹوں سے مراد ہے یا ٹھوڑی سے جواب معتبر کتب حنفیہ سے دیں-

﴿ج﴾

(۱) امامت بالغ بے ریش کی صحیح ہے لیکن اگر وہ حسین ہے جس کی جانب شہوت سے التفات کا خطرہ ہو تو مکروہ ہوگی- لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے- درمختار ص۴۱۵ ج۱ میں ہے (و كذا تكره خلف امرد وقال الشامي الظاهر انها تنزيهة والظاهر ايضا- كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة (۲) ڈاڑھی منڈوانا اور قبضہ سے کم کاٹنا اور کتروانا دونوں جائز نہیں ہیں ایسا کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے-

(۳) بالغ بے ریش کی امامت مکروہ تنزیہی ہے جیسے کہ سوال نمبر۱ کے جواب میں گزر گیا اور فاسق کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے- اس لیے بالغ بے ریش کی امامت ڈاڑھی منڈانے والے اور کٹانے والے سے اولیٰ ہے (۴) اگرچہ توبہ کرتے ہی وہ عادل ہو گیا- اس کا فسق جاتا رہا لیکن صورتاً چونکہ وہ فاسق ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ڈاڑھی بڑھ جانے کے بعد امامت کی جائے- (۵) قبضہ ٹھوڑی سے ہی ہوتا ہے- ہونٹوں سے نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم

ڈاڑھی منڈانے والے قرآنِ پاک درست پڑھ سکتے ہوں اور ڈاڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی ڈاڑھی رکھواتے ہیں- اور ان میں جو ڈاڑھی رکھواتے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے کہیں عین کی جگہ الف ج کی جگہ ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں کھڑے کو پڑاپڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں- اور جو ڈاڑھی کٹواتے ہیں ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں یہ نماز پڑھائیں کیا جو ڈاڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے- ان کے پیچھے نماز ڈاڑھی والوں کی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ڈاڑھی کٹوانے والے کے پیچھے ڈاڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں- مستقل امام نہ تو ڈاڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے ڈاڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں- اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد فوت ہو گئے- ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے- ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا کا حق سمجھ کر خود بخود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے یا کہ مقتدیوں کے استیلاء پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے-

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا- وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں- وہ قابل امامت نہیں ہوتا نماز پابندی سے نہیں پڑھتا کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا- سگریٹ بھی پیتا ہے- دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں- اور ڈاڑھی بھی منڈواتا ہے اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا و فساد برپا ہو جاتا ہے- جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارتِ دائمی کو ختم فرما دیں نوازش ہو گی-

﴿ج﴾

اولاً- امامت کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں- امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں امام بنا سکتے ہیں-

(۲) امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے-

ثانیاً:- ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے- ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے- امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں- بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کر لیں وہی امام بن سکے گا- واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارہ میں کہ ایک امام مسجد جو کہ ہر وقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے۔ رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا حافظ ہے لیکن حد شرعی سے اس کی ڈاڑھی کم ہے۔ کٹوایا کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ نہ فرض نہ نفل یعنی تراویح نہیں ہوتی جو پڑھی گئی ہیں۔ ان کو بھی پھر لوٹایا جائے۔ اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا ڈاڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں ان کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما الاخذ منها وهى دون ذالك فلم يبحه احد (درمختار مطلب فى الاخذ من اللحية ج ۲ ص ۱۲۴) اور نیز درمختار میں ہے۔ والسنة فيها القبضة الخ۔ و كذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الحظر والاباحة ج ۵ ص ۲۸۸)۔ لہٰذا جو شخص ڈاڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ و يكره امامة عبد الخ۔ و فاسق (در المختار) بل مشى فى شرح المنية ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم (الدر المختار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۴)۔ اگرچہ بحکم صلوا خلف كل بر وفاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں۔ لان فى امامته تعظيم و تعظيم الفاسق حرام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ دیوبندی عقائد کے ۱۰، ۱۵ آدمی ایک ایسی جگہ پر ملازم ہیں جہاں پر صرف ایک مسجد ہے اور اس کا پیش امام ایک حافظ بریلوی خیالات کا آدمی ہے۔ اب ہماری نماز کے

لیے کیا فتویٰ ہے۔ براہ کرم تفصیل کے ساتھ فرما دیں کہ ہم کس طرح نماز کا بندوبست کریں۔ تاکہ ہم جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں۔ ہماری کالونی سے ۴ میل دور ایک اور کالونی ہے۔ جس کی مسجد کا پیش امام توحید والے خیالات کا آدمی ہے۔ ہم جمعہ کی نماز ادھر جا کر ادا کرتے ہیں۔ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔ تاکہ ہماری نمازوں میں اور زیادہ خلل نہ پڑے۔

﴿ج﴾

اگر امام موصوف بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیوب اور حاضر و ناظر جانتا ہے۔ تو پھر اس کی اقتداء درست نہیں۔ آپ اپنا مستقل امام رکھ لیں یا اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنایا کریں۔ کسی سے الجھنے یا فساد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر ہمت کریں گے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ سورة والليل اذا يغشى میں اللہ تعالیٰ کا مومنین متقین کے لیے فسنيسره لليسرى کا فرمان ملاحظہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۸۹ھ

حضورؐ کے لیے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

جو مولوی علم غیب کلی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقیدہ رکھتا ہے اور بمتابعت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حضرات علماء دیوبند کو کافر کہتا ہے اور باعث فتنہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کی امامت ناجائز ہے واللہ اعلم۔

"ما اهل به لغير الله" کو حلال قرار دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین۔ اس بارہ میں کہ زید ایک عالم شخص ہے اور پیش امام بھی۔ عقیدہ میں بالکل ڈھیلا اور بریلی ہے۔ نذر و نیاز کا قائل ہے اور وما اهل لغير الله به والی چیز کو حلال کر کے مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے۔ داڑھی کا سخت دشمن ہے۔ دو تین انگلی سے بالکل زائد نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا ہے اور داڑھی کا ثبوت حدیث اور فقہ کی کتب سے دیا ہے تو بریلی صاحب نے کہا ہے کہ میں تمام کتب کو اکٹھا کر کے آگ جلاتا ہوں (نعوذ باللہ)۔ اس کی ہمشیرہ جس کی عمر تقریباً پچاس سال ہے بیٹھی ہے۔ شادی کر دینا نہیں چاہتا۔ تمام لوگ اور علماء

اور زمیندار طبقہ کہہ چکے ہیں۔کہ ایسا کام مت کرو۔کسی ایک کی نہیں مانتا اور زانی بھی ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔جو الفاظ اس نے کتب کے متعلق بولے ہیں کیا کافر ہو جاتا ہے یا نہ۔اگر ہو جاتا ہے۔تو اس صورت میں عورت چھوٹ جاتی ہے یا نہ۔ایسے شخص کے ساتھ السلام علیکم کرنا چاہیے یا نہ؟ تمام علماء دیوبند کو کافر کافر کہتا ہے اور پیروں کی قبروں پر جا کر امداد اور مراد مانگتا ہے۔شرعاً کیا حکم ہے۔(۲) ایک شخص نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن یہود کے لیے ہے۔ہمارے لیے نہیں۔ہم اس کو نہیں مانتے۔یہ قرآن اس زمانے میں انھیں کے واسطے اترا تھا۔نہ کہ ہمارے لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔(۳) غیر اللہ سے امداد اور مراد چاہنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے اور وہ مسلمان باقی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ان کے بعض اقوال وعقائد کفریہ ہیں۔العیاذ باللہ۔
(۲) اگر واقعی اس کی مراد یہ ہو کہ قرآن اس زمانے کے یہودیوں کے لیے تھا۔ہمارے لیے نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتا تو یہ کفر ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے۔اس میں ان کے متعلق حکم مذکور ہے۔مومنین کا حکم اس آیت میں مذکور نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔(۳) اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے۔فی الحال وقت میں اتنی گنجائش نہیں۔واللہ اعلم۔

بدعات ورسومات کے مرتکب امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مؤذن کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مؤذن صحیح العقیدہ ہے۔مگر بعض دفعہ بریلوی امام کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتا ہے۔جو بریلوی علاقہ بھر میں گیارہویں' میلاد' عرس' غیر اللہ کی نذر ونیاز اور غیر اللہ کی پکار کی تبلیغ شرکیہ اعمال وعقائد میں مشہور ومعروف ہے۔کیا اس مؤذن کی ایسے غالی مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مؤذن مذکور امام کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہے۔کیا اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر واقعی اس شخص کے عقائد شرکیہ ہوں تو اس کی امامت درست نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر عقائد اس کے شرکیہ نہیں۔البتہ بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے۔مؤذن اگر صحیح العقیدہ ہے اور مرتکب بدعات کا نہیں تو اس کی امامت جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غلام خانی' بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی عقائد والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں (۱) مماتی، بریلوی' غیر مقلد' شیعہ' مرزائی' مودودی' پرویزی' ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ان کی امامت بھی جائز ہے یا نہیں۔(۲) یہ سب حضرات ہمارے نزدیک کامل مسلمان ہیں یا نہیں (۳) مماتی دیوبندیوں میں داخل ہیں یا نہیں اور کتنے مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے اور وہ کون کون سے ہیں۔بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مماتی اور غیر مقلد مسلمان ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔مرزائی اور پرویزی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کی امامت نادرست ہے شیعہ میں اختلاف ہے فاسق ومبتدع ضرور ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ان کی امامت نادرست ہے۔بریلوی ومودودی مبتدع وضال ہیں ان کی امامت مکروہ ہے۔(۲) اس کی تفصیل اوپر گزر گئی۔(۳) مماتی حضرات اپنے کو دیوبندیوں میں ہی شمار کرتے ہیں البتہ چند مسائل میں یہ حضرات اکابر دیوبند سے اختلاف رکھتے ہیں۔مجھے ان کے یہ مسائل بالاستیعاب یاد نہیں ہیں۔آپ خود ہی تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر بلغۃ الحیران وغیرہ کا مطالعہ کر کے یہ مسائل معلوم کر سکتے ہیں۔یا کسی دوسرے بزرگ سے دریافت فرمالیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

قبر پر چراغ روشن کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) ایک شخص اپنے والد ماجد صاحب کے انتقال کے بعد پختہ وچونہ گچ کی قبر بنا کر جمعرات کو وہاں جا کر چراغ روشن کرتا ہے اور روکنے سے الٹا لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے شرع شریف قبروں پر چراغ روشن کرنا جائز بلکہ سعادت دارین کا سبب ہے۔کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔یا نہیں (۲) وہ اپنے پیر صاحب کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریقہ سے پڑھتا ہے کہ نماز کی بھی کوئی پروا نہیں اور لوگوں کے کہنے سے یوں فریب کاری کرتا ہے کہ جو اپنے پیر ومرشد کے کہنے پر نہ چلے وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا اور میں تو اپنے پیر کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریق سے کرتا ہوں (۳) مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا بے دینی ہے۔یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اگر اس کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید قرآنی آیات واحادیث سے کی جائے تو پھر اپنے مولوی احمد یار صاحب بدایونی کی کتاب جاء الحق کا حوالہ دیتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے

بہر حال وہ بھی تو عالم ہیں۔ قرآن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کس طرح اتنی غلطی کر سکتے ہیں۔ (۴) اسی مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو خداوند کریم نے سیاہ وسفید کا مختار بنا دیا ہے۔ جس کو چاہیں جلائیں اور جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور اپنے اعلحضرت کی کتاب فتاوی رضویہ وحکیم مولوی امجد علی کی بہار شریعت اٹھا کر دکھاتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا اور ان جیسا کوئی عالم نہیں گزرا لہٰذا یہ عقائد عین جزء ایمانی ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ یا نہیں اور یہ مذکور شخص ایسے عقائد رکھ کر کون سے گناہ کا مرتکب ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مذکورہ شخص کے عقائد واعمال سراسر اسلام کے خلاف ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر اور تین مرتبہ دعاء کا التزام کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگ کر کلمہ شریف کا ذکر بالجہر کرانا پھر دوسری دعا مانگ کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ زور سے کہلوانا پھر تیسری دعا مانگنا اور اس طریقہ کو بالالتزام کرانا جو نہ کرے اس کو برا سمجھنا کیسا ہے یعنی شریعت میں اس طریقے اور آدمی کا کیا مقام ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں مفصل ومدلل بیان فرما کر ممنون فرمادیں۔

﴿ج﴾

اس ہیئت اور التزام کے ساتھ ذکر جہری کلمہ شریف اور درود شریف بدعت ہے ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی لیکن سخت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بدعقیدہ شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو اعتقاد باطل رکھتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر جانتا ہے اور مختار کل سمجھتا ہے اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ مثلاً سجدہ وغیرہ قبروں پر کرتا ہے۔ داڑھی قبضہ کے برابر نہیں ہونے دیتا پہلے ہی کٹوا دیتا ہے اور نصف قبضہ بھی نہیں رکھتا۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہ اگر امام بنایا جائے تو نماز

پڑھنا اس کے پیچھے جائز ہے یا نہ اگر چند دن نمازیں پڑھتا رہا ہو اس کے پیچھے تو اعادہ واجب ہے یا نہ۔ اگر صحیح الاعتقاد ہو امام صرف داڑھی کٹواتا ہے قبضہ کی مقدار پوری نہیں رکھتا صرف معمولی سی رکھتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

مختار کل ہونا اور نیز ہر جگہ حاضر وناظر ہونا یہ صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں **قوله تعالى هو الله في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ماتكسبون** اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمام جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا اور مختار کل سمجھنا یہ عقیدے کفریہ ہیں۔ فقہاءِ احناف کی عبارتیں ملاحظہ فرمادیں فتاوی قاضی خان ص ۸۸۳ پر ہے۔ **رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل للمرأة** خدائے راو پیغمبر گواہ کردیم **قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الاحياء فكيف بعد الموت الخ .**
عالمگیری ص ۴۱۲ ج ۲) **تزوج رجل امراة ولم يحضر الشهود وقال** خدائے راو رسول را گواہ کردیم **او قال** خدائے راو فرشتگان گواہ کردیم **يكفر ولوقال** فرشتہ دست راست را گواہ کردم وفرشتہ دست راست وچپ را گواہ **لايكفر الخ** بحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی کے ص ۱۸۸ ج ۳ پر ہے۔ **لوتزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب** اسی طرح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ صاحب ھدایہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ میں اور طاہر بن احمد خلاصۃ الفتاوی میں اور بزازیہ میں اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں علامہ شامی رد المختار شامی میں نیز دیگر معتمد فقہاء اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا آپ حاضر ناظر تھے۔ تو ایسا شخص قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا عبادۃً باتفاق کافر ہے۔ اور سجدہ تحیہ کرنے والا محققین کے نزدیک فاسق ومرتکب کبیرہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدوں اور اعمال والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ' اعادہ لازم ہوگا' اسی طرح جو امام داڑھی مقدار قبضہ سے کم کرتا ہو وہ بھی فاسق ہے ومرتکب کبیرہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جسے امام رکھنا جائز نہیں۔ اسے امامت سے ہٹانا اہل مسجد کو لازمی ہے۔ اور جو امام مذکورہ بالا کفریہ عقیدہ یا دیگر کفریہ عقیدہ اور کفریہ اعمال نہ رکھے محض بدعتی ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۲ صفر ۱۳۲۱ھ

عقائد واعمال بدعیہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین (۱) ایک امام جو بریلوی عقیدہ رکھتا ہے۔ داڑھی کترواتا ہے۔ حقہ نوشی اس کی گھٹی میں ہے۔ تو کیا دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی (۲) کن کن صورتوں میں کسی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہر پہلو سے وضاحت فرماویں (۳) کیا مکروہ تحریمی نماز کا لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً اتفاقاً کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جو نمبر ۱ کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن بوقت نماز معلوم نہیں ہوا کہ امام کیسا ہے۔ یا کبھی جا کر کسی ذریعے سے معلوم ہوا تو ایسی نماز کا لوٹانا بھی ضروری ہے۔ (۴) ختم مروجہ جو اکثر بریلوی صاحبان پڑھا کرتے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند ہیں اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔ (۵) بریلوی صاحبان اکثر قیام کر کے صلوٰۃ پڑھتے ہیں یعنی لوگ میلاد کا نام رکھ کر کافی دیر تک نعتیں پڑھتے رہتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر یارسول السلام الخ پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا امام تبدیل کرنا ضروری ہے۔ اگر قدرت ہو ورنہ کسی اور نیک امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کی جائیں اور اگر اتفاق سے نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ اس میں صحیح العقیدہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ سب کا یہ حکم ہے۔ اگر جی چاہے لوٹا لے۔ اولیٰ اور افضل ہوگا۔ جب تک کہ بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو اور اگر بدعت کفر تک پہنچی ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا۔ (۲) جن اماموں کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ وہ بہت قسم کے لوگ ہیں ان میں سے ایک فاسق ہے اور مبتدع اور داڑھی منڈانے اور کتروانے والا بھی اس میں داخل ہے۔ (۳) اس کا جواب نمبر ۱ میں آچکا ہے کہ اگر اتفاق سے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور لوٹانا افضل ہوگا (۴) مروجہ ختم بدعت ہے۔ اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۵) یہ بھی بدعت ہے سلف صالحین میں اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۲ھ

ایضاً

﴿س﴾

میرے تیسرے سوال کے جواب میں جناب نے صرف اہل بدعت کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ اس سے میرے نزدیک تحقیق طلب بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ صرف اہل بدعت ہی ہو سکتے ہیں تو پھر میں ان کے لیے اپنی رائے قائم کرنے میں

زیادتی کر رہا ہوں قرآن کی توضیح کے بعد میری رائے ان کے لیے بالکل مشرک ہونے کی تھی۔ بس قرآن سے میری توضیح کا مطلب ہوا کہ میں قرآن سے تا حال شرک نہ سمجھ سکا ہوں میں تو ایسے لوگوں کو مشرکین مکہ سے بھی چنداں آگے ہی خیال کرتا ہوں مزید عرض ہے۔ اس عنوان کی وضاحت فرمائیں اور کیا ایسے لوگوں کی اقتداء اختیار کریں یا نہ کریں۔ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

ہم احتیاطاً مشرک کہنے سے گریز کرتے ہیں اور بدعتی کا لفظ اختیار کرتے ہیں تاکہ ہماری زبان سے کوئی شخص بغیر تحقیق کے کفر اور شرک کے الزام میں نہ آ جائے۔ آپ حضرات سے بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ بغیر تحقیق کے کسی کو کافر یا مشرک نہ کہیں اور اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کریں۔ صحیح العقیدہ اہل السنّت والجماعت امام کی اقتداء کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر وقت اور ہر آن سمیع وبصیر ہے۔ اور نشیب وفراز کی مالک ہے۔ (۲) کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ صفات بشریت کے مصداق ہوں یا نہ ہوں گو کتاب کا ارشاد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بذاتہ بشر ہیں۔ تب بھی ہم نہیں مانتے (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جز ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ راسخ عقیدہ ہے۔ (۴) صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ بھی حاضر ناظر ہیں کیا شریعت مقدسہ کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کتب ائمہ اربعہ سے مفتی بہ قول تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

یہ عقائد اور کلمات کفریہ ہیں۔ (العیاذ باللہ) ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

انجانے میں بریلوی عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک انسان نے بھولے سے ایک بریلوی امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھ لی ہے۔ کیا اس انسان پر اس نماز کی قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں یا صرف نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور قضا یعنی

دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ (۲) مذکورہ بالا انسان کے لیے حدیث شریف کی روشنی میں کفر اور بے دین کا فتویٰ لگانے والے کے لیے شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

بریلوی امام کے عقائد وخیالات اگر شرک جلی تک نہیں پہنچے فقط رسوم وبدعات وغیرہ کا قائل ومرتکب ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) ایسا فتویٰ لگانا صحیح نہیں ہے۔ ہاں بریلوی امام کو مستقل امام بنائے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسا کفر کا فتویٰ لگانا گناہ ہے۔ توبہ کر لینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ

۵ رجب ۱۳۸۴ھ

بدعتی اور علمِ دین سے عاری شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس میں کہ چک نمبر ۱۱۷ میں ایک امام چک والوں کی طرف سے رکھا گیا ہے، جس میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ حقہ پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ رسومات بہت کرتا ہے، مثال کے طور پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، گیارہویں کے ختم دینا، جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد اکٹھا ہو کر دعا مانگنا قل وغیرہ کرنا، یعنی اس قسم کی بدعات کرتا ہے اور علم بھی بس اتنا رکھتا ہے کہ عید قربانی کے پہلے خطبہ پڑھا بعد عید کی نماز کے دو تین آدمیوں نے کہا بھی تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں پہلے پڑھے یا بعد میں۔ کچھ پارے قرآن مجید کے حفظ کیے ہوئے ہیں۔ باقی نماز کے مسائل کچھ نہیں جانتا۔ اگر کسی بات میں کہہ دو کہ بھائی مسئلہ اس طرح ہے تو میرے ساتھ لڑتا ہے اور مجھے چک والے وہابی کہتے ہیں یعنی اچھا نہیں سمجھتے۔ اور داڑھی بھی ایک مٹھی سے کم ہے۔ مجھے چک ۱۱۷ میں عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا اس امام کو رکھے ہوئے تین چار سال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی دیکھتا ہوں یعنی داڑھی مٹھی بھر سے کم رہی ہے۔ کیا داڑھی کے بال بڑھے نہ ہوں گے ضرور کٹاتا ہوگا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور گھر میرا ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ چک ۱۱۷ میں فقط دوکانداری کرتا ہوں اگر کوئی مسائل کی بات کرو تو نہیں سنتے کہتے ہیں۔ جہاں کوئی لگا ہوا ہے تمہیں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ شخص مبتدع ہے اور جب کہ وہ اتنا جاہل ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس کو ہٹانا اہل مسجد پر لازم ہے لیکن آپ کو

دوسری جگہ اس سے اچھی نہ مل سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہو اور مسئلہ آپ صحیح اور پختہ علماء سے معلوم کرتے رہو اور فساد کی صورت پیدا نہ ہو۔ اچھے انداز سے تبلیغ حق کرتے رہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک آدمی ہے جو امام مسجد کے پیچھے اس لیے نماز نہیں پڑھتا ہے کہ امام مسجد تنخواہ لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے لیے چندہ کراتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتا ہے۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور وہ ہر غیب کی بات کو جانتے ہیں۔ اس کی امامت درست نہیں۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

بدعات میں حصہ لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کہ جو آدمی داڑھی منڈاتا ہے۔ اور جو آدمی لواطت کرتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام گیارہویں بھی کھاتا ہو اور قل شریف بھی پڑھتا ہو اور مشرکین کا جنازہ بھی پڑھتا ہو اور دیگر رسومات میں بھی حصہ لیتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱-۲۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لائق امامت نہیں۔ اس کا امامت کے منصب پر فائز رکھنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۲ رجب ۱۳۹۶ھ

عقائد فاسدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جبکہ محلّہ کی مسجد کا امام بریلوی ہے۔اس کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حاضر اور ناظر یا عالم الغیب کا ہو اور یا اھل حدیث کہلاتا ہو یا ہے تو دیوبندی مسلک کا۔لیکن ڈاڑھی کتراتا یا منڈواتا ہو لہٰذا ان سب صورتوں میں ان حضرات کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جس بریلوی کا عقیدہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ ہو کہ وہ حاضر وناظر ہیں یا علم غیب جانتے ہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اہل حدیث بہت طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور بعض کے پیچھے خلاف احتیاط یا مکروہ ہے چونکہ پورا حال معلوم نہیں ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور دیوبندی ڈاڑھی منڈے کے پیچھے بھی اس سے بہتر کی موجودگی میں مکروہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

قبر والوں سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس آدمی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے ہیں۔اور بشر (انسان) کہنے سے غصہ لگتا ہے۔اور قبر والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی سفارش کروانے کو ضروری سمجھتا ہے۔اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو مستقل امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

شرح فقہ اکبر میں ہے۔ **ثم اعلم ان الانبیاء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله تعالی احیانا و ذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله کذا فی المسایرة** ص ۱۵۸۔

پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا عقیدہ غلط ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس شخص کی اقتداء کرنا اور امام بنانا جائز نہیں۔والجواب صحیح

امام پر اختلاف ہو تو کس رائے پر عمل کیا جائے گا

﴿س﴾

مکرمی ومحترمی بزرگوارم جناب قبلہ مفتی محمود صاحب۔قاسم العلوم ملتان۔

موضع پیرہ جانگلہ تحصیل تلہ گنگ ضلع کیملپور میں تین مسجدیں ہیں۔جن میں سے ایک مسجد قوم شیعہ اور دو مسجدیں اہل سنت والجماعت کی ہیں۔اور یہاں کی آبادی تقریباً دو ہزار کی ہے' شیعہ آبادی کا تقریباً ۱/۴ یا ۱/۵ حصہ ہیں۔اور بقایا تمام اہل سنت والجماعت ہیں۔ہر دو مسجدوں کے ساتھ برابر آبادی ہے۔ہماری ایک مسجد اہل سنت والجماعت جس میں آج سے تقریباً چالیس بیالیس سال پیشتر سید فرمان علی شاہ امام مسجد تھا۔جس نے تقریباً پچاس ساٹھ سال اس مسجد کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔وہ بزرگ اور نیک ہستی تھے۔ان کے فرمان کے مطابق ان کی قبر صحن مسجد میں بنائی گئی۔جو آج تک موجود ہے۔مسجد ہذا سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے تقریباً نصف شاہ صاحب مرحوم کے مرید تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے سید سخی شاہ رسول کے ذمہ فریضہ امامت لگایا گیا۔جنھوں نے تقریباً چالیس اکتالیس سال مسجد ہذا کی ڈیوٹی امامت کو سرانجام دیا۔لیکن اس عرصہ میں میری عمر بھی تقریباً ساٹھ سال کے قریب ہو رہی ہے۔نمونے کے طور پر بھی ایک دن ایسا نہیں کہ کسی دن ٹھیک پانچ وقت باجماعت نماز ہوئی ہو۔جس کی وجہ غیر حاضری امام ہوتی تھی۔ورنہ جن کے اوپر اللہ تبارک وتعالی کی پاک ذات راضی ہے۔وہ گو پانچ وقت ادائیگی فریضہ کے لیے مسجد میں آجاتے تھے۔جوں جوں زمانہ بدلتا گیا لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہوتے گئے۔تو شاہ صاحب یعنی سید سخی شاہ رسول سے متنفر ہوتے گئے۔اس کی وجہ صرف ان کی غیر حاضری اور ساتھ ہی ہر آدمی کے ساتھ بدکلامی تھی۔کہ جس نے بھی جماعت کے لیے عرض کی جواب ملا۔کہ بھائی اپنا کوئی امام لے آؤ۔آخر ایسا ہی کیا گیا۔دوسرا امام جو کہ حافظ قرآن پاک صحیح شریعت محمدی پر چلنے والا اور پانچوں وقت مسجد میں حاضر رہنے والا لایا گیا۔جس کے آنے پر قبلہ شاہ صاحب سابقہ امام خود بخود امامت سے استعفٰی دے کر الگ ہو گئے۔لیکن اس وقت سے عہدۂ امامت پارٹی بازی کی نذر ہو گیا اور اس امام مسجد نے ہزاروں باتیں اور ناجائز سننے کے باوجود عرصہ تین ماہ اس ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور چھوڑ گیا۔پارٹی بازی کے علاوہ امامت چھوڑنے کا سبب اور بھی تھا۔وہ یہ کہ حقوق امام مسجد جو کہ ہم باپ دادا سے دیتے چلے آرہے ہیں۔مثلاً شادی ہو تو دس روپیہ نکاح اور مبلغ پانچ روپیہ ہدیۂ کلام پاک اور کچھ شکر کوئی مر جائے تو پانچ روپیہ ہدیہ کلام پاک اور دو یا تین یا چار یا حسب توفیق مسر اور کوئی پیدا ہو تو ۵ روپیہ کان میں اذان دینے کے اور عیدوں پر

بھی نقدی چالیس سے لے کر ساٹھ ستر تک اور فصل ربیع پر غلہ گندم چھ سیر اور فصل خریف پر غلہ گندم یا باجرا چھ سیر فی گھر۔ مذکورہ تمام حقوق مسجد بھی اس امام کو کسی نے نہ دیے لیکن ایک ٹائم روٹی عرصہ تین ماہ میں دی گئی۔ صرف زمیندار بذات خود دوازگرہ خود مبلغ ۳ روپے ماہوار دیتا تھا۔ جس پر اس کا گزارہ مشکل تھا۔ تو بھی اس ڈیوٹی سے دستبردار ہوگیا۔ کچھ روز تمام آدمیوں نے الگ الگ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ماہ رمضان المبارک ۱۹۶۸ء آ گیا یہاں ایک آدمی جو پانچ وقت کا نمازی اور اچھا آدمی ہے۔ اور جو حافظ قرآن پاک تو نہیں البتہ چند سورتیں یاد ضرور ہیں صرف برائے تراویح ماہ رمضان میں مقرر کیا گیا۔ جس نے تراویح ماہ رمضان ۶۸ء پڑھائیں عید بھی پڑھائی اور عید پر اسے ایک جوڑا کپڑا ساٹھ ستر روپیہ بطور ہدیہ دیا گیا۔ جب اس نے چیز دیکھی کہ عبادت اپنی کرنی اور یہ آمدنی تو اس نے سلسلۂ امامت کو مضبوط کرنے کی خاطر ہر بڑے زمیندار کی خوشامد کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کے دن تک وہی امام مسجد ہے۔ آج ٹھیک عرصہ ایک سال ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو دن کی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ظہر اور عصر کی جماعت کرائی ہو یا مسجد میں آیا ہو تین ٹائم فجر' مغرب' عشاء' عرصہ ایک سال سے ہماری مسجد میں صرف تین ٹائم جماعت ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کافی لوگ موجودہ امام مسجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد میں جاتے ضرور ہیں لیکن اپنی اپنی الگ الگ پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک تو پرانی پارٹی بازی چلتی آ رہی ہے۔ دوسرا جو امام کا طریقہ کار کہ صرف مندرجہ بالا تین ٹائم آتا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ از راہ کرم کافی لوگوں کی نمازوں کا خیال فرما کر بمطابق شرع محمدی اور طریقہ اہل سنت والجماعت تحریری حکم نامہ بھیج کر مشکور فرماویں۔

﴿ج﴾

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے۔ جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح و متقی ہو۔ اور پابند جماعت ہو۔ (والاحق بالامامة) تقديما بل نصبا (الاعلم باحكام الصلوة) فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة . (الدر المختار باب الامامة ص ۴۱۲ ج ۱) صورت مسئولہ میں موجودہ امام جبکہ عرصہ ایک سال سے ظہر اور عصر کی جماعت نہیں کراتا۔ اور اسی امام کی وجہ سے اہل محلہ مسجد میں پانچ وقتہ جماعت سے محروم ہیں۔ تو پھر اس کو معزول کرنا نہ صرف ضروری بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ شامی میں تصریح ہے۔ اذا عرض للامام والمؤذن عذر منعه من المباشرة ستة اشهر للمتولي ان يعزله ويولي غيره وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر يبرئ اقول ان هذا العزل لسبب

مقتض والكلام عند عدمه قلت و سيذكر الشارح عن المؤيدة التصريح بالجواز لو غيره اصلح الخ (شامی کتاب الوقف ص ۴۵۲ ج ۳) خصوصاً ایسے امام کے لیے جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں۔ اور اس امام کو نہ چاہتے ہوں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ثلاثة لا تجاوز صلوتهم اذا نهم العبد الآبق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون (مشكوة ص ۱۰۰) وفي رواية ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون الحديث.

پس مسئولہ صورت میں بہتر تو یہی ہے۔ کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہو تاکہ کوئی اختلاف راہ نا پا سکے۔ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے۔ تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سب کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے۔ کہ وہ منتخب امام دیندار اور پانچ وقتہ نماز با جماعت کا اہتمام کرے در مختار ص ۴۱۳ ج ۱ میں ہے۔ (فان استووا يقرع) بين المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

بلا وجہ ایک امام معزول کر کے دوسرا امام رکھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو عرصہ بیس سال سے ایک چک کی مسجد میں امامت کر رہا ہو۔ اس میں کسی قسم کا شرعی لحاظ سے نقص نہ ہو چک والے اسے امامت سے خارج کرنا چاہیں مگر پیش امام مسجد چھوڑنا پسند نہ کرتا ہو بلکہ ناراضگی کا اظہار کرے لیکن اس کو مجبور کر کے اسے خارج کر کے دوسرا امام مقرر کر دیا جائے کیا شرع میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نا جائز۔

جو امام عرصہ بیس سال سے نماز پڑھانے والا ہے اس کے پیچھے کچھ مقتدی نماز پڑھنا نہ چاہیں تو وہ امام مسجد خود بخود چھوڑ دے یا نہ چھوڑے۔ ہر دو سوال کا جواب تحریر کر کے تفصیل وار مکمل جواب دیں۔ نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

دوسرے امام کے پیچھے نماز تو جائز ہے لیکن احق بالامامت پہلا امام تھا جبکہ اس کو بغیر کسی شرعی خرابی کے معزول کیا گیا ہو اگر امام سابق میں کوئی خرابی نہ ہو اور بلا وجہ اس کو نکالا گیا ہو تو نکالنے والے گنہگار ہوں گے اب اگر اوصاف امام میں دونوں برابر بھی ہوں پھر بھی حق سابق امام کا ہے۔ کیونکہ سوال میں لکھا گیا ہے کہ کچھ مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اس پر راضی ہیں اور اعتبار اکثر کا ہے۔ **کذا فی الدر المختار جلد اول فان استووا یقرع بین المستویین والخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم** ج ۱/ص ۴۱۳ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی امامت پر نمازیوں کی اکثریت راضی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گاؤں کی اکثریت عبدالشکور کو امام مسجد برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ عبدالشکور نیک سیرت اور پرہیزگار آدمی ہے۔ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔ مکمل قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہے اور تقریباً دو پارے زبانی یاد بھی ہیں۔ ہم اہالیان چک نمبر R ۹/۷ ہنومان گڑھ کی یہ دلی خواہش ہے کہ آپ عبدالشکور کو ان شرائط پر جانچ کر جو کم از کم ایک امام کے ہونے چاہئیں۔ مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر اکثریت اس کے امام ہونے پر رضامند ہے تو اس کا امام بنا درست ہے۔ ایک دو آدمیوں کا محض کسی وجہ سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۸ھ

لڑائی میں امام کے ہاتھ سے کسی کو چوٹ لگ گئی تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص پیش امام ہے۔ اس کی ہمسایوں کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ تو اس کے ہاتھوں کسی آدمی کو چوٹ لگی ہے تو کیا صورت مذکورہ میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر امام مذکور اپنے فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ **قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۸ھ

ناراضگی میں اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کی امام مسجد سے کافی عرصہ سے بول چال نہیں ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ دونوں میں جھگڑا صرف دنیاداری پر ہے۔ اور باقی لوگوں نے ان دونوں کو منانے کی کوشش کی لیکن صلح نہیں ہو سکی نہ امام مسجد مانتا ہے اور نہ مقتدی مانتا ہے۔ گزارش ہے۔ کہ اگر مقتدی اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

دیر سے آنے والوں کے خیال سے قرأت کو لمبا کرنے والے امام کو معزول کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی امام صاحب قرأت لمبی کرتے ہوں اور ان کو نمازی لوگ کہیں کہ قرأت لمبی نہ کیا کریں تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسئلہ معلوم کیا ہے کہ کچھ لوگ وضو بنا رہے ہوں تو ان کے لیے قرات لمبی کر دیا کریں تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جو وضو بنا رہے ہیں۔ وہی تو نہیں اور بھی آجائیں گے ان کے لیے بھی پہلے ہی سے لمبی قرات کی نیت چل رہی ہے کہ سب کو نماز جماعت سے مل جائے۔ کوئی بھی نہ رہے۔ اور جب سلام پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کتنے آدمی رہ گئے ہیں۔ اب کے اس سے بھی لمبی قرات کروں گا۔ تا کہ یہ بھی نہ رہنے پائیں۔ اور جو اذان ہوتے ہی جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے آگے بیٹھے ہیں ان کو کام بھی ہیں وہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ جلدی جماعت سے

نماز پڑھ کر فارغ ہو کر ہی کام کریں گے۔ تو ان کو جب دیر ہوتی ہے اچھی نہیں لگتی۔ پھر غصہ آنے لگتا ہے اور قرات ایسے پڑھتے ہیں کہ جیسے ریڈیو پر یا مجلس کے شروع میں رکوع پڑھتے ہیں۔ خوب لے لگا کر طرز سے اور جب دیکھتے ہیں کہ نمازی کم ہیں تو چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں پڑھتے ہیں۔ جیسے عم یتسائلون هل اتک وغیرہ ایک تو پہلے ہی دیر سے آتے ہیں۔ مقتدیوں کے کہنے پر چند دن ٹائم پر آتے ہیں۔ پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ مقتدی تنگ ہو کر ناراض ہو گئے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ان وجوہات کی بنا پر امام صاحب کو امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مقررہ وقت سے پانچ منٹ تاخیر سے جماعت کھڑی ہو یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے امام کو معزول کیا جاوے۔ یا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو اسی طرح قرات لمبی پڑھنا اگر اکثریت اس پر راضی ہو تو بھی بلا کراہت درست ہے البتہ امام کو مناسب یہی ہے کہ فرض نمازوں میں اس قدر قرات لمبی نہ کرے جس سے معذورین اور بیماروں کو شاق گزرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذوالحج ۱۳۹۶ھ

بلا وجہ امام کی مخالفت نہ کی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص احمد یار فیکٹری یونین کونسل ملک کلاں ایک عورت سے بدفعلی یعنی زنا رات کے وقت کرنے گیا اور عین موقعہ پر اس کو پکڑ لیا گیا۔ اور رسی وغیرہ سے باندھ لیا گیا۔ شہر کے نمبردار کو جب علم ہوا تو اس نے ایک میل دور بستی میں مولوی شیخ غلام یٰسین کو اپنے ڈیرہ میں بلایا۔ مگر مولوی مذکور کو پہلے علم نہ تھا۔ جب وہ آ گیا تو اس نے اور نمبردار نے ملکر اس عورت کے ورثاء کو بلا کر کہا۔ کہ یا تو زانی اور زانیہ کو قتل کر دو یا چھوڑ دو۔ اس طرح تمہاری بھی عزت ہے مگر انھوں نے کہا کہ ہم تو رپورٹ تھانہ پر کریں گے صبح نماز کے وقت احمد یار مذکور خود بخود کسی ذریعہ سے چھوٹ گیا اور بعد لوگوں سے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مولوی صاحب مذکور نے احمد یار زانی کی امداد کی ہے۔ جب کہ وہ رات کو آ کر ہمیں کہتا تھا کہ یا قتل کر دو یا چھوڑ دو۔ ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ حکم دے دیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے جو کہ فاسق ہو اور فاسق وہ ہوتا ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو۔ اور اس سے توبہ تائب نہ ہوا ہو۔ یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو۔ یہ ہے مسئلہ امامت کی شرعی حیثیت کا باقی مولوی صاحب مذکور کے فعل وعمل سے تو کوئی خاص گناہ کا ارتکاب معلوم نہیں ہو رہا ہے چہ جائیکہ اسے گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کی امامت کو مخدوش ومکروہ سمجھا جائے۔ بلا وجہ ایک عالم دین کو بدنام کرنا اور اسے اذیت پہنچانی شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور بے بنیاد وغلط پراپیگنڈہ کرنا جس سے مولوی صاحب کی علمی وجاہت کو ٹھیس پہنچے۔ قطعاً جائز نہیں ہے۔ مذکورہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے اور بے گناہ مولوی صاحب کا احترام اور وقار دلوں میں رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اختلاف کی صورت میں امام کون بنے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علاقہ زہری میں تقریباً سات چھوٹے چھوٹے قصبے محدود ہیں گورنمنٹ کی تحصیل ایک قصبہ میں ہے۔ شہر نامی نورگامہ ودیگر معتبر سردار قصبہ سموانی میں رہائش پذیر ہیں۔ طویل مدت سے دو جگہ عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ نو دس برس کا واقعہ ہے کہ ایک خدا پرست دیندار تحصیلدار نے تمام علاقہ یعنی سات قصبہ سے متفق طور سے چندہ حاصل کر کے ایک عیدگاہ تیار کی۔ تمام علاقہ ایک جگہ سموانی قصبہ کے پیش امام کے پیچھے نماز عید ادا کرنے چلے آتے ہیں۔ چار پانچ برس کے بعد نورگامہ والوں نے اعتراض کیا کہ ایک عید کی نماز ہمارے پیش امام دیں اور ایک عید کی نماز سموانی کا پیش امام ادا کرائے۔ اس مابین جھگڑا فساد کا خدشہ ہوا۔ حکماء نے فیصلہ کیا کہ عید کی نماز نورگامہ والے پیش امام دیں۔ ایک ہموانی والے۔ چار پانچ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ سموانی والے حضرات کے پیش امام ایک دیندار متقی عالم تھے۔ وہ چلے گئے۔ سموانی والے حضرات نے ایک بریلوی خیالات کا پیش امام مقرر فرمایا۔ نورگامہ والے ودیگر ایک عالم حقانی دیندار خدا پرست علماء دیوبند کے ہم خیال اپنے مدرسہ کے لیے لائے۔ تمام علاقہ کے خیالات یہ ہیں۔ جو زیادہ عالم ہے وہ عید کی نماز ادا کریں۔ مگر سموانی والے حضرات کا فرمان ہے کہ یہ مسلمہ عیدگاہ قدیم الایام سے ہمارا ورثہ ہے۔ بغیر ہمارے پیش امام کے دیگر کسی کو حق نہیں۔ براہ کرم واضح کریں کہ عید کے مسئلہ میں سرداری معتبر ہے یا کہ شرع میں جو زیادہ عالم ہو اس کا حق ہے یا کہ نفری ومردم شماری کے لحاظ سے کثیر التعداد اشخاص کے لحاظ کیا جاتا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ واضح رہے کہ امامت کا حق سب سے پہلے بڑے عالم کو ہے اور اگر دو آدمی علم میں برابر ہوں تو جو شخص اچھا قاری ہو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو شخص زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔ علی ھذا القیاس ۔ نیز امام راتب (مستقل) کا حق دوسرے سے مقدم ہے۔ اگر چہ وہ دوسرا شخص اس سے بڑا عالم ہی ہو۔ کما قال فی العالمگیریہ مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۸۳ ج ۱ دخل المسجد من ھو اولی بالامامۃ من امام المحلۃ فامام المحلۃ اولی کذا فی القنیہ ۔ اور اگر کہیں تنازعہ ہو جائے تو اعتبار زیادہ لوگوں کا ہوگا۔ وہ جس کو امام مقرر کردیں وہی امام بنے گا۔ اب اگر انھوں نے دونوں میں سے اچھے اور بہترین شخص کو پسند فرمایا تو بہتر ہے اور اگر دونوں میں سے اچھے اور بہترین کو پسند نہ کیا۔ تب بھی یہ امام بن جائے گا۔ اگر چہ ایسا کرنا خلاف اولی ہے۔

کما قال فی الدر المختار علی ھامش الشامی ص ۴۱۳ ج ۱ (فان استووا یقرع) بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم ۔ صورت مسئولہ میں جو بڑا عالم ہے اور متقی ہے۔ اگر اس کی امامت پر اتفاق ہو جائے تب تو بہتر ہے اور اگر اس پر اتفاق نہیں ہوتا اور فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے تو جیسے پہلے تنازعہ کا فیصلہ حکماء وقت نے کیا تھا کہ ایک عید نور گامہ والا پیش امام پڑھائے اور ایک عید سموانی والا پیش امام پڑھائے۔ اب بھی اسی فیصلہ پر کار بند رہنا چاہیے۔ فتنہ اور فساد ناجائز ہے۔ صلح وصفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اصل امام کے ہوتے ہوئے دوسرے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ایک عرصہ سے ایک حافظ امام مسجد موجود ہے۔ بستی کے کچھ لوگوں کی ذاتی طور پر اس سے عداوت ہوگئی انھوں نے ایک دوسرا امام بلا لیا اور کچھ لوگ اس کے پیچھے وقتاً فوقتاً نماز پڑھتے رہے۔ اگر چہ اکثریت اس امام کے ساتھ ہے۔ ایک دن صبح کو قدیم امام آیا تو اس نے دیکھا کہ نیا امام جماعت کرا رہا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں گا تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے اس نے اور اس کے بعض ہمراہیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز پڑھ کر ہماری نماز خراب کر دی۔ مہربانی فرما کر ایسا نہ کرو اور اس نے پھر دوبارہ جماعت کرائی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے۔ جو لوگوں کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امام صاحب (یعنی پنجگانہ اوقات کا امام) جو عرصہ سے بستی کے لوگوں کی اکثریت کا امام ہے۔ اور وہ برابر نماز پڑھا رہا ہے اس کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے شخص کو امامت کرنے کا حق نہیں ہے اور اگر اس نے نماز پڑھائی اور اس کے پیچھے امام سابق نے نماز پڑھ لی تو اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی آئندہ ایسا نہ کیا کرو یہ اس نے بہت ظلم کیا۔ کیونکہ کسی شخص کو نماز باجماعت سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے۔ امام مسجد کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید کرے نہ یہ کہ جو لوگ پڑھتے ہیں ان کو روکے پھر اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی اور جماعت دوبارہ ادا کی۔ اس کی جہالت اور کم فہمی اور مسائل شرعیہ سے ناواقفی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو اتنا پتہ نہیں کہ کسی فاسق وفاجر کے بھی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ایسے جاہل اور ناواقف امام کو کہ جو اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے اور دوسرے لوگوں کے اشارہ سے لوگوں کو نماز سے روکے ہرگز ہرگز امام نہ بنانا چاہیے مسلمانوں کے درمیان میں اتحاد پیدا کرنا امام کا فرض اولین ہے۔ یہ امام لوگوں کے درمیان میں فتنہ اور فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بشرط صحت واقعہ حکم مذکور صحیح ہے اگر واقعہ مستفتی نے صحیح نہ بیان کیا ہو تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مفتی مستفتی کے بیان کے مطابق جواب کا ذمہ دار ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

﴿س﴾

الاستفتاء مشتمل چند سوالوں پر

(۱) اول یہ کہ ایک قوم نے اپنے قومی بھائی عالم کو پیش امام بنایا اس کی زندگی تک وہ قوم اس کی امامت پر متفق تھی۔ جب وہ فوت ہو گیا اس کا بیٹا اس کی جگہ پر خلف ہو گیا اور وہ بھی امامت کے قابل تھا۔ اسی پیش امام کے رشتہ داروں وخویشوں نے اس کو کہا کہ ہم تجھ کو پیش امام نہیں بناتے بلکہ ہم بذات خود اسی قوم کی امامت کرتے ہیں۔ اور بعض قوم کو انھوں نے اپنے اوپر تملق وفریب سے متفق کیا۔ اور فی الواقع اسی بعض قوم کے اتفاق پر صرف ایک فتنہ اور فساد پھیلانے کے لیے تھا۔ نہ یہ کہ اسی بعض قوم نے پیش امام اول میں کوئی قصور پایا تھا۔ اور بعض قوم کہنے لگے کہ ہم امام مقدم کی امامت پر راضی ہیں۔ کیونکہ

ہم نے اس امام میں کوئی عزل کا موجب نہ پایا- یہ جھگڑہ اور تنازعہ قوم کے رئیس و سردار کو پیش ہوا- سردار نے امام قدیم کے مخالف لوگوں سے استفسار کیا کہ تم کیوں مقدم سے ناراض ہو گئے۔ کیا اس امام میں امامت کی قابلیت نہیں- مخالف لوگوں نے کہا کہ ہم نے امام قدیم میں کچھ قصور نہیں دیکھا صرف امامت مرضی کی چیز ہے- لہٰذا ہم پہلے امام کو چھوڑتے ہیں- امام مقدم کے موافق لوگ سردار کے سامنے کہنے لگے کہ یہ بعض قوم اور خصوصاً امام کے رشتہ دار اور اقرباء صرف ہمارے اتفاق کو توڑتے ہیں- اور مساجد بکثرت بنانا چاہتے ہیں- اور اسکے علاوہ بھی دوسروں کو اتحاد سے بذریعہ مکروفریب منع کرتے ہیں- براہ مہربانی امام مقدم کو ہمارے درمیان سے ان مفسدوں کے کہنے سے نہ نکالو- اور سردار صاحب کے حضور میں بہت احتجاج کیا- اور علاوہ اس قوم مخالف اور امام کے رشتہ داروں وغیرہ کو کہہ دیجیے کہ امام مقدم پر ہمارے ساتھ اتفاق کریں- سردار صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کو تو امام مقدم کی امامت کرنا منظور ہے- مگر چونکہ میں عالم نہیں ہوں اور نہ ہمارے علاقہ میں ایسا جید و محقق عالم ہے- لہٰذا تم پنجاب کے حضرات علماء کرام سے استفتاء کرو- امید قوی ہے کہ خدا پاک اس کی توفیق اور تحقیق سے تمھارے درمیان متنازعات رفع فرمائیں گے- (۲) دوسرا یہ کہ عزل کے موجبات براہ مہربانی آپ حضرات سے بوضوح مطلوب ہیں فقراء کے انتشار کو رفع فرما کر مشکور فرمادیں- جزاکم اللہ تعالیٰ عنا (۳) تیسرا یہ کہ امام اول متعلمین کو زمانہ مدید سے تعلیم دیتا ہے اور ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہے- اس لیے رشتہ داروں و عزیزوں نے اس کے طلباء کی تفریق کے لیے اور اشخاص اپنے ساتھ رکھ لیے کہ تم اس امام کے متعلمین کو الگ کرو- اور ہر وقت تم بھی روٹی مانگنے کے وقت اس کے پیچھے چلو- اس بناپر امام اول ان رشتہ داروں کے متعلمین کو بند کر سکتا ہے کہ تم صرف عناداً اس قوم کو تنگ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ تدریس دینی بند ہو جائے- اور امام قدیم اور قوم موافق کے مابین اتحاد کی بو نہ رہ جائے ازراہ مہربانی استدعا ہے کہ مسائل مرقومہ بالا تحقیق و تدقیق سے حوالہ کتب ارسال فرمائیں-

﴿ج﴾

اگر امام اول میں کوئی فساد دینی ہو- یا دوسرا کوئی اس سے احق بالامامت موجود ہو اور وہ اس کے باوجود اس امامت پر مصر ہے اور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں- تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہ تو اس میں فساد ہو جیسا کہ سوال میں مخالفین نے خود اقرار کرلیا ہے اور نہ دوسرا امام اس سے احق بالامامۃ یعنی اعلم و اقرأ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے- بلکہ اس کا عزل مکروہ ہوگا- اور مخالفین بوجہ تفریق بین المسلمین کے ارتکاب کے گنہگار ہوں گے- درمختار ص ۴۱۳ میں ہے- (ولو ام قوما و هم له كارهون ان) الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره) له ذالك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما و هم له كارهون (و ان هو احق ل)ا و الكراهة عليهم - بالخصوص یہاں تو ساری قوم مخالف نہیں بلکہ بعض قوم ہی مخالف ہے نیز طالبان علوم دینیہ کو تنگ کرنا اور علم سے روکنا سخت گناہ ہے- اس سے توبہ کرنا لازم ہے- اور اگر اس فعل شنیع سے نہ رکیں تو ان کو نہ پڑھایا جائے- واضع العلم عند

غير اهله كمقلد الخنازير الجواهر واللؤلؤ او كما قال النبى صلى الله عليه وسلم - البتہ اگر والدین اس گناہ کا ارتکاب کریں- تو ان کے بچوں کو علم کی تحصیل سے محروم نہ کیا جائے- ان لا تزر و ازرة وزر اخرى الأيه - واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس امام کی امامت پر تمام نمازی متفق ہوں اس کو معزول کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب جنھیں عرصہ پچاس سال ایک ہی محلّہ میں منصب امامت پر فائز ہوئے گزر گیا ہے مولانا صاحب شریف النفس اور سلیم الطبع انسان ہیں اور قرب و جوار میں ان کے کثیر تلامذہ بھی ہیں اور مولانا صاحب دین کی بہت خدمت کر رہے ہیں- حال ہی میں ایک شخص نے مولانا صاحب کے خلاف نفرت آمیز کلمے کہے اور دشنام طرازی بھی کی شرعاً ایسے انسان کے لیے کیا حکم ہے اور مذکور شخص دوسرا امام لے آنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں امامت کا حق دار سابق امام ہے یا جو اب آنے والا ہے جبکہ سارا محلّہ سابق امام پر راضی ہے- بینوا و توجروا

﴿ج﴾

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص مقرر کریں وہی امام رہے گا: لان الاعتبار للاكثر (اوالخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ج ا ص ۴۱۳ شامی - پس جبکہ سابق امام پر تمام محلّہ والے راضی ہیں تو وہی امام رہے گا- نیز بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا درست نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احق بالامامۃ کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص متقی عالم قدیم الایام سے ایک آبائی جگہ منصب امامت پر فائز المرام رہا ہے اب بھی اہل دیہہ کا سمجھ دار طبقہ امام قدیم کا عقیدت مند ہے- لیکن چند ایک ناسمجھ لوگوں نے ایک نئے امام کو اسی جگہ امام مقرر کرا کر ایک عظیم الشان ہنگامہ اور انتشار پیدا کر رکھا ہے- امام سابق ہر حیثیت سے امام ثانی سے فائق ہے- بحیثیت علم بھی و عمل بھی- کیا شرعاً امام قدیم بہتر ہوگا یا جدید؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر حقیقت حال یہ ہے کہ امام سابق امام ثانی پر بحیثیت علم و عمل فائق ہے اور اہل دیہہ کا

سمجھدار طبقہ اسی امام سابق کا حامی ہے- چند ایک ناسمجھ لوگوں کا امام سابق کو معزول کر کے فتنہ وفساد پیدا کرنا جائز نہیں- امام سابق کو بہر حال فوقیت ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے امام صاحب کو بداخلاق کہا گیا اور انھوں نے امامت سے معذرت کر دی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد عرصہ دراز سے امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے- چند دن ہوئے ہیں کہ دو نمازیوں کا امام صاحب کے ساتھ نماز کا وقت تبدیل کرنے کے بارہ میں جھگڑا ہو گیا، باتوں باتوں میں ایک نمازی نے امام صاحب کو بداخلاق کہا ہے- جس کی وجہ سے امام صاحب نے مصلیٰ چھوڑتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ آپ کے خیال کے مطابق بداخلاق ہوں- لہٰذا جو بااخلاق امام ہو اس کو امامت کے لیے مقرر کر لیں- میں نے جو ۱۵یا۱۶سال مسجد شریف کی خدمت کی ہے خداوند قدوس منظور فرمائے- اب آپ اپنا انتظام کر لیں- تین چار دن کے بعد متولی صاحب اور عوام نے آ کر امام صاحب کو راضی کر لیا کہ ہم آپ سے اور آپ کی امامت سے خوش ہیں- آپ بااخلاق ہیں جو اتنی لمبی مدت گزار گئے اب امام صاحب بدستور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں- کیا مصلیٰ چھوڑنے کا امام صاحب پر کوئی جرم تو نہیں ہے- کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ امام صاحب مندرجہ بالا کی روشنی میں مصلیٰ چھوڑنے کی عوام سے معافی مانگے- بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بلا شرعی عذر کے امام صاحب پر اعتراض کرنا اور بدنام کرنا گناہ ہے اگر واقعی امام صاحب میں کوئی عیب نہیں تھا صرف تبدیلی وقت پر معمولی سا جھگڑا ہوا اور امام صاحب کو ایک مقتدی نے بداخلاق تک کے الفاظ سے یاد کیا اور امام صاحب اس سے ناراض ہو کر مصلیٰ چھوڑ گئے- تو یہ مصلیٰ چھوڑنا امام صاحب کا کوئی جرم نہیں اور نہ ہی اس کو معافی مانگنے پر مجبور کرنا چاہیے- بلکہ جس نے امام صاحب کو ناراض کیا ہے اس کو امام صاحب اور دیگر نمازیوں سے معافی مانگ لینی چاہیے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کیے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص جو پرہیزگار ہو قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو- تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو عالم نہ ہو نہ ہی بہترین خطیب ہو- اور نہ ہی حافظ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا

امام رکھنا چاہتے ہوں- تو کیا وہ امام مسجد بننے نماز پنجگانہ نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر امام صاحب متقی و پرہیزگار ہیں- نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں- قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں- تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام مسجد اور انتظامیہ کی مرضی سے دوسرا امام رکھا گیا تو اس کی اقتدا کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کے امام مسجد صاحب سردیوں میں اکثر بیمار رہتے ہیں- تو ان امام صاحب کی جگہ عارضی طور پر ایک امام رکھ لیتے ہیں- اس سال نمازیوں نے امام مسجد کی رضامندی سے عارضی امام کو مستقل امام رکھ لیا- لیکن سابقہ امام نے صحت یاب ہونے پر چاہا کہ بعد میں آنے والا امام صاحب چلا جائے مگر ایسا نہ ہوسکا البتہ چند افراد نے سابقہ امام کی حمایت کی اور ایک چھوٹی جماعت کی تشکیل الگ ہوگئی- اب صورت حال یہ ہے کہ یہ نئی جماعت مسجد کے ایک حصہ میں الگ تھلگ بیٹھ جاتی ہے- جب جماعت ہو جاتی ہے تو یہ لوگ سابقہ امام کے پیچھے دوبارہ جماعت کرتے ہیں- تو کیا ایسا کرنا درست ہے-

(۲) مسجد کی انتظامیہ نے مسجد میں ایک کمرہ بنا کر مدرسہ قائم کیا ہے- جس میں بستی کے بچے پڑھتے ہیں قربانی کی کھال وغیرہ کی رقم میں سے امام مسجد کو پڑھانے کی ماہوار تنخواہ دیتے ہیں- تو کیا یہ درست ہے-

﴿ج﴾

(۱) جبکہ سابقہ امام کی رضامندی سے دوسرے شخص کو مستقل امام رکھ لیا گیا اور اکثر نمازی اس کی امامت پر خوش ہیں تو اس کا حق مقدم ہے- دوسری جماعت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور الگ جماعت نہ کریں- فقہاء کے نزدیک دوسری ۶۰ جماعتوں سے بھی پہلی جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی-

(۲) قیمت چرم قربانی اور عشر زکوٰۃ کا مصرف فقراء و مساکین ہیں- تنخواہ میں دینا جائز نہیں- تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلاعوض شرط ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معقول وجوہات کی بنا پر جس امام سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخص- زید- عمر- بکر تینوں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نزدیکی رشتہ دار ہیں- ان میں سے زید تاجر ہے بکر زمینداری کا کام کرتا ہے اور عمر امام ہے- تینوں کی جائیداد مشترکہ ہے کافی

جائیداد کے مالک ہیں اور جائیداد کے علاوہ کافی نقدی بھی رکھتے ہیں امامت بھی تینوں کی مشترکہ ہے اور یہ امامت ان کی آبائی وراثت چلی آ رہی ہے تینوں میں سے کوئی بھی عالم نہیں ہے صرف معمولی مسائل عامہ سے واقفیت رکھنے کے علاوہ تعلیم قرآن شریف ناظرہ خواندگی تک محدود ہے۔ جس طرح کہ ایک عامی مسلم کو ہوا کرتی ہے۔ اور اس امام کی ناخواندگی اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک مردہ لڑکی جو ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہوئی تھی وہ امام صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آئے تو عالم لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اولاد ماں کے بطن سے مردہ ہی پیدا ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہوا کرتی تو اس پر پیش امام نے کہا کہ چلو پھر نہیں پڑھائیں گے اب پوچھنا ہے کہ اس شخص یعنی امام سے وہاں کے لوگوں کی دینی ضروریات قطعاً پوری نہیں ہوتیں اور اس کے ساتھ یہ شخص امام اتنا متمول ہونے کے باوجود امامت آبائی وراثت سمجھتے ہوئے وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ' عشر' صدقات وغیرہ بھی وصول کرتا ہے۔ چونکہ ایک متمول اور کافی رسوخ کا مالک ہے۔ اس لیے لوگوں سے اپنے ذاتی دباؤں کی وجہ سے یہ سب کچھ وصول کرتا ہے کافی لوگوں نے اس کے صدقات اور واجبات کے عدم مستحق ہونے کی وجہ سے اور اس کی ناخواندگی کی وجہ سے اس سے اختلاف کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس سے درخواست کی کہ چونکہ ہماری دینی ضروریات کو آپ پورا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کسی اور عالم دین کو جو ہماری ضروریات دینی کو پورا کر سکتا ہو منگوا دو یا ہم خود منگوا لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہے۔ بلکہ الٹا اگر کوئی کسی عالم دین کو منگواتا بھی ہے تو یہ اسے نہیں چھوڑتا ہے اور جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر نماز ادا کرتے ہیں تو یہ امام اس شخص پر گمراہی اور گناہ گاری اور تارک جماعت جیسے فتوے لگاتا ہے۔ اب لوگوں میں کافی اختلاف ہے کچھ لوگ تو اس کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس کے ذاتی دباؤ کی وجہ سے بادل نخواستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے گھر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ امام نہ کسی اور امام کو اور نہ کسی طالب العلم کو چھوڑتا ہے تو کیا اس امام مذکور کو زکوٰۃ وعشر اور صدقات واجبہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں اور جو شخص اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر ہی ادا کرے کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہاں کے لوگوں کو اپنی دینی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی اور عالم دین کو لانا چاہیے یا اسی امام کے پیچھے نمازیں ادا کریں اور اسی سے دینی ضروریات پوری کریں۔ جبکہ دوسرا عالم دین بھی مل رہا ہو لیکن امام اس کو نہ چھوڑتا ہو اور امام مذکور کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ نماز بھی درست نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے علاوہ یہ امام مذکور حیلہ اسقاط کو بھی اس طریقہ سے کرتا ہے کہ اپنے اردگرد مسکینوں کا حصہ بٹا کر قرآن شریف کو ایک دفعہ چکر دینے کے یعنی پہلی مرتبہ چکر دینے کے چار روپیہ اور پھر ہر مرتبہ چکر دینے کے تین تین روپے لیا کرتا ہے۔ اسی طرح سے جتنے روپے بنتے ہیں پھر وہ شخص اسی حساب سے رقم وصول کر لیتا ہے۔ اور یہ رقم پھر اس سے لیتا ہے۔ اور اس میں اس کا حصہ مقرر ہے اور یہ چکر قرآن مجید کا کافی مرتبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے یا نہیں؟ (بینوا وتوجروا)

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی اکثریت اپنے امام پر رضامند نہیں پس اگر واقعی امام میں ایسی خصلتیں موجود ہوں تو اس کو معزول کرنا چاہیے۔ ایسا امام منصب امامت کا اھل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس کیفیت سے اس نے حیلہ اسقاط وغیرہ رائج کر لیا ہے اس کا ثبوت سلف صالحین سے نہیں ملتا نیز اس کے لیے زکوٰۃ وعشر کا لینا جائز نہیں۔ جن لوگوں نے باوجود اس کے متمول ہونے کے اس کو زکوٰۃ یا عشر کا مال دے دیا ہے تو ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ البتہ دوسرے امام کے تقرر تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ نماز کا اعادہ نہ کرے یعنی دوبارہ منفرداً نہ پڑھے۔ بہرکیف یہ امام دائمی امامت کا اھل نہیں ہے۔ جیسے کہ درمختار کی عبارت میں نصبا کا لفظ اس پر دال ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ والاحق بالامامة تقديما بل نصبا (مجمع الانهر) الاعلم باحكام الصلوة۔ فقط صحتة و فسادا بشرط اجتنابه للفواحش ۔ اگر اس امام کے رشتہ دار دوسرے امام کے تقرر پر راضی نہ ہوں تو ان کی بات مسموع نہیں ہوگی بلکہ قوم کی اکثریت معتبر ہے۔ کما قال صاحب الدر بعد هذه العبارة ۔ فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ۔ چونکہ قوم چاہتی ہے کہ اس سے بہتر کسی عالم کو امام مقرر کر لیں اور بلا وجہ امام سے متنفر نہیں ہے۔ اس لیے حدیث کی رو سے اس امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی حدیث میں ہے۔ لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما و هم له كارهون ۔ درمختار جلد اول ص ۴۱۳۔

خواب کی بنا پر امام کو ہٹانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد انور نامی امام مسجد قرآن کا حافظ ہے۔ جس کے پاس متعدد بچے قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آج تک اس کے بارے میں کوئی شکایت نہیں۔ اس کے شیعہ رشتہ داروں نے اس سے رشتہ چاہا۔ تو اس نے سنیت کی قید لگائی چنانچہ ان رشتہ داروں نے اس کے پیچھے سنی والی نماز شروع کر دی۔ اور امام نے نکاح کر دیا بعد میں جب یہ امام ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ شیعہ ہو جا۔ امام نے کہا میں شیعہ ہرگز نہیں بنتا۔ اگر تم رشتہ نہیں دیتے تو اپنے پاس رکھو اس اثنا میں امام صاحب کے بھائی کو کہتا ہے۔ کہ خواب آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ اس امام کو مصلیٰ سے ہٹا دو۔ چنانچہ اب مسجد ویران ہے۔ اب اس خواب سے اور اس واقعہ سے وہ حق امامت سے محروم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ خواب اور اسی طرح مذکورہ بالا رشتہ کرنے سے امام مذکور کو امامت سے ہٹانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودخور کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص علانیہ سودخوری کرتا ہے کیا ایسا شخص کسی مسجد کا امام یا متولی ہوسکتا ہے یا کہ نہیں۔

(ج)

سودخور شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔ اور تولیت مسجد کا بھی اہل نہیں ہے۔ لقولہ تعالی ان اولیاؤہ الا المتقون . فقہاء کی تصریح ہے۔ کرہ امامۃ الفاسق کراہۃ سے مراد کراہۃ تحریمی ہے۔ اور سود کھانا کبائر میں سے ہے۔ اگر حلال سمجھے تو کافر ہے۔ بہرحال فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۳۹۵ھ

غاصب، سودخور کی امامت کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جنت کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا اور درج رجسٹر بھی کیا جنت کے ورثائ نے جنت کے نکاح کے متعلق زید سے دریافت کیا۔ زید اس وقت بعد نماز فجر مسجد میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ زید نے کہا کہ میں تلاوت قرآن پاک کر رہا ہوں نہ میں نے جنت کا نکاح پڑھا ہے اور نہ مجھے کوئی علم ہے۔ زید نے حلف اٹھا کر صریحاً جھوٹ بولا۔ کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں۔

ایسے شخص کی شہادت معتبر اور معقول ہے یا نہ۔ (۲) زید غاصب اور سودخور بھی ہے۔ غاصب اور سودخور کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا۔

(ج)

تحقیق کی جاوے اگر زید نے واقعی جھوٹ بولا ہو اور وہ غاصب وسودخور بھی ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ تائب ہوجائے توبہ تائب ہونے کے بعد اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۱ رجب ۱۳۹۱ھ

سود کی حلت کا فتویٰ دینے والے کی امامت کا حکم

(س)

ایک شخص سودخور ہے اور سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہوا ہے۔ موصوف بصفات ذیل ہے مسجد اور مدرسہ کی خیانت کرتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اپنے مقرر شدہ امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھتا کبھی جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا بعد میں دوسری جماعت کرتا ہے۔ کبھی عین جماعت کے وقت بالمقابل دوسری جماعت شروع کر دیتا ہے۔ اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔ ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہ۔

(ج)

جس امام میں مذکورہ بالا صفات ذمیمہ موجود ہیں شرعاً وہ فاسق ہے۔ ایسا شخص لائق امامت نہیں، جس سود کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے۔ اس کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ جب تک اس شخص کا فتویٰ سود کی حلت کا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس شخص کے اس فتوی دینے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال اس کے فسق کے لیے یہ دوسری باتیں اگر واقعی اس میں ہوں کافی ہیں اور فاسق کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فاسق شرعاً امامت کا اہل نہیں کیونکہ امامت مقام تعظیم ہے اور فاسق شخص بوجہ فسق کے قابل توہین ہے۔ کذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

سودخور کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ زید ایک برائے نام عالم دین اور حافظ قرآن ہے۔ بستی مذکورہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ کافی عرصہ سے اس نے بنکاری کا کاروبار کر رکھا ہے اور وہ یوں کہ بنک سے قرضہ پر رقم لے کر آگے ضروریات کے لیے لوگوں کو اس رقم پر مبلغ دس فی صد سود لیتا ہے۔ مثلاً کسی نے سو روپے قرضہ لیا اور وہ قرض خواہ سال کے بعد ۱۱۰ روپے ادا کرے گا اس طرح کر کے اس نے سودی کاروبار چلا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ امام صاحب کی کریانہ فروشی کی دوکان بھی ہے اور لوگ ادھار سودا سلف لیتے رہتے ہیں اور جب کوئی شخص اپنی سودی رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی کریانہ والی دوکان کا حساب بے باق کر لیتا ہے اور سودی رقم پھر چلتی رہتی ہے۔ تاکہ سود بڑھتا رہے اور کام خوب چلے کچھ دنوں سے کسی نے اس کی مخبری کر دی اور جب مقتدیوں نے سنا تو امام مذکور کو برا بھلا کہا اور کہا کہ قرآن

کے حافظ ہو خدا خوفی کرو تو اس پر اس نے یہ کام اپنے بیٹے بکر کے سپرد کر دیا حالانکہ بکر نابالغ اور ناسمجھ ہے۔ اس طرح یہ کاروبار برائے نام لڑکے کے لیے اور کرتے خود امام صاحب ہیں اور سود کا نفع خود کھاتے ہیں' مقتدی امام مذکور سے متنفر ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ یہ سود خور ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ پیش خدمت ہے برائے کرم فتویٰ دے کر ہمیں بتلا دیں کہ آیا واقعی یہ ٹھیک ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یا نہیں۔

﴿ج﴾

چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے۔ اس لیے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے اور اس کے مذکورہ بالا حالات ہوں تو وہ شرعاً فاسق اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ فاسق شرعاً لائق امامت نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے' اس لیے مقتدیوں کو ایسے امام کو امامت سے ہٹانا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سودی قرضہ کی رقم سے ٹیوب ویل لگوانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) ہمارے گاؤں کے امام مسجد نے جو عرصہ اٹھارہ سال سے ہمارے گاؤں کی مسجد میں امامت کروا رہے ہیں' کئی اور حصہ داروں کے ساتھ مل کر زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم چار فیصد شرح سالانہ سود پر قرض لے کر صرف اپنے حصہ کا ۱۵۰۰ روپیہ سے اپنی زمین میں ٹیوب ویل نصب کروایا ہے۔ اصل زر اور سود کی رقم اس پر سات سال کے عرصہ میں واجب الادا ہے۔ ہم گاؤں کے مقتدی سخت تذبذب میں ہیں کہ ایسے شخص کی امامت کے بارے میں علماء دین ومفتیان شرع متین کوئی صحیح اور بین فتویٰ صادر فرمائیں تو ہمیں اطمینان قلبی نصیب ہو۔ آیا ایسے امام کی امامت جائز ہے یا حرام۔ (۲) نیز ایسی مہندی کا استعمال جس سے بال سیاہ ہو جائیں' جائز ہے یا حرام، اور (۳) اگر جماعت کراتے وقت اگلی قطار میں بائیں ہاتھ نابالغ لڑکے کھڑے ہو جائیں' جب کہ پیچھے کافی جگہ موجود ہو اور پچھلی قطاروں میں مقتدی بھی کم ہوں تو کیا ایسی جماعت میں کوئی خلل یا کراہت ہوگی یا نہیں، اور (۴) اگر اسلامی طلباء پڑھ رہے ہوں جماعت ہو جائے وہ شامل نہ ہو سکیں تو کیا معلم اس کے بعد میں جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما دیں۔

﴿ج﴾

(۱) شرعاً چونکہ سود لینا دینا حرام ہے۔ اس لیے اگر واقعی امام نے زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار کی رقم سود پر لی ہے تو شرعاً یہ ارتکاب کبیرہ وفسق ہے۔ وہ امامت کا اہل نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ انتظامیہ مسجد کو اسے امامت سے

ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ کیونکہ امامت مقام تعظیم اور کرامت ہے اور فاسق لائق توہین ہے۔ کذا فی الشامی (۲) خالص سیاہ خضاب کے متعلق امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص (۲۰۸-۲۰۷) سے بعینہ ایک جواب نقل کیا ہے جس میں تحریر ہے کہ مردوں کو سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا حرام ہے کہ اس پر کلیاً اور جزئیاً وعید آئی ہے۔ کما روی مسلم عن جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة وراسه ولحیته کالثغامة بیاضا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا هذا بشئی واجتنبوا السواد مسلم الکتب الستة ص ۱۰۵۴ حدیث نمبر ۵۵۰۹ والامر للوجوب وترک الواجب یوجب الوعید وروی ابوداؤد والنسائی عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون قوم یخضبون فی اخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة ابو داؤد الکتب الستة ص ۱۵۲۹ حدیث نمبر ۴۲۱۲ البتہ اگر سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ ملا دے جیسے سرخ مہندی یا نیلگوں تو حرام نہیں ہوگا (۳) نابالغ اگر ایک ہو تو صف کے ساتھ دائیں یا بائیں کھڑا ہو اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو بڑوں کی صفوف کے پیچھے کھڑے ہوں ایک سے زیادہ بڑوں کے ساتھ کھڑے نہ ہوں۔ (۴) جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اگر کوشش شمولیت کی ہو اور کسی وقت رہ جائے تو معلم مسجد سے باہر ان کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتا ہے۔ لیکن یہ عادت ہرگز نہ بنائیں' فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سود پر قرض لیکر کاروبار پر لگانے والوں سے امام مسجد کے تنخواہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں پاکستان کی منڈیوں میں جو کاروبار ہو رہے ہیں۔ اکثر آڑھتی حضرات بینک سے رقم لے کر کاروبار پر لگاتے ہیں اور اس رقم کا سود حکومت کو دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی منڈیوں میں کہ جس میں اکثر آڑھتیوں کا اس طرح کا کاروبار ہو از روئے فتویٰ امام مسجد کے لیے ان لوگوں سے تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

احتیاط اس میں ہے کہ امام مسجد کے لیے کسی شخص سے قرض لے کر تنخواہ ادا کر دی جائے۔ پھر مشتبہ آمدنی سے قرضہ ادا کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

سودی لین دین کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک صاحب جو کہ امام اور خطیب جامع مسجد ہیں - انھوں نے پچھلے سال گورنمنٹ سے کھاد سود پر لی اور سود ادا کیا - حالانکہ حکومت کی طرف سے کوئی جبر نہیں تھا میں نے انوار العلوم ملتان سے اس کا فتویٰ مانگا - انھوں نے فرمایا ایسا شخص علی الاعلان توبہ کرے - اور اس پر استقامت اختیار کرے تو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے - لہٰذا صاحب موصوف نے اعلانیہ توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا - اس سال پھر انھوں نے ایسا کیا ہے - مگر فرق صرف یہ ہے کہ اپنے بیٹے کے نام خریدی ہے - جو کہ نافرمان نہیں، شادی شدہ ہے - ابھی ابھی بلوغ کو پہنچا ہے - اپنے والد کا نہایت تابع ہے - ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے اور سوتے بیٹھتے ہیں - اب فرمایئے کہ صاحب موصوف کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

ہر قسم کا سودی کاروبار حرام ہے - اور سودی کاروبار کرنے والے اور اس کی کتابت کرنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے اور ایسے کاروبار کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے - صورت مسئولہ میں مسجد کی تنظیمی کمیٹی اور باقاعدہ جماعت کی پابندی کرنے والے نمازی تحقیق کریں - اگر واقعی امام صاحب نے خود سودی سودا کیا ہے اگرچہ کاغذات میں بیٹے کا نام درج کیا ہے تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے اور کسی متدین شرع کے پابند عالم کو امام مقرر کیا جائے - اگر یہی امام صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور منتظمہ کمیٹی کو یقین غالب ہو جائے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس کی امامت پر مقتدی خوش ہوں تو اس کی امامت بھی جائز ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بینک میں رقم جمع کرا کر سود لے کر خود استعمال نہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) کہ ایک آدمی ہے جس نے صرف حفاظت کے لیے اپنی رقم بینک میں جمع کرائی ہوئی ہے - بغیر سود پر یعنی سود مطلقاً نہیں لیتا -

(۲) اور ایک دوسرا آدمی ہے جس نے بینک میں رقم جمع کرائی ہوئی ہے سود پر یعنی سود بینک سے ضرور وصول کر لیتا ہے - لیکن وہ سودی رقم خود نہیں کھاتا بلکہ سودی رقم کو مساکین وغربا میں تقسیم کر دیتا ہے - برائے مہربانی ہر دو بالا صورتوں کی دلائل شرعیہ سے وضاحت فرمائیں - اور کیا ان دو بالا اشخاص کا امامت کرانا درست ہے - بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

پہلا شخص امامت کا مستحق ہے - اور اسے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ بینک والوں سے مطالبہ کرے کہ اس کا روپیہ سود پر نہ لگائیں - اور کوشش کا طریق زبانی معلوم کر لیں - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجبوری میں بنک سے سود لے کر توبہ کر لینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کی رقم دینی تھی رقم لینے والے نے اپنے مقروض کو اپنی رقم کے مطالبہ میں بہت تنگ کیا یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا کہ یا تو میری رقم ادا کرو یا اپنی امامت اس کے عوض میں دے دو - مقروض نے مجبور ہو کر بینک سے سود پر قرض اٹھا کر اسے رقم ادا کر دی اور یہ شخص سود کو حرام بھی سمجھتا ہے محض مجبوری کی بناء پر اس نے اس کا ارتکاب کیا ہے - سود کو نہ حلال سمجھتا ہے اور نہ ہی جائز کیا یہ شخص امامت کا حق دار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اگر اس مجبوری کی بناء پر سود لے چکا ہو اور اس کو ناجائز سمجھتا ہو اور اس غلطی پر توبہ تائب بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی امامت درست ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد نے قسم کھائی اور حانث نہ ہو تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد سے اس مضمون کی تحریر پر دستخط کرائے گئے کہ اگر میں اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بیٹے کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ اشارۃً یا ارادۃً بھی کروں تو تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہوں گی اس کے بعد امام مسجد کی بھتیجی مذکورہ کا نکاح حسب بیان امام مسجد اس کی لاعلمی میں دوسری جگہ کرا دیا گیا امام مسجد کا بیان ہے کہ میں اس نکاح میں اشارۃً یا ارادۃً تو شریک نہیں ہوں - لیکن بستی کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام مسجد اس نکاح میں شریک تھا لہٰذا اس کی قسم ٹوٹ گئی - اور تمام حلال چیزیں حرام ہو گئیں - اس جھگڑے کو بصورت استفتاء پیش کیا گیا علماء کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ اگر شرعی ثبوت اور شہادت سے

یہ امر ثابت ہو جائے کہ امام مسجد مذکور نے اپنی بھتیجی مذکورہ کے نکاح میں قسم کے خلاف اشارۃً یا ارادۃً شرکت کی ہے تو حافظ فضل الٰہی صاحب امام مسجد کی بیویوں کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ تین علماء دین حافظ صاحب موصوف کی بستی میں پہنچے اور مسجد میں علماء کی موجودگی میں تمام بستی کے باشندے اور قرب وجوار کے معززین شریک مجلس ہوئے۔ علماء نے عوام کے سامنے اعلان کیا کہ اگر ہم لوگ جان بوجھ کر قصداً شریعت کے خلاف فیصلہ کریں تو ہماری بیویوں کو تین طلاق ہوں۔ اس اعلان پر حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں علماء پر کامل اعتماد ہے علماء کے فیصلہ کو ہم لوگ بہ دل و جان تسلیم کریں گے چنانچہ حافظ فضل الٰہی کے خلاف شہادتیں طلب کی گئیں صرف ایک شہادت شرعی طور پر گزری دوسرے شاہد کے ساتھ چونکہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد مذکور کی عداوت ثابت ہوگئی جس کا اقرار خود شاہد نے اپنی زبان سے کیا اس لیے اس کو قبول نہ کیا گیا اور حافظ صاحب نے عدم شرکت پر حلف اٹھایا اس کے بعد تینوں علماء نے تمام قوم کے سامنے متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ ایک شہادت سے کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا حافظ صاحب امام مسجد مذکور ان کی قسم میں حانث ہونا ثابت نہیں ہوا اس لیے ان کی بیویاں ان پر حلال ہیں اور ان کے لیے نماز جائز ہے علماء کرام کا یہ متفقہ اعلان سن کر تمام لوگ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور علماء بھی مسائل بتا کر واپس آ گئے۔ اب بعض لوگ علماء کے اس فیصلہ کو غلط سمجھ کر امام مسجد مذکور کے پیچھے نماز ناجائز سمجھتے ہیں اور بغیر ثبوت شرعی بیویوں کو مطلقہ بائنہ خیال کرتے ہیں اور محض عداوت کی بناء پر چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا امام اس مسجد میں مقرر کر دیں لہٰذا جواب طلب یہ امر ہے کہ امام موصوف کے مخالفین کا یہ رویہ شرعاً کیسا ہے۔ حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بغیر ثبوت شرعی کے حافظ صاحب پر الزام عائد کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ علماء کرام نے بستی میں پہنچ کر شرعی شہادتیں طلب کیں اور حافظ فضل الٰہی صاحب کے خلاف صرف ایک شہادت شرعی ملی اور دوسری شہادت کو علماء کرام نے شرعی نہ ہونے کی وجہ سے رد کر دیا تو حافظ فضل الٰہی صاحب اپنی قسم میں حانث نہ ہوئے اور ان کی بیویاں ان کے لیے حلال و جائز ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ علماء کرام نے جب فیصلہ شریعت کے موافق کر دیا تو لوگوں کا اس فیصلہ شرعی کو نہ ماننا علماء کرام اور شریعت مطہرہ کی توہین اور اتباع ہوٰی ہے یہ حرکت سخت گناہ بلکہ کسی وقت حد کفر تک پہنچ جاتی ہے قرآن شریف میں ہے ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ لہٰذا ان کو چاہیے کہ علماء کرام کے فیصلہ پر عمل کریں اور

حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں اور ان کی بیویوں کو ان کے لیے حلال سمجھیں اور حکم شرعی سننے کے بعد حافظ صاحب پر الزام نہ لگائیں کیونکہ ایسی صورت میں کسی پر الزام لگانا بہت سخت گناہ ہے حدیث شریف میں ہے من قال فی مؤمن ما لیس فیہ اسکنہ اللہ رونمة الخیال اور جو لوگ حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بالا احکام شرعیہ سننے کے بعد محض عداوت اور نفسانیت کی بنا پر کسی دوسرے شخص کو امام بناتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے والے ہونگے اور یہ بھی ناجائز و حرام اور موجب عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان اللہ لا یحب المفسدین مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس میں اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنے کی کوشش کریں اور تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں قرآن کریم میں ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الآیہ۔

بے نکاح کسی کی عورت رکھنے والے کی جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بے نکاح عورت اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہے اور اس کا پچھلا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ شخص نمازی ہے اور باجماعت نماز پڑھتا ہے چند دن سے یہ شہرت ہے بلکہ ایک عالم دین نے کہہ دیا ہے کہ جس جماعت میں مل کر یہ نماز پڑھتا ہے نہ ان نمازیوں کی اور نہ اس امام کی نماز ہوتی ہے جس کے پیچھے یہ نماز پڑھتا ہے۔ نمازیوں کو اور امام کو اس میں از حد پریشانی ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

جس نماز میں وہ شخص شریک ہوتا ہے دوسرے نمازیوں اور امام صاحب کی نماز پر اس کی شرکت سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر یہ بات درست ہے کہ شخص مذکور اس فعل کا مرتکب ہے تو دوسرے لوگوں کو اس سے قطع تعلقات کرنا درست ہوگا۔ اور اس کو خوشی و غمی میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اگر یہ شخص جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے۔ تو اس سے دوسروں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مذکورہ عالم دین نے مسئلہ غلط بتایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حق زوجیت ادا نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ایک شخص جس نے پہلے دو شادیاں کی ہوئی

ہیں۔ اور انصاف ایک کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا اس کا بین ثبوت اس کی جسمانی حالت اور طبعی صحت کی عدم موجودگی ہے۔ لیکن ضد کی بناء پر اس نے تیسری شادی بھی کر لی ہے۔ حالانکہ اسی کی پہلی دو بیویاں اپنے اپنے میکوں میں مصیبت اور تکلیف کے دن کاٹ رہی ہیں۔

اس تیسری شادی کے موقع پر ایک عالم نے یہ کہہ کر نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا۔ کہ یا تو تو اپنی پہلی بیویوں کو طلاق دو یا انھیں گھر میں آباد کرو۔ تب نکاح درست ہے۔ اور میں پڑھوں گا۔ ورنہ نہیں۔ لیکن انھوں نے ضد کی اور دوسرے عالم نے لالچ سے نکاح پڑھ دیا ہے۔ جواب سے مطلع فرمادیں۔ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص حقوق زوجین ادا نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں قصداً کوتاہی کرتا ہے۔ تو یہ شخص گنہگار ہے اگر وہ امام ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ نکاح خواں مولوی صاحب کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نکاح پر نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پندرہ سولہ سال قبل ایک یوم ایک برادری کے مجمع میں بیک وقت چھ نکاح منعقد ہوئے۔ نکاح سب کے سب لڑکیوں کے ورثا نے برضا مندی اپنی لڑکیوں کے پڑھائے بعد ازاں ان کی شادیاں ہوگئیں۔ مگر ایک لڑکی جس کا نکاح اس کے والد نے برادری میں پڑھایا تھا کی شادی میں تاخیر ہوتی چلی گئی کہ اس کا والد کچھ انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ لڑکی کسی دوسرے آدمی کے حوالے کر دی اور اس سے اپنی ایک دوسری لڑکی جو پہلے ایک شخص کی منکوحہ تھی وہ لے کر آ گئے۔ دو ہزار میں فروخت کر دی اور یہ متنازعہ لڑکی بلا نکاح اس کے ساتھ روانہ کر دی بلا نکاح کی حالت میں اس لڑکی کے دو بچے بھی ہوگئے۔ حالانکہ اس کا نکاح جس شخص سے ہوا تھا۔ اس کے گھر آباد بھی نہ ہوئی تھی۔ انھیں دنوں ایک مولوی صاحب نے جان بوجھ کر حالات سننے کے باوجود بلا حصول طلاق از خاوند اول اس لڑکی کا نکاح اسی دوسرے مرد سے کر دیا۔ حالانکہ سب کے نکاح شرعی پر بیسیوں شاہد موجود ہیں۔ علاقے کے معزز افراد ممبر نمبردار چیئرمین وغیرہ تک شہادت دیتے ہیں کہ سب کا نکاح ہمارے سامنے ہوا تھا اور ایک کے

بجائے چھ نکاح تھے۔ وہ سب خوشی اور رضا کے ساتھ ہوئے تھے۔ اب یہ نکاح پر دوسرا نکاح مولوی صاحب نے جو پڑھا ہے منعقد ہوا یا کہ نہیں۔ نیز مولوی صاحب نے جو جان کر یہ کام کیا اب وہ امامتِ نماز کا لائق رہا یا کہ نہیں۔ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور جب بعد میں اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا تو فرمانے لگے میری مرضی میں نے کیا ہے۔ جاؤ کر لو جو کچھ کرنا ہے۔ حالانکہ نکاح سابق والد نے خود کیا تھا۔ جن پر خیار بلوغ بھی نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ لڑکی بھی اس وقت بالغہ راضیہ تھی۔ نیز اس مولوی صاحب کے اپنے نکاح کا کیا حال ہے۔ کہ حرام کو حلال کہنے کا بلکہ بنانے کا مرتکب ہے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع امام مذکور نے منکوحہ غیر کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے۔ مرتکب کبیرہ کا ہوا۔ لمافی **ردالمحتار مطلب فی النکاح الفاسد ص ۳۸۰ ج ۲. واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته الخ لم یقل احد بجوازہ** . لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص امامت کے لائق نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ **کما فی الدر المختار ص ۴۱۲ ج ۱. ویکرہ امامة عبد الخ وفاسق وفی ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱' (قولہ فاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد من یرتکب الکبائر الخ بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم. وفی الکبیری للحلبی ص ۴۷۹ قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم.** علامہ شامی نے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے اور فاسق کو امام بنانے کی حرمت کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ فاسق از روئے احادیث واجب الاھانت ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس طرح امام بنانا اس کو حرام ہوا۔ عبارت شامی کی یہ ہے۔ **اما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمہ بانہ' لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ' وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ** (شامی ص۴۱۴ ج۱) واللہ اعلم

بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے سے تعلقات رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے بے نکاح عورت رکھی ہے اور دو لڑکے بھی اس کے ہیں بیس سال کے عرصہ سے زیادہ ہو چکا ہے اور ایک حافظ امام مسجد اس کے ساتھ کھانا کھاتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

《ج》

ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا اوراس کے ساتھ خوردونوش اور اختلاط کرنا درست نہیں لہٰذا امام مسجد کو چاہیے کہ اس سے تعلقات اور خوردونوش ختم کردے پھراس کی امامت درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوان بیٹی کوگھر بٹھائے رکھنے والے امام کاحکم؟

《س》

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک امام مسجد کی بالغ جوان لڑکی گھر بیٹھی ہے۔باوجود سمجھانے اورتاکید کرنے کے وہ کسی سے نکاح نہیں کراتا۔توکیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یانہیں؟

《ج》

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن باوجود اچھا موقعہ کفو میں ملنے کے اپنی دختر کا نکاح نہ کرنا برا ہے۔ایسا نہ کرنا چاہیے۔ارشاد ربانی ہے۔وانکحوا الایامی منکم۔فقط واللہ اعلم

غیرشادی شدہ،حقہ پینے والے کی امامت کاحکم؟

《س》

(۲) ایک شخص عالم ہے اوردرس نظامی کا فاضل ہے اور بظاہر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں پائی جاتی۔البتہ وہ غیر شادی شدہ ہے اورحقہ پینے کا عادی ہے تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے یانہیں۔نیز یہ فرمادیں کہ شادی شدہ ہونا امامت کی اُن شرائط میں سے ہے جس کے بغیر امامت نہیں کراسکتا۔نیز واضح کریں کہ شریعت کی رو سے حقہ پینا کیسا ہے۔

《ج》

غیرشادی شدہ ہونا مانع امامت نہیں۔البتہ حقہ وسگریٹ ودیگر منشیات استعمال کرنے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔فقط واللہ اعلم۔

بیٹی کوخاوند کے گھر نہ بھیجنے والے کی امامت کاحکم؟

《س》

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد نے اپنی لڑکی جو کہ زید کی منکوحہ ہے۔عرصہ چار پانچ سال سے

ناجائز طور پر بیٹھا رکھی ہے نہ فیصلہ کرتا ہے اور نہ ہی اس کو آباد ہونے دیتا ہے۔بلکہ تنسیخ کا دعویٰ کرایا ہے اورعدالت نے بھی اس کو بھیجنے کے لیے کہا ہے لیکن وہ نہیں بھیجتا۔نہ شریعت کو مانتا ہے اورنہ قانون کو مانتا ہے۔کیا ایسے امام کے پیچھے نماز شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں۔زید کی اس بیوی میں سے ایک بچی بھی ہے جو کہ عرصہ پانچ سال سے والد کی شفقت سے محروم ہے۔بینوا توجروا۔

《ج》

اگر بلاوجہ شرعی اس شخص نے اپنی لڑکی کو خاوند کے پاس جانے سے روک رکھا ہے تو یہ شخص شرعاً گناہگار ہوگا اوراس کی امامت مکروہ ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ شرعیہ پرعمل نہ کرنے والے کی بنائی ہوئی مسجد میں امامت کاحکم

《س》

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مسئلہ شرعی نہ ماننے کی بناپرایک علیحدہ دوسری مسجد بنوائی۔مسئلہ شرعی یہ کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔اس نے پھر دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی صاحب سے پوچھنے کے بعد اس نے بغیر حلالے کے نکاح کرلیا کیا اس مسجد میں کوئی مولوی صاحب مستقل امام رہ کر امامت کراسکتا ہے یانہیں۔مدرسہ کامدرس اس مسجد میں بغیر معاوضہ کے مسجد کو آباد کرنے کی نیت سے نماز پڑھا سکتا ہے یانہیں۔

《ج》

اگراس شخص نے یہ مسجد قربت کی نیت سے بنالی ہے اورنماز کے لیے وقف کردی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے اورجس نے مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے۔اس کو سمجھایا جاوے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کیا جاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کے اہلِ خانہ کا چال چلن درست نہ ہواس کی امامت کاحکم

《س》

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو ایک گاؤں کی مسجد میں خطیب مقرر تھا۔اس کی بیوی، لڑکیوں کا چال چلن انتہائی خراب ہوگیا اور باوجود نمازیوں کے اصرار کے وہ شخص اس معاملہ میں دانستہ طور پر کوئی بندوبست نہ کرسکا۔بلکہ نشان دہی کرنے والے نیک لوگوں کی دیگر اہالیان سے لڑائی کرانے کی کوشش کرنے لگا۔اندریں صورت کہ اس کو مسجد سے علیحدہ کردیا گیا۔لیکن پھر اوباش قسم کے لوگ اس کو دوبارہ چک میں لے آئے ہیں اور خطیب مقرر کرنے پر مصر ہیں۔چک دو دھڑوں میں تقسیم ہوچکا ہے۔حالات انتہائی کشیدہ ہیں ان کا چال چلن پہلے ہی زیادہ خراب ہے۔کیا ہم ان

حالات میں اس کو خطیب مقرر کر سکتے ہیں یا چک میں اس کی رہائش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص اپنی بیوی اور لڑکیوں کے خراب چال چلن پر راضی ہے اور اس فعل سے چشم پوشی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ بیوی کے خراب چلن سے چشم پوشی کرنے والے کو دیوث کہا جائے گا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویکرہ امامة عبدالخ. وفاسق (درمختار) بل مشی فی شرح المنیة ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (ردالمحتار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بیاہنے میں تاخیر کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) ایک ہمارے چک کے امام مسجد جن کی صاحبزادی عرصہ تقریباً چھ سال سے جوان ہے لیکن انھوں نے اس کا اب تک رشتہ کہیں نہیں کیا۔ جب بھی ان سے اس کی شادی کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے ہمیشہ اچھے اور مناسب رشتہ نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ آخر کار چند احباب نے ایک اچھے مناسب رشتے کا گھر بتلایا تو جناب امام مسجد نے ایک بڑا عذر تلاش کیا کہ میرے دو لڑکے جوان ہیں۔ ان کے لیے وہ رشتے دیں لیکن جب ان کی یہ شرط پوری ہونے کی توقع ہوئی تو انھوں نے ایک اور بہانہ ڈھونڈ نکالا کہ لڑکی کا اچھا تعلیم یافتہ اور خاصی جائیداد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج جب کہ لڑکی کو بالغ ہوئے ساتواں سال گزر رہا ہے ایسے حالات میں آیا شرعی طور پر بزعم خود ایک مناسب اور اچھے رشتہ کی تلاش میں بالغ لڑکی کو اتنا عرصہ بٹھانے کی اجازت ہے۔ (۲) آیا ایسے امام مسجد صاحب کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ امام کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں۔ (۳) نیز شرعی طور پر وٹے کے رشتہ کا کیا حکم ہے جب ابتدا میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ اگر آپ رشتہ دیں گے تو میں رشتہ دونگا۔ (۴) ہمارے امام مسجد صاحب فالنامہ لکھتے ہیں اور غائب کی خبریں بتاتے ہیں کہ جناب یہ فلاں مصیبت آنے والی ہے تمھارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اس لڑکی کے فلاں لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ نیز غریب مخلوقِ خدا سے یہ بہانہ کر کے روپیہ بٹور رہے ہیں کہ جنات نے دوصد روپیہ مانگا ہے۔ اگر آپ دیدیں گے تو آپ کا رشتہ فلاں لڑکی سے ہو جائے گا۔ نیز اس کے پاس ایک جادو کی کتاب بھی ہے جب ان سے سوال کیا گیا کہ جناب جادو کرنا جائز نہیں تو جواباً فرمانے لگے کہ جادو سے جادو کا اثر دور کرنے کی اجازت ہے۔ نیز ادویات' مشروبات وغیرہ پر دم کر کے ان سے دولت لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم نہیں ہے۔ آیا شرعی طور پر مندرجہ بالا اعمال کا کوئی جواز ہے۔ (۳) کیا سود پہ رقم لینا کسی صورت میں جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی غریب کو ایک صد روپیہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ ادھار دیتا ہے تو ایک گائے جس کی موجودہ قیمت اندازاً ۱۰۰ روپے یا ۹۰ روپے ہے اور وہ اس غریب کو ۲۰۰ روپے میں ادھار دے دیتا ہے۔ وہ بیمار مرتا کیا نہ کرتا یا پھر مجبوری سے اپنی ضرورت جائز پوری کرنے کے لیے لے لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد سو روپیہ کی بجائے اس غریب کو دوصد روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اب جب کہ بینک ایک سو روپیہ میں عرصہ چھ ماہ کے بعد صرف

پانچ روپیہ سود لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد سو روپیہ کی بجائے ایک سو پانچ روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جب کہ گائے کے سودے میں اس گائے کو فروخت کر کے سو کی بجائے دو سو روپے ادا کرنے پڑے۔ تو بینک سے قرض لینے میں اسے تقریباً پچانوے روپے کے بوجھ سے نجات ملی۔ حالانکہ پہلی گائے والی بیع بھی شرعی طور پر حرام ہے۔ (۳) یہ کہ بندہ دیہہ ہذا کا نمبردار ہے۔ بحیثیت ایک ذمہ دار شخص کے بندہ پر امام مسجد کی مندرجہ بالا کمزوریوں کے گناہ کا بوجھ تو نہیں ہے۔ جب کہ عوام الناس بندہ کو اس گناہ میں برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ نیز اگر واقعی ان کے امام مسجد رکھنے میں بندہ گناہ میں برابر کا شریک ہے تو از راہ کرم جلد از جلد مطلع فرما دیں تا کہ بندہ اس گناہ سے نجات پا سکے۔ نیز عوام الناس میں ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنے میں نماز کے نہ ہونے کا چرچا ہے۔ اسے دور کیا جا سکے۔

﴿ج﴾

(۱) اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (۲) بشرط صحت سوال ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ (۳) سود پر رقم لینا جائز نہیں (۴) اگر واقعی امام خلاف شرع امور کا مرتکب ہوتا ہو تو اس کو امامت سے ہٹانا چاہیے اور ہٹانے پر قدرت کے باوجود نہ ہٹانے والا گنہگار ہوگا۔ امام کے بارے میں پوری تحقیق کی جاوے۔ بلا تحقیق اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ

امام مسجد کی بیوی اگر بے پردہ ہو تو امامت کا حکم؟

﴿س﴾

قابل احترام علماء کرام پاکستان (ملتان)

السلام علیکم عرض خدمت ہے کہ یہ بھی ہمیں تحریر کریں کہ امام مسجد کی بیوی اگر پردہ نہیں کرتی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ پردہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ بیوی گھر کی چاردیواری میں بند رہے۔ بلکہ یہ کہ ہر قسم کے کاروبار کے تحت باہر پھرتی رہے۔

﴿ج﴾

عورتوں کا غیر محرم کو دیکھنا درست نہیں اور شوہر بیوی کا نگران ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ **والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عن رعیته** (مشکوۃ کتاب الامارہ ص ۳۲۰)۔ امام کو چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو بے پردگی سے روکے منع کرنے کے بعد اگر وہ نہ مانے تو گناہ اس پر ہے۔ سو یہ بری الذمہ ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ **ولاتزر وازرة وزر اخری** الایہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ شعبان ۱۳۹۰ھ

جھگڑالواور درشت گفتار شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں اوران دونوں کا یہ کردار ہے کہ دنیاوی بات پر رشتہ داروں سے ناراض ہوکر اپنی بیویوں کو چھوڑ دیے پھرتے ہیں اوراگر کبھی لے جاویں توان کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کو الگ رکھتے ہیں اور ناجائز مار پیٹ کرتے ہیں بلکہ والد کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کوتہمت لگاتا ہے کہ یہ لڑکی میری نہیں غیر کی ہے اور پھر جب لڑتا ہے تو کہتا ہے کہ میری لڑکی دیو اور چلی جا اور جب رشتہ داروں سے لڑتا ہے تو کسی کو کافر کہتا ہے اور کسی کو سور خنزیر کہتا ہے۔ جب بھی لڑے گندی گالیاں نکالتا ہے اور غیبت اور تہمت بہت ہے اور نمازی بھی اس پر راضی نہیں ہیں اور ناجائز بنا پر لڑتا جھگڑتا ہے بلکہ ان پر خواہشات ہی ہیں۔ دین کی بات ان میں کوئی نہیں۔ یہ اس حدتک جا چکے ہیں کہ اپنے بڑے بھائی کو صرف دنیاوی معاملہ میں مار پیٹ کی اور ناجائز گالیاں دیں اوراپنی بہن کو اتنا مارا کہ بے ہوش کر کے چلا گیا۔ ان حالات میں ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دراصل غلطی اور گناہوں سے معصوم تو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ باقی سب لوگ خطا کار ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس باپ اور بیٹے کو سمجھایا جائے۔ درشتی اور نرمی دونوں سے کام لیا جائے کہ آپ حضرات اپنا رویہ بدل دیں ورنہ امامت سے الگ کردیں گے۔ وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

داماد کی بدعہدی کے سبب بیٹی کو رخصت نہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو اس معاہدہ پر اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا کہ عمرو شرع شریف کے مطابق زندگی بسر کرے گا مگر نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے عمرو سے ایسے قبیح افعال سرزد ہوئے جو کہ خلاف شریعت ہیں۔ مثلاً بدزبانی نیز منکوحہ کے لیے شرعی پردہ کا انکار وغیر ذالک۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر عمرو نے بصورت پنچایت زید سے مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی کی رخصتی کرو مگر زید نے اسی مجمع پنچایت کے سامنے عمرو کو کہا کہ میرا اور آپ کا نکاح سے قبل جو معاہدہ ہوا ہے۔ آپ اس پر کاربند نہیں رہے۔ آپ کی زبانی مواعید غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کو تحریری شکل دیدی جاوے اور جملہ احباب جو شریک پنچایت ہیں اس امر کے شاہد ہو جائیں پھر میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ رخصت کرنے کے لیے تیار ہوں مگر عمرو نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے احباب کو لے کر مجلس منعقد سے اٹھ کر چلا گیا تاہنوز عمرو نے زید کو کوئی تحریر نہیں لکھ کردی اور نہ لکھ دینے کے لیے تیار ہے بنابریں زید بھی اپنی لڑکی کو (جو ایک سال سے بالغہ ہو چکی ہے) تا کہ عمرو مذکور کے گھر بھیجنا نہیں چاہتا تو کیا جب کہ (۱) زید کسی مسجد کا امام ہو۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں (۲) زید کے فرزند بکر کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ بکر مذکور بھی اس معاملہ میں اپنے والد زید کا ممد ومعاون ہے۔ (۳) کیا زید کے گھر کا کھانا پینا حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

زید اور بکر دونوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور ان کے گھر کا کھانا بھی حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلقہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کرادینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی عورت کا نکاح پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ زید نے قبل از عدت مطلقہ نکاح پڑھا اور زید کو کہا گیا کہ تم نے قبل از عدت شرعاً نکاح کیوں پڑھا تو زید نے اللہ تعالیٰ کو حاضر جانتے ہوئے اور حلف اٹھا کر کہا کہ مجھ کو اس کی عدت کے گزرنے کے بارے میں بالکل معلوم نہ تھا اور نہ گھر والوں نے عدت کے بارے میں مجھ سے کچھ ذکر کیا، یعنی لاعلمی اور بے خبری سے نکاح پڑھا جس میں مجھے نہ اس وقت اور نہ اس سے قبل کوئی علم تھا۔ میں حلفاً کہتا ہو کہ میں نے عمداً نکاح نہیں پڑھا اپنی غلطی سے اور بے خبری سے نکاح کیا گیا میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اللہ معاف فرمادے۔ لہٰذا اب زید اور نکاح میں جو لوگ عمداً شامل ہوئے ہیں، ان پر شرعی حد کیا وارد ہو سکتی ہے اور زید نے جو نمازیں پڑھائی ہیں ان کو قضا کرنا لازم ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر لاعلمی اور غلطی سے مطلقہ کا عدت کے اندر نکاح خواں مولوی صاحب نے نکاح کیا ہے اور دوسرے لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں اور بعد میں نکاح خواں مولوی لاعلمی کی وجہ سے غلطی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے تائب ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی ہے تو اس صورت میں نکاح خوان مولوی صاحب کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنا درست وصحیح ہے اور اگر اس میں کوئی اور عیب ونقص شرعی جو کہ موجب فسق بنے نہ ہو، تو وہ بلاشبہ امامت کرا سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ ان کی بھی کوئی قضا لازم نہیں۔

البتہ عدت کے اندر جو نکاح کیا گیا ہے وہ نکاح نہیں ہوگا۔ دوبارہ عدت شرعی یعنی تین حیض کامل گزرنے کے بعد اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جانے کے بعد نکاح کر کے دوسری جگہ آباد ہو سکتی ہے عدت کے اندر کیے ہوئے کا کوئی اعتبار نہیں الی امام زید نکاح خواں اور دوسرے لوگ جو نکاح میں غلطی سے شریک ہوئے ہیں ان پر شرعاً کوئی حد نہیں۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے اور امامت کروا سکتا ہے اور جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ ان کی قضا بھی کسی پر لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بہن کی رخصتی نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ (۱) کہ مولوی محمد رمضان نے اپنی حقیقی ہمشیرہ صاحبہ کا نکاح بطور شرع محمدیؐ کے کر دیا تھا جس کو عرصہ تقریباً تیس سال کا گذر چکا ہے لہٰذا وہ لڑکی بالغ ہوئی کو بھی تقریباً عرصہ پندرہ سال کا گزر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اب تک اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی (رخصتی) نہیں کرتا' حالانکہ پیش امام مسجد بھی ہے لہٰذا التماس ہے کہ ایسا مولوی امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں کیونکہ مولوی صاحب کے ذمہ یہ کبیرہ گناہ ہے (۲) دیگر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اس مسئلہ کا مفصل جواب تحریر فرما دیں آپ کا نہایت مشکور ہوں گا۔

﴿ج﴾

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ولدله ولد فليحسن اسمه وادبه واذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علي ابيه (مشکوٰۃ باب فی النکاح ص ۲۷۱) اور دوسری روایت میں حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی دختر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا پس وہ گناہ کو پہنچی تو وہ گناہ اس کے باپ پر ہے۔ (صفحہ بالا) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی جب بالغہ ہو جاوے اور نکاح کا مناسب موقع ملے تو ضروری ہے کہ اس کے عقد میں دیر نہ کرے اور ایسا ارادہ رکھنا کہ ہرگز اس کا نکاح نہ کروں گا برا ہے اور خلاف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ خصوصاً جب کہ نکاح ہو چکا ہے تو اب رخصتی میں تاخیر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے چاہیے کہ اس ارادہ سے باز رہے اور رخصتی کرے خصوصاً امام مسجد کو زیادہ اتباع شریعت کا خیال چاہیے اور برے خیال سے توبہ کرنی چاہیے اس کے بعد اس کے پیچھے نماز صحیح ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے شخص کو جو لڑکی بالغہ کو اپنے خاوند کے پاس جانے سے مانع ہے امام نہیں بنانا چاہیے اور معزول کر دینا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درین مسئلہ کہ ایک امام صاحب کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہے اور اس بنا پر اس کو اس کے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے گھر آتا رہا تو مقتدیوں نے اس بنا پر اس کو امامت سے ہٹا دیا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی مجھے دوبارہ امام رکھ لو۔ حالانکہ بیوی اس کے گھر میں موجود ہے۔

﴿ج﴾

کسی نیک دیندار عالم کو امام مقرر کریں۔ ایسے شخص کو امام نہ مقرر کریں جس کی دیانت اور تقویٰ پر عام نمازیوں کو اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

یکم محرم ۱۳۹۷ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو غلط قرآنِ پاک پڑھے اور اس کی بیوی بے پردہ پھرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرآن مجید عموماً غلط پڑھتا ہے۔ کیا شرعاً نماز جائز ہے یا نہیں اور بیوی پیش امام صاحب کی بے پردگی کی صورت میں پھرتی ہے اور اس کی لڑکی کے دوسروں سے ناجائز تعلقات ہیں اور اس کو علم بھی ہے۔ بلکہ اس کو بار بار کہا ہے اور اس کو دکھایا گیا جس سے اس کی لڑکی کے تعلقات ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر امام واقعی قرآن غلط پڑھتا ہے اور مذکورہ دوسرے امور پر چشم پوشی کرتا ہے اور باوجود قدرت کے اس کو روکتا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں۔ مسجد کی منتظمہ کمیٹی اور نمازی تحقیق کریں اگر واقعی امام مسجد میں یہ امور پائے جاتے ہیں تو اس کو امامت سے ہٹا دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شوال ۱۳۹۶ھ

غلط سازشوں میں شرکت اور تعاون کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص (الف) ایک بزرگ سید اور مشہور پیر کا مر ہے۔ پیر صاحب مرحوم نے اس پر بے انتہاء مہربانیاں کی ہیں۔ اس کی ہمیشہ کفالت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی شادی بھی پیر صاحب مرحوم نے اپنے خرچ سے کی۔ (۲) پیر صاحب مرحوم کے بیٹے و پوتے ان کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے مرحوم پوتے کی بیوہ نے ان کے شاطر مرید (ب) سے نکاح کر لیا (۳) پیر صاحب مرحوم کی نابالغہ پوتی کو جو اس بیوہ سے تھی اس کی نانی اور ماموں لے گئے اور اس کی پرورش انھوں نے کی۔ تھوڑے عرصے بعد لڑکی کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ پیر صاحب کی پوتی بدستور نانی و ماموں کے قبضے میں رہی (۴) پیر صاحب مرحوم کے عرس کے موقع پر مریدین نے اپنے ایک آدمی کو بھیج کر پیر صاحب کی پوتی کو نانی ماموں کے پاس بلا لیا اور بعد عرس عزت وحرمت کے ساتھ واپس نانی ماموں کے پاس پہونچا دیا۔ اس موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی کے سوتیلے باپ (ب) نے جو عرس پر آیا تھا۔ ایک دوسرے شخص (ج) سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور لڑکی کے ساتھ اس کی نانی ماموں کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب موصوف کے دوسرے عرس کے موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی اپنے ماموں کے ہمراہ آئی۔ اور لڑکی کا سوتیلا باپ بھی آ گیا۔ بعد عرس لڑکی کو اس سوتیلے باپ (ب) نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ ماموں بغیر لڑکی کے واپس چلا گیا۔ دوسرا ماموں کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کو لینے آیا۔ مگر لڑکی کے سوتیلے باپ (ب) نے لڑکی اس کو بھی نہ دی۔ اس اثناء میں لڑکی کا سوتیلا باپ لڑکی کی شادی ایک شخص (ج) سے جس کا وہ مقروض تھا کرنے پر رضامند ہو گیا۔ جب مریدین کو شاطر مرید (ب) کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ لڑکی کی شادی شخص (ج) سے کرنا چاہتا ہے تو مریدین سخت برہم ہوئے کیونکہ وہ لوگ اس شخص (ج) کو کسی طرح بھی لڑکی کے لیے مناسب خاوند نہیں سمجھتے تھے (۵) یہ دوسرا شخص (ج) شادی شدہ تھا۔ اس کی پہلی بیوی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور وہ اس گاؤں کے ایک شخص کی لڑکی تھی (۶) جب یہ معاملہ اس حد پر پہنچا تو شاطر (ب) نے جو لڑکی کا سوتیلا باپ ہے۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے مصلحت یہی سمجھی کہ گاؤں والے مریدین کو دھوکہ دے کر کسی دوسری جگہ لڑکی کو لے جائے۔ چنانچہ اس نے گاؤں والے مریدین کو حلفیہ یقین دلایا کہ میں ہرگز ہرگز لڑکی کی شادی شخص (ج) سے نہیں کروں گا۔ (۷) جب وہ شاطر مرید (ب) لڑکی کو لے کر جانے لگا تو شخص (الف) نے جو غالباً شاطر مرید (ب) سے درپردہ ملا ہوا تھا۔ گاؤں کے مریدین کو یہ دھوکا دیا کہ میں شاطر مرید (ب) کے ہمراہ جاتا ہوں۔ میں ضرور لڑکی کو واپس لے آؤں گا تم اس وقت شاطر مرید (ب) کو لڑکی لے جانے دو۔ مت روکو۔ اس کی امداد کی اور خود بھی اس کے ہمراہ چلا گیا۔ اس شخص (الف) نے چند

روز بعد واپس آ کر مریدین سے یہ غلط بیانی کی کہ شاطر مرید (ب) نے کہا ہے کہ میں لڑکی کو چند روز بعد لے کر واپس گاؤں میں آ جاؤں گا اور یہ بات اس نے قسم کھا کر کہی ہے۔ اس کے بعد شاطر مرید (ب) نے بجائے لڑکی کو واپس لانے کے اس کو شخص (ج) کے حوالہ کر دیا۔ جو اس کو لے کر اور دوسری جگہ گیا۔ وہاں پر پہنچ کر اس نے لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ وہاں پر لڑکی کے سوتیلے باپ نے بالقسم کہا کہ لڑکی سید کی نہیں ہے بلکہ شیخ کی ہے۔ یہ بات بالکل غلط تھی کچھ دنوں بعد وہ شخص (ج) لڑکی کو لے کر واپس گاؤں مریدین میں آ گیا اور بیان کیا کہ میں نے لڑکی سے نکاح کر لیا ہے اور میں دونوں بیویوں میں انصاف کو مدنظر رکھوں گا (۸) گاؤں والے مریدین اس کی اس حرکت سے ناراض تو ضرور ہوئے مگر اس کا یہ اقرار سن کر خاموش ہو گئے اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی (۹) پیر صاحب مرحوم کی پوتی کو گھر میں ڈال لینے کے بعد وہ شخص (ج) اپنی پہلی بیوی سے خلوت صحیحہ کرتا رہا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص آدمیوں سے یہ بھی کہتا رہا کہ میں نے اپنی پہلی بیوی کو عرصہ ڈیڑھ سال سے طلاق بائن دیدی ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر کہ پھر طلاق دینے کے بعد اپنی پہلی بیوی کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے۔ کہ اگرچہ میں اس سے حرام کرتا رہا ہوں۔ مگر چونکہ وہ بے قصور ہے اس لیے اس کو بہن سمجھ کر رکھ چھوڑا ہے۔ یہ بات جب اس کی پہلی بیوی کے بھائیوں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص (ج) سے اس کی صحت کرنی چاہی جن پر اس شخص (ج) نے اقرار کیا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور میں نے ان اشخاص سے کہا ہے۔ میں اپنی پہلی بیوی کو ڈیڑھ سال قبل طلاق دے چکا ہوں۔ اس پر لڑکی کے ورثاء نے کہا کہ تو پھر تحریری طلاق نامہ دو۔ چنانچہ اس شخص (ج) نے اپنی پہلی بیوی کے ورثاء کو تحریری طلاق نامہ دیدیا۔ اس تحریری طلاق نامہ میں اس نے خود اپنی مطلقہ بیوی کو بے قصور مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی مطلقہ بیوی سے زیورات و کپڑے وغیرہ لے لیے ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے بحالت غصہ طلاق دی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کے دریافت کرنے پر علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہو چکی اس طلاق نامہ پر دو گواہوں کی شہادت بھی موجود ہے (۱۰) اس کے بعد مطلقہ لڑکی کے برادران نے گاؤں کی پنچائیت سے یہ شکایت کر کے انصاف چاہا۔ تو گاؤں کی پنچائیت نے اس شخص (ج) کا حقہ پانی بند کر دیا اور مطلقہ لڑکی کے ورثاء کو ہدایت کی کہ وہ قانون کے تحت عدالت مجاز سے اپنی دادرسی کے لیے درخواست کریں چنانچہ مطلقہ لڑکی کے ورثاء نے مہر وغیرہ کا دعویٰ کر دیا ہے (۱۱) اب جب کہ اس شخص (ج) نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خلاف واقعہ مشہور کیا ہے کہ مجھ سے طلاق زبردستی دلائی گئی ہے اور یہ کہ میں اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر لڑکی اور اس کے ورثاء اس پر رضامند نہیں ہیں۔ اس معاملہ میں شخص (الف) معہ چند اور اپنے موکدین کے اس دوسرے شخص (ج) کے کچھ دنیوی فوائد کے لیے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ (۱۲) شخص (الف) اہل سنت والجماعۃ کی ایک مسجد کا پیش امام ہے اور خود اور اس کے حواری عوام الناس کو یہ کہہ کر کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی۔ لوگوں کو گمراہ

کرتا ہے۔اس کی تعلیمی حالت عربی وفارسی تو کجا اردو میں بھی نفی کے برابر ہے۔وہ لوگوں کو محض اپنی امامت کی دھونس دکھا کر اس شخص (ج) کا جس کو سب لوگ ظالم کہتے ہیں امدادی بنانا چاہتا ہے۔لہٰذا التماس ہے کہ عوام کو گمراہی سے بچانے اور مظلوم کی دادرسی کے لیے اہل سنت والجماعۃ کے صحیح عقائد کے مطابق اول تو شخص (الف) دوم شخص (ب) اور تیسرے شخص (ج) اور اس کے حواریوں کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے صاف صاف فتویٰ عنایت فرمایا جاوے اور بتلایا جائے کہ آیا ان حالات میں طلاق بائن ہو چکی یا نہیں اور کیا اب وہ شخص (ج) اپنی مطلقہ بیوی کو زبردستی اس کی خلاف مرضی رجوع کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔نیز شخص (الف) یعنی پیش امام اس ذمہ داری کے عہدے کے قابل ہے۔یا یہ سب شرعاً واجب التعزیر ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ بیان صحیح ہے تو ج کی پہلی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے۔اور اس نے اگر مہر ادا نہیں کیا۔ یا عورت نے معاف نہیں کیا تو عورت اس سے حق مہر لے سکتی ہے ورنہ نہیں باقی (الف۔ب۔ج) کے مجموعی حالات اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جا سکے۔ایسے اشخاص کو امام بنانا بھی غیر مناسب ہے۔باقی سزا دینا تو موجودہ معاشرہ میں کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔جس کے متعلق کچھ عرض کیا جا سکے۔ان کو ایسی حرکات سے باز رکھنے کی ہر اچھی صورت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بعد از طلاق بدونِ حلالہ عورت کو گھر میں رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بھری مجلس میں تین طلاق دے دیں' بغیر حلالہ کے اب تک گھر میں آباد ہیں جس کو تین چار ماہ گزر گئے ہیں گھر میں آباد کر رکھی ہے کیا اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اگر واقعی یہ درست ہے تو اس کے ساتھ قطع تعلق ضروری ہے۔اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ سے مجبور کر کے عورت کو الگ کرا دیں۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی ایک بیوی اپنے حقِ شب باشی سے دوسری کے حق میں دستبردار ہو جائے اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کہ ایک شخص ہے جو بلا کسی اجرت کے نماز پڑھا دیتا ہے اس کے گھر میں دو بیویاں ہیں ایک بیوی بڑی ہے اس کے تقریباً تیرہ بچے ہو چکے ہیں۔اب اس کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے۔دوسری بیوی کی عمر پچاس سال ہو گی۔اس کے بطن سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں اس شخص کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک مہینہ ایک بیوی کے ہاں اور ایک مہینہ دوسری بیوی کے ہاں رہتا تھا' اب چونکہ بوڑھا ہو گیا عمر تقریباً ستر سال کی ہو گئی ہے۔بڑی بیوی نے خود اجازت دی ہے کہ چھوٹی بیوی کے بڑا بچہ کوئی ایسا نہیں ہے جو گھر کا کام سنبھال سکے اس لیے تم چھوٹی بیوی کے ہاں رہو۔اول تو بڑی بیوی کے آٹھ پوتا پوتی ہیں۔لڑکوں کی کمائی خود رکھتے ہیں۔والد صاحب نے کوئی لڑکوں کی کمائی سے پیسہ بھی نہیں لیا اور نہ لینے کا خیال ہے۔لڑکے اپنی بوڑھی ماں کو خود سنبھالتے ہیں اور خود لڑکوں نے یہ کہا اس گھر میں بوجہ بچے زیادہ ہونے کے جگہ بھی کم ہے۔بچوں کو بھی اور آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے امر مجبوری ہے ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہے یہ آپ کی مرضی ہے جس وقت چاہے گھر رہے مختار ہے۔اکثر دو چار روز میں جاتا رہتا ہے جو کچھ کسی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے دے دیتا ہے۔ناراضگی کسی قسم کی نہیں ہے۔لوگ اس بات سے تو واقف نہیں ہیں۔خواہ مخواہ کا اعتراض بنا کر فتنہ پھیلا کر لوگوں کو ورغلایا کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں چونکہ یہ ایک بیوی کی حق تلفی کرتا ہے۔لہٰذا عرض ہے کہ اگر واقعی اس طرح حق تلفی ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔جس طرح علمائے دین فرما دیں۔عمل کیا جاوے۔حکم شرعی کے خلاف بالکل کرنے کے لیے تیار نہیں۔جو حکم شریعت کا ہوگا کیا جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب ایک بیوی نے خوشی سے خاوند کو اپنا حق شب باشی معاف کر دیا ہے تو اب خاوند پر تقسیم رہائش شرعاً لازم نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز بلا شبہ جائز ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حق حضرت عائشہ کے لیے بخش دیا تھا۔والسلام

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فاحشہ بیوی کو بسائے رکھنے، فاحشہ کو طلاق بالمال دینے، بغرض لالچ گاؤں میں عید شروع کرنے، عدالتی طلاق پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عورت نہایت بدکار اور فاحشہ ہو۔ خاوند کو باوجود پورا علم ہونے کے اس کو گھر میں رکھتا ہے لیکن عورت بدفعلی سے باز نہ آئے اور خاوند بھی اسے طلاق نہ دے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ (۲) ایک فاحشہ عورت جو بالکل آوارہ ہو۔ یعنی خاوند کے قبضہ میں نہ رہے اور خاوند کو خاوند ہی نہ سمجھے اور اسے طلاق دینے پر مجبور کردے۔ خاوند اس عورت کے رشتہ دار سے طلاق دینے کے عوض کچھ رقم لے کر طلاق دیدیتا ہے تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۳) کسی گاؤں میں بروئے مسئلہ شریعت نماز عید نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص جو اس وقت امام مقرر نہ ہو تو وہاں نہ خود نماز عید پڑھتا ہو اور دوسروں کو بھی منع کرے بعد ازاں وہی شخص امام مقرر ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود بھی وہیں نماز عید پڑھے۔ اور دوسروں کو پڑھائے بغرض لالچ جائز قرار دے تو کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۴) ایک عورت جس کا نکاح الف کے ساتھ ہے۔ لیکن بروئے فیصلہ عدالت (سرکاری) عورت طلاق حاصل کرتی ہے۔ چند آدمی مل کر اس کا نکاح ج کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ جب کہ بدفعلی کی وجہ سے عورت حاملہ ہو گئی ہو۔ تو کیا ایسا نکاح پڑھانے والے اور دیگر شریک ہونے والوں کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) اگر یہ شخص اپنی بیوی کو بدکاری سے روکتا ہے اور وہ نہیں رکتی۔ تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے۔ اس کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے۔ اگر طلاق نہ دے تب بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کیونکہ یہ شخص تارک مستحب ہے۔ نہ تارک واجب۔ کماقال فی البحر ص ۲۳۷ ج ۳ وفي غاية البيان يستحب طلاقها اذا كانت سليطة مؤذية اوتاركة للصلوة لاتقيم حدود الله تعالى اه. وهو يفيد جواز معاشرة من لا تصلي ولا اثم عليه بل عليها ولذا قالوا في الفتاوى له ان يضربها على ترك الصلاة ولم يقولوا عليه . مع ان في ضربها على تركها روايتين ذكرهما قاضيخان ۔ ہاں ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔ اگر کوئی دوسرا امام میسر ہو سکتا ہے۔ (۲) ایسی عورت سے کچھ رقم عوض طلاق لے لینی شرعاً جائز ہے۔ قال في الدر المختار (وكره) تحريماً (اخذ شيء) ويلحق به الابراء عمالها عليه (ان نشز وان نشزت لا ولومنه نشوز ايضا ولو باكثر مما اعطاها على الاوجه فتح و صحح الشمنى كراهة

الزيادة وتعبير الملتقى لابأس به يفيد انها تنزيهية وبه يحصل التوفيق. (ج ۲/ ۶۰۹). (۳) معمولی گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ باقی اس امام کی نیت پر ہم حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس وجہ سے کہ وہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھاتا ہے۔ اس کی امامت میں کوئی فساد آتا ہے۔ (۴) اگر عورت کی تنسیخ نکاح (طلاق) کا جو فیصلہ عدالت کر چکی ہے وہ شریعت کے مطابق ہوا اور اس فیصلہ کے بعد عدت گزار لینے کے بعد یہ عورت زنا سے حاملہ ہو گئی ہے۔ تو اس کا نکاح شرعاً دوسرے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ شخص اگر وہی زانی نہیں ہے۔ تو اس کے لیے وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ صحبت کرنی ناجائز ہے۔ ویسے نکاح صحیح ہوا ہے۔ جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے اور اگر عدالتی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور جو لوگ باوجود علم رکھنے کے اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ وہ گناہ گار ہیں۔ ان کو توبہ کرنی ضروری ہے۔ خود ان کے نکاحوں میں پھر بھی کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۵ شوال ۱۳۸۵ھ

لڑکی روکے رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ کے بارے میں زید کا نکاح کنیز کے ساتھ ہے اور بکر کا نکاح صغری کے ساتھ ہے۔ عوض معاوضہ میں روبرو گواہان وکیل مجلس عام میں طرفین نے اپنی رضامندی سے ایجاب وقبول کیے۔ ایک سال کے بعد مسماۃ صغری برضائے الٰہی فوت ہو گئی جس پر عرصہ تین سال سے بکر کے چچا وغیرہ لواحقین نے مسماۃ کنیز کو پابند کیا کہ زید دوسرا رشتہ دے یا کنیز سے جو لڑکی ہو وہ دے یا نقدی دے تو حقوق زوجیت ادا کرنے کو بھیج دیں اور حق مہر کنیز کا زیور سونے کا ادا کیا ہوا ہے۔ کیا شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے کہ جوان لڑکی قید میں رکھنا اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ اور پیشہ امامت کرنا کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ مہربانی کریں اللہ اس گناہ عظیم سے خلق کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر سے خوف دلا کر نصیحت انگیز تحریر فرمادیں کہ عبرت حاصل ہو اور دین حق ظاہر ہو۔

﴿ج﴾

پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعہ درست ہے تو شخص مذکور امامت کا استحقاق اور اہلیت نہیں رکھتا کہ لڑکی کے عوض نکاح ہو جانے کے بعد کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں اور نہ کوئی رقم وغیرہ لی جا سکتی ہے۔ اگر لے گا تو حرام ہوگا۔ شخص مذکور کو فوراً تائب

ہوکرلڑکی کو اپنے خاوند کے حوالہ کرنا لازم ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہیے اس قسم کے غیر متبع احکام شرع شخص کو امامت سے معزول کردیں۔ واللہ اعلم ۔محمود عفا اللہ عنہ

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آگئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گزر گیا جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں۔ آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں انکو نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے۔ بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال کے مطابق واقع ہے۔ واللہ اعلم

اپنی بیوی کو معلق چھوڑ دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے جس نے اپنی بیوی چھوڑی ہوئی ہے۔ بیوی ہندوستان میں ہے ۲۳ سال کا عرصہ ہوگیا ہے نہ اس کو طلاق دی ہے نہ اس کو خرچہ دیتا ہے۔ یہ شخص مسجد میں امامت کا کام کرتا ہے۔ کیا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے۔ علماء دین کی کیا رائے ہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اپنی زوجہ کو کالمعلقہ رکھنا کہ نہ اس کو طلاق دے اور نہ خبر گیری کرے حرام اور ناجائز ہے۔ **قال الله تعالى فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة** ۔ الاية ۔ پس اس شخص کو اگر قدرت ہے۔ تو اس کی خبر گیری کرے اور اگر خبر گیری بھی نہیں کر سکتا اور عورت بھی اس حالت میں رہنا پسند نہیں کرتی ۔ تو پھر طلاق دینا چاہیے۔ البتہ اگر عورت اسی حالت میں شرعی حدود کے اندر اندر گزارہ کر سکتی ہے اور طلاق لینا نہیں چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری نہیں۔ لیکن اگر خبر گیری بھی نہیں کر سکتا اور عورت بھی اس حالت میں نہیں رہنا چاہتی پھر طلاق دینا ضروری ہے۔ اور اس حالت میں طلاق نہ دینے کی صورت میں یہ شخص عاصی وظالم ہوگا۔ اور امامت اس کی مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بعد از نکاح رخصتی سے روکنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص اپنے عقد میں ایک عورت کو لایا جس عورت کے اگلے گھر سے ایک نوجوان لڑکی بھی ہے اور جس کا نکاح ہوا ہے اب وہ شخص لڑکی بالغہ منکوحہ کو شادی کرنے نہیں دیتا کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ صورت مسئولہ یہ ہے کہ شخص نامی نواز شاہ کے گھر اس کے عقد میں ایک عورت تھی جس سے ایک لڑکی بھی تھی ان کو گھر سے نکال دیا نہ خرچ وغیرہ دیا اور نہ گھر رہنے دیا بعد ازاں دوسری ایک عورت سے نکاح کیا جس کے پچھلے گھر سے ایک لڑکی بھی تھی نوجوان اور اس لڑکی کا نکاح بھی کیا ہوا تھا لیکن اب وہ کسی ضد بازی میں آکر نہ تو اس کی شادی کر دیتا ہے اور نہ کسی رسوخ پر آتا ہے۔ امر دریافت طلب یہ ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے جو کسی مسجد میں امام ہو نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

امامت کے لیے کسی متقی پرہیز گار عالم دین کو مقرر کرنا مناسب ہوتا ہے اس لیے پیش امام مذکور کے پیچھے اگر چہ نماز جائز تو

ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ تم اپنے اس فعل مذکور سے باز آ جاؤ - اگر باز آ جائے تو بہتر ورنہ اگر کوئی دوسرا متقی عالم مل سکے تو اسے پیش امام بنا کر موجودہ امام کو معزول کر دینا مناسب ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غلط مسائل بتانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک معصوم بچی پاخانے میں ہاتھ بھر کر قرآن پاک کے ورق پر لگا دے۔ نجاست قرآن پاک کے ورق پر لگ گئی جب بڑے بچے نے جو قرآن پاک پڑھ رہا تھا حافظ صاحب سے کہا کہ آپ کے بچے نے نجاست لگا دی تو حافظ صاحب نے کہا کہ کاغذ سے صاف کر دے اس کے بعد یہ بات بڑوں تک گئی تو حافظ صاحب سے دریافت کیا تو کہا کہ نجاست نہیں سالن کا ہاتھ لگا دیا۔ دیکھا تو نجاست تھی۔ ورق کاٹ کر دوسرا سفید کاغذ لگا کر حروف لکھ دیے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس حافظ صاحب نے غلط بیانی کی اور قرآن پاک کا احترام کرنے کے بجائے کہا کہ کوئی حرج نہیں کاغذ سے صاف کر لو تو حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

قرآن پاک کے ورق کو جہاں پر نجاست لگی تھی پانی سے صاف کرنا ضروری ہے۔ کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ حافظ صاحب کو اس بارے میں سستی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہیے اور حافظ صاحب کو غلط بیانی پر توبہ تائب ہونا چاہیے۔ پھر اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

غلط عقیدہ بیان کرنے والے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خطیب نے فضائل حسنین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہا کہ حسنین شریفین بہشت میں ہم سب کے سردار ہوں گے۔ تمام اولیاء کے سردار ہوں گے۔ اور تمام انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس موقعہ پر ان کو ٹوکا گیا کہ حسنین شریفین انبیاء کے سردار نہیں ہوں گے۔ خطیب صاحب نے ٹوکنے والے کو چپ کرا دیا اور کہا کہ تفسیر خازن اٹھا کر دیکھو مشکوۃ شریف میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے وہ دیکھو۔

لہٰذا مندرجہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عطا فرماویں۔ (۱) کیا یہ بات درست ہے کہ حسنین شریف جنت میں انبیاء کے سردار ہوں گے۔ (۲) اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز درست ہوئی کہ نہیں۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور جاہل ہے۔ کسی تفسیر کی کتاب میں ایسا قول موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی تفسیر خازن اور مشکوۃ شریف میں اس کا ذکر ہے۔ لہٰذا فوراً اس کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے اور توبہ استغفار کرنا لازم ہے۔ ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ محرم ۱۳۹۹ھ

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

وزیر اعلیٰ سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا۔ سوال میں امام مسجد مولوی عبد الرحمٰن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے۔

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے (۲) قرآن مجید غلط پڑھتا ہے (۳) غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے (۴) جھوٹ سے کام لیتا ہے (۵) تحریری معاہدہ سے منحرف ہوگیا ہے۔ وغیرہ

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی و معتمد علیہ نمازی تحقیق کر لیں۔ اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ اس کو

امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کر دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

کفار ومشرکین کے جہنم میں دخول کا عقیدہ نہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مذکورہ ذیل باتیں کہنے والے پر شرعاً کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے۔ کیا ایسے انسان کو مسلمان سمجھا جائے یا اگر ایسا آدمی امام ہو تو اسے امامت پر باقی رکھا جا سکتا ہے۔ کہنے والے کے جملہ یہ ہیں (۱) نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھیوں پر غلبہ کیسے حاصل کریں آپ نے فرمایا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں تو تم ان پر حملہ کر دو۔ کفار نے ایسا ہی کیا تو کافی صحابہ قتل ہو گئے۔ پھر اس بات کو یہ رنگ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رحیم وکریم تھے کہ مشرکوں کو بھی صحیح مشورہ دیا کرتے تھے۔ (۲) قیامت کے روز جب حساب چل رہا ہوگا تو ابلیس رب العزت سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ موافق وعدہ لاملئن جهنم کے آج جہنم کو انسان اور جنوں سے بھر دو حکم ہوگا کہ چاراماموں سے فتویٰ لاؤ۔ ابلیس امام ابوحنیفہؒ کے ہاں پہنچ کر دریافت کرے گا کہ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ امام صاحب فرمائیں گے کہ مغصوب زمین میں اگر غاصب پودے لگائے پھر یہ مسئلہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی کا فتویٰ یہ ہوگا کہ زمین تو مالک کو واپس دی جائے۔ رہے پودے تو وہ غاصب نکال کر لے جائے اب رہے اس مسئلہ میں بندے جو خدا کی ملک میں ہے۔ وہ تو سارے کے سارے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ رہے اعمال کفر و شرک یا گناہ یہ شیطان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ جو کہ بمنزلہ پودے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جہنم میں فقط کفر و شرک اور گناہ جائیں گے۔ نہ وہ بندہ جو کہ کافر یا مشرک فاسق یا فاجر ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام میں داخل کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مؤمنین۔ پھر انھیں کے قتل کی تجویز کفار کو بتلانا۔ اسلام کی بنیاد کو اکھیڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی بات کی نسبت آپ کی طرف کرنا انتہائی بے وقوفی اور جہالت اور افترائے عظیم ہے۔ کسی مسلمان آدمی کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ الدنيا وما فيها اهون على الله من قتل رجل مسلم او كما قال اور فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق وقتاله كفر پھر ان واضح ارشادات کے بعد خود ہی افضل المسلمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل وقتال اور ان کی مغلوبیت کا مشورہ کس طرح دے سکتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) ایسی بات کا قائل دین سے عاری ہے اور من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار (الحدیث) کا مصداق ہے (۲) یہ بات محض جھوٹ افترا اور کفریہ کلام ہے۔ اس میں نصوص قرآنیہ محکمہ واحادیث صریحہ بکثرت وارد ہیں اور اس پر اجماع امت ہے۔ کہ خود کفار ومشرکین بذواتهم واشخاصهم واجسادهم خلود ابدی کے ساتھ جہنم میں رہیں گے مشرکین وکفار کے خلود ابدی فی النار کا انکار کفر ہے۔ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں اور نہ اس سے تعلقات رکھنا روا ہے۔ بلکہ اس پر تجدید ایمان وتوبہ علی العلانیہ لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ محرم ۱۳۷۹ھ

صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک امام مسجد ٹوپی کپڑے والی پہن کر امامت کراتا ہے۔ اس کو مقتدیوں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ ٹوپی پر پگڑی باندھ کر امامت کرایا کریں۔ مگر وہ اس چیز پر مصر ہے کہ میں تو ٹوپی پہن کر ہی امامت کراؤں گا۔ ٹوپی پہن کر یا ٹوپی پر پگڑی پہن کر میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ (۲) اگر وہ اس کو نہ مانے کہ میں پگڑی کے بغیر ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھاؤں گا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو فوقیت دیتا ہے۔

﴿ج﴾

ٹوپی سے نماز پڑھنا نیز امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ پگڑی سے نماز وامامت افضل ہے۔ اور افضل پر عمل بہتر ہے۔ لیکن اگر وہ پگڑی ہونے کے باوجود ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے تو امام ایک جائز پر عمل کرنے کی وجہ سے مستحق اعتراض نہیں ہے اور مقتدیوں کو بار بار کہنا اور پگڑی سے امامت کرانے پر اصرار کرنا' اس کے خلاف استفتاء حاصل کرنا اور پھر اس کے ذریعہ سے اسے پہننے پر مجبور کرنا اور نہ پہننے پر ملامت کرنا ایک خلاف اولیٰ پر ہرگز جائز نہیں۔ امام کا احترام اس سے زیادہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حضرت حسینؓ کو تمام اصحاب رسول پر فضیلت دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد اگر لوگوں کو اس طرح کی ہدایت کرے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سارے اصحاب سے حضرت امام حسینؓ کا مرتبہ بلند ہے۔ بلکہ یہ بھی ساتھ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اصحاب حضرت امام حسین کے غلام تھے۔

کیونکہ حضرت امام حسین نے لکھ کر دیا تھا کہ آپ ہمارے غلام اور اصحاب رسول نے سند سمجھ کر اپنے پاس لکھا ہوا خط قبر تک موجود رکھا۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے امام مسجد کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اور اگر یہی امام مسجد ایک مطلقہ عورت کی عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے دوسرے خاوند ہونے والے کے گھر بٹھا دیوے اور وہ کئی دن تک عورت مرد اکٹھے کھاتے پیتے رہیں۔ تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ مولوی صاحب خود جانتے ہیں کہ جب تک عدت ختم نہ ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ مطلقہ عورت نہیں رہ سکتی۔ اور پھر یہی مولوی صاحب حکم دیتے ہیں۔ بلکہ خود لے جا کر اس شخص کے گھر مطلقہ عورت کو رہنے پر مجبور کر کے کچھ عرصہ تک اس کے گھر میں رہائش کراتے ہیں۔ اس قسم کے مولوی صاحب کے متعلق علماء دین کیا حکم فرماتے ہیں۔

﴿ج﴾

سوال میں درج کیا گیا عقیدہ ایک غلط عقیدہ ہے۔ اہل سنت حضرات کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرات شیخین بلکہ خلفاء راشدین تمام امت سے افضل ہیں۔ اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرنا علم کی نہیں بلکہ جہالت کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے۔ بلکہ فوراً معزول کر کے کسی معتمد صحیح العقیدہ عالم کو امام مقرر کیا جائے۔ ساتھ ہی عدت والی عورت کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں بٹھانا بھی سخت گناہ ہے۔ لیکن تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی امام مذکور نے یہ حرکت کی ہے۔ یا ایسے خیالات کی اشاعت کی ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط مسائل بتانے والے کا امام بننا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک نابالغ لڑکی سے نکاح ہوا۔ کچھ عرصہ (چھ ماہ) بعد لڑکی کی والدہ بیوہ ہو گئی ہمارے امام مسجد نے فتویٰ دیا کہ نابالغ کو طلاق دے کر اس کی والدہ کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ لہٰذا عمل درآمد کرایا گیا۔ اب اس بیوہ مذکورہ جس کا نکاح شخص مذکور سے کر دیا گیا حاملہ ہے۔ ہمارے علاقہ کے رواج کے مطابق اس شخص نے اس بیوہ عورت کے رشتہ داروں کو رشتہ دیا۔ اب علماء کرام اس نکاح کو حرام کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر حرام ہے تو مولوی صاحب کو کیا سزا ملنی چاہیے۔ اور یہ نماز پڑھانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور ان اشخاص کے متعلق کیا کیا جائے۔ بینوا و توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام مسجد نے غلط فتویٰ دیا۔ ساس کے ساتھ نکاح حرام ہے چاہے لڑکی نابالغہ غیر مدخولہ ہو۔ اس شخص کو فوراً بیوہ سے الگ کر دینا لازم ہے۔ مولوی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کم علمی اور جہالت کی بناء پر دیا ہے۔ مولوی صاحب کو اب توبہ کرنا لازم ہے۔ اور آئندہ کے لیے اس پر ضروری قرار دیا جائے کہ علم دین حاصل کرے۔ علماء فتویٰ سے میل جول رکھے۔ تاکہ صحیح معنی میں امام بن سکے۔ اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہو تو اسے امامت سے الگ کر کے کوئی دین دار اور عالم دین شخص کو امام بنا دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے تحقیق فتوے لگانے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جو شخص غیر مقلد کو مسلمان کہے اور اس کے پیچھے نماز درست سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ مولوی صاحب کو بہت کچھ کہا گیا ہے کہ یہ حکم نہ لگائیں۔ اس سے توبہ کریں لیکن مولوی صاحب اپنی بات پر جما ہوا ہے اور توبہ نہیں کرتا کیا اس مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر اس بات کا یقین ہو کہ غیر مقلد مذکور ہمارے مذہب کے تمام شرائط وارکان وواجبات وسنن نماز کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا بلا کراہت درست ہے۔ اور یہ یقین ہو کہ شرائط وارکان نماز کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے اقتداء کرنی درست نہیں۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ واجبات کی رعایت نہیں کرتا یا رعایت وعدم رعایت کا کوئی پتہ نہ ہو تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا مکروہ ہے۔ قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۶ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح و ان شک کره۔

چونکہ مندرجہ بالا تفصیل ہے اس لیے غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہ سمجھنے والے کو بے ایمان کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ غیر مقلد کی امامت میں مندرجہ بالا تفصیل ہے۔ البتہ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا بغیر توبہ کیے مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے اور مکروہ ہے۔ لہٰذا بغیر توبہ تائب ہوئے مقرر نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں۔ بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں۔ جن سے امام مسجد بھی اقراری ہے۔ اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے۔ حرکات یہ ہیں (۱) ۱۲'۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا۔ جب کہ بچے دوسرے قریباً ۷'۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چارپائی پر لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔ (۲) ۶'۷ سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔ (۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں۔ اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں اس طریقہ سے کھیلنا۔ (۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے۔ مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں انھوں نے جواب دیا میں شادی شدہ نہیں ہوں اکیلا ہوں۔ مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے۔ صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں' کیونکہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے۔ معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواستگار ہیں۔ اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

﴿ج﴾

جب امام معافی کا خواستگار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے۔ جو شرعاً منع ہوں یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں۔ امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غلطی سے نکاح درج کر دینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا۔ ایسے مولوی کی اقتداء نماز میں جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کر لیا ہے اور پھر معلوم ہو جانے پر صدق دل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو بنا بر حدیث پاک التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ یہ شخص امامت کا اہل ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مسجد کے چندہ سے کچھ رقم چھپا لینے کے بعد توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے اور اس کی تنخواہ بھی مقرر ہے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد چندہ برائے مسجد کیا جاتا ہے۔ امام مذکور نے اس چندے میں سے دو تین دفعہ کچھ پیسے چھپا لیے اور اس کا اعتراف بھی کر لیا اور مقتدیوں سے معافی بھی مانگ لی۔ تو کیا اب جب کہ اس نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ امام مذکور اگر صدق دل سے توبہ تائب ہو چکا ہے اور جو رقم مسجد کی اس نے اٹھائی ہے۔ وہ مسجد کے چندہ میں جمع کر دے۔ تو اس کی امامت درست ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له. الحدیث۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
والجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

بدکاری کے ارتکاب کے بعد تائب شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد زنا کا مرتکب ہوا ہے بستی والوں نے اسے بستی سے عرصہ دو سال تک نکال دیا عرصہ دو سال کے بعد وہ توبہ تائب ہوا کہ آئندہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا اور توبہ اور معافی کا اظہار برسر اجلاس کیا اب بعض لوگ اس کی امامت سے متنفر ہیں اور بعض راضی کیا اب وہ شخص از روئے شرع شریف بعد از توبہ قابل امامت ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور تائب ہوگیا ہے اور اس میں اخلاص و راستبازی کے آثار ظاہر ہیں اس کی حرکات چال چلن سے یہ معلوم ہو کہ اس کی توبہ حقیقت پر مبنی ہے اور وہ واقعی اپنے کیے پر نادم ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر آثار اخلاص کے ظاہر نہیں تو اسے احتیاطاً امام نہ بنایا جاوے۔ منصب امامت کے لیے کامل تقویٰ کی ضرورت ہے۔ البتہ اس سے نفرت بھی نہ کی جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ناجائز چندہ جمع کرنے کے الزام کے بعد امامت کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے وہ ایک مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے امام و مدرس ہے۔ آج تک اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی اور مقتدیوں کا اس پر پورا اعتماد ہے۔ یہی زید ایک مدرسہ کا ناظم بھی ہے۔ تقریباً مدرسہ ہذا میں آٹھ سال سے مدرس ہے اور نظامت بھی اس کے سپرد رہی اس کام کو ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک ایمانداری سے کرتا رہا۔ ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس پر ایک آدمی نے الزام لگایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مدرسہ ہذا کا چندہ اکٹھا کرتا تھا۔ تو جو رسید بک اس کو دی گئی تھی وہ ختم ہوئی اور اس کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرادی۔ اور پھر رمضان شریف میں رسید بک نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرانی رسید بک پر جو پہلے ہی اس کے پاس تھی چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ انتظامیہ کو اطلاع دیے بغیر اور جو چندہ جمع کیا تھا۔ وہ مدرسہ کے حوالہ کردیا۔ اس پر اس کے ایک مخالف نے مشہور کردیا کہ حافظ صاحب ایک ناجائز رسید بک پر چندہ جمع کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی مدرسہ کی چھپی ہوئی رسید بک ہے۔ اور اس پر ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ تو مدرسہ والوں نے باعزت طور پر اس کو رخصت کردیا۔ تو اس حافظ کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

مرزائیوں کے خلاف تحریک میں جیل جانے کے بعد معافی پر رہائی حاصل کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک کے امام مسجد صاحب جو ... موسوم ہیں اور ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے' مظاہر العلوم سہارن پور کے مستند بھی ہیں وہ تحریک خلاف مرزائیت میں رضاکاروں کے ساتھ جیل میں گئے تھے۔ پھر وہ معافی مانگ کر باہر آگئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور بیماری کی وجہ سے میں معذور تھا۔ اب چند لوگوں کو یہ بہانہ مل گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں اور ان کی امامت نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر امام مذکور میں اور کوئی خلاف شرع باتیں نہ ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ایسے استاذ کی امامت کا حکم، جس نے طلبہ کو مباح کام کا حکم دیا اور طلبہ مباح سے تجاوز کر گئے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے لیکن زید نے اپنے متعلمین سے یہ کہا کہ اپنا سالن وغیرہ پکانے کے لیے ڈسٹرکٹ بورڈ کی حدود میں جو درخت ہیں ان درختوں کی سوکھی ہوئی شاخیں لا کر جلالیا کرو۔ زید نے یہ مباح سمجھ کر اپنے متعلمین سے کہا تھا۔ مگر متعلمین بجائے شاخوں کے موٹی لکڑیاں کاٹ کر لانے لگے اور جلانے میں استعمال کرنے لگے۔ اس واقعہ پر بکر نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ زید جو کہ امام مسجد ہے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے متعلمین کو چوری کا حکم دیا ہے۔ لیکن زید اس چیز سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح ڈسٹرک بورڈ کی حدود سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کو خود بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ لیکن بکر اپنی بات پر مصر ہے۔ اور ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت علیحدہ کھڑی کر کے مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کا سبب بن رہا ہے۔ فتویٰ کیا ہے۔

﴿ج﴾

بہرصورت جب تک زید مسجد کا امام ہو اور اسے معزول نہ کیا گیا ہو اس وقت تک اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امام بنے اور مسجد میں جماعت ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اور یہاں تو امام مسجد پر بظاہر کوئی الزام ہی نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب اس الزام کی تردید کررہا ہے۔ بہرصورت مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا حد سے زیادہ برا فعل ہے۔ اس سے تو بہرحال اس امام کے پیچھے ہی نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فسق وفجور سے توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دین محمد ولد امام دین جو ۲۰ سال سے لے کر ۳۵ سال کی عمر تک ارتکاب کبائر کرتا رہا۔ جس کے چند گناہ درج ذیل ہیں۔ ایک قتل بے گناہ اور عورت کو طلاق دینے کے بعد گھر میں رکھا اور کچھ عرصہ بعد نکال دیا۔ جھوٹی گواہیاں دینا اور بیل جو اس کے کھیت میں جاتا ہے اس کو وہاں ہی مار دیتا تھا۔ صغیرہ گناہوں کی تو کوئی انتہا نہیں بعد ۳۵ برس کے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔ چند سال کے بعد قرآن مجید مع قرأت حفظ کیا۔ اب اس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے توبہ کی اور سب لوگوں سے معافی مانگ لی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی تائب ہوا ہے۔ صرف مقتول کے وارثوں سے معافی نہیں مانگتا اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھتا اپنے گاؤں کے تمام مولوی صاحبان سے علمی فوقیت رکھتا ہے۔ صاحب جائیداد (غنی) ہے۔ گاؤں کی جامع مسجد میں امام اور خطیب کی ضرورت ہے۔ اب کیا از روئے شریعت یہ شخص امامت خطابت کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ گناہ متعدد قسم کے ہوتے ہیں بعض گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے۔ اور بعض کا حقوق العباد سے ہر ایک گناہ سے توبہ کرنے کی نوعیت کچھ مختلف سی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں سے کسی فریضہ مثلاً نماز کا تارک وغیرہ رہا ہے تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پشیمان اور نادم ہو کر رب سے معافی مانگ لے اور اس فریضہ کی قضا لائے۔ اور اگر کسی حرام کام کا ارتکاب کر چکا ہے تو آئندہ کے لیے اس کے ترک کا پختہ عزم کرنا کافی ہے۔ اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں رب تعالیٰ سے معافی مانگ لینے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ اس حق والے کا حق ادا کر دے اور اس سے معافی مانگ لے۔ صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگرچہ دیگر لوگوں سے معافی لے کر حقوق معاف کرا چکا ہے لیکن اولیاء مقتول کا حق بدستور اس کے ذمہ باقی ہے لہٰذا جب تک ان سے معافی لے کر یہ حق معاف نہ کروا لے یا کوئی صلح صفائی ان کے ساتھ نہ کر لے۔ تب تک یہ توبہ ناکافی کہلائے گی۔ اور وہ جامع مسجد کی امامت و خطابت کا اہل نہ بن سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نامرد ہو جانے والے اور زنا سے توبہ کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پیدائشی مخنث نہیں لیکن بعد میں کسی بیماری کی وجہ سے یہ شخص مذکور نامرد ہو گیا

یعنی عورت کے قابل نہیں رہا۔ ویسے یہ شخص نیک بھی ہے اور اہل علم وفضل بھی ہے۔ کیا اس شخص کو مستقل امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا لوگوں کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص بہت بڑا زانی ہے یہاں تک کہ اس شخص نے کسی قسم کا زنا بھی نہیں چھوڑا یعنی زنا کی کوئی ایسی قسم نہیں کہ اس شخص نے چھوڑی ہو۔ لیکن شریعت کے باقی احکام بجالاتا ہے۔ یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور قدرے اہل علم بھی ہے۔ اگر یہ شخص خالص دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ ایسا کبھی نہیں کروں گا تو کیا یہ شخص مستقل طور پر لوگوں کا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے لوگوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ سائل خادم العلماء بشیر احمد

﴿ج﴾

یہ شخص امام بن سکتا ہے اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں۔

(۲) خالص توبہ کرنے کے بعد یہ شخص امام بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا مردے نہلانے کا کام کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ میت کو نہلانے کا اجر کتنا ہے اور میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اندر اختلاف ہو گیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور ایک کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ سائل فتح محمد، وہاڑی

﴿ج﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کو غسل دینے میں بہت ثواب ہے۔ حتیٰ کہ جب کوئی دوسرا نہ ہو تو وہاں فرض ہو جاتا ہے اور خلوص کے ساتھ للہ کسی مسلمان کی خدمت کرنے کی غرض سے غسل دینا بہت نیک کام ہے لیکن اس کو پیشہ بنا کر ذریعہ معاش بنا لیا جاوے تو جہاں جہاں اس پیشہ کرنے والے کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاوے وہاں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ لہٰذا اصول میں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

مردہ شوئی کا کام کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زید امام مردہ شوئی کا کام کرتا ہے۔ تو کسی نے کہا کہ مردہ شو امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے۔

(۱) کہ ایک مولوی صاحب مثلاً خالد نے کہا کہ امام مسجد اگر مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت بلاشبہ جائز ہے۔ مردہ کو غسل دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ غسل کی اجرت بھی جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ اجرت نہ لی جاوے۔ لہٰذا امام مذکور کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے۔

(۲) عرف کے بدلنے سے بعض احکام بدل جاتے ہیں۔ تتغیر الاحکام بتغیر الزمان (شامی).

بے شک پہلے اچھے لوگ اچھے لوگوں کو غسل دیتے تھے۔ صحابہ تابعین، تبع تابعین میں یہ رواج تھا۔ مگر پیشہ نہ تھا۔ اب بھی ایسا ہوتا ہے۔ اچھے لوگوں علماء حقانی صوفیاء کرام اولیاء اللہ کو غسل دینے میں بڑے بڑے اچھے لوگ شریک ہوتے ہیں لیکن بطریق پیشہ نہیں بلکہ ثواب اور برکت حاصل کرنے کے لیے غسل دینے میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر مردہ شوئی کا پیشہ اختیار کر لینے والے کو حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ تعظیم و تکریم نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لہٰذا امام مسجد کے لیے جائز نہیں کہ مردہ شوئی کا کام کرے۔ قدوری کے حاشیہ میں ہے۔ مضمرات سے نقل کیا گیا ہے۔ ولا یجوز للامام الحی ان یغتسل للمیت الخ. مضمرات قدوری مترجم پشاوری چھاپہ ص ۸۶ حاشیہ نمبر ۱۰ لہٰذا امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر نہیں کراہت سے خالی نہیں۔ اب استفسار یہ ہے کہ دونوں مولویوں میں سے کس مولوی صاحب کا قول معتبر ہے تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا و توجروا

﴿ج﴾

اموات کو ائمہ مساجد غسل دلائیں یہ درست ہے۔ حقیر جاننے والے بے وقوف ہیں۔ امام تو کچھ مسائل جانتا بھی ہے۔ صحیح غسل دے گا۔ امام سے غسل بند کراتے ہیں تو دوسرے پیشہ ور تو بالکل ہی غلط ملط غسل دیں گے۔ اب رہی بات پیشے والے کی۔ تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ امام کو اتنی تنخواہ دیں کہ اس کو للہ فی اللہ انجام دے سکے۔ ایک فعل حسن کو اپنے غلط طرز عمل کے باعث اہانت بنانے کے اہل محلہ خود ذمہ دار ہیں۔ واللہ اعلم۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح بندہ محمد شفیع

المجیب مصیب ای ورب انہ الحق فاضل حبیب اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

رمضان ۱۳۹۲ھ

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دور جہالت کا ہے اور لوگ دین سے غافل ہو رہے ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ وارثان میت اپنی میت کو غسل دیں۔ جیسا کہ بہشتی زیور وغیرہ میں طریق غسل و کفن تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مگر بوجہ جہالت و نادانی اگر لوگ اس فریضہ کو انجام نہ دیں اور ائمہ مساجد غسل دیں تو کوئی حرج نہیں کہ جب احتیاط سے کام کریں اور کپڑے و بدن کو صاف ستھرا رکھیں اور اجرت لینا بھی جائز ہے۔ پس ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز جائز ہے۔

مردے نہلانے کے کام کو اپنی ڈیوٹی قرار دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کے ایک آدمی نے مردے نہلانے کا کام اپنے ذمے کر رکھا ہے۔ اور دو موضع کے مردے کو غسل دینا اور نہلانا اپنی ڈیوٹی اور اپنے لیے ملکیت کر رکھی ہے۔ کیا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی ہے اگر کوئی آدمی اس مولوی سے مردہ نہلوائے یعنی غسل کا کام نہ کرائے تو مولوی صاحب ان سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردہ کو غسل دینا جائز کام ہے۔ خواہ اجرت لے کر خواہ بلا اجرت۔ درمختار ص ۶۳۴/ج ۱ میں ہے۔ (والافضل ان یغسل) المیت (مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز' ان کان ثمة غیره والا لا). لتعینه علیه وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذالک سراج.

لہٰذا اس کی امامت درست ہے، لیکن اگر وہ کسی اور کو غسل دینے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی اور کے غسل دینے کی صورت میں اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دے یا جو ان سے مردہ نہ نہلائے۔ ان سے بائیکاٹ کر کے بول چال بند کر لیتا ہے تو مومن کے ساتھ بلاوجہ شرعی قطع تعلق فسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر امام مسجد غسل میت دے تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو ذرا تفصیل سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

اصل تو یہ ہے کہ مردے کو اس کے عزیز و اقارب غسل دیں اگر کسی کو غسل دینا نہیں آتا تو اس کو سیکھنا چاہیے۔ باقی امام مسجد کا غسل دینا جائز ہے بلکہ اس صورت میں جب کہ کوئی دوسرا غسل دینے والا موجود نہ ہو تو واجب اور ضروری بھی ہو جائے گا۔ غسل کی اجرت لینا مختلف فیہ ہے اجرت نہ لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن دار الافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

الجواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

الجواب صحیح عبداللہ رائے پوری مدرس مدرسہ رشیدیہ ساہیوال

الجواب بعون اللہ الوھاب

میت کو غسل دینا ائمہ مساجد کے لیے موجب تحقیر واہانت ہرگز نہیں اگر لوگ محض اتنی بات پر ان کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان کی جہالت و نادانی ہے۔ البتہ ائمہ مساجد اس کو بہ طور ایک پیشہ کے اختیار کریں کہ اس کو کمائی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہوں تو اس صورت میں لوگ طبعاً اس کو حقیر سمجھیں گے اور یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کی نگاہوں میں امام مسجد ہر پہلو سے قابل احترام اور معزز ہو اور اگر یہ چاہتے ہوں کہ ہمارا امام واقعی معزز و قابل احترام رہے تو وہ اس کی اتنی مالی خدمت کریں اور ضروریات زندگی کے اعتبار سے مطمئن کر دیں کہ وہ غسل میت کا ایک شرعی عمل کسی اجرت کے بغیر کیا کرے اور یقیناً ایک عالم دین یہ کام احسن طریقہ سے اور سنت کے موافق سرانجام دے گا۔ غسل میت پر اجرت لینا فی نفسہ جائز ہے اور مقتدیوں کی بے توجہی اور کم توجہی سے امام مسجد مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اجرت لیتا اور یہ کام کرتا ہے۔ اس لیے محض اس بنا پر حقیر سمجھنا اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ قرار دینا درست نہیں ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ کسی شیطان کے پیچھے لگ کر جماعت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سیاح الدین کاکاخیل صدر مدرس و مفتی مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

۶ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غسل دینا ایک اسلامی کام ہے غسل دینے سے ثواب ہوتا ہے اور بڑے بڑے بزرگوں نے غسل دیے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی غسل دیے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ غسل دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ بڑی جہالت ہے اگر جہلاء کے خیال کے مطابق غاسل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ سمجھا جائے یا اس کو حقارت سے دیکھا جائے تو آئندہ مسلمانوں کو کوئی بھی غسل دینے والا نہیں ملے گا۔

غسل میت کا شرعاً حکم یہ ہے کہ میت کے ولی پر لازم ہے کہ وہ غسل دے اگر وہ غسل نہ دے تو کوئی نیک شخص متقی پرہیزگار ہو۔ ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاھل الامانۃ والورع کذا فی الزاھدی . فتاویٰ عالمگیری (ص۱۵۹) ھکذا فی صغیری ص۲۸۷ اور دیہاتوں میں امام مسجد سے غسل دلواتے ہیں۔ چونکہ امام مسجد مسائل جانتے ہیں اور اپنی نظروں میں پرہیزگاران کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح طور پر غسل دیں گے اگر امام مسجد اجرت غسل کی لیں تو اجرت بھی جائز ہے گو بہتر نہیں۔ مگر جائز ہے۔ والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمۃ غیرہ والا لا ج ۱/ص ۶۳۴ ترجمہ افضل یہ ہے کہ بغیر اجرت کے غسل دیا جائے۔ اگر اجرت لے تو بھی جائز ہے۔ جبکہ کوئی اور بھی غسل دینے والا ہو ورنہ نہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۵۲ پر لکھتے ہیں۔

میت کو نہلانے والے کی امامت کا حکم

کیا چالیس مردے نہلانے والا بہشتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ دیکھا گیا ہے آج کل شہر سے باہر دیہات میں جو ملاں ہیں۔ اکثر مردہ شوئی بااجرت کرتے ہیں اور امامت یعنی نماز بھی پڑھاتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہ۔ یعنی پڑھی جائے یا نہ نیز ایک صاحب حنفی المذہب جو حافظ القرآن پاک ہے۔ نماز بھی پڑھاتے ہیں اور مردہ شوئی بھی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چالیس مردہ نہلا لے وہ بہشتی ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر مکمل جواب دیتے ہوئے راہبری فرمائی جاوے باری تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ والسلام

﴿ج﴾

مردہ شو کے پیچھے اگرچہ نماز درست ہے۔ نیز غسال اجرت غسل بھی لے سکتا ہے لیکن اگر کسی جگہ عرف میں اس کی امامت سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو وہاں امامت اس کی مکروہ ہوگی۔ علامہ شامی نے اعرابی' عبد ولد زنا کی امامت کی کراہت کی علت تنفر جماعۃ لکھی ہے۔ اگر مردہ شو میں اس علت کا تحقق ہو۔ تو یہاں بھی مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ سب قوم سے افضل واعلم ہے تو قوم کو چاہیے کہ اس کی امامت پر راضی ہوں۔ نیز اس کو بھی چاہیے کہ عالم ہوتے ہوئے موجب نفرت کام سے بچے باقی غسل میت کے بارہ میں جو ثواب ہے وہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حق مسلم کے ادا کرنے کی نیت سے ہو۔ اجرت لینے کی صورت میں کوئی ثواب نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو نہلانے والے کے جنازہ میں امام بننے کا حکم؟

﴿س﴾

میت کو نہلانے والا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردوں کو نہلانا گناہ نہیں۔ اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ کچھ کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۰ محرم ۱۳۹۲ھ

مردے نہلانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جولوگ مردہ شوئی کرتے ہیں۔ ہمیشہ اس کو اپنائے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ صحیح ہے یا نہیں۔ (۲) یا وہ لوگ جو قبروں پر اذانیں دیتے ہیں یا دفن کے بعد مروجہ ختم القرآن پاک کرتے ہیں اور تمام موضع بھر کی روٹیاں لیتے ہیں اس کے علاوہ گیارھویاں کھاتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) مردہ شو کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ مردوں کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ آخر صحابہ کرام بھی تو مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی امامت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو بطور پیشہ کرتا ہو اور اس پر اجرت لیتا ہو اور لوگوں کی نظروں میں اس پیشہ کو حقارت سے دیکھا جاتا ہو تب اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے اور غسال کو اجرت غسل مردہ بھی لینا درست ہے۔ اگرچہ اولیٰ نہیں (۲) یہ بدعات ہیں۔ جیسا کہ فتاوی رشیدیہ کتاب البدعات میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

کیا فاحش غلطیاں کرنے والے کو امام بنانا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں اگر پیش امام قراءت میں غلطی کر کے پڑھتا چلا جائے۔ اور کاَ سا کی جگہ کاس پڑھے تو کیا مقتدی اسے صحیح لفظ بتادے یا نہ؟ کیا یہ شرط ہے کہ پیش امام تین آیتوں کے بعد غلط پڑھتا چلا جائے اور کوئی نہ بتائے۔ قراءت میں عام غلطیاں مثلاً اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمَدُ پڑھنا اَنْعَمْتَ کو اَنَعَمتَ پڑھنا اِھْدِنَا کو اِھدِنِا پڑھنا۔ نَسْتَعِیْنُ کو نَسْتَاعِیْنُ پڑھنا اِنُ اَھْلَکَنِی کو اِنُ اَھْلِیْکَنِی اللّٰہ بصیغہ امر پڑھنا، ضرب اللّٰہ مثلاً کو اِضْرِبُ، پڑھنا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

پیش امام کو اگر وہ غلط فاحش سے قرآن پڑھ رہا ہو۔ صحیح تلفظ بتانا چاہیے۔ خواہ تین آیتوں کے بعد ہو یا قبل تبدیل حرف بحرف از دیاد حرف، نقصان حرف وتبدیل حرکت بسکون و بہ حرکت دیگر۔ وتبدیل سکون بحرکت یہ سب اغلاط فاحش ہیں۔ ان اغلاط میں سے کوئی غلطی کر کے قرآن پڑھنا لحن جلی ہے۔ جس کا پڑھنا' سننا دونوں گناہ ہیں' ھکذا فی کتب الفقہ

والقراۃ، ایسے شخص کو پیش امام بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ خواہ مسائل سے واقف عالم کیوں نہ ہو بلکہ اس کو لازم ہے کہ قرآن کی تصحیح میں سعی بلیغ کرے بعد تصحیح اگر مناسب ہو تو اس کو دوبارہ امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے، مسائلِ نماز سے بے پرواہ کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

میرا گاؤں چک نمبر ۳۵۷۔W-B متصل دنیاپور ضلع ملتان ہے۔ اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد ہے۔ آبادی تقریباً ۳۰۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ لوگ دینی تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔ نمازی بھی تعداد میں بہت کم ہیں۔ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے مسائل سے بھی واقف نہیں۔ گاؤں ہذا کی مسجد میں دو شخص باپ اور بیٹا امامت کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہیں۔ دینی مسائل سے پورے واقف نہیں۔ بعض اوقات تو ان سے ایسی حرکات نماز وغیرہ کے متعلق سرزد ہوتی ہیں کسی بت کدہ میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری۔ امام مسجد یعنی باپ۔ درست قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے بعض اوقات نماز دہرانی پڑتی ہے۔ نووارد تو یقیناً نماز دہراتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پڑھ سکتا ہے۔ نماز عیدین پر خوب درگت ہوتی رہی ہے۔ لیکن اس کو کوئی اثر نہیں۔ ویسے قرآن پاک کی متعدد سورتیں اس نے یاد کر رکھی ہیں۔ جن کی ادائیگی الامان۔ الامان۔ امام مسجد کا بیٹا خود قرآن حکیم کا حافظ ہے۔ باپ کی نسبت قرآن پاک قدرے اچھا پڑھتا ہے۔ لیکن نماز کا پورا پابند نہیں۔ دینی مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر آٹھ دن کے بعد داڑھی کٹواتا ہے۔ ظہر اور عصر تو شاید ہی ادا کرتا ہو۔ ناول پڑھنے کا شوقین ہے۔ تصویریں وغیرہ خوب دل جما کر دیکھنے کا دلدادہ ہے۔ نماز تراویح کو نفل نماز کہتا ہے۔ پہلے دو تین سال حسب منشا پڑھتا رہا ہے۔ اب صرف جمعہ پر اکتفا کرتا ہے۔ باپ اور بیٹا بلا وضو اذان پڑھنے کے بھی عادی ہیں۔ وضو میں کوئی عضو کہیں سے سوکھا رہ جائے تو بتلانے پر بھی پرواہ نہیں کرتا۔

بیٹے نے جمعہ کا وعظ بھی شاید ہی کبھی سنا ہو۔ صرف خطبہ پڑھنے کے موقع پر آیا کرتا ہے۔ اس کا والد ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وعظ فرماتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارہ میں کہ گذشتہ جمعہ باپ وعظ فرما رہے تھے۔ جب انھوں نے وعظ ختم کیا تو بیٹے کو آواز دی کہ منبر پر پہنچ کر خطبہ دے۔ لیکن بیٹا ابھی غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار رہا تھا باپ نے پھر وعظ شروع کر دیا۔ بیٹا نہا رہا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک منٹ وعظ فرمایا۔ اور کسی نمازی کے کہنے پر بند کر کے خطبہ دینا شروع کر دیا۔ وہی غلط ملط بیٹا نہا رہا ہے۔ یونہی خطبہ ختم ہوا تکبیر شروع ہوئی۔ بیٹا امامت کرانے کے لیے مصلی پر آن کھڑا ہوا نہ وعظ سنا نہ خطبہ جمعہ سنا حالانکہ خطبہ جمعہ سننا یا پڑھنا غالباً واجب ہوگا۔ اور نہ ہی سنت اول جمعہ ادا کی۔ جماعت کرائی دو سنت اور دو نفل پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔ داڑھی کٹوائی ہوئی تھی حالانکہ داڑھی کو کٹوانے کے لیے بندہ نے دس بارہ دفعہ پہلے کہا بھی ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ خاص کر امام کے لیے مگر اس پر کوئی اثر نہیں۔ بندہ نے اپنی ظہر کی نماز ادا کی۔

گزشتہ جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادائیگی مین پڑھی کیا بندہ کا یہ فعل درست ہے۔ یا بندہ غلطی پر ہے۔
کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں' اگر نماز نہیں ہوتی تو کیا کیا جائے جب کہ گاؤں میں اور کوئی مسجد نہیں۔ کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھی جاتی بندہ نے اسی دن سے بلا جماعت نماز ادا کرنی شروع کر دی ہے۔ کیا بندہ حق پر ہے یا غلطی پر۔ کمترین نماز با جماعت کا سختی سے پابند ہے۔ بلکہ تکبیر اولی کے چلے جانے کا بندہ کو صدمہ ہوا کرتا ہے۔ گاؤں والے امام مسجد صاحب اور ان کے بیٹے کو نہیں کہتے کہ داڑھی رکھ لو۔ جمعہ کا خطبہ سنا کرو۔ نماز کی پابندی رکھو۔ اور اپنے قرآن پاک کو درست کرو۔ بلکہ مجھے میرے بھتیجے سے کہلواتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھا کرو۔ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ بعض تو یوں کہتے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے کئی امام ایسے ہی ہیں۔ اگر نماز کا پابند نہیں تو اسے گناہ ہوگا۔ تمھیں کیا اس گاؤں میں اس عرصہ میں کئی امام بدلے گئے ہیں کیونکہ گاؤں میں پارٹیاں ہیں کوئی کسی کا حامی ہے کوئی کسی کا حامی۔
اب میرے لیے شریعت محمدی کے مطابق حکم دیا جائے تا کہ میری پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہین دور ہوں اور اطمینان قلب کے ساتھ دینی فریضے ادا کرسکوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

امام موصوف اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے۔ جس سے نماز میں فساد آتا ہے۔ یا اعضاء وضو خشک رہ جانے کے باوجود نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں۔ لیکن اگر غلطی مفسد نماز نہ ہو۔ تو نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور اکیلے پڑھ لینے سے امام کے ساتھ با جماعت پڑھنا اولیٰ ہے۔۔۔۔ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر چہ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والے گنہ گار ہونگے۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم وصالح ومتقی کو امام بنادیں۔ جو قرآن کو ترتیل وتجوید سے پڑھتا ہو۔ والدليل على كل ما ادعينا.
والسنة فيها القبضة الخ. ولذا قال يحرم على الرجل قطع لحية (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الحظر والاباحة ص ۳۵۹ ج ۵) ويكره امامة عبد و فاسق درمختار) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامى باب الامامة ص ۴۱۴ ج ۱) وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (درمختار ص ۴۱۵\ج ۱) فان امكن الصلوة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد ردالمحتار ص ۴۱۳\ج ۱ (الدرالمختار باب الامامة ص ۴۱۲\ج ۱) والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض و قيل واجب وقيل سنة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔
(۱) ایک امام مسجد قرآن شریف غلط پڑھتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ (۲) کیا امام مسجد پرچون کی دوکان کرسکتا ہے یا نہیں۔ (۳) ایسا امام جو بدمعاش آدمیوں اور عورتوں سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ایسے امام کے بارہ میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

(۱) وہ غلطی معلوم ہونا چاہیے تا کہ اس کے موافق مطلب اور معنی دیکھ کر حکم لکھا جاوے (۲) کرسکتا ہے۔ (۳) اگر اس الزام کا کچھ ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا ہے۔ تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے اور اگر ثبوت ہے تو یہ شخص فاسق وعاصی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ويكره امامة عبد الخ. وفاسق (درمختار) قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى الى قوله بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار باب الامامة ج ۱/ص ۴۱۴) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

علم تجوید سے ناواقف شخص کو امام مقرر کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے- اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے- اور امام بننے کا شوق بہت ہے- یعنی نماز پڑھانے کا بہت شوق ہے اور قرأۃ جو پڑھتا ہے تو وہ الف- عین- ھمزہ- ان تینوں حرفوں کی ادائیگی صرف الف ظاہر کرتا ہے- اور ت- ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے- اور ث- س- ش- ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا- اور آگے خ- ذ- ز- ظ- ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک- ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا- اور ض- د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں- یعنی مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو لازم ہے کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا

معلوم ہوتا ہے حاصل کرے۔کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے۔جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا نہ کرے بلکہ اس کو دال یا ڈال کے مشابہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے پر فی الحال قادر ہے لیکن اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی بجائے دال کے مشابہ پڑھے یا جو امام فی الحال اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں اور سیکھنے سے قدرت حاصل کر سکتا ہے۔لیکن وہ اس کے مخرج کے سیکھنے سے غافل ہے یا اس کو ضروری نہیں سمجھتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱،۲) ضاد عربی زبان میں مستقل حرف ہے۔اس کو دال مفخم پڑھنا بھی غلط ہے اور ظاء پڑھنا بھی درست نہیں۔کسی متقن قاری سے اس کی مشق ضروری ہے۔اگر باوجود سعی کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہوا تو جو لفظ بھی نکلے نماز درست ہوگی۔اور اگر صحیح پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔تو گنہگار رہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادائیگی الفاظ میں فحش غلطیاں کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد حنفی المذہب نماز میں دو تین جگہ درج ذیل طریقہ سے پڑھتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ قصداً نہیں پڑھتا۔ بلکہ اس کی زبان اوائل سے اس کی عادی ہے اس لیے وہ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کہا گیا ہے کہ ذیل کی دو تین جگہ آپ اس طرح پڑھتے ہیں ان پر غور کر کے کوشش کریں تا کہ صحیح ہو جاوے لیکن اس کی درستگی اس سے نہیں ہوسکتی کسی ایک جگہ کو صحیح پڑھ لیتا ہے تو دو جگہ اپنی سابقہ عادت کے موافق پڑھتا ہے۔ اب عرض ہے کہ اس صورت میں نماز میں کوئی جرح ہے یا نہیں۔ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ غلطیاں یہ ہیں۔ الحمد للہ میں الحمد للہ لام کے ساتھ الف پڑھتا ہے۔ انعمت میں عین کا کسرہ پڑھتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ۔ میں لیمن ساتھ الف پڑھ کر کھینچتا ہے اور لمن کے لام پر شد پڑھتا ہے۔

﴿ج﴾

سوال میں مندرجہ غلطیاں فحش غلطیاں ہیں۔ایسی غلطیاں کسی عامی آدمی سے ہی سرزد ہوسکتی ہیں۔ایسے آدمی کو مسجد کا امام تو ہرگز نہیں ہونا چاہیے جب سورۃ فاتحہ جیسی معروف ومشہور وسہل سورت میں اس کی یہ غلطیاں ہیں تو باقی سورتوں میں بہت زیادہ ہوں گی۔ اس لیے اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے باقی رہا اس کی نماز کی صحت وفساد کا مسئلہ تو جاننا چاہیے کہ اس تبدیلی کی وجہ سے یہ لفظ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے قواعد کے لحاظ سے تو فساد لازم آتا ہے لیکن بوجہ عموم بلوی کے عجمی عامی آدمی کے بارہ میں جواز اور صحت کی امید کی جاسکتی ہے۔اور اس شخص پر صحیح سیکھنا ہر حال میں لازم ہے۔

مہندی ملا خضاب لگانے والے اور بدعتی کی امامت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین عرصہ دراز تقریباً ۱۸۔۱۹ سال سے ہمارے چک ۵ ڈبلیو بی کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ فریضہ امامت کو پوری طرح ادا فرما رہے ہیں۔ پختہ حنفی المذہب ہیں پکے دیوبندی ہیں۔ صحیح العقیدہ ہیں صبح کو بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس بھی دیتے ہیں۔ شرک وبدعات سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر بھی ہیں۔ چک ۵ میں تبلیغی جماعت کے بڑے کارکن بھی ہیں صرف بات اتنی ہے کہ امام مذکور سیاہ خضاب میں سرخ مہندی ملا کر اپنی ریش مبارک کو لگاتے ہیں تو کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

دوسرا اسی چک ۵ میں ایک سید صاحب ہے جو کہ بریلوی العقیدہ ہے جس کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ پورا بدعتی ہے سال میں ہمیشہ میلاد کراتا ہے قوال منگاتا ہے۔ گاجے باجے سارنگی ڈھول دیگر پروگرام بھی ہوتے ہیں اس سید مذکور نے دوسری مسجد چک ۵ میں تیار کر رکھی ہے جس میں امامت کراتا ہے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے شرکیہ اعمال وافعال کی قیادت کرتا ہے لہٰذا اس سید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) سیاہ خضاب میں مہندی ملا کر استعمال کرنا درست ہے اس لیے امام مذکور کی امامت بلا کراہت درست ہے۔
(۲) شخص مذکور مبتدع ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔

تعویزات کے ذریعہ علم یقینی کے قائل کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں' کسی آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مجھے کیا ہے مولوی صاحب نے فرمایا: تیرے ساتھ ایک فقیر رہتا ہے' اور دو سال تک رہے گا۔ پھر چلا جائے گا اور تیری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ تعویذ لے جاؤ پھر چند دنوں کے بعد ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا یہ کس طرح معلوم کیا ہے کہ تیرے ساتھ فقیر رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا میرا فنی علم ہے۔ یہ ایک فن ہے جس سے معلوم کر لیتا ہوں اور کسی آدمی کو کہنا کہ تجھے فلاں مرض ہے تعویذ لے جاؤ۔ خیر ہو جائے گی اور بیمار آدمی کو قبروں پر بھیجنا اور زبان سے کہنا کہ میرا عقیدہ ہے کہ قبر والوں سے جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور حلفیہ کہنا کہ میں جانتا ہوں تو کہتا ہوں اگر کوئی آدمی گم ہو جائے تو اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کے رشتہ دار وہاں سے پھر پھرا کر واپس آ گئے اور وہ آدمی وہاں نہیں ملتا اگر اپنا جوتا گم ہو جائے اس کا پتہ لگا نہیں سکتے۔ اگر جوتا مل بھی جائے تو جوتا لے جانے والے کو بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں دیکھ کر اور سن کر جماعت کے ساتھ میں نماز ادا نہیں کرتا کیونکہ مجھے شرک معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ یہ باتیں شرک ہیں یا نہیں اور اس جیسے امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور مبتدع ہے' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ اعلم

غلط اور ناجائز عملیات وتعویذات کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عامل صاحب نے مبلغ اڑھائی روپے وصول کر کے تعویذ دے دیا۔ یہ تعویز ایک ایسے شخص نے حاصل کیا جو ایک منکوحہ عورت سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے منکوحہ ہے۔ عامل نے ایک آسیب زدہ مسلمان عورت کے لیے برائے علاج فیتہ کے ہمراہ کتے کا پاخانہ جلا کر اس کا دھواں ناک کے ذریعہ چڑھانے کا حکم دے دیا۔ چھوٹے شیرخوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ایسے عامل صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کیا یہ گناہ کبیرہ کی تعریف سے باہر ہے۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عامل صاحب اس قسم کے ناجائز عمل کرتا ہے اور کسی شخص کی درخواست پر غیر کی منکوحہ سے تعلق و دوستی قائم کرنے کے بارے میں اس شخص کے لیے عمل کرتا ہے۔ تو یہ عامل صاحب گنہگار مرتکب کبیرہ وفاسق

ہے۔ امامت کے قابل نہیں۔ اسے امامت سے ہٹایا جائے۔ (۲) نیز اس عامل کا آسیب زدہ کے لیے علاج فیتہ اور کتے کے پاخانہ کا دھواں آسیب زدہ کے ناک میں کرنا بھی ناجائز ہے۔ (۳) عامل کا چھوٹے شیرخوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویز کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کے پانی کے استعمال کا حکم دینا جائز ومباح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جادوٹونے کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عالم دین اور خطیب مسجد ہو کر ایک غیر مسلم مردے کی قبر کو کھود کر اس میں بکری کی سری اور دو مچھلیوں میں سینکڑوں سوئیاں چبھو کر دفن کیا اور پھر قبر پر کھڑے ہو کر جادوٹونے کا عمل کیا۔ جس کے نتیجے میں غیر مسلموں نے عالم کو پکڑ لیا اور مارا پیٹا۔ پتہ چلنے پر لوگوں نے اس عالم دین کے پیچھے نمازیں پڑھنا ترک کر دی ہیں۔ کیا لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ کیا زید کا فعل درست ہے۔ جبکہ وہ اب بھی امامت کر رہا ہے؟

﴿ج﴾

یہ عالم دین جو اس طرح کے سفلی عملیات پر عقیدہ رکھتا ہے۔ امامت کے لائق نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشترک زمین کو غیر شرعی طریقہ پر مدرسہ کے نام کرانے والوں کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کے ہمارے گاؤں میں ایک دینی ادارہ قائم ہے۔ بنام تجوید القرآن رحمانیہ مدرسہ ہذا کے متولی صاحبان نے ایک کنال زمین بنام مدرسہ ہبہ کروا کر اپنے نام انتقال کروا لیا۔ جب کہ اس مذکورہ زمین کے چار سو ستر حصہ دار ہیں اور ان حصہ داروں میں سے صرف پندرہ سولہ حصہ داروں نے اپنی رضامندی سے زمین ہبہ کی بقیہ حصہ جات کو ان حصہ داروں کی منشا ومرضی رضا ورغبت کے خلاف تحصیل دار اور دیگر متعلقہ لوگوں کو رقم دے کر انتقال نامہ بنوا لیا۔ جب کہ بقیہ حصہ دار اپنی غربت کی وجہ سے ان سے خائف ہو کر مطالبہ نہیں کر سکے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو زمین واپس نہیں کی جاتی۔

(۲) مدرسہ مذکورہ بالا کا کل اہتمام دو بھائیوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ وہ کل آمد وخرچ کے معاملہ میں سیاہ وسفید کے مالک ہیں۔ جب کہ گاؤں کے لوگوں کو مطالبہ کے باوجود حساب نہیں دکھایا جاتا۔ پھر جو طلبہ طلب علم کے لیے آتے ہیں ان سے

بیگار لیتے ہیں۔ان سے فصل کٹواتے ہیں۔زمینوں کو پانی لگواتے ہیں۔بلا معاوضہ مدرسہ کی اشیاء برتن۔بھینس وغیرہ کے استعمال میں رہتے ہیں۔کیا ایسے لوگوں کو زکوۃ فطرانہ قربانی کی کھالیں صدقہ دینا جائز ہے اوران کی امامت جائز یانہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی اس زمین کے کچھ حصہ دار ہیں جنھوں نے یہ زمین مدرسہ کو وقف نہیں کی بلکہ متولیوں نے زبردستی اس زمین کا انتقال مدرسہ کے نام کروالیا ہے تو یہ متولی غاصب ہے اوراس کی امامت مکروہ ہے۔متولی کو شرعی طریقہ سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرانا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے حسابات منتظمہ کمیٹی کے سامنے پیش نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن وامام مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو مسجد کی آمدوخرچ کا حساب دینے سے صاف انکاری ہے۔حساب وکتاب طلب کیا گیا تو امام صاحب منتظمہ کمیٹی سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آئے۔کیا ایسے امام صاحب کو مسجد کے لیے چندہ دینا درست ہے۔جو چندہ کا باقاعدہ حساب نہ رکھتا ہو اور جو اپنے وعدہ اور وعید کا پابند نہ ہو۔زبان سے کچھ کہتا ہے اور فعل کچھ اور کرتا ہے۔اس طرح سے مسجد کی آمدنی میں فرق پڑتا ہے۔ایسے شخص کے لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اس مسئلہ میں امام مسجد پر مسجد کے چندہ کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنا اور عندالطلب منتظمہ کمیٹی کو حسابات کے لیے پیش کرنا ضروری ہے اوراگر باقاعدہ حساب وکتاب نہیں رکھتا اور نہ حساب وکتاب پڑتال کے لیے پیش کرتا ہے اور منتظمہ کمیٹی کو اس کی خیانت پر یقین ہوگیا ہے تو اس شخص کا مسجد کے حسابات سے معزول کرنا ضروری ہے۔ورنہ بصورت عدم معزولی منتظمہ کمیٹی اس کی جواب دہ ہوگی۔اگر یقینی طور پر امام مسجد کی خیانت ثابت ہوجائے تو وہ فاسق ہے اوراس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ لائق امامت کے نہیں،جب تک توبہ نہ کرے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له او کما قال. (ترجمہ) جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔ویکره امامة عبد الخ. وفاسق (درمختار) اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لا يهتم لا مر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ (ردالمحتار ص۴۱۴ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدرسہ کا مال خورد برد کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے مدرسہ کا ناظم مالیات مدرسہ کی اشیاء میں خورد برد کرتا ہے۔احقر نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔نیز مہتمم مدرسہ کو بھی اس کا علم ہے۔لیکن وہ محض اس لیے اس کو کچھ نہیں کہتے کہ پھر وہ استعفیٰ دیدیں گے اور پھر کوئی ایسا کام والا آدمی میسر نہ ہوگا۔حالانکہ اس کو معقول تنخواہ بھی ملتی ہے تو کیا ایسے حرام خور کی امامت جائز ہے یا نہیں۔بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔فقط واللہ اعلم۔

خائن کی امامت کا حکم

﴿س﴾

السلام علیکم۔مزاج شریف عرض یہ ہے کہ مولوی صاحب کے پاس مسجد کی امانت ہوا اور وہ اس میں خیانت کرکے استعمال کرگیا ہے اوراپنے اہل وعیال پر خرچ کرچکا ہے۔اس لیے اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے۔پھر دوسری بات یہ ہے کہ وہی مولوی امانت کو اپنے استعمال میں لاکر پھر شیعہ مذہب اختیار کرگیا اوران سے پوری طور پر امداد حاصل کی اور پھر وہاں سے دوسری جگہ پر پہنچ کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہوگیا اور لوگوں نے بھول کر اس کو پیش امام مقرر کیا اور پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس مولوی نے مسجد کی امانت کو ہڑپ کیا اور پھر شیعہ مذہب اختیار کرکے اس امانت کو ادا کیا ہے اور بغیر کسی تعزیر شرع کے وہ اہل سنت میں داخل ہوگیا ہے(۱) اب کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں(۲) جب کہ لوگ دانستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں تو کیا اس حالت میں اس بستی کے اندر دوسرا جمعہ مبارک ہوسکتا ہے یا نہیں۔جب کہ اس میں صرف ایک ہی جمعہ کی اجازت ہو۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر واقعی مولوی صاحب نے خیانت مسجد کے مال میں کی ہے تو خیانت کرنا شرعاً گناہ ہے۔جتنی خیانت کی ہے اتنا ضمان اس پر واجب ہے۔نیز شیعہ بننا بھی باتفاق امت فسق ہے۔بلکہ آج کل کے شیعہ تو عموماً قطعیات اسلام کا انکار کرتے ہیں۔جن کا انکار کفر ہے لیکن اگر مولوی صاحب شیعہ مذہب وغیرہ سے تائب ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ قوله تعالى يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب

جمیعا انه هو الغفور الرحیم وقوله علیه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب کمن لا ذنب له. اگر اہل سنت والجماعت سے ہونا صحیح ہے اور اس کی امامت بھی درست ہے البتہ اگر اپنے اغراض ومنافع کے لیے اس قسم کے ناجائز احکامات بنالے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

مسجد کے قرآن شریف بیچنے والے کی امامت کا حکم

(س)

ایک امام مسجد نے مسجد کے دو عدد قرآن شریف بعوض ایک سیر گھی اپنے شاگردوں کو فروخت کیے اور کچھ قرآن شریف جو کہ خستہ حالت میں تھے گلا کر ان میں مٹی ملا کر اپنی شاگرد لڑکیوں سے برتن بنوائے تو ایسے امام مسجد کے متعلق شرعی فتویٰ تحریر کریں اسلام میں اس کی سزا کیا ہے۔

(ج)

اس پیش امام نے یقیناً جہالت کی وجہ سے اس بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا۔ اس لیے اسے توبہ کرنی چاہیے۔ توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۳۸۰ھ

مسجد کے حساب کتاب میں دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے۔ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ مسجد کا تمام چندہ بھی اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور امام نے ایسے خرچ کیے ہیں کہ ۱۲۰/- کی چیز خریدی ہے اور ۲۲۵ روپے لکھ رہے ہیں۔ اور اسی طرح کئی اور چیزوں میں رقم زیادہ کر رکھی ہے اور ان کے پاس رسید بھی موجود ہے۔ اور جس شخص کو بھیجتے رہے۔ وہ شخص بھی ان کے سامنے کہتا ہے اور مانتے نہیں ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمت امام صاحب نے میرے سپرد کیے۔ ایسے ایسے خرچ انھوں نے کیے ہیں۔ اب اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

(ج)

اہل محلہ ومسجد ایک کمیٹی معزز دیندار حضرات کی منتخب کرلیں۔ وہ اس امام صاحب کے حساب کی پڑتال کریں۔ اگر حساب اس کا ٹھیک ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور مخالف اور خیانت کی تہمت لگانے والوں کو توبہ تائب ہو جانا اور امام

صاحب سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر واقعی خیانت ثابت ہو جائے تو اس سے خیانت کی رقم وصول کریں نیز اسے سمجھائیں کہ آئندہ اس قسم کی خیانت آپ سے نہ ہو پھر اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ اور آئندہ کے لیے بہتر یہ ہے کہ مالیات کے شعبہ سے اسے برطرف رکھیں۔ اور کمیٹی خود حساب وکتاب اپنے ہاتھ میں لے لے یا کسی اور بہترین شخص کے سپرد کر دے اور اگر کمیٹی کی تحقیق وثبوت کے باوجود بھی وہ تائب نہ ہو تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے علیحدہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد جان عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

شطرنج باز لحیہ تراش حقہ نوش کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی مسجد کی امامت سے مستعفی ہوتے ہوئے اس کے پاس اتنا گزارہ کا کفیل ہے کہ کسی قسم کا محتاج نہیں۔ اور پھر زید لاولد بھی ہے تقریباً اس کی چھ ایکڑ زمین بھی ہے۔ کیا اسے مسجد کے فنڈ سے غبن کرنے کی اجازت ہے اور اگر مسجد کے نام کچھ رقبہ بھی ہو تو اس میں سے بھی غبن کر سکتا ہے۔ کتاب وسنت سے بیان کریں۔ (۲) بالغ غیر بالغ مسجد میں تعلیم دین حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کو طہارت غیر طہارت کا امتیاز نہ ہو۔ (۳) شطرنج باز، حقہ نوش، لحیہ تراش بغیر اجازت امام خطابت سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں (۴) بدعتی اور مردہ شو کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

(ج)

امام مذکور کو غبن بمعنی خیانت کا تو کسی طرح مجاز نہیں ہے۔ البتہ مسجد کی کمیٹی ہو تو اس کمیٹی کی رائے اور مشورہ سے اپنے لیے تنخواہ مقرر کر سکتا ہے۔ باقی گزارہ کا ذریعہ اگر اس کا موجود ہے جس سے فارغ اور مطمئن ہو کر امامت کا کام کر سکتا ہے تو اچھا ہے کہ مسجد کے فنڈ سے کچھ نہ لے۔ لیکن اگر لے لے تو بھی جائز ہے۔ (۲) فقہاء کرام نے مسجد میں اس تعلیم سے جو بالمعاوضہ ہو منع فرمایا ہے اس طرح حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا ایسے چھوٹے جنھیں پاکی پلیدی کی تمیز نہیں ہوتی۔ پس اولیٰ وانسب یہ ہے کہ تعلیم صبیان کے لیے خارج از مسجد کسی مکان کا انتظام کیا جائے۔ چاہے وہ مکان کرایہ پر ہی کیوں نہ لیا جائے اور جب تک اس کا انتظام نہ ہو۔ اس وقت تک مسجد کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔ (۳) شطرنج باز، حقہ نوش اور لحیہ تراش امامت کے مستحق تو ہرگز نہیں اور خطبہ بھی اس سے سننا مکروہ ہوگا۔ اور صرف تقریر ووعظ اگر وہ بغیر اجازت متولی مسجد یا امام مسجد کے شروع کر دے۔ تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اجازت کے ساتھ نفس تقریر اگر وہ اچھی باتیں کرے تو سننا جائز ہوگا۔ بعد میں فہمائش کی جائے کہ خود بھی اپنی عملی اصلاح فرماوے۔ (۴) بدعتی کی امامت مکروہ ہے اور مردہ شوئی کرنے والا اگر محتاط ہو کر غسل دیتے وقت چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے

پاک کپڑے رکھے اور غسل بھی کرے اور مردہ شوئی کو بطور پیشہ اختیار نہ کرے بلکہ ضرورت کے وقت اس کو بطور خدمت کے انجام دے بلا معاوضہ تو نماز بلا کراہت اس کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بدعہدی کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کا پیش امام مسجد ایک شخص کا حق غبن کرنے کی خاطر عہد شکنی کر رہا ہے۔ گاؤں والے اس معاملہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حقدار واقعی عنداللہ حق بجانب ہے۔ وہ تمام لوگ جمع ہو کر اپنے پیش امام کی خدمت میں آ کر اسے ہدایت کریں۔ مگر وہ پیش امام ہدایت پذیر نہ ہو۔ گاؤں والے ناراض ہو کر اور بدظن ہو کر واپس چلے جائیں۔ کیا لوگ متفقہ طور پر اس پیش امام کو ہٹا کر دوسرا پیش امام مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا بالثواب۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حسب تحریر وحسب معاہدہ امام مسجد کو لازم ہے کہ جس سے معاہدہ کیا ہے اس کو پورا کرے اور خاندانی لڑکی کا نکاح کر دے۔ اور اگر قوی عذر شرعی موجود ہے تو اس معاہدہ کیے گئے شخص کو راضی کر کے دوسرے شخص کو لڑکی دینے کی گنجائش ہے۔ ورنہ امام مجرم ہوگا اور لوگوں کو حق ہوگا کہ اس امام کو بدل کر دوسرا امام مقرر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دو تین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا۔ یا نہ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا بہت سنگین الفاظ ہیں اس شخص کو فوراً توبہ تائب ہونا چاہیے۔ ورنہ امامت سے ہٹا دیا جاوے اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام التائب من الذنب کمن لاذنب لہ (الحدیث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا دیگر ایک شخص نے بیان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے۔ اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ کرنے والے نے کہا یہ شخص حدیث کا قائل نہیں کافر ہے۔ جو اسی جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے۔ دیگر ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کر لیا۔ باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۷۳ پر موجود ہے۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں۔ تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی۔ اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے۔ بہرحال یہ امام کافر نہیں ہے اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا۔ جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے وہ حق پہ نہیں بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا''

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں امام مسجد نے جواب دیا میں توحید بیان نہیں کروں گا میں تو شرک بیان کروں گا مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے۔ یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں۔ کیا عندالشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا امامت کے قابل رہا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ان کلمات سے اگرچہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا۔ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ تائب ہوا اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ

۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

بی بی زلیخا کے بارہ میں بدزبانی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیخا مسلمان ہوئی تھی۔ یا نہیں زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی تھی۔ اس زلیخا کے حق میں اگر کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے، کنجری، کراڑی، کمینی، فاحشہ، بدچلن، زانیہ آیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زلیخا (امراۃ العزیز) کے متعلق قرآن کریم سے صرف صغائر گناہ ثابت ہیں۔ جو حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ (زنا) سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل و کرم سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و عفت و تقوی کی وجہ سے بچالیا ہے۔ پھر اس کو کس طرح زانیہ کنجری کہا جا سکتا ہے۔ یہ محض الزام ہے۔ بدزبانی ہے اور جہالت کا ثبوت ہے اس طرح کے بے احتیاط شخص کو امام اور مقتدا بنانا جائز نہیں ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ محتاط اور متقی ہو۔ واللہ اعلم۔

غلطی سے غلط مسئلہ بتا دینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ چک نمبر ۳۵۹ کے امام مسجد نے جمعہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تاش۔ شطرنج و نرد اور شراب کی مذمت بیان کی اور اس میں یہ کہا گیا کہ جو شخص تاش کھیلے وہ اس طریقہ سے ہے کہ اپنی والدہ سے برائی کرتا ہے یہ مسئلہ حدیث میں ہے جب بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی غلطی کا معترف ہوں کیونکہ میرے ذہن میں حدیث ربوا کا مضمون موجود تھا غلطی سے تاش کے بارے میں بیان ہوگئی ہے کیا اس امام مسجد کے پیچھے نماز با جماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور تاش و شطرنج و نرد اور شراب جو لوگ علانیہ پیتے پلاتے ہیں شرعاً ان کے ذمہ کون سے فدیے ہیں؟

﴿ج﴾

جب مولوی صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا ہے اور لوگوں کو صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا تو مولوی صاحب پر اب کوئی ملامت نہیں اور اس کی امامت جائز ہے شطرنج و نرد کھیلنا ناجائز ہے شراب پینا حرام ہے اور پینے والے پر حد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناشائستہ الفاظ منہ سے نکالنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو عالم شخص آپس میں ایک مسئلہ دینی میں مباحثہ کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر آپ عدم جواز کے قائل ہو تو جامع مسجد میں بروز جمعہ اعلان کروا تا کہ لوگ جو جواز کا قول آپ کی طرف نسبت کرتے ہیں اس غلط فہمی سے بچ جائیں۔ تو اس دوران میں زید جو اس جامع مسجد کا خطیب تھا۔ طیش میں آ کر بول اٹھا کہ جو کوئی شخص میری مسجد میں اعلان و تقریر کرے میں اس کی ٹانگ (پاؤں) توڑ کر اس کی مخصوص جگہ (دبر) میں دیتا ہوں۔ اب یہ الفاظ جو زید سے صادر ہو گئے کیا توہین علماء دین کی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اس کی عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ دوسری صورت میں توہین نہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔ حالانکہ زید کی مراد توہین علماء دین کی ہی تھی۔ اس پر قرائن دو عالموں کا مباحثہ دینی اور دینی مسئلہ کے اعلان کا قول کرنا اور اس کا اس پر غصہ ہونا اور ان الفاظ ناشائستہ کو منہ سے نکالنا موجود ہیں۔

﴿ج﴾

اس قسم کے الفاظ خلاف شرع ہیں اس شخص کو اس قسم کے الفاظ سے توبہ اور احتراز کرنا چاہیے۔ اس شخص کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فتوی کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور ایک روز درود شریف پر دس بارہ آدمی اکٹھے ہوئے ہیں۔ بات چیت کرتے کرتے جو امام مسجد تھا اس نے سب آدمی جو درود شریف میں شامل تھے ان سب کو کہا کہ تم کافر ہو۔ انھوں نے کہا کہ فتوی پوچھیں گے۔ کہ مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات پر اس نے کہا کہ میں فتوی پر پیشاب کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ مسئلہ علماء دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اس کے حق میں شرع شریف کا کفارہ ہو تو کتب فقہ سے بحوالہ فرمائیں۔

﴿ج﴾

اس شخص نے یہ بہت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ واقعہ کی خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے یہ لفظ کہے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے۔ توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کی امامت درست ہے اگر وہ توبہ تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

'میں فتوی کونہیں مانتا' کہنے والے کی امامت کاحکم؟

(س)

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حافظ صاحب- حاجی صاحب کے مابین اجنبی عورت کو تین دن پاس رکھنے کے الزام کے سبب کافی عرصہ سے بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے- حافظ صاحب نے صلح کے لیے کافی کوشش کی مگر حاجی صاحب بالکل نہیں مانتے- بلکہ دوسروں کو بھی بائیکاٹ کے لیے کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حافظ صاحب پکا منافق ہے- دلیل کے لیے یہ آیت شریفہ پیش کرتے ہیں یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم - حاجی صاحب کی مسجد میں ایک مولوی صاحب امام مسجد ہے- جس کو حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم حافظ صاحب سے بائیکاٹ کرو- تو اس مسجد میں امام رہ سکتے ہو ورنہ نہیں- مولوی صاحب نے قرآن مجید کی آیت انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم الآیــہ - کا مفہوم پیش کیا اور کہا کہ تم ہمیں روکتے ہو- حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمھارے درمیان صلح کرائیں- مگر حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے انکار کیا- پھر حدیث شریف سنائی گئی تو بھی انکار کر گیا- پھر کہا گیا کہ فتوٰی منگائیں جو شریعت کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے- پھر بھی انکار کر دیا پھر نزاع فیصلہ کے لیے پنچایت کے متعلق کہا گیا تو بھی انکار کر دیا- اور ہر بار کہتے رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے- قرآن شریف- حدیث شریف- فتوٰی- پنچایت کی بالکل پرواہ نہیں کی اپنی ضد پر پکے رہے- کیا حاجی صاحب کو صلح کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے قرآن- حدیث کا انکار کیا ہے کیا حاجی صاحب کے لیے توبہ کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

دوبارہ پھر حاجی صاحب کے سامنے قرآن و حدیث پیش کیے گئے تو کہنے لگا کہ تمھارا فرض ادا ہو گیا اس انکار کا وبال مجھ پر پڑے گا- مجھ پر فتوٰی لگاؤ میں نہیں مانتا- کیا حاجی صاحب خط کشیدہ الفاظ سے سر اور ہاتھ کے اشاروں سے انکار کے سبب قرآن و حدیث کے انکار کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ اگر انکار کے مرتکب نہیں تو فبھا اگر انکار کے مرتکب ہیں تو توبہ علی الاعلان کرنا ضروری ہے- یا بغیر توبہ کیے امام بنائے جا سکتے ہیں- بینوا توجروا

(ج)

واضح رہے کہ بلا وجہ کسی پر تہمت لگانا شرعاً گناہ ہے- اگر حاجی صاحب کے پاس اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ سخت گنہگار ہیں اور قرآن و حدیث سے ان کو سمجھانے کے باوجود بھی اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں- یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تو اور بھی زیادہ سخت گنہگار بن گئے ہیں- ان پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ تائب ہو جائیں- اور حافظ صاحب سے مصالحت کریں- یہ بھی توبہ میں داخل ہے- لیکن اگر ان کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے تو اس کو پیش کر دیں تا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ مسئلہ ختم ہو جائے- اگر حاجی صاحب اس کا ثبوت پیش کر سکے تو ان پر تہمت کا گناہ نہ ہوگا- حدیث شریف میں تین دن

سے زیادہ کسی مسلمان کے ساتھ بلا وجہ شرعی بول چال ختم کرنے کی ممانعت آئی ہے- فقط واللہ تعالٰی اعلم

دماغی بیماری میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب جو تقریباً ستر سال کی عمر کا ہے- کبھی کبھی اس کا دماغی توازن درست نہیں ہوتا- وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے- اس وقت ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ اب امام صاحب کو دماغی دورہ ہو چکا ہے- تو ان دنوں ان کے پیچھے متقی اور اہل علم نماز نہیں پڑھتے اور عموماً سخت گرمیوں میں سخت سردیوں میں ایسا ہوتا ہے- کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے؟

(۲) جب اس کا دماغی توازن درست ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے- (۳) اس کا دماغی توازن درست نہ دیکھ کر میرا عقیدہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا نہیں رہا- چاہے اس پر دماغی دورہ بھی نہ پڑا ہوا ہو- لوگوں میں انتشار پھیلنے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھ کر دوبارہ علیحدہ پڑھتا ہوں' دوسرا خوف جماعت کے ترک ہونے کا ہوتا ہے- کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں- (۴) مسجد کے اراکین کو امام بدلنے کے لیے جب کہا جاتا ہے تو وہ اس کے بے روزگار ہو جانے کا خطرہ پیش کر کے بات ٹال دیتے ہیں اور اس امام کو نہیں نکالتے- کیا مسجد کے اراکین کا یہ رویہ شرعاً درست ہے اور مسجد کے اراکین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اس کا دماغی توازن درست ہوتا ہے تو یہ نماز میں نہیں بھولتا- بینوا توجروا-

(ج)

جس وقت امام کا دماغی توازن خراب ہو- اس وقت اس کی اقتداء درست نہیں- مسجد کے اراکین پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے عالم صالح اور متقی کو امام مقرر کر دیں جو امامت جیسی اہم عبادت کو بطریقہ احسن سرانجام دے سکے- امامت کا مسئلہ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل ہے- اس میں کسی قسم کی کوتاہی درست نہیں- امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے- جس امام سے مقتدی نفرت کرتے ہوں اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے اور حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے- فقط واللہ تعالٰی اعلم-

دورانِ نماز امام گر گیا تو نماز کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا خطیب ہے- وہ دونوں پاؤں سے اس قدر معذور ہے کہ جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتا ہے تو بعد از بسیار دقت اور منبر کا سہارا لے کر اٹھتا ہے- اس جمعہ کے موقع پر جب وہ اٹھنے لگا تو

اس نے ابھی لفظ اللہ ہی کہا تھا کہ دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر چت گر گیا۔ ٹانگیں پیچھے کو باہر نکل گئیں۔ دونوں بازو اطراف کو اور چہرہ بھی ایک طرف مڑ گیا۔ سینہ زمین کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دوبارہ اٹھ کر اللہ اکبر کہا اور بیٹھے بیٹھے قرأت شروع کر دی۔ کیا یہ نماز درست ہو گئی یا اس میں نقص واقع ہو گیا۔ نیز اس پر آدھے نمازی ناراض بھی ہیں کہ یہ نماز نہ پڑھائے مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور نماز پڑھاتا ہے۔ جواب دیکر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ عمل کثیر معلوم ہوتا ہے اس لیے نماز کے فساد کا قول کیا جائے گا۔ زید کو چاہیے کہ وہ نمازوں کی اہمیت کا خیال رکھے امامت سے سبکدوش ہو جائے اور کسی عالم متقی صحیح صالح کو امام مقرر کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

معذور اور زبان میں لکنت والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے کہ جس کو نماز کے متعلق کچھ مسائل یاد ہیں اور اس کی داڑھی سنت طریقے پر نہیں ہے یعنی کٹواتا ہے اور زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے اور تھوڑا سا معذور یعنی پاؤں پر مسح بھی کرتا ہے۔ ایسے اوقات میں کہ اور کوئی نہ ہو یعنی نہ عالم ہو اور نہ حافظ۔ ایسے شخص کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ اس کا جواب سائل کو مطلوب ہے۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد** نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحية** پس جو مسلمان داڑھی منڈواتا ہے یا ایک مشت سے کم کترواتا ہے وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ لیکن اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ اور کوئی عالم صالح متقی موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے۔ اکیلے اکیلے نہ پڑھا کریں بہرحال جب تک کوئی صالح متقی مل سکے تو اُسے چھوڑ کر اسکو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم دین ہے۔ مگر شومئی قسمت کہ دائیں ٹانگ مضروب ہوئی اور اب کیفیت یہ ہے کہ تشہد اور سجدہ کی حالتوں میں اپنی پوری ٹانگ سامنے کی طرف یعنی قبلہ رخ پھیلانی پڑتی ہے تو ایسے امام کی امامت درست ہے یا کسی اور کو امام مقرر کیا جائے۔

﴿ج﴾

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو لنگڑا نہ ہو لائق امامت کے موجود ہو۔ تو اس کو امام بنایا جائے۔ **وكذالك اعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره اولى ردالمحتار باب الامامة** ج ۱/ص ۴۱۶) فقط واللہ اعلم

دونوں پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص حافظ قرآن ہے۔ اس کے ہر دو پاؤں ٹنڈے ہیں۔ مگر وہ کھڑا ہو کر دونوں پاؤں پر ٹھیک اور ایک پر ٹھیک طرح زور دے کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ رکوع و سجود صحیح کر سکتا ہے۔ اس کی نسبت ثبوت کے ساتھ تحریر فرما دیں کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کی ڈاڑھی ٹھیک ہے۔ خوبصورت ہے۔ نیک آدمی ہے۔ لیکن مسائل نماز سے ناواقف ہے۔ اسے چک میں امام مسجد رکھنا ہے۔ کیا ایسے شخص کا ہمیشہ کے لیے امام مقرر کرنا جائز ہے۔ یا نہ بالدلائل بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

وفی درالمحتار ص ۴۱۶ ج ۱ وكذلك اعوج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره اولى تاترخانيه۔
اس سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ اگر دوسرا کوئی اس کے ساتھ مساوی علم تقوی اور شرافت میں موجود نہ تھا اور دوسرے کی موجودگی میں اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا اس امام کے برابر کا کوئی دوسرا وہاں پر نہیں ہے تو ان کے لیے اس کی امامت بلا کراہتہ جائز ہے۔ واللہ اعلم

ایک پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن اور سند یافتہ قاری جو اچھے طریقے پر قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے اور مسائل ضروریہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ لیکن ایک پاؤں سے اتنا معذور ہے کہ جب کھڑا ہوتا ہے۔ ایک پاؤں کا پنجہ زمین پر رکھتا ہے اور دوسرا پاؤں بالکل ٹھیک ہے اور جب سجدہ کرتا ہے اور التحیات پر بیٹھتا ہے تو پاؤں کو آگے نکال کر رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو مستقل امام بنانا کیسا ہے اور اس کے پیچھے صحیح آدمیوں کی نماز کیسی ہے۔ جب کہ ان آدمیوں میں اس جتنا علم والا کوئی اور نہیں اگر اس کی امامت مکروہ ہے تو کونسی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ایسے شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے ۔اگر کوئی دوسرا شخص اس جیسا عالم نہ ہو ورنہ خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے ۔ کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار (ص ۴۳۶ ج ۱ وکذا باعرج وغیرہ اولی. اسی طرح امداد الفتاوی ص ۲۴۸ ج ۱ پر بھی مذکور ہے ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۸ رجب ۱۳۸۶ھ

قیام سے معذور شخص کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر سے چل کر مسجد آتا ہے پھر مسجد میں بوجہ ضعف اور کمزوری کے بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتا ہے- اور عذر ترک قیام کا یہ کرتا ہے کہ میں بوجہ سن رسیدہ ہونے کے کمزور ہوں اور قیام کرنے سے قاصر ہوں- اس کو منع کیا گیا کہ تم گھر سے چل کر آتے ہو اور پھر بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتے ہو تو قیام فرض ہے اور جماعت واجب ہے تو واجب کے لیے فرض کو ترک نہ کرو اور منفرد نماز پڑھ لیا کرو- لیکن وہ کہتا ہے کہ اس طرح مجھے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے- اب اس شخص کے لیے کونسی صورت بہتر ہے- بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے جماعت کی نماز کے لیے مسجد نہ جائے- ورنہ نماز نہیں ہوگی لیکن اگر یہ شخص چاہے گھر میں نماز پڑھے یا مسجد تک چل کر وہاں جماعت سے نماز پڑھے ہر حال میں قیام کرنے سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا تو اس پر جماعت کی نماز کے لیے چلنا ضروری ہے- جماعت سے بیٹھ کر نماز ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کرے اور جہاں تک وہ امام کے ساتھ قیام میں کھڑا ہو سکتا ہے کھڑا رہے اور تھک جانے پر بیٹھ جایا کرے نیز امام کے رکوع کرنے سے کچھ پہلے کھڑا ہو کر رکوع میں جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معذور شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جو امام مسجد کی چوری کرتا ہو اور جس کی ہر وقت ہوا خارج ہوتی رہتی ہو اور اس کا وضو نہ رہتا ہو- اور اسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں- جب وہ ہر وقت وضو کرتا ہے تو لوگوں کے پوچھنے پر وہ کہتا ہے کہ میرا وضو تو ہوتا ہے لیکن شبہ کی وجہ سے وضو کرتا

ہوں- جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا- اور جو امام دین کی خاطر نہیں بلکہ صرف پیٹ پروری کی خاطر امامت کرتا ہو اور تنخواہ لینے کے باوجود زکوٰۃ گیارہویں وغیرہ بھی کھاتا ہو- قرآن سامنے رکھ کر غلط ترجمہ کرتا ہو- نماز عشاء سے پہلے سنتیں غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے نہ پڑھتا ہو- نہ مولوی ہے اور نہ قاری ہے- تین چار مہینے پیشگی اپنی تنخواہ لے لیتا ہے- صرف چار پانچ آدمیوں کی وجہ سے اپنی امامت زبردستی سے کر رہا ہے- کیا کریں؟ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

امام اگر واقعی معذور ہے کہ اس کا وضو نہیں رہتا کہ نماز میں بھی اس کو پیشاب کے قطرات خارج ہو جاتے ہیں اور ہوا خارج ہوتی ہے تو اس کی امامت جائز نہیں- معذور کے پیچھے غیر معذورین کی نماز نہیں ہوتی- اسی طرح اگر امام جھوٹ بولتا ہو اور چوری کرتا ہو- قرآن غلط پڑھتا ہو یا مقتدی کسی وجہ سے اس سے ناراض ہوں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے- فقط واللہ اعلم

غیر قادر علی القیام کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ

(۱) امام اعرج جو قیام نماز ادا کرسکتا ہے- (۲) دوسرا امام نماز معقد جو قیام نہیں کرسکتا-
(۳) اس معقد کا ایک ہاتھ شل ہے- دو نقص کا مالک ہے- ان کے پیچھے نماز کیسی ہے- جبکہ تندرست صحیح موجود ہے-

﴿ج﴾

(۱ تا ۳) نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے- لیکن ایسا شخص جو تندرست ہے اور مسائل سے واقف ہو- اس کو امام بنانا اولیٰ اور بہتر ہے- کیونکہ اعرج اور معقد جس کا ایک ہاتھ شل ہے- لوگوں کی نفرت یا تکمیل طہارت میں کوتاہی کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ اور غیر اولیٰ ہے- کما فی الشامیة و كذالك اعرج يقوم ببعض قدميه فالاقتداء بغيره اولى- (شامی باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۶) و ایضا فی الشامیة ص ۴۳۵ ج ۱ وصح اقتداء متوضی لاماء معه بمتيمم الخ- و قائم بقاعد یرکع و یسجد الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے بہرے امام کی امامت کا حکم جو بتائی جانے والی غلطی نہ سن سکے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک پیش امام بہرہ ہے- وہ غلط قرآن شریف پڑھتا ہے- جب تصحیح کے لیے اسے لقمہ دیا جاتا ہے تو وہ بوجہ بہرہ پن اسے نہیں سن سکتا یا نہیں سمجھ سکتا- اور غلط ملط قرآن پڑھ جاتا ہے آیا وہ پیش امام رکھنے کے

قابل ہے یا نہیں۔ (۲) اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے؟

﴿ج﴾

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے نماز میں نقصان یا فساد آتا ہو۔ تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور کسی صحیح خوان کو امام مقرر کیا جائے۔ (و) لا (غیر الالثغ بہ) أی بالالثغ (علی الاصح) درمختار باب الامام۔ ج اص ۴۳۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالموں کی موجودگی میں نابینا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابینا قاری ہے اور عقیدہ اس کا صحیح ہے اور اس مسجد میں دو عالم باعمل بھی موجود ہیں اور وہ بھی صحیح الاعتقاد ہیں اور وہ بھی اسی نابینا قاری کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور مذکورہ قاری صاحب نابینا حقہ نوشی کے بہت عادی ہیں کیا اس حافظ کے پیچھے ان علماء کی اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں اور ان علماء کے ہوتے ہوئے وہ امام بن سکتا ہے یا نہیں اور اس کی اقتداء کرنی مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی جواب مفصل تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت صحیح ہے، جب کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا امام موجود نہ ہو اور اگر اس سے علم وقرات وغیرہ میں بالاتر کوئی موجود ہو تو نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ فان الشامی حیث قال قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی (ص۴۱۴ ج ۱) اس نابینا کی امامت دوسرے عالم کی موجودگی میں مکروہ ہے اور اس کراہت پر دوام کرنے سے کراہت تحریمی آجاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر کیا لیکن یہ اس وقت جب کہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام غزوہ پر گئے تھے۔ کما یفھم من عبارۃ لکن ورد فی الاعمی نص خاص ھو استخلافہ صلی اللہ علیہ وسلم لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینۃ وکانا اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ھو اصلح منھما (ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ ربیع الثانی ۹۷ھ

پرہیزگار نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کو امامت کرتے تقریباً پچیس سال ہوگئے ہیں۔ وہ امام نابینا اور حافظ قرآن وقاری ہے۔ نیز قاری ہونے کے علاوہ وہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے۔ اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی وگندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم ساتھ رکھتا ہے۔ چند اشخاص حافظ صاحب پر الزام چوری یا غبن بیت المال بغیر ثبوت شرعی وگواہان کے لگاتے ہیں۔ نیز اس کے نابینا ہونے پر سوال پیدا کرتے ہیں کہ یہ نابینا ہے اور نابینا امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے نابینا کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور بلا وجہ الزام لگانے والوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

ایسا امام جو پچیس سال سے امامت کررہا ہے اور حافظ وقاری بھی ہے۔ احکام شریعت سے بھی واقف ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور طہارت وپاکی کا پورالحاظ رکھتا ہے۔ جیسے کہ سوال میں مرقوم ہے۔ ایسے امام کو ذاتی جھگڑوں کی بنا پر مورد الزام قرار دینا جائز نہیں اور اسی طرح مسجد کی امامت سے الگ کرنا بھی روا نہیں جب کہ اکثریت اس کے حق میں ہو بلکہ بلا وجہ الزام لگانے والے مجرم ہیں۔ ان کو روکنا ضروری ہے اور نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا اس وقت ہے جب کہ افضل القوم نہ ہو اور نجاست وطہارت کے معاملے میں احتیاط نہ کرتا ہو۔ ورنہ بصورت دیگر وہ مستحق ہے۔ کمافی بحرالرائق ص ۳۴۸ وقید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی۔

عالم امام کے ہوتے ہوئے نابینا کا امامت کی خواہش کرنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدت سے امام مسجد ہے۔ اور اسی علاقہ میں ایک معتبر عالم سمجھا جاتا ہے اور تمام مقتدی اس امام میں ہر طرح سے متفق ہیں۔ بکر جو ایک نابینا ہے اور اپنے آپ کو عالم قاری سمجھتا ہے۔ وہ آکر جماعت میں زید کے شانہ بشانہ کھڑا ہوجاتا ہے اور تکبیر قرات شروع کردیتا ہے۔ اس خیال سے کہ میں ہی نماز پڑھاتا ہوں۔ حالانکہ لوگ زید کی اقتدا کرتے ہیں۔ بکر خود بخود اونچا پڑھتا ہے۔ نیز بکر علی الاعلان کہہ دیتا ہے کہ زید کے پیچھے نہ میری نماز ہوتی ہے نہ آپ لوگوں کی۔ اس حالت میں از روئے شرع اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بکر مذکور کی یہ حرکت شرعاً نہایت قبیح ہے۔ آخر جب مسجد کا پیش امام پہلے سے مقرر ہے۔ اور لوگ اس کی امامت پر خوش اور رضامند ہیں اور ایک عالم دین اور بینا انسان ہے تو بکر نابینا (جس کی امامت بھی مکروہ ہے) کو خود اپنی ہی امامت کا

بلا وجہ شرعیہ اتنا شوق کیوں چڑھا ہوا ہے۔ بکر کو سمجھایا جائے کہ ایسی نازیبا حرکت سے باز آ جائے ویسے اگر ایسی جماعت میں نماز پڑھ لے تو وہ منفرد شمار ہوگا۔ اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر چہ ترک جماعت اور فتنہ پردازی کا گناہ اس کو ضرور ہوگا۔ اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ بتاتا ہے۔ اگر شرعاً وہ وجہ درست ہے تو لوگوں پر ضروری ہے کہ زید مذکور کو امامت سے ہٹا دیں یا زید اس وجہ فساد نماز کا ازالہ کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۰ صفر ۱۳۸۶ھ

نابینا کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نابینا امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، جب کہ وہ نجاستوں سے محفوظ اور پاک صاف رہتا ہے۔

﴿ج﴾

نابینا امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نابینا سب سے افضل واعلم ہے لوگوں کی نظروں میں محترم ہے۔ یا اور کوئی شخص نماز پڑھانے والا موجود نہیں ہے۔ تب اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے اور اگر دوسرا کوئی شخص اس سے زیادہ علم رکھنے والا یا برابر علم وفضل رکھنے والا موجود ہو۔ تب اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور ایسی صورت میں اگر کسی دوسرے شخص کے پیچھے اقتدا میسر ہو سکے تو بہتر ہے۔ ورنہ پھر اس کے پیچھے ہی نماز ادا کی جائے۔ بلا جماعت نماز ادا نہ کی جائے۔ کراہت کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ نابینا نجاستوں سے اچھی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ کما ینبغی استقبال قبلہ از خود کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جو تقلیل جماعت کا باعث بن جاتی ہے۔ کما قال فی الدر المختار (ویکرہ) تنزیھاً (امامة عبد) الی ان قال (وفاسق واعمی) ونحوه الاعشی نهر (الا ان یکون) ای غیر الفاسق (اعلم القوم) فهو اولی) ج ۱/۴۱۳ وقال فی الکبیری شرح منیة المصلی ص ۳۵۱ وتقدیم الاعمی لانه لایمکنه الاحتراز من النجاسة وتحقیق استقبال القبلة کما ینبغی. واما من جعله النبی صلی الله علیه وسلم اماماً مع انه اعمی فخارج من هذا لانه وفق ببرکة النبی صلی الله علیه وسلم وقال فی البحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید ص ۳۴۹ ج ۱ تحت قول الکنز وکره امامة العبد. الخ. فالحاصل انه یکره لهؤلاء

التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لایخفی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ

نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

یہاں پر ایک اہم مسئلہ زیر بحث ہے بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنی رائے پر مصر ہیں کہ نابینا شخص خواہ وہ قرآن حکیم کا حافظ اور قاری ہی کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ براہ کرم اس مسئلہ پر فتویٰ عنایت فرما دیں اگر آپ بھی اس رائے سے متفق ہوں تو اس کے ثبوت میں قرآن یا حدیث سے دلائل پیش فرما دیں شکر گزار ہوں گا۔

﴿ج﴾

نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ بعض مواقع میں اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے مثلاً جب اس سے اچھا حافظ قاری اور عالم موجود ہو تو ان کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہوگی اور جس مقام پر اس سے اچھا قاری عالم نہ ہو تو اس کی امامت بالکل جائز ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے شامی جلد اول باب الامامت میں ہے. قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱. واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

امی کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قاری ہے اور وہ امی ہے اور اس کا لباس صاف رہتا ہے اور تمام شرعی مسائل سے واقف ہے۔ ایک شخص اس کی دیکھ بھال کے لیے ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور ہزاروں انسانوں کو پڑھا

بھی چکا ہے۔اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا محتاج کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابینا شخص ہے۔ محتاجی اور غریبی زوروں پر ہے اس لیے وہ کہیں محلہ [illegible] کرتا ہے لیکن وہ اگر محلہ والوں کو نماز نہ پڑھائے تو پھر اسے محلہ کہیں نہیں ملتا اس لیے اس غریب کے بارے میں آپ بتائیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں جبکہ وہ احتیاط بھی کرے اگر نہیں ہوتی تو اس غریب بندہ کے لیے اسلام کے موافق کوئی دوسرا کام تجویز کریں اور بندہ صرف قرآن شریف کا حافظ ہے باقی عالم وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ وہ نجاست سے کما حقہ پرہیز نہیں کرسکتا۔ویسے اگر نابینا قوم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تو اس کی امامت بالکل مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نجاست سے احتراز واحتیاط کرتا ہو صورت مسئولہ میں حافظ نابینا موصوف بشرطیکہ نجاستوں سے خوب احتیاط کرتا ہو امامت کراسکتا ہے ہاں اگر کوئی بڑے علم والا اس محلہ میں موجود ہو تو اس کی امامت افضل ہے۔ کما قال فی الکبیری ص ۴۷۲ وفی حق الاعمی لان لایری النجاسة لیحترز عنها وقد لیحترز عن القلة وهو لا یشعر واذا تاملت وجدت سبب الکراهة فی الاعمی اخذ من غیره ولذالم یکره تقدیمه عندالائمة الثلاثة وذکر فی المحیط لاباس بان یؤم الاعمی والبصیر اولیٰ وفی الانفع انما یکره تقدیم الاعمی اذا کان غیره افضل منه وقد ثبت ان النبی صلی اللہ علیه وسلم استخلف بن ام مکتوم یؤم الناس وهو اعمی رواه ابو داؤد . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸رجب ۱۳۸۷ھ

بالکل اندھے اور لنگڑے شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) بالکل اندھے، کانے اور لنگڑے بالغ آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا نماز مکروہ نہیں ہوجاتی۔(۲) زاہد کا والد ایک سال ہوا فوت ہوگیا ہے وہ مبلغ ۴۰۰ روپے چھوڑ کر مرا ہے اب تک وہ ۴۰۰ روپے زاہد کے پاس پڑا ہے اور زاہد کی ایک کنواری بہن اور بوڑھی والدہ ہے نیز زاہد ایک طالب علم ہے۔وہ اپنی تعلیم کا خرچ ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر برداشت کرتا ہے اور اس کی والدہ محنت وغیرہ کرکے گھر کا خرچ برداشت کرتی ہے تو زاہد کو ۴۰۰ روپیہ پر زکوٰۃ دینی پڑے گی۔اگر دینی پڑے گی تو کن کو دے کیا وہ اپنی بہن کو جو کہ گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی ہے۔زکوٰۃ دے سکتا ہے۔نیز اگر اس کی بہن شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہوچکا ہو تو کیا اس صورت میں بہن کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے جب کہ بیوہ بہن کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو۔وضاحتی جواب سے سرفراز فرمادیں۔

﴿ج﴾

لنگڑے، اندھے کی امامت جائز تو ہے لیکن اس میں کراہت ہے۔ہاں اگر اندھا ایک عالم قاری شخص ہو اور نجاست سے پوری طرح پرہیز اور احتیاط کرتا ہو تو پھر اس کی امامت مکروہ بھی نہیں ہے۔ قال فی العالمگیریه ص ۸۹ ج ۱ ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیره اولی کذا فی التبیین وقال فیها ایضا وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولدالزنا والفاسق کذا فی الخلاصة الا انها تکره کذا فی المتون قال فی التنویر ویکره امامة عبد الی ان قال (واعمی) (الا ان یکون اعلم القوم) ج ۱/۴۱۳

(۲) زاہد کے باپ نے جو ۴۰۰ روپیہ چھوڑے ہیں یہ سارے زاہد کے نہیں ہوئے۔اس میں سے پچاس روپے اس کی بوڑھی ماں کے ۱۱۶ روپے اس کی ایک بہن اور ۲۳۳ روپے زاہد کے شرعاً ہوتے ہیں۔اگر وارث صرف یہی ہیں اگر زاہد کے قرضوں اور دیگر حاجات اصلیہ سے یہ روپیہ فارغ پڑا ہوا اور بقدر نصاب ہو تو اس صورت میں اس پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ ہوگا۔بہن کا مال وغیرہ اگر ساتھ شریک نہیں ہے تو بہن کو اگر وہ مسکین ہے صاحب نصاب نہیں۔زکوٰۃ دے سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴رجب ۱۳۸۴ھ

صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے والے نابینا کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک حافظ نابینا گیارہ سال سے ایک مسجد میں امام مقرر ہے قرآن کریم بھی اچھا پڑھتا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے مدرسہ مذکورہ میں دو عالم ہیں جو کہ عقائد دیوبند کے ہیں اور حافظ بھی دیوبندی ہے۔ علماء کرام کہتے ہیں کہ حافظ نابینا ہے اس لیے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ حافظ صاحب صفائی کا بھی بہترین خیال رکھتے ہیں۔ اگر حافظ صاحب کو امامت سے علیحدہ کریں تو جھگڑے کی صورت ہے تو اس صورت میں علمائے کرام فتویٰ دے کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب کہ وہ نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو یا دوسرے لوگوں سے باعتبار قرأۃ قرآن اور علم مسائل افضل نہ ہو اور اگر کوئی نابینا ایسا ہے کہ نجاست سے بچنے کا انتظام رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ قال **الشامی قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی**۔ (ج ۱/ص ۴۱۴) جب کہ اس کو امامت سے الگ کرتے ہیں فساد کا بھی اندیشہ ہو اور قدیم سے جو اس کی امامت چلی آرہی ہے لہٰذا اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کو بدستور امام رکھا جاوے اور علماء اس کے پیچھے نماز پڑھیں بشرطیکہ بیان مذکور مستفتی کا صحیح ہو اور فی الواقع قوم میں افضل ہو ضروری مسائل نماز سے واقف ہو۔

محتاط نابینا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک نابینا جو قرآن شریف کا حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی اور گندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ ناپاکی سے محفوظ رکھے ایسے آدمی کا پیش امام رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو آگے ہونے کا موقع اپنی زندگی مبارک میں دیا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ جو شخص لوگوں میں فساد برپا کرنے کے لیے کوئی ایسا مسئلہ پیش کردے مثلاً یہ کہے کہ ایسے مذکورہ بالا آدمی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

واقعی اگر پیش امام مذکور ناپاکی سے کافی احتیاط کرتا ہے اور قاری نیز واقف از احکام شرع ہے تو اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ افضل القوم ہونے کی وجہ سے وہی زیادہ لائق امامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عبداللہ بن ام مکتوم کو ایک غزوہ پر جاتے وقت مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا تھا اور حضرت عتبان بن مالک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کا پیش امام مقرر فرمایا تھا۔ باوجودیکہ دونوں حضرات نابینا تھے۔ بحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید ص ۳۴۸/ ج ۱ میں ہے۔ **وامامة عتبان بن مالک الاعمی لقومه مشهورة فی الصحیحین واستخلاف ابن ام مکتوم الاعمی علی المدینة کذلک (ثم قال) وقید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی الخ.** لہٰذا اس کے خلاف لوگوں میں فساد ڈالنے کی کوشش یا لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا بری بات ہے۔ اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق نصیب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

افیون کا نشہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ یہاں ایک مولوی صاحب افیون کا نشہ کرتے ہیں۔ کیا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

افیون کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ **یحرم اکله وایضاً فیه وکذا تکره خلف امرد وسفیه (الی قوله) وشارب الخمر واکل الربوا درمختار باب الامامة ج ۱/ص ۴۱۵ وفی الشامیه وکراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم الخ.** ج ۱/ص ۴۱۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ

''بیڑا'' رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل:

(۱) ایک امام مسجد بیڑا جو کہ تمباکو و دیگر نشہ آور اشیاء کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے اس کے استعمال کا اس قدر عادی ہے کہ دوران مطالعہ بھی استعمال سے گریز نہیں کرتا ہے۔ اور جماعت کرانے سے ایک دو منٹ پیشتر کلی کر کے جماعت کی سعادت مندی اختیار کر لیتا ہے۔ کیا اس کی امامت اس صورت حالات کے اندر درست ہے؟

(۲) جب یہ جمعہ کے روز ممبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور برو مقتدیان تو اس وقت کوئی السلام علیکم نہیں فرماتے۔ مگر تلاوت

قرآن شریف شروع کردیتے ہیں- اور تمہیدی دعا سے فارغ ہو کر پھر حاضرین کو مخاطب فرما کر السلام علیکم فرماتے ہیں حالانکہ اولین اصول کے تحت حاضرین سے السلام علیکم کی دعا ہو اور پھر سلسلہ تبلیغ شروع ہو- کس حد تک ان کا یہ عمل درست ہے-

﴿ج﴾

(۱) معروف بیڑا اور نسوار کے استعمال کرنے والے کی امامت جائز اور درست ہے- کذا فی فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۸ لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے- امام صاحب کو احتراز کرنا چاہیے-

(۲) یہ طریقہ سلام، مسنون طریقہ کے خلاف ہے- اسلاف سے منقول نہیں یعنی خطبہ کے بعد وعظ سے پہلے السلام علیکم کہنا دین میں منقول نہیں- امام مسجد کو چاہیے کہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرے- اتباع کا مقام سب سے اونچا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حقہ نوشی کے عادی نابینا قاری کی امامت دو عالموں کے ہوتے ہوئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی یا ایک شہر میں دو عالم باعمل وصحیح الاعتقاد موجود ہوں- اور وہاں ایک قاری نابینا صاحب صحیح الاعتقاد کو امام مقرر کیا گیا ہے- اور وہ دو عالم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں- کیا اس کی امامت اور ان کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ باوجود یکہ وہ قاری صاحب اور احتیاط تو رکھتا ہے اور نیز اکثر مسائل نماز سے بھی واقف ہے- لیکن حقہ نوشی بہت کرتا ہے- اور اس کو حقہ کے ترک پر کئی بار مجبور کیا گیا ہے- لیکن وہ حقہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غلطی بھی تسلیم نہیں کرتا- لہٰذا مہربانی فرماتے ہوئے یہ مسئلہ پوری پوری وضاحت سے مبرھن فرما کر ہماری تشفی فرمائیں-

(۲) اور دوسرا یہ کہ نماز جمعہ کے فرض ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی پڑھنے چاہئیں یا نہیں؟ برائے کرم ان دونوں مسئلوں کو وضاحت سے تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) علامہ شامیؒ نے جلد اول ص ۴۱۴ میں لکھا ہے **قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی** - بظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہذا (نابینا) تمام قوم یعنی مقتدیوں سے علم میں افضل نہیں ہے کیونکہ دو عالم باعمل موجود ہیں- اس لیے ان کے ہوتے ہوئے- اس نابینا کی امامت مکروہ ہے- نیز حقہ نوشی اگرچہ گناہ صغیرہ ہے- لیکن اس پر اصرار کرنا اور ہمیشہ اس کا ارتکاب کرنا صغیرہ نہیں بلکہ اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور فاسق کے پیچھے غیر فاسق کی موجودگی میں نماز نہ پڑھنی چاہیے-

(۲) شہر میں جمعہ ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی ہرگز نہ پڑھیں- البتہ اگر کہیں جواز جمعہ میں شک پڑ گیا وہاں پر اگر پڑھی جائے تو درست ہے- **وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربعا اھ** مجموعہ فتاویٰ جلد ۳ ص ۶۱ لیکن عوام کے لیے فرض احتیاطی ٹھیک نہیں ہے- **کما ھو المنقول عن البحر فی ردالمحتار یفید انه علی الراجح من جواز التعدد لا یصلیھا بناء علی ما قدمه عن البحر من انه افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة و قال فی البحر انه لا احتیاط فی فعلھا لانه العمل باقوی الدلیلین شامی ج ۱ ص ۵۹۶)** واللہ تعالیٰ اعلم

امامِ کعبہ کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام کعبہ کی امامت میں نماز ناجائز ہے۔ کیونکہ ان کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے۔ تو کیا یہ صحیح ہے۔

﴿ج﴾

امام کعبہ کی امامت میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ واجب الاعادہ نہیں داڑھی منڈھے کی امامت مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی تو واجب الاعادہ نہیں۔ **کذا فی فتاوی دار العلوم و امداد الفتاوی.**
فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام حرم کی اقتداء میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم؟

﴿س﴾

محترم مفتی صاحب السلام علیکم
یہاں حاجیوں کو یہ کہا گیا ہے کہ حرم شریف میں امام چونکہ چاروں اماموں کی مخصوص جگہوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہوتا اور امامت نئی جگہ پر کرواتا ہے۔ مسجد نبوی میں امام نجدی ہے۔ لہٰذا اہل سنت کی تمام نمازیں دوہرائی جائیں۔

﴿ج﴾

محترم المقام جناب منظور احمد صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ نمازوں کے اعادہ سے متعلق آپ کا استفتاء ملا۔ جواباً عرض ہے کہ مسجد حرام میں چار مخصوص جگہوں میں سے کسی جگہ پر کھڑا ہونا امام کے لیے ضروری نہیں۔ مسجد حرام میں اس وقت جو امام نمازیں پڑھاتا ہے اور وہاں کھڑا ہوتا ہے ان کے پیچھے سب لوگوں کی نمازیں بلاشبہ صحیح اور

درست ہیں۔اعادہ کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

حرمین شریفین کے اماموں کی اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ امام حرمین شریفین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بلا کراہت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ایک مسلک کے اہل علم کی دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: چندروز ہوئے مسجد نبوی شریف کے امام تشریف لائے جو مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں-اور اب بیت اللہ شریف کے امام صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ حنفی مسلک کے مستند علماء کی موجودگی میں حنفی مسلک رکھنے والوں کو اپنے علماء کے پیچھے جمعہ ادا کرنا بہتر ہے یا حنبلی، مالکی، شافعی امام کے پیچھے-بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق ہیں-ان کا آپس میں اختلاف فروعی مسائل میں ہے- لہٰذا حنفی کی نماز شافعی المذہب یا حنبلی مذہب والے امام کے پیچھے درست ہے-اگرچہ حنفی مسلک کے مستند علماء موجود ہوں- درمختار میں ہے- و کذا تکرہ خلف امرد الخ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاة لم یکره- اور شامی میں ہے- و بحث المحشی انه ان علم انه راعیٰ فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراهة- (ردالمحتار ج ا ص ۴۱۶ فتاوی دارالعلوم ج ۳ ص ۱۹۴)- فقط واللہ اعلم

علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علماء دیوبند کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر کوئی دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھے تو پھر دوبارہ اس کو ادا کرے یا نہیں؟

﴿ج﴾

علماء دیوبند اہل حق اور صحیح علم دین کے حامل اور درست عقیدہ انھی حضرات کا ہے ان کی اقتداء میں اداء کی ہوئی نمازیں ادا ہو گئی ہیں-ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بن عبدالوہاب کو بُرا کہنے والوں کا حکم؟

﴿س﴾

زید محمد بن عبدالوہاب نجدی کو برا کہتا ہے اور بخاری جلد چہارم یطلع قرن الشیطان والی روایت پیش کر کے ردالمحتار شامی کتاب جہاد البغات سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی ۱۲۳۳ ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ظہور سے پوری ہوئی۔ بکر زید کے خلاف کہتا ہے اور مشکوٰۃ ابواللہیج الدی والی روایت پیش کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے سنت علی پر عمل کیا ہے۔ اب یہ اختلاف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ دونوں اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دونوں امام مسجد اور خطیب ہیں اب علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں التماس ہے کہ ہم زید کو اچھا سمجھیں یا بکر کو زید کے پیچھے نماز پڑھیں یا بکر کے پیچھے۔

﴿ج﴾

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مختلف قسم کے اقوال وخیالات فقہاء وغیرہ ائمہ سے منقول ہیں لیکن بہرحال وہ حنبلی المذہب تھے اور عمل بظاہر الحدیث جیسا کہ اکثر امام احمدؒ کے مذہب میں ہوتا ہے۔ پسند کرتے تھے اہل سنت والجماعت سے بعض عقائد میں مختلف ہیں۔ مگر ان کی تقبیح وتوصیف میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے۔ بکر اور زید دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بخاری والی حدیث کا مصداق محمد بن عبدالوہاب کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ محض ان کا اپنا خیال ہے۔

غیر مقلدین اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

ما رأى سماحتكم فى جواز الصلوة خلف اتباع محمد بن عبدالوهاب النجدى واهل الحديث جميعا ثم ماذا عقيدة سماحتكم فى شيخ الاسلام ابن تيمية والحافظ ابن القيم الجوزى وقد افتى بعض المبتدعة فى ديارنا بعدم جواز الصلوٰة خلفهم وقال انهم من اهل الخوارج وقد نسب هذا القول الى الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى وابن عابدين الشامى وايضا استدل هذا المبتدع بحديث النجد المشهور هنا تطلع قرن الشيطٰن الخ. بينوا بيانا شافيا وتوجروا اجرا وافيا.

﴿ج﴾

مبسملا وحامدا ومصليا اقول التفصيل عندى ان غير المقلدين هم اصناف فمنهم من يختلف مع المقلدين فى الفروع الاجتهادية فقط نحكمهم فى جواز الاقتداء بهم للحنفية كالشافعية حيث يجوز بشرط المراعات فى الخلافيات الصلوة وفاقا وعند عدم المراعات خلافا وبالاول افتى الجمهور فان امر الصلوة ينبغى ان يحاط فيه. ومنهم من يختلف معهم فى الاجماعيات عنداهل السنة كتجويز نكاح مافوق الاربع وتجويز سب السلف وامثال ذلك وحكمهم كاهل البدعة حيث يكره الاقتداء بهم تحريما عندالاختيار وتنزيها عندالاضطرار وحيث يشتبه الحال فالاولى ان يقتدى بهم دفعا للفتنة ثم يعيد اخذا بالاحوط ولو كانت الفتنة فى الاقتداء فلا يقتدى صونا للمسلمين عن التخليط فى الدين (وهكذا حكم (اى يجوز بشرط مراعاة الخلافيات) الصلوة خلف متبعى عبدالوهاب النجدى و ابن تيمية والله تعالى اعلم وعنده علم اليقين والحق المبين والكاتب مولانا اشرف على التهانوى. امداد الفتاوى ۲۴۰،۲۳۹/ج ۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

ایسے امام کی اقتداء کا حکم کہ جس کا روزہ ہو اور قوم کی عید ہو، تعلیم قرآن پر اجرت لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارہ میں کہ (۱) ایک شخص امام مسجد ہو اور قوم اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہو ہمیشہ کے لیے اور اس نے روزہ رکھا ہوا اور قوم کی عید ہو اور وہ روزہ رکھ کر قوم کو عید کی نماز پڑھاوے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہ۔ ایک شخص امام ہو اور اس کے گھر میں پردہ نہ ہو اس کی عورت بے پردہ گلیوں میں پھرتی ہو

گھومتی ہو ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے (۲) ایک شخص لڑکوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے اور ان بچوں سے مقرر کر کے ایک پارے کے آٹھ آنے یا زیادہ اجرت لے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے (۳) ایک شخص ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو علم ما کان وما یکون ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں امام صاحب کا جان بوجھ کر عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے۔ اس طرح باقی امور بھی جو دیگر سوالات میں مذکور ہیں۔ غیر مشروع ہیں امام مذکور کی فہمائش کی جائے کہ ان وجوہ کی بنا پر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لہٰذا آپ اصلاح کر لیں اور اگر وہ اصلاح نہ کرے تو اسے تبدیل کر کے اچھا امام مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

قرآن خوانی پر طے کر کے اجرت لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس امام کے اندر یہ علامتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۱) جو جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کا عادی ہو (۲) جو جماعت میں تفرقہ بازی پیدا کرتا ہو (۳) جو قرآن خوانی پر دوسو پچاس روپیہ اجرت طے کرتا ہو (۴) جو تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتا ہو اور نامحرم عورتوں اور مردوں سے اجرت لیتا ہو۔ (۵) جو مسائل نماز سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ (۶) جو صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہو۔ (۷) جو نکاح پڑھاتا ہو اور فریقین کے مابین جھگڑا فساد ہونے پر سچی شہادت دینے سے انکار کرتا ہو۔ (۸) کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے۔ جب کہ اکثر جماعت اس سے ناخوش ہو۔ (۹) جو گھر میں ٹیلی ویژن بھی رکھتا ہو؟

﴿ج﴾

اگر واقعی امام ان امور کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ جو سوال میں درج ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ ورنہ امامت سے الگ کر دیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ

امامت پر مشاہرہ کے طالب کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک شخص امامت مسجد کا طالب ہے اور اس پر مشاہرہ بھی طلب کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

﴿ج﴾

جملہ متاخرین فقہاء نے امامت پر تنخواہ لینے کو جائز لکھا ہے۔ لہٰذا امر جائز کے مطالبہ پر شخص مذکور کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ بلا کراہت اس کی امامت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شوال ۱۳۹۷ھ

اماموں خطیبوں مؤذنوں کے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی محکمہ اوقاف کا ملازم ہے۔ مثلاً کسی مسجد کا مؤذن۔ امام خطیب ہے۔ ان کو تنخواہ محکمہ دے رہا ہے جب کہ محکمہ والوں نے ایک اکاؤنٹ کھول رکھا ہے۔ جس میں مساجد کی دوکانوں کا کرایہ اور مزاروں کے نذرانے وغیرہ ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور اس جمع شدہ رقم میں سے اس مؤذن یا امام مسجد، خطیب کو تنخواہ ملتی ہے۔ اب ان کے لیے یہ تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ ان کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ مزاروں پر نذرانے چڑھانا حرام ہے۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور کے لیے تنخواہ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ محرم ۱۳۹۷ھ

صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالوں کی شرط پر امام رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہمارے قصبہ میں مولوی صاحب ہیں۔ جن کو اس شرط پر امامت کے لیے منتخب کیا گیا کہ فصل ربیع وخریف کے علاوہ بقرہ عید کے چرم وصدقہ عیدالفطر بھی دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ عیدالفطر میں اس مذکورہ شرط پر عمل کیا گیا۔ اور مطلب یہ ہے کہ صدقہ عیدالفطر ادا ہو جاتا ہے یا نہیں اگر مالک نصاب ہو یا نہ ہو۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

امامت پر اگرچہ اجرت لینی جائز ہے۔ لیکن زکوٰۃ، عشر، صدقہ کا اجرت میں دینا جائز نہیں اور اگر اس اجرت میں یہ

صدقات دیے جائیں تو زکوٰۃ وغیرہ فرائض وواجبات ادا نہیں ہونگے۔ خواہ امام صاحب نصاب نہ ہو البتہ اگر امام صاحب نصاب نہیں اور لوگ اجرت نہیں بلکہ اس کو مصرف صدقات سمجھ کر صدقات دیتے ہیں تو درست ہے۔ صدقات ادا ہو جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

منکرین حدیث سے تعلقات رشتہ داری رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک بستی کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز کی جماعت کراتا رہا مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے نمازی اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور خود اس نے بھی کہہ دیا کہ بے شک کوئی دوسرا آدمی امام بنا لیں۔ اب میں تمہیں نماز نہیں پڑھاؤں گا مگر جب دوسرا آدمی تجویز کرلیا گیا تو اس نے یعنی پہلے امام نے اس مسجد میں پھر دو تین نمازیوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی۔ اب اس مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اکثریت اس امام سے بایں وجہ بھی متنفر ہے کہ اس کا کھانا پینا اور رشتہ داریوں کے تمام تعلقات اس فرقہ سے ہیں جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ جو صرف تین نمازوں کے قائل ہیں پانچ نمازوں کو فرض ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ نیز کھلے طور پر انکار حدیث کرتے ہیں اور اپنے لڑکے کی شادی بھی ایسے لوگوں کے گھر ہی کر رکھی ہے اور ان کا ہر وقت اس کے ہاں آنا جانا رہتا ہے اور برت برتاؤ کھانا پینا بھی انھی کے ساتھ ہے کیا ایسے شخص کو امام بنانا اس سے جماعت کرانا جائز ہے جب کہ سوائے ایک دو آدمیوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہے اور اہل محلہ اس سے بیزار ہیں نیز اس پر اس کے علاوہ اور بھی فسق وفجور کے شبہات ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ باتیں درست ہیں کہ امام مذکور میں فسق وفجور بھی پایا جاتا ہے نیز اس کے تعلقات اور رشتہ داریاں فرقہ منکرین حدیث سے ہیں اور انھی وجوہات کے سبب اہل محلہ اس سے بیزار ہیں اور اکثریت نے اس کی اقتداء ترک کر دی ہے تو امام مذکور کو لازم ہے کہ اس مسجد کی امامت سے الگ ہو جائے اور زبردستی اپنی امامت ان لوگوں پر ٹھونسنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ یکم محرم ۱۳۹۶ھ

پرویزی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے- اس کا ایک پیروکار ہم عقیدہ ہم مسلک اور مسلک پرویز کا مبلغ مر گیا ہے- جبکہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے- اس پرویزی پر اہل سنت والجماعت کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے- لہٰذا (۱) شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟

(ب) نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- امت مسلمہ کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غلام احمد پرویز بوجہ انکار حدیث کافر ہے- لہٰذا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والا پرویز کا متبع و پیروکار بھی کافر ہوگا اور کافر کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے- لہٰذا جس سنی پیش امام نے اس پرویزی کا جنازہ پڑھا ہے اگر اس کو اس کے پرویزی ہونے کا علم ہو یا اس کا پرویزی ہونا بالکل ظاہر اور معروف ہو تو اس نے بڑا ناجائز کام کیا ہے- اور اس کی امامت مکروہ ہوگی- مسلمانوں کو اسے امامت سے معزول کرنا چاہیے البتہ اگر یہ صدق دل سے علانیہ توبہ کر لے اور عوام مسلمانوں کو اس پر اعتماد ہو جائے تو اس کی امامت درست ہوگی اور اس کو امام رکھنا بھی جائز ہوگا- لما فی الحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له- و فی الکنز و کره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیات النبیؐ کے منکر کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ جو آدمی حیات النبی کا قائل نہ ہو اور یہ کہتا ہو کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جانبین کو اس مسئلہ میں شدت سے احتراز کرنا چاہیے امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق

۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ

عدمِ سماع درود عند القبر کے دلائل پسند کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام کہ مندرجہ ذیل عقیدہ شرعاً کیسا ہے اور اس قسم کے عقیدہ والے امام کے پیچھے نماز کا شرعاً کیا حکم ہے- عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حیاۃ برزخیہ ہے اور اس حیات دنیوی سے لاکھوں درجہ اعلیٰ وارفع ہے- (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور اگر قبر مبارک پر پڑھا جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض سماع عند القبر درود شریف کے قائل ہیں اور بعض نہیں- دونوں طرف کے دلائل دیکھے پسندیدہ رائے ان کی ہے جو قائل نہیں- مگر جو درود شریف کے سماع عند القبر کے قائل ہیں ان کو بھی صحیح مسلمان اور اہل سنّت والجماعت علماء دیوبند کا خادم سمجھتا ہے- اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور حضرتؐ کو ہمارا درود شریف سنا دے اور حضرتؐ خود شرف قبولیت بخشیں تو یہ درست ہے؟

﴿ج﴾

اس کی امامت درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو سیّد ہوتے ہوئے صدقۂ ایصال ثواب استعمال کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص سید ہو کر صدقہ ارواح کے کھانے لے کر کھائے باقی عقائد اس کے درست ہیں۔ تو کیا اس کی امامت و خطابت درست ہے۔ (۲) مذکورہ عذر کی وجہ سے چند مقتدی اپنے گھر میں اذان و نماز پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) اگر اس کے عقائد صحیح ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ البتہ امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اور بچوں کو بھی اس طرح کے کھانے کھانے سے محفوظ کرے۔ (۲) ان لوگوں کو چاہیے کہ مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ رمضان ۱۳۹۶ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام کہ ایک آدمی دو شادیاں کر چکا ہے۔ چنانچہ ان سے تین بچے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ بچے بھی فوت ہو گئے۔ چنانچہ اب وہ ایک گاؤں میں پیش امام ہے ایک پیر صاحب نے فتویٰ عائد کیا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ انھوں نے کہا ہے کہ بخاری شریف میں ہے غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز ٹھیک نہیں ہوتی اور اس کی نماز نہیں اور لوگوں کو برانگیختہ کر کے ان کی سوچ خراب کر چکا ہے۔ آپ براہ کرم اس مسئلہ کی اہل سنت والجماعت حنفی المسلک کے مطابق پوری طرح تشریح فرمائیں۔

﴿ج﴾

غیر شادی شدہ اگر متقی و پرہیزگار ہے اور باقی شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں تو صرف اس لیے کہ وہ غیر شادی شدہ ہے اس کی امامت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلا کراہت اس کی امامت جائز ہے۔ بخاری شریف میں ایسا مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ پیر صاحب کا مسئلہ گھڑا ہوا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت کتاب وسنت میں نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

غیر شادی شدہ کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے درس نظامی کا فارغ التحصیل ہے مگر غیر شادی شدہ ہے کیا ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے اور کیا شادی شدہ ہونا شرائط امامت میں سے ہے۔ دلائل شرعیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امامت کے لیے مسائل نماز سے واقف ہونا اور متقی ہونا ضروری ہے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھر میں اہل وعیال کو ساتھ ملا کر جماعت کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کسی عذر کی بنا پر مسجد نہیں جا سکتا گھر میں اپنی عورت اور جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔ کبھی صرف بیٹی کبھی صرف عورت اور کبھی صرف نابالغ بچے کے ساتھ جماعت کراتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تمام صورتوں میں جماعت درست ہے؟

(۲) ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہونے کی صورت میں جو جماعت کی شکل ہے۔ یعنی امام کے دائیں طرف ذرا پیچھے لیکن متصل جیسے مقتدی مرد کھڑا ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح زید اپنے گھر میں اپنی زوجہ یا جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرائے یا کوئی اور صورت ہو۔ براہ کرم تفصیلی جواب عنایت کر کے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت مسجد دائمی طور سے معصیت ہے۔ اور اصرار اس پر فسق ہے۔ لیکن اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کر کے جماعت کرے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور حدیث احراق بیوت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بلا عذر گھر پر جماعت نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ مسجد میں آئیں۔ اور شریک جماعت ہوں۔ نیز معلوم رہے کہ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو۔ نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

(ویکرہ تحریما جماعة النساء) الخ کما تکرہ امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره و لا محرم منه) کاخته او زوجته) (درمختار باب الامامة) و فی الشامیة ج ۱ ص ۴۲۳ باب الامامة المرأة اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تهما بالجماعة و ان کان قدماها خلف قدم الزوج الخ – جازت صلا تهما الخ – لو اقتدت به متاخرة عنه بقدمها صحت صلا تهما – الخ – فقط و الله تعالى اعلم

عورت کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر امامت کی گئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

(ج)

عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے لیکن مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کی امامت کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت فقط عورتوں کی نماز عیدین و جمعہ میں امامت کرا سکتی ہے یا نہ۔ ھکذا نماز تراویح میں اور فرائض پنجگانہ وغیرہ میں اگر کرا سکتی ہے تو اذان محلہ و مسجد والی کافی ہے یا کوئی اور صورت چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا بحوالہ جواب دیں۔ بینوا توجروا

(ج)

عورتوں کی امام اگر عورت ہو تو ہر نماز مکروہ ہے۔ فی العالمگیریہ ج۱ ص۸۰ و یکره امامة المراة للنساء فی الصلوة کلها من الفرائض و النوافل الخ۔ تنہا عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکره تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح ۔ (در المختار)۔ عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کے مسجد میں آنے کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جامع مسجد ہو اور اس کے دائیں بائیں پہلو میں حجرے ہوں اور عورتیں وہاں قرآن و حدیث کا وعظ جمعہ کے دن سننے کے لیے آتی ہیں اور ان حجروں میں جو بالکل مسجد کی دیوار کے ساتھ متصل ہیں ان میں باقاعدہ پردہ کے ساتھ بیٹھتی ہیں اور ان حجروں کو بھی پردہ کے ساتھ کیا ہوا ہے یعنی پردوں کے ساتھ حجروں کو بند کیا گیا ہو تو کیا عورتیں وہاں بیٹھ کر قرآن و حدیث سن سکتی ہیں اور جمعہ کی نماز امام کی اقتداء سے پڑھ سکتی ہیں یا نہ اگر اس ہیئت و صورت میں نہ پڑھ سکتی ہوں تو کوئی اور صورت بیان فرما دیں جس میں عورتیں قرآن و حدیث کا وعظ بھی سن سکیں اور نماز بھی

پڑھ سکیں۔ مسجد کا برآمدہ بھی ہے اگر برآمدہ میں پردہ کا انتظام کیا جائے تو اس صورت میں بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ج)

احتیاط تو بہرحال اسی میں ہے کہ عورتوں کو مطلقاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ فساد زمانہ میں اس کی اجازت سے مفاسد پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ و یکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عید و وعظ مطلقا و لو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان و استثنی الکمال العجائز المتفانية ۔ (درمختار باب الامامہ ج۱) لیکن وہاں کے لوگوں نے ایسا کوئی انتظام کر دیا ہے جس سے وہاں کے محافظ حضرات بھی مطمئن ہوں تو اس صورت میں وہاں کے علماء خود اس حالت کا مشاہدہ کر کے فتویٰ جواز کا دے دیں۔ تو اس پر عمل کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(ج)

فقہاء کرام رحمہم اللہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ اگر مخالف مذہب شخص امام بن جائے تو اگر واجبات و فرائض میں دوسرے فریق کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اگر ان امور میں فریق مخالف کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ شخص ایسے امور کا ارتکاب کرے جس سے فریق مخالف کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے تو پھر اس کی اقتداء میں نماز درست نہ ہوگی اور اگر ایسے امور کا مرتکب نہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ قال فی الدر و کذا تکره خلف سفيه الی ان قال ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره اوعدمها لم یصح و ان شک کره (صفحہ ۴۱۶ ج۱) . فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

مسجد کے مقررہ وقتِ نماز سے پہلے کچھ لوگوں کے جماعت کرانے کا حکم؟

(س)

مسجد کریم خان والی واقع اندرون دہلی گیٹ بالمقابل چوکی پولیس ملتان شہر۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ اہل محلہ نے اس مسجد کے لیے ایک باتنخواہ امام اور ایک مؤذن مقرر کیا ہوا ہے۔ پانچوں وقتوں کے لیے امام مقرر کیا ہوا ہے اور وقت مقررہ پر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ چند اصحاب جن کی تعداد پانچ اور کبھی چھ ہوتی ہے۔ ارادةً وقت مقرر سے پہلے نماز باجماعت ادا کر

تے ہیں-علماءاس میں کیافرماتے ہیں-اوران اصحاب کاروبہ اورنماز کیسے ہے-

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر چہ ان اصحاب کا ذمہ فارغ ہوجاتا ہے فرض نماز ادا ہوجاتی ہے-لیکن جب اس مسجد میں امام مقرر ہے اوران اصحاب کے علاوہ دوسرے اکثر اہل مسجد کو پانچوں نمازیں وقت مقررہ پر پڑھاتا ہے-تو اس امامِ مقرر کے علاوہ ان اصحاب کا بلا کسی شرعی قوی عذر کے جماعت کرنا گناہ ہے-وہ عنداللہ مجرم وماخوذ ہیں-ان کا یہ فعل جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے-برافعل ہے-ان اصحاب کے لیے ضروری ہے کہ اسی امام مقرر کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں-اور یا کسی دوسری مسجد میں ادا کریں یا اپنے لیے نئی مسجد تیار کرلیں-تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بلا وجہ مسجد میں اختلاف کر کے دوسری جماعت کرانا درست نہیں)

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کوایک چک میں لوگوں نے امام مقرر کیا تقریباً سات آٹھ ماہ اس نے امامت کرائی سارے لوگ نماز پڑھتے رہے-اوراب دوسرا امام چندلوگ لے آئے ہیں دوسری جماعت شروع کردی ہے اکثر لوگ پہلے سے مقرر امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں-اور امام عالم باعمل متقی پرہیزگار ہے کوئی عذر شرعی بھی پیش نہیں آیا-دوسری جماعت کرانی کیسی ہے؟ بینواتوجروا-

﴿ج﴾

الدرالمختار علی ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۳ پر ہے۔ (اوالخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم الخ عالمگیری ج ۱ ص ۸۸ پر ہے۔ و ان اختار بعضھم الاقرأ و اختار بعضھم غیرہ فالعبرۃ للاکثر الخ-ان عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جب تک اکثر اہل مسجد سابق مقرر امام کی معزولی پر متفق نہ ہوں اور معزول نہ کردیں-اس وقت تک مسجد میں نماز پڑھانا سابق امام کا حق ہے-چند آدمیوں کا دوسرے امام کولانا اور مسلمانوں میں فتنہ اوراختلاف ڈالنا بہت برافعل اور بڑا گناہ ہے--جس کے متعلق سخت وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں-اوراس صورت میں جبکہ امام عالم باعمل اور متقی اور پرہیزگار ہے-تو بلا کسی شرعی نقص کے اس کو امامت سے علیحدہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے لہٰذا ان چند آدمیوں پر شرعاً لازم ہے کہ اکثر اھل مسجد سے اتفاق کرلیں اور فتنہ اختلاف ختم کرکے سابق امام کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کردیں-اس صورت میں دوسری جماعت کرنا ناجائز اور گناہ ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جماعت ثانیہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کوعرصہ پندرہ سولہ سال سے تعمیر کراتا ہے اورلوگوں سے چندہ وصول کر کے لگاتا ہے اور جمعہ جماعت بطور مہتمم ومتولی کراتا ہے-لیکن اب چند اشخاص نے اس مسجد میں دوسرا شخص کھڑا کر کے جمعہ جماعت شروع کردی ہے-پہلا مہتمم ومتولی پہلے جماعت کراتا ہے-فریق ثانی بعد میں اسی مسجد میں جماعت کراتا ہے-کیافریق ثانی کا دوسری مرتبہ جمعہ جماعت کرانا جائز ہے یا نہ کیافریق ثانی کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن مجید وحدیث شریف سے حوالہ دیاجائے-بینواتوجروا-

﴿ج﴾

اگر شہر والوں نے بالاتفاق کسی امام کو پہلے مقرر کیا ہوتب تو دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے البتہ اگر سابق امام کومعزول کردیا گیا اورمعزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں تو اس صورت میں دوسرے امام کے پیچھے بھی نماز جائز ہوگی-لیکن معزول ہوئے بغیر دوسرے امام کے پیچھے جماعت ثانی سے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے-نیز سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے امام کومقرر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسی صورت میں اکثر کا ہی اعتبار ہوتا ہے-اس لیے دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے-و فی الدرالمختار **فان استووا یقرع بین المستویین اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم- درمختار جلد اول ص ۴۱۳ باب الامامۃ- واللہ تعالی اعلم**

احناف کی مسجد میں غیر مقلدین کا دوسری جماعت کرانا؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسئلہ کہ بعض غیر مقلدین پہلے ایک امام حنفی کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے اور بعد میں مسئلہ اٹھایا کہ امام حنفی کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ حنفی رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر وقرأۃ خلف الامام کے قائل نہیں اب انھوں نے اسی مسجد میں ہروقت کی دوسری علیحدہ جماعت کرانی شروع کردی۔ آیا یہ دوسری جماعت ان کی درست ہے یا نہیں اورحنفی کی نماز غیر مقلدین کے پیچھے درست ہے یا کہ نہیں؟ جواب سے ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

آمین بالجہر ۔رفع یدین ۔قرأۃ خلف الامام میں سلف صالحین ۔صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا اختلاف چلا آرہا ہے۔ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ آمین بالسر بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک آمین بالجہر نیز بعض کے نزدیک رفع

یدین افضل ہے۔بعض کے نزدیک عدم رفع یدین یہ اختلاف فقط افضلیت میں ہے۔نماز تو سب کے نزدیک ہرصورت میں ہوجاتی ہے۔امت میں سے کسی نے بھی کسی کے فساد صلوۃ کا قول نہیں کیا۔ نیز امام تو قرأۃ کرتا ہی ہے۔اس کے پیچھے اہل حدیث کی نماز انکے اپنے خیال کے مطابق بھی صحیح ہو جاتی ہے۔لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہ فتویٰ تو خود اہل حدیث علماء بھی نہیں دیتے۔ بلکہ جمعیۃ اہل حدیث کے صدر مولانا داؤد غزنوی صاحب احناف کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ایسے ہی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی پڑھا کرتے تھے۔تو اب جو لوگ بلا وجہ حنفیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر مسجد میں علیحدہ جماعت قائم کر کے مسجد میں فساد اور فتنہ پیدا کرتے ہیں یہ سخت گنہگار ہیں۔یا تو توبہ کرلیں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے سے بچیں' ورنہ ان کو مسجد سے روک دیا جاوے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوم اور پیاز کھانے والے کو بوجہ اسکے کہ مسلمانوں کو مسجد میں اس کی بدبو سے تکلیف ہوگی۔مسجد میں آنے سے روک دیا ہے۔حدیث میں وارد ہے۔من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا یقربن مساجدنا او کماقال علیہ السلام علامہ شامی نے آخر باب مایفسد فی الصلوۃ ویکرہ فیھا ص ۴۸۹ ج ۱ پر لکھا ہے کہ جس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے۔اس کو مسجد سے روک دیں' والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمرؓ وھو اصل فی کل من یتاذی بہ ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں۔ باقی اہل حدیث کی اقتداء میں تفصیل ہے۔ اگر اس سے ایسی کوئی حرکت صادر ہو جس سے اس کی نماز ہمارے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔مثلاً خون نکل گیا۔اور پھر اس کے باوجود وضو نہ کیا تو نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر پتہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔شامی میں ہے۔ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھۃ وان علم ترکھا فی الثلثۃ لم یصح وان لم یدرشیئاً کرہ الخ باب الامامۃ ص ۴۱۶ ج ۱۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شرعی ضرورت کے بغیر مسجد کی جماعت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں امام متعین کی موجودگی میں بیک وقت دو جماعتیں کرانی جائز ہیں یا نہیں؟ یعنی جب بھی وہ امام نماز کراتا ہے تو دو تین آدمی دوسری جماعت کرواتے ہیں- حالانکہ شرعی لحاظ سے امام میں کوئی قباحت نہیں ہے-اور اہل محلہ نے ہی اس امام کو متعین کیا ہوا ہے- دوسرا فریق کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے-بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر مقررہ امام میں کوئی شرعی قباحت نہیں تو دوسری جماعت کرانا درست نہیں- پہلے امام کے پیچھے ہی اقتداء کریں نماز کے بارے میں اپنی خواہشات کو دخل دینا جائز نہیں-

پہلی جماعت فاسد سمجھ کر دوسری کرائی گئی ،دوسری میں اقتداء کرنے والوں کی نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ نماز جماعت میں والذین کفروا بایاتنا ھم اصحب المشئمۃ میں بجائے کفروا کے کذبوا پڑھا گیا-آیا نماز جائز ہے یا نہ؟

(۲) بوجہ اختلاف کے جماعت ثانیہ کرائی گئی تو بصورت جواز جماعت اولیٰ کے اگر جماعت ثانیہ میں دو تین آدمی ایسے جو کہ پہلی جماعت میں نہ تھے-انھیں نماز ازسرنو پڑھنی پڑے گی یا نہ؟

﴿ج﴾

نماز فاسد نہیں ہوگی-فساد کا تعلق معنی کے تغیر فاحش سے ہوتا ہے- چونکہ یہاں معنی میں تغیر فاحش نہیں اس لیے نماز صحیح ہے-

(۲) دوسری جماعت جب نماز فرض کے لیے قائم نہیں ہوئی تو وہ لوگ جو اس کے ساتھ فرض ادا کرنے کی غرض سے شریک ہوئے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں- اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے جائز نہیں- لہٰذا فقط دوسری جماعت میں شریک ہونے والوں کا فرض ادا نہیں ہوا- ان پر قضا واجب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قصداً جماعتِ مسجد میں شریک نہ ہونے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایسا شخص جو مسجد کے پاس رہتا ہے نماز کے وقت کسی سے کہتا ہے کہ دیکھو نماز باجماعت ہو چکی ہے یا نہیں پھر نماز ہو چکنے کے بعد اکیلا نماز پڑھتا ہے-اس کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟ اس بارہ میں کیا حکم ہے-

(۲) ایک مسجد کے امام صاحب نے اپنی مسجد کے خادم کو حکم دیا کہ مسجد کے اندر کسی کو سونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی کو سونے دینا کہ شریعت میں منع ہے- اس پر ایک شخص ناراض ہوا - نہ وہ امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے-اور نہ

ہی بولتا ہے- اور اس واقعہ سے قبل وہ اس امام صاحب کے پیچھے باجماعت نماز پڑھتا رہا ہے-

(۳) منافق کسے کہتے ہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- (۱) اگر بلا وجہ شرعی عذر عمداً تارک جماعت ہے تو یہ شخص فاسق ہے مردود الشہادت ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی واجب ہے- یا سنت مؤکدہ- کما قال فی الدر المختار ج ۱ ص ۲۰۸ الجماعة سنة مؤكدة كذا فی المتون والخلاصة والمحيط و محيط السرخسی و فی الغاية قال عامة مشائخنا انها واجبة الخ-

(۲) اس بنا پر ترک جماعت اس کی جہالت ہے- اس پر لازم ہے کہ فوراً باجماعت نماز پڑھنی شروع کر دے اور امام صاحب کے ساتھ راضی ہو جائے-

(۳) منافق دو قسم کا ہوتا ہے- ایک منافق اعتقادی اور دوسرا منافق عملی- منافق اعتقادی تو وہ ہوتا ہے جو دل میں کافر اور بظاہر ایمان کا اظہار کرتا ہو- اور منافق عملی وہ ہوتا ہے جس میں یہ چار عادتیں یا ان میں سے کوئی ایک عادت پائی جائے- (۱) امانت میں خیانت کرے- (۲) باتوں میں جھوٹا ہو- (۳) وعدہ کی خلاف ورزی کرے- (۴) اور تنازعہ کے وقت سب وشتم کرے- اور ہذیان بکے- جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے- عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیه کان منافقا خالصا و من کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر متفق علیه- مشکوۃ ص ۱۷- فقط واللہ تعالی اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جماعتِ اول کی ہیئت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بلا اذان واقامة وبلا ہیئت اول وبلا عادة مستمرہ جائز ہے یا نہیں؟

شامی جلد اول ص ۴۰۸ میں ہے و لو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعًا کما فی مسجد لیس له امام و لا مؤذن و یصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة- اس کے بعد ہے و التقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانی

احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً-

اس کے بعد ص ۴۰۹ پر ہے- و قدمنا فی باب الاذان عن اخر شرح المنیة عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعة علی الهیئة الاولی لا تکره والا تکره و هو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف الهیئة کذا فی البزازیة- و فی التتارخانیة عن الولوالجیة و به نأخذ-

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان واقامت وبلا ہیئت اولیٰ مسجد محلّہ میں جائز ہے اور یہی بات صحیح ہے اور یہ کہ ماخوذ بھی یہی بات ہے-

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان واقامت بھی مکروہ تحریمی ہے کیا ان کا یہ خیال درست ہے فقہاء رحمہم اللہ کی کسی عبارت سے ان کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے جو لوگ جماعت ثانیہ کی مسجد محلّہ میں کراہت کے قائل ہیں- ان کی دلیل البدائع الصنائع کی درج ذیل مدلل ومفصل عبارت ہے- قال فی البدائع ج ۱ ص ۱۵۳ (ولنا) ماروی عبدالرحمن بن ابی بکر عن ابیه رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج من بیته لیصلح بین الانصار التشاجر بینهم فرجع و قد صلی فی المسجد بجماعة فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی منزل بعض اهله فجمع اهله فصلی لهم جماعة و لو لم یکره تکرار الجماعة فی المسجد لما ترکها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مع علمه بفضل الجماعة فی المسجد وروی عن انس بن مالک رضی اللہ عنه ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فی المسجد فرادی و لان التکرار یؤدی الی تقلیل الجماعة لان الناس اذا علموا انهم تفوتهم الجماعة فیستعجلون فتکثر الجماعة و اذا علموا انها لا تفوتهم یتاخرون فتقل الجماعة و تقلیل الجماعة مکروه بخلاف المساجد التی علی قوارع الطریق لانها لیست لها اهل معروفون فاداء الجماعة فیها مرة بعد اخری لا یؤدی الی تقلیل الجماعة و بخلاف ما اذا صلی فیه غیر اهله لانه لا یؤدی الی تقلیل الجماعة لان اهل المسجد ینتظرون اذان المؤذن المعروف فیحضرون حینئذ و لان حق المسجد لم یقض بعد لان قضاء حقه علی اهله- الخ-

مولانا اشرف علی صاحب ایک مفصل ومدلل فتویٰ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں- (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۳۱) پس غایة ما فی الباب ایک فعل مباح ہوا جس میں نہ ثواب نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل تب بھی اسلم واحوط اس کا ترک

ہی ہوا- کیونکہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے- اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں- کہ حرمان ثواب بھی نہیں- پس ترک ہی راجح ہوا یہ سب تحقیق ہے- باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسف کے روبرو پیش کیے جاتے تو یقیناً کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے لیکن چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتاوٰی بھی مختلف ہیں- اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدید وطعن زیبا نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ورثہ کا حق نہ دینے والے کے معاون کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی عالم پابند شریعت فوت ہوگیا۔ بوقت وفات موصوف ورثاء اہلیہ دو لڑکیاں اور دو بھائی دو ہمشیرہ اور والدہ تاحال زندہ ہیں۔ تمام وراثت کا انتقال موصوف کی اہلیہ ہندہ کے نام پر ہو چکا ہے اور باقی ورثاء تاحال محروم ہیں۔ (۱) کیا ورثاء موجودہ وراثت موصوف سے شرعاً حقدار ہیں یا نہ (۲) اہلیہ موصوف پر بحالت مذکورہ کیا حکم عائد ہوگا واضح فرمادیں۔ (۳) معاونین اہلیہ موصوف کا شرعاً کیا حکم ہے۔ کیا امامت ان کی شرعاً جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) حقدار ہیں (۲) ظالمہ ہے توبہ کرنا لازم ہے۔ ظالم کی حمایت وتعاون ظلم ہے۔ (۳) اگر واقعی پیش امام صاحب ایک عورت کا حامی ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے شخص کو پیش امام نہیں بنانا چاہیے۔ اگر ہے تو اس کو معزول کر کے کسی دوسرے متقی شخص کو امام بنایا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کے سامنے یہ بات اگر واضح ہو تو اس پر عمل کریں۔ ورنہ وہاں کی تحقیق کے مطابق عمل ہو۔ واللہ اعلم۔

احکام شریعت پسِ پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتاء کرتا ہے۔ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو کیونکہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا۔ لیکن مدعی نے شرعی استفتاء حاصل کر لیا۔ جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنا دیا۔ جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پس پشت ڈالے بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے۔ اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا یا اس کو امام نماز بنانا یا اس کا وعظ سننا یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا درست ہے؟ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اگر واقعہ ایسا ہے جو سوال میں درج ہے۔ تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات اور اس کی امامت جائز نہیں۔ لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے اگر استفتاء کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر مجہول النسب ہونے کا اعتراض کیا گیا ہو؟

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین درمسئلہ ذیل کہ پدر من از ملک کرم بیل افغانستان از عرصۂ چند سال نقل مکانی کردہ بعلاقۂ خاران وبلوچستان آمدہ ودراین بلا دھا شادی وعروس کردہ وبعدہ از عروس بملک سندھ رفتہ بعد از چند عبور اوقات من تولد شدہ ام وبحالت طفل صغرسنی من پدرم ومادرم وفات کردہ اند وبعد ازاں من بصورت یتیم بوقت خوردگی بعلیم علم محمدی مشغول شدم وہرچہ کہ نصیب من بود از علم محمدی تحصیل کردہ ام وہنوز کہ بعد از بلوغت وجوانی قابل امامت گشتم وگاہی گاہی خلائق را نماز خوانانم وامام میشدم مگر الآں چند عالمان اعتراض کردہ میگویند کہ پدر تو مجہول النسب است ونماز بہ پس تو ناجائز است ہنوز جواب طلب امر این است کہ آیا واقعی من از امامت محروم کردہ میشوم یا نہ وآیا واقعی جہالت نسب پدر من نماز را بہ پس من ناجائز میگرداند وچگونہ مگر چند مردمان میگویند کہ پدر ترا مایان دیدیم وگفتہ اند نسب من گم است مگر نشانے کسی ند ہذا الحال عرض است کہ مسئلہ را از قرآن وحدیث رسولؐ تحریر کردہ مشکور فرمائید۔

﴿ج﴾

درصورت مسئولہ خلف سائل نماز جائز بلا کراہتہ است مجہول النسب بودن والد سائل سبب کراہتہ نماز در پس سائل نے شود۔ بلاشبہ نماز جائز است واعتراض عالمان بالکل بے بنیاد است۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ

یزید پر رحمت، لعنت اس کے بارہ میں سکوت اختیار کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

اہل سنت والجماعۃ وعلماء حق کا کیا فتوٰی ہے مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) جو شخص یزید پر لعنت بھیجتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے؟ اگر امام ہو تو اہل سنت والجماعۃ کے لوگ اس کی اقتدا کر سکتے ہیں یا نہیں (۲) جو امام یزید کو رحمت کا مستحق سمجھتا

ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ (۳) جو شخص اس بارے میں سکوت اختیار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یزید کے بارے میں سکوت کرنے والا شخص راہ اعتدال پر ہے۔ وہی راہ راست پر ہے اور باقی دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورۃ کہ ایک گاؤں میں مسجد کا پیش امام اہل گاؤں کی طرف سے مقرر ہے اور ایسے گاؤں میں ایک مولوی صاحب عارضی طور پر سکونت پذیر ہے چونکہ مذکورہ بالا گاؤں کے بڑے ہونے کی وجہ سے صلوٰۃ جمعہ ادا کی جاتی ہے مولوی صاحب جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھاتا ہے۔ جامع مسجد میں صرف اس لیے نہیں آتا کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے صحیح نہیں ہے اس طریق کا لازمی نتیجہ ہے کہ مسجد کے مقتدی منقسم ہو جاتے ہیں اور مسجد کی بے رونقی کا باعث ہے امام جو کہ جمعہ پڑھاتا ہے عالم نہیں مگر ضروری مسائل سے واقف ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عالم کی نماز ایسے غیر عالم کے پیچھے صحیح ہے یا نہ اور جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھانا جائز ہے یا نہ مدلل بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ نیز عدم تحصیل علم تجوید میں ہر دو برابر ہیں۔ فقط

﴿ج﴾

عالمگیری ج ا ص ۸۷ پر ہے۔ دخل المسجد من هو اولى بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولى درمختار میں ہے۔ والمسلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا شامی میں لکھا ہے (مطلقا) ای و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و أقرأ منه عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مقرر امام مسجد عالم مذکور سے اولیٰ ہے اگرچہ وہ علم وفضل میں اس سے فائق ہی کیوں نہ ہو یہ دلیل صحیح نہیں کہ عالم کی غیر عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام کتب حدیث میں ثابت ہے تو کیا اس عالم اور امام مسجد کے درمیان کا تفاوت ورتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مابین کے فرق مراتب سے بھی زیادہ ہے (العیاذ باللہ) اس کے علاوہ دیہات میں خود جمعہ مشتبہ اور پھر وہاں جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں قیام جمعہ کرنا اور مسلمانوں کی قلیل آبادی کو منقسم کرنا تفریق بین المسلمین کا ایک

عظیم گناہ ہے، جو عالم دین کے شایان شان ہرگز نہیں البتہ اہل محلہ کو یہ ضرور چاہیے کہ وہ اعلم وافضل ہی کو مسجد کا دائمی امام مقرر کریں۔ درمختار ج ا ص ۴۱۲ میں ہے (الاحق بالامامة) تقديما بل نصبا .... (الاعلم باحكام الصلوة) شامی لکھتے ہیں (بل نصباً) ای للامام الراتب مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد میں حتی الوسع عالم وفاضل کو ہی امام رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں امامت کا حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ: ایک بستی میں ایک حافظ صاحب تراویح پڑھاتا ہے۔ اور ساری جماعت متفق ہے۔ کہ یہی ہماری اپنی بستی کا حافظ تراویح پڑھاوے۔ مگر چند آدمی اختلاف کرتے ہیں کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شرارت کرنے کے واسطے کسی دوسری بستی سے ایک حافظ صاحب کو لاتے ہیں۔ جبکہ اس حافظ صاحب کی اپنی مسجد بھی ہے۔ اس کو چھوڑ کر صرف شرارت کے لیے مقابلہ کے لیے آ جاتا ہے۔ اور آخر کار اس مسجد میں دو جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں۔ پہلا حافظ جس کی مسجد ہے اور جو اس بستی کا رہنے والا ہے اور جس کے ساتھ زیادہ جماعت ہے اندر نماز پڑھاتا ہے اور اس کی جماعت کی تکبیر پہلے ہوتی ہے۔ اور دوسرا حافظ صاحب باہر جماعت کراتا ہے اب فرمائیں کہ کون سے حافظ صاحب کی جماعت صحیح ہوگی۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ امام مقرر کرنے کا حق بانی یا اہل محلہ کو ہے۔ اگر نمازیوں میں نصب امام کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو جس شخص کو زیادہ اشخاص مقرر کر دیں وہی امام رہے گا۔ (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم (شامی باب الامامة ص ۴۱۳ ج ا) فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہے۔ تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ و اعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا قال الشامی قوله مطلقا ای و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و أقرأ منه۔ (ردالمحتار ص ۴۱۳ ج ا باب الامامة)

پس صورت مسئولہ میں اگر پہلے امام کے عزل کی شرعی وجہ ان چند افراد کے پاس نہیں تو پہلا امام احق بالامامۃ ہے۔ دوسرے امام کو اس مسجد میں امامت کا حق نہیں۔ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے یہ فعل برا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالم کی نماز غیر عالم حافظ کی اقتدا میں

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد کے خطیب اور امام تھے کسی بدگمانی کی وجہ سے مقتدیان ناراض ہو گئے۔ مولوی صاحب نے امامت چھوڑ دی انھوں نے ایک حافظ صاحب جو دین کے مسائل سے ناواقف ہیں۔ اور قرآن شریف بھی سادہ پڑھتے ہیں۔ اور ایک ٹانگ سے لنگڑے ہیں۔ کو امام مقرر کیا۔ اب وہ حافظ صاحب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں۔ (۱) کیا اس سابقہ عالم کی نماز علی الدوام اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز ہے یا نہ؟ (۲) دوسرے لوگ جو اقتداء کر رہے ہیں جائز ہے یا نہ اگر کوئی اور امام وہ تلاش کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں؟

(ج)

نماز ان کی اور دوسروں کی اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز تو ہے لیکن افضل و بہتر یہ ہے کہ مستقل امام کسی عالم باعمل کو قرآن شریف پڑھنے والے کو مقرر کیا جائے۔ اس قسم کے حافظ کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا مکروہ ہے۔

مستقل امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کے نماز پڑھانے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام حافظ القرآن مستقل امام ہو اور مصلی امامت پر اس کی بغیر اجازت اور رضامندی کے دوسرا امام جب کہ مستقل امام بھی موجود ہو امامت کے لیے مصلی پر کھڑا ہو جائے اور اسی امام کی اور ایک مقتدی کی آپس میں عداوت ہو کیا مقتدی کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جائے گی اور مقتدی کو بعض اوقات حالت نماز میں جب کہ یہ امام مصلی پر ہو۔ غصہ بھی آ جاتا ہے اور یہی امام جو کہ مستقل امام کی بغیر اجازت جماعت کراتا ہے۔ اس نے بالغ لڑکی بھی عرصہ ڈیڑھ سال سے گھر بٹھا رکھی ہے۔ نکاح کہیں نہیں کرتا اور مقتدی بھی ایک اس پر نالاں ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا ہے۔ از راہ کرم جواب نص قطعی و احادیث صحیحہ سے بیان فرما دیں۔

(ج)

معلوم رہے کہ مستقل امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو امامت کرانی ناجائز ہے۔ اگر امام مستقل صراحۃ اجازت دیدے۔ یا وہ اس کی امامت کرانے پر ناراض نہیں ہوتا۔ یعنی دلالۃ اجازت ہو تب امامت کرا سکتا ہے۔ باقی بغیر اجازت لیے بھی اگر نماز پڑھا لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ جس ایک مقتدی کی اس امام کے ساتھ عداوت ہے۔ اس کی نماز بھی اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن عداوت اگر بلا وجہ شرعی ہے

تو عداوت رکھنی بہت بری بات ہے۔ فوراً توبہ کر کے عداوت کو دل سے نکال لے۔ ڈیڑھ سال سے بالغ لڑکی جو گھر میں بٹھائے رکھی ہے ہو سکتا ہے کہ ابھی تک مرد کفو نہ ملا ہو۔ اس کی تلاش میں ہو۔ ظنوا المؤمنین خیراً ڈیڑھ سال کا عرصہ تو کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

سپاہی کے افسرانِ بالا کا امام بننے کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صوبیدار یا حوالدار وغیرہ افسران کی موجودگی میں ان کے ماتحت سپاہی کو امامت کرانا جائز ہے یا نہ اگر سپاہی امامت کرے اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں تو کیا اس میں کوئی شرعی نقصان ہے؟

(ج)

صحت امامت کے لیے نماز کے مسائل کا جاننا اور قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے اور جو امام نماز کے اکثر مسائل سے واقف ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اس کی امامت صحیح ہے سپاہی امام ہو اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں شرعاً سب کی نماز بلا کراہت صحیح اور درست ہے اس میں نہ کسی کی بے حرمتی ہے نہ بے ادبی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں امامت بلا کراہت درست ہے نماز باجماعت جاری رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامت کا حقدار کون؟

(س)

محمد سعید ولد فضل احمد امام مسجد خوئیداد خیل بنام دلاسہ خان وغیرہ قوم کندی خوئیداد خیل مدعی بذریعہ وکیل پوردل خان موضع مذکور چارسدہ مدعا علیہم۔

فریقین جمع آمدند۔ مدعی دعویٰ اول بلوغ خود کرد۔ باز دعویٰ امامت کرد۔ کہ من امام قوم کندی خوائیداد خیل مسجد ام۔ باتفاق قوم در روز مرگ و دفن پدر خود امام شدہ ام۔ بعض از قوم او انکار کرد۔ و گفتہ کہ مایاں او را بالکل امام نہ کردہ ایم۔ بعد از گرفتم بیانات ایشاں تعریض صلح نمودہ ام بفضل اللہ تعالیٰ صلح منظور کردہ اند۔ صورت صلح ایں باتفاق قوم قائم کردم کہ ممبر جو اسعید امام مسجد مقرر شد۔ بشرطیکہ بعد از عید الاضحیٰ آئندہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء از خانہ می رود۔ و علم مذھبی و دینی شروع خود کند۔

بحصول تعلیم دین مذہب در مسلک علماء منتظم کند- خواہ کہ در ملک پشاور باشد یا ہندوستان تا وقتیکہ سند از مدرسہ دیوبند یا یک از مدرسہائے دہلی وغیرہ حاصل کردہ نباشد- از طرف او خلیفہ مقرر کردم- و باتفاق قوم خلیفہ منظور کردند وحقوق امامت زمین کہ کل سات جریب ست آمدن یک سہ حصہ شوند- یک حصہ امام اصلی را برائے کتاب وخرچ سفر سبق دین علم دادہ بے شوند- دو حصہ خلیفہ را دادہ میشود- وشجر کھجور کہ در مسجد است- حصہ سوم امام اصلی را است ودو حصہ خلیفہ را است باقی وظائف مرسومہ از قسم خیرات وسر سایہ ونکاح وغیرہ خلیفہ را دادہ میشود- علاوہ از زمین بالا اگر دیگر قطعہ زمین متعلقہ مسجد ہذا باشد-

درو نیز یک حصہ امام اصلی را ودو حصہ خلیفہ راست- این فیصلہ وراضی نامہ از وجوہات شرط بالاتحریر کردم- کہ مذہب ما یاں شامی مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ص ۱۴۴۱ ج ۵ بریں تصریح کردہ اند- ومقتضاه انه اذا مات الامام او المدرس لا يصح توجيه وظيفته على ابنه الصغير وقدمناه فى الجهاد فى اخر فصل الجزئية عن العلامة البيزى بعد كلام نقله الى ان قال اقول هذا مؤيد لما هو عرف الحرمين الشريفين و مصر و الروم من غير نكير من ابقاء ابناء الميت و لو كانوا صغارا على وضائف ابائهم من امامة و خطابة و غير ذلك عرفا مرضيا لان فيه احياء خلف العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد فى الاشتغال بالعلم و قدافتى بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعول على افتائهم اه و قيدنا ذلك هناك بما اذا اشتغل الابن بالعلم اما لو تركه و كبر وهو جاهل فانه يعزل-

تحریر ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۳۶ء فقیر عبداللہ المعروف میاں صاحب مازارہ پوردل خان وکیل وطاؤس خان دلاسہ وغیرہ-

جناب مفتی صاحب یہ فتویٰ جزء الثالث فى مطلب من له استحقاق فى بيت المال ليفى ولده بعده میں موجود ہے- جناب والا اس فیصلہ کے بعد قوم کے بعض افراد نے قانونی حمایت سے ایک اجنبی فرد کو امام قرار دیا ہے- اور شرعی امام کو بغیر عذر شرعی معزول کیا ہے- حالانکہ اصلی امام میں شرائط فیصل موجود ہیں- کیا اس دوسرے امام کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں اور دوسرے فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

﴿ج﴾

قوم کے اتفاق سے مسجد کا جو امام مقرر ہوا اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس دوسرے شخص کی نسبت منصب امامت کا زیادہ حق دار ہے- بلا وجہ شرعی قوم کے بعض افراد کو قوم کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ورزی کر کے پہلے امام کو معزول کرنے کا حق حاصل نہیں فیصلہ کی پابندی ضروری ہے- جزئیات ذیل اس کی مؤید ہیں- (البانى) للمسجد (اولى) من القوم (بمنصب الامام والمؤذن فى المختار الااذا عين القوم اصلح ممن عينه) البانى (درمختار) و كذا ولده و عشيرته اولى من غيرهم (الدرالمختار كتاب الوقف ج ۳ ص ۴۳۴) والخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبر اكثر هم (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب الامامة) و اعلم ان صاحب البيت و مثلهٗ امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا قال الشامى (قوله مطلقا) اى و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و اقرأ منه (ايضًا باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۳) فقط والله تعالى اعلم

کیا امام مقرر کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کا مستحق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد میں تقریباً عرصہ ۴۵ سال سے امامت کر رہا ہے اور قرآن شریف کا حافظ ہے عالم نہیں ہے- اب زید کا لڑکا عالم بن کر سند لے کر گھر آ گیا ہے اور زید کی رضاء کے بغیر مصلیٰ لے لیا ہے- اور امامت کر رہا ہے- زید امامت دینے پر رضامند نہیں ہے- باقی لوگ رضامند ہیں کہ یہ عالم ہے- اور زید صرف حافظ ہے اس لیے عالم امامت کرے اور حافظ نہ کرے- مگر کچھ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ زید ہمارا سب کا استاد ہے اور عرصہ دراز سے امام بھی رہا ہے-

خدام الدین ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء میں حقوق والدین کے متعلق حدیث شریف تحریر ہے- کہ اپنے والد سے آگے بڑھ کر امامت نہ کرائے اگر چہ وہ علمی لحاظ سے زیادہ فقیہ ہو اور اپنے باپ سے علمی اور دینی سمجھ کے اعتبار سے بہت بلند ہو- حدیث شریف تحریر نہیں ہے- صرف ترجمہ تحریر ہے- زید کا پسر زید کا شاگرد بھی ہے- قرآن شریف اپنے والد صاحب سے حفظ کیا ہے-

﴿ج﴾

مسجد میں جو امام مقرر ہے اور اس میں امامت کی اہلیت ہے- تو وہ امام مقرر ہی اس کے لڑکے کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے- اگر چہ دوسرا شخص افضل واعلم واقرأ ہو- درمختار اور شامی ج ۱ ص ۴۱۳ میں ہے- واعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا قال الشامى قوله مطلقا اى و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و اقرأ منه- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

امامت کے لیے اعلم کی پہچان

﴿س﴾

نقل سابقہ فتویٰ جس نے صرف مقامی امیدواروں کو مستحق قرار دے کر انھیں میں سے سب سے زیادہ عالم کو امامت کا قطعی مستحق قرار دیا ہے- اور دوسرے مقامی علماء کی امامت غیر صحیح قرار دی ہے ایسی خاص صورت میں غیر مقامی عالم کی امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ علامۃ الدہر اور ہوا میں اڑنے والا کیوں نہ ہو- نماز جیسے اولین شعار اسلامی کے معاملے میں اہل مسجد (اہل محلّہ) کی محض اپنی خواہش کو مقابلہ میں پیش کرنا یا اسے مصلحت قرار دے کر مصلحتوں سے بھرپور حکم شرعی پر اسے ترجیح دینا مسلمان کی شان کے بالکل منافی ہے- انتہی

فتویٰ مذکورہ بالا مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے معتبر حوالہ جات کی روشنی میں بیان فرمائیں-

(۱) امامت کے لیے سب سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے؟ (۲) عالم ہونے کا کیا معیار ہے- مذھبی درسگاہوں میں فرق اس کی بنیاد ہے یا سندات میں وہ ریمارکس معیار ہیں جو سند یافتہ کی استعداد کے مطابق لکھے جاتے ہیں- یا سندات علوم وفنون دینیہ کی تعداد میں زیادتی وکمی اس کا معیار ہو سکتا ہے- (۳) امامت کے لیے امیدوار ہونا شرط ہے یا مستحق امامت کو مجبور کرنا پڑے گا- (۴) تمام دنیا کی مسلمان قوم میں سے سب سے زیادہ عالم کو مستحق امامت قرار دیا گیا ہے یا مقامیوں میں سے کسی عالم کو؟ (۵) مقامی سے اھل مسجد مراد ہیں اگر وہاں نہ ہوں تو اسی شہر یا گاؤں یا مضافات یا تحصیل یا ضلع کے باشندے مراد ہیں؟ (۶) اگر محلّہ یا شہر یا علاقہ کے اندر امامت کا کوئی امیدوار نہ ہو بلکہ کوئی امیدوار تو مضافات شہر کے مستقل باشندے ہوں مشہور درسگاہ کے سند یافتہ ہوں ان کی سند کی ریمارکس بھی اعلیٰ ہوں- اعلیٰ سندات کی تعداد بھی زیادہ رکھتے ہوں مشہور علمی اور مذھبی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہوں- اور خود بھی ایسا کوئی شرعی قصور نہ کر چکے ہوں جو امامت کے لیے مناسب نہ ہو اس کے باوجود کسی دوسرے ضلع سے ملازمت کے سلسلہ میں آئے ہوئے ایسے شخص کو امام مقرر کیا جائے جس کے پاس صرف ایک سند ہو- اس کے ریمارکس بھی نسبتاً کمزور ہوں- مجہول النسب اور مجہول العمل ہو کیا اس قسم کی تقرری شرعاً صحیح ہے- اگر صحیح نہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- ہمیں آپ کے منقولہ سابقہ فتویٰ کے ساتھ مکمل اتفاق نہیں ہے- ہمیں فقہاء کے کلام پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں-

(۱) فقہاء کی مشہور ترتیب فی التقدیم والنصب یہ صرف استحبابی یا مسنون ہے کوئی واجب نہیں ہے- اگر غیر مستحق کو بھی جب اس کی امامت جائز ہو مقدم کریں یا اھل محلّہ اسے مستقل امام منتخب کریں- تب بھی اس کی امامت جائز بلا کراہت

ہے- نماز میں کوئی نقص نہیں ہے گو باوجود اولیٰ وافضل کی تقدیم یا نصب کے ممکن ہونے کے غیر اولیٰ کو مقدم کرنا یا مستقل امام بنانا خلاف اولیٰ یا خلاف سنت ضرور ہوگا- اور باوجود اس کے کہ لوگ غیر اولیٰ کو مستقل امام بنا چکے ہیں- انھیں امام مذکور کو معزول کرنا نہیں چاہیے ہاں پہلے سے اس کی رعایت مسنون ہے کہ مستحق وافضل کا انتخاب کر لیا جائے- قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۳ و لو قدموا غير الاولى اساوأ بلا اثم - و فى العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير ج ۱ ص ۲۴۷ و جملة القول ان المستحب فى التقديم ان يكون افضل القوم قراءة و علما و صلاحا و نسبا و خلقا و خلقا اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم فانه كان هو الامام فى حياته لسبقه سائر البشر بهذه الاوصاف .

(۲) اور اگر ایک امام راتب ہے مستقل مقرر ہے- اور دوسرا شخص غیر مقرر ہے تب اگر چہ دوسرا شخص علامۃ الدہر کیوں نہ ہو تب بھی حق تقدم امام مستقل کو حاصل ہے اگر اسے امام نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ حق اسی امام راتب کا ہی ہے وہ خود آگے بڑھ کر نہ پڑھائے- قال فى الدر المختار على هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۳ (و) اعلم ان (صاحب البيت) و مثله امام المسجد الراتب (اولى بالامامة من غيره) مطلقا- الخ

جناب کے تمام سوالوں کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ اگر امام ایک مقرر ہو چکا ہے اب دوسرا کوئی عالم امیدوار بنتا ہے- پھر تو اگر یہ دوسرا بہت بڑا عالم بھی کیوں نہ ہو تب بھی مناسب یہی ہے کہ اس سے پہلے کو ہی امام رکھا جائے اور معزول نہ کر دیا جائے- اور اگر ابتداء انتخاب ہے تو پھر سب سے زیادہ عالم ہی کو امام مقرر کرنا مسنون ہے- سب سے زیادہ عالم ہونا یہ ایک علمی لیاقت ومہارت کا نام ہے اس کا تعلق سندات کی کثرت وقلت وغیرہ کے ساتھ نہیں ہے- وہاں کے لوگوں کو جو بہت بڑا عالم نظر آئے اس کی علمیت پر وہاں کے علماء کا اعتماد ہو تو یہی اعلم ہے- ویسے اگر غیر اعلم کو بھی امام مقرر کر لیا جائے تب بھی نماز صحیح ہوگی گو یہ انتخاب خلاف سنت شمار ہوگا- اس انتخاب میں مقامی غیر مقامی کا کوئی فرق نہیں ہے- اس مختصر سی تقریر سے آپ کے تمام سوالوں کا جواب تقریباً نکل رہا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر الزام لگایا گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک پیش امام تقریباً ۷۰ یا ۷۵ سال کی عمر کے- ان کے پاس بچے پڑھتے ہیں- ایک چھوٹی سی لڑکی تقریباً جس کی عمر ۶ برس ہوگی- بروز ہفتہ سبق کے اوپر اس کو مارا تھا اور پھر اس کا سبق بڑھا دیا صبح اتوار کو آگے کھڑا کر کے پیار کیا- اور پھر اس کو سبق دے کر ۹ بجے صبح کے وقت شہر چلے جاتے ہیں ایک بج کر ۱۰ منٹ پر واپس آ جاتے ہیں ایک مکان پر ۱۰ آدمی جمع ہو کر اس امام صاحب کو بلاتے ہیں اور صرف یہ کہا جاتا ہے برائے مہربانی مسجد میں تشریف نہ لانا

اور بچے بھی نہ پڑھانا بچوں کی شہادت پر الزام لگایا اور لڑکی سے مار پیٹ کر زبردستی کہلوایا کہ حافظ صاحب گندی گندی باتے کرتے تھے۔ وہ لڑکی باہر کھیل کر آئی ہے اور کھیلتی پھرتی ہے۔ کیا یہ الزام صحیح ہے جب کہ وہ بچی باہر کھیلتی ہے۔

﴿ج﴾

یہ الزام از روئے شریعت قابل قبول نہیں ہے۔ نہ شہادت ہے نہ اقرار جب تک پورا ثبوت نہ ہو اس وقت تک الزام لگانا بالکل ناجائز ہے۔ اس پیش امام کو اگر قوم کی اکثریت چاہتی ہے تو بلاشبہ وہ امامت کرے کوئی گناہ کی بات اس میں نہیں۔ واللہ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ

الزام لگنے پر قسم اٹھانے کے بعد امامت پر بحال کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فیض آباد کالونی والوں نے امام مسجد رکھا ہوا ہے، عرصہ دو سال کے بعد کسی شخص نے امام مسجد پر الزام لگایا اور امام مسجد نے بھی الزام لگانے والوں پر الزام لگایا تو اس صورت میں انجمن اصلاح وترقی اور تمام باشندگان نے امام مسجد پر الزام عائد کرنے والے کی قسم پر فیصلہ کیا جو کہ دونوں فریقین نے قسم قرآن پاک کی اٹھائی، اب ہم امام مسجد کو رکھ سکتے ہیں یہ کہ نہیں؟

﴿ج﴾

شرعی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جبکہ الزام برأت میں امام صاحب نے قسم اٹھائی تو وہ بری ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر امام مذکور میں کوئی اور خلاف شرع بات نہیں تو اہل مسجد رضامندی سے اسے امام رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر الزام ہو اس کی امامت

﴿س﴾

رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی دربارہ تنازعہ امام مسجد جنڈ والی مخدوم پور پہوڑاں

فریق - زید جو کہ جامع مسجد جنڈ والی کا خطیب اور امام مسجد ہے۔ فریق دوم' بکر جو کہ مسجد ہذا کا ایک نمازی اور امام مسجد مذکور کا گہرا دوست ہے۔

روئیداد :- باہمی دوستی کی وجہ سے زید کی آمد ورفت بکر کے گھر میں بے تکلفانہ تھی اور عوام پر بھی ان کی گہری دوستی واضح

تھی- ایک روز بکر مغموم حالت میں تھا- تو اس کے ملنے جلنے والوں نے غم پرسی کی- تو اس نے غمناک حالت میں ایک افسوسناک واقعہ کا اظہار کیا- اور اپنی ۸/۷ سالہ بچی کے ساتھ ناشائستہ حرکت کرنے کے الزام میں زید کو مورد الزام ٹھہرایا- جس کا عوام میں خاصا چرچا ہو گیا- مسجد کے مقتدیان نے زید سے کہا کہ آپ پر الزام عائد ہو گیا- لہٰذا تاوقتیکہ آپ کی صفائی نہ ہو جائے احتیاطاً آپ امامت نہ کرائیں- جس کا ردعمل یہ ہوا کہ زید نے اپنی بریت ظاہر کرنے اور مصلّی حاصل کرنے کی خاطر مجلس عام میں تقریر کی- کہ انسان خطا کا پتلا ہے اس سے خطا ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دشمنوں یعنی شیطان اور نفس امارہ کے درمیان گھرا ہوا ہے- میں بھی ایک انسان ہوں مجھ سے خطا ہو جاتی ہے- پھر یہ آیت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطئنا پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری بھول چوک اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑنا- اس کے بعد کہا کہ مجھ پر جو نابالغ لڑکی کے بارے میں الزام لگایا گیا ہے مجھے اس کا کوئی ارمان نہیں کیونکہ اس قسم کے الزامات نبیوں پر بھی لگائے گئے اور بی بی مریم اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن بیبیوں پر بھی الزام لگائے گئے- یہ الزام یا تو میری شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا میرا امتحان ہے- میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور مسجد میں بیسیوں قرآن پڑے ہوں گے وہ سب لا کر میرے سر پر رکھ دو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مذکورہ لڑکی سے برائی کرنے کی میری قطعاً نیت نہیں تھی- اور لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھا- چند آدمی اس تقریر سے متاثر ہوئے- لیکن مجلس کی اکثریت نے قسم مجلسی کے علاوہ بھی قسموں کی بھرمار پر یقین نہ کیا کچھ گڑبڑ کا اندیشہ ہوا- لیکن جلد ہی متفقہ طور پر گیارہ اشخاص پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی- جس کی تحقیقاتی کارروائی حسب ذیل ہے-

بکر کا بیان :- وقوعہ کے روز نماز مغرب کے بعد جبکہ میں اپنے گھر پر موجود نہیں تھا- زید میرے گھر آیا دروازے پر میرا پوتا اور ایک نوکر لڑکا موجود تھے- لیکن زید نے میری لڑکی کو آواز دے کر بلایا اور اسے دوسری طرف بیٹھک کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا- اس نے بیٹھک کھول دی زید وہاں بیٹھ گیا پھر زید نے لڑکی سے پینے کے لیے پانی طلب کیا- لڑکی نے پانی کا گلاس گھر سے لا کر اس کو پلایا- پھر زید نے اس کو کہا کہ گلاس رکھ کر پھر آنا لڑکی گلاس گھر میں رکھ کر بیٹھک میں گئی تو زید نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اس کو چھاتی سے لگا کر بھینچا اور اس کا منہ چومنے لگ گیا- اور ساتھ ہی لڑکی کا کمر بند کھول دیا- لڑکی خائف ہو کر رونے لگی تو زید نے اسے چھوڑ دیا اور لڑکی اپنی ماں کے پاس روتی ہوئی گئی اس کی ماں نے حقیقت حال سن کر زید کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو زید وہاں سے نکل کر چلا گیا کچھ دیر کے بعد میں اپنے گھر آیا تو گھر میں ہنگامہ تھا- بیوی سے حال پوچھا تو اس نے زید کی حرکتوں کا رونا رویا لڑکی سے باتیں پوچھی گئیں تو اس نے ان باتوں کی تصدیق کی تو مجھے زید کی اس مذموم حرکت سے سخت صدمہ پہنچا کہ میں لوگوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا-

زید کا بیان :- میرے اور بکر کے کافی عرصہ سے نہایت اچھے مراسم تھے- ایک روز بکر کی بیوی میرے گھر جا کر کہنے لگی

کہ میرا خاوند تمھارا گہرا دوست ہے۔ اسے سمجھائیں کہ وہ فلاں فلاں بدچلن عورتوں سے تعلق نہ رکھے۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دوست کے اندر اس قسم کی برائی نہیں دیکھی اس لیے میرا اسے کچھ کہنا زیب نہیں دیتا وہ کہنے لگی کہ پھر میرے آنے کی تو کوئی قدر نہ کی اور لفظ چنگا (اچھا) کہہ کر واپس چلی آئی۔ میں نے چنگا سے یہ مراد لی کہ وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے۔ اور اس کا انتقام لینے والی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد میں بکر کے گھر گیا تو وہ مغموم حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ سبب دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اس کی عورت نے مجھے بڑا پریشان کیا ہے۔ یہ عورتوں کے بارے میں مجھ سے بدظن ہے اس وقت میں نے یہ بات کہہ دی کہ یہ بات تو اس نے مجھ سے بھی کہی تھی۔ ایک روز میں پھر بکر کے گھر گیا میں نے اہل خانہ کو آواز دیے بغیر بیٹھک کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ ایک غیر آدمی بکر کے گھر میں بکر کی بیوی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہے۔ میں نے بکر کی بیوی کو اچھی طرح دیکھا اور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس غیر محرم آدمی کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا۔ انھی باتوں کی خلش کی وجہ سے اس نے مجھ پر لڑکی کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ میں بکر کے کسی دوسرے دوست کی بیماری کی اطلاع دینے کے لیے مغرب کی نماز کے بعد بکر کے گھر گیا۔ لڑکی کو آواز دی اور پوچھا کہ تیرا ابا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ کہیں باہر چلا گیا ہے۔ میں نے لڑکی سے بیٹھک کا دروازہ کھلوایا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا۔ پھر لڑکی سے پانی منگوا کر پیا۔ وہ گلاس رکھ کر پھر بیٹھک میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو گھر چلی جا۔ جب تیرا ابا آئے گا تو اس کے ساتھ آجانا۔ وہ گھر چلی گئی تو اس کی ماں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا۔ اور یک لخت مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میں نے کہا بھرجائی (بھابی) میرا قصور نہیں ہے تو مجھے کیوں گالیاں دیتی ہو۔ اور مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہو مگر اس نے ایک نہ سنی تو میں وہاں سے چلا آیا۔

تنقید:۔ (۱) جب آپ کو معلوم تھا کہ وہ عورت مجھ سے ناراض ہے اور انتقام لینا چاہتی ہے تو آپ رات کے وقت مرد کی عدم موجودگی میں ان کی بیٹھک میں کیوں ٹھہرے۔ جواب دیا کہ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی آجائے گا اور میں سنیہا دے کر فارغ ہو جاؤں گا۔ (۲) جب آپ بکر کے گھر کے دروازے پر گئے اس کا پوتا اور نوکر وہاں موجود تھے یا نہیں؟ جواب دیا کہ موجود تھے۔ (۳) جب دولڑکے دروازے پر موجود تھے تو آپ نے بیٹھک کھلوانے کے لیے لڑکی کو گھر کے اندر سے آواز دے کر کیوں بلایا۔ جواب کہ بس میری غلطی۔ (۴) کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی اس لڑکی سے پیار محبت کیا۔ اور بوسہ لیا ہے۔ جواب دیا کہ میں اس لڑکی کو گود میں اٹھا لیا کرتا۔ اور اکثر مرتبہ اس کے بوسے اس طرح لیتا رہا ہوں جس طرح ایک باپ اپنی بیٹی کا بوسہ لیتا ہے۔ (۵) آپ نے جس غیر محرم شخص کو بکر کی بیوی کے ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھا وہ کون تھا؟ جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ (۶) کیا آپ نے اس غیر محرم شخص کو معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی یا اس راز سے اپنے دوست کو آگاہ کیا جواب دیا کہ میں اسے دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا گیا اور نہ ہی اپنے دوست بکر سے کبھی اس کا ذکر

کیا۔ (۷) جب آپ کے دوست کے گھر میں برائی جنم لے رہی تھی تو اپنے دوست کی خیرخواہی کرنا آپ کا فرض تھا مگر آپ خاموش تماشائی کیوں بنے رہے۔ جواب دیا کہ بس اس وجہ سے خاموش رہا کہ ایسی بات جتلانے سے برا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ (۸) جب بکر کی بیوی نے آپ کے گھر جا کر شکایت کی۔ تو کیا اس وقت کوئی اور شخص بھی موجود تھا؟ جواب دیا۔ اس وقت میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے بالکل علیحدگی میں بات چیت کی تھی۔

رپورٹ کمیٹی:۔ (۱) ممبران کمیٹی نے جو فرداً فرداً اجتماعی طور پر تحقیقات کی ہیں اس میں کئی مردوں نے اور عورتوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ جب لڑکی کی والدہ واویلا کر رہی تھی تو ہم موقع پر پہنچے اور لڑکی کو نہایت پریشان حالت میں دیکھا اور لڑکی سے باتیں دریافت کی گئیں تو لڑکی نے واقعات کا صحیح ہونا بیان کیا۔ اور بکر کا بیان لڑکی کے بیان کے مطابق ہے۔ کمیٹی اس پر اعتماد کرتی ہے۔ (۲) زید کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے اور صحت نہایت اچھی ہے لیکن آج تک بالکل غیر شادی شدہ ہے۔ اور اس کی سابقہ زندگی بھی مورد الزامات رہی ہے۔ (۳) تنقیدی سوالات ۵ تا ۷ کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول تو زید کا بیان ہی مصنوعی ہے۔ اور اپنے الزام کا جوابی الزام ہے۔ دوم یہ ہے کہ وہ اس غیر محرم شخص کا رقیب ہے۔ سوم یہ کہ وہ عورت کا رفیق ہے۔ (۴) چند آدمی اپنے قوی شبہات کی بناء پر زید کے پیچھے پہلے سے ہی نماز نہیں پڑھتے تھے بکر اس معاملے کے بعد مسجد ہی چھوڑ گیا ہے اس تشہیر کے بعد اکثر نمازی زید کی امامت سے متنفر ہو گئے ہیں۔ براہ کرم اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے حالات اور کردار کے امام کی امامت شرعاً کیسی ہے؟

﴿ج﴾

بالفرض امام مذکور پر مذکورہ بالا تہمت اگر ثابت بھی ہو جائے اور اس کے فی الواقع مذکورہ حرکت ناشائستہ صادر بھی ہوگئی ہو تب بھی یہ موجب فسق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اوپر کوئی زنا کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس پر تو بوس و کنار وغیرہ کا دعویٰ ہے اور بوس و کنار وغیرہ گناہ صغیرہ ہے جو نماز پڑھنے وغیرہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ایک صحابی ابوالسیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا تھا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔ **واقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنت یذھبن السیئات ذلک ذکری للذکرین**۔ یعنی نمازیں ادا کرو نیکیوں سے صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (رواہ الشیخان) لہٰذا محض اس بنا پر اس کی امامت جائز ہے۔ ہاں اگر اس سے ایسی ناشائستہ حرکات عموماً صادر ہوتی ہیں یا اس کے اندر کچھ اور شرعی خرابیاں موجود ہیں تب اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویسے اس سے صرف نظر کر کے بھی اگر محلے والے لوگوں کو اس سے نفرت ہے تو وہ باہم مشورہ کر کے اسے امامت سے ہٹا سکتے ہیں۔ کیونکہ محلے والوں یا متولی مسجد کا اختیار ہے۔ جب تک کسی امام کو رکھیں رکھیں۔ جب نہ رکھیں نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس استفسار کے بعد مولانا مفتی عبداللہ نے اس کا فیصلہ کیا اور فیصلے پر مفتی محمود صاحب کی تصدیق درج ہے- فیصلہ مفتی عبداللہ صاحب۔ میں نے مسئلہ متنازعہ سنا- میں امام مسجد مولوی عبدالحمید صاحب- میاں ڈنہ صاحب اور ممبران کمیٹی سے الگ الگ اور اجتماعی طور پر بات چیت کرنے اور غور وفکر کے بعد اور حالات مقتدیان اور امام مسجد مولوی عبدالحمید کے پیش نظر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں اور زبانی طور پر مفصل تمام اہالیان مسجد کے سامنے کہتا ہوں کہ جرم شرعاً غیر ثابت ہے- لہٰذا مولوی صاحب اس معاملہ میں بری الذمہ قرار دیے جاتے ہیں- اب کسی شخص کو مولوی صاحب کے اوپر الزام لگانا جائز نہیں ہوگا- اور امامت کا عہدہ شرعاً خاص اہمیت اور تقدس کا مقام رکھتا ہے- مولوی صاحب مذکور کے متعلق چونکہ قیل وقال کافی ہو چکا ہے- اس لیے بھی اور دیگر مقامی مصالح کے پیش نظر فیصلہ کرتا ہوں کہ اب مولوی صاحب کو مسجد کی امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور ان کی بجائے برادر خورد حافظ صاحب مسجد مذکور کے امام رہیں- اور اہل محلّہ کو اختیار ہے کہ وہ انھیں مستقل طور پر امام رکھیں اور اگر ان سے اور اچھا معتمد علیہ اور متفق علیہ امام مل جائے تو اسے مقرر فرمالیں- بہر حال حالات کے پیش نظر مولوی عبدالحمید صاحب کو دوبارہ امامت پر مقرر نہ کیا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب مفتی محمود صاحب:- چونکہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ العالی خود مخدوم پور پہوڑاں تشریف لے جا کر تمام حالات و واقعات کی مکمل تحقیق کر چکے ہیں- اس لیے مجھے ان کے اس فیصلہ پر مکمل اعتبار ہے وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مفتی صاحب مدظلہ کے اس شرعی فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کر کے اس پر عمل کریں اور اپنے جملہ اختلافات کو یکسر ختم کرائیں- مولوی عبدالحمید کو آئندہ اس قسم کا الزام بالکل نہ دیں- دل کی صفائی سے ان سے تعلقات قائم رکھیں- البتہ اس نزاع اور قیل وقال کے بعد انھیں امامت جیسے پاک اور مقدس منصب سے فارغ کر دیا گیا ہے- لہٰذا ان کے بھائی کو امام بنادیا جائے- اس کی امامت میں اب اختلاف نہیں کرنا چاہیے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

متہم و مشتبہ شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

پیر کوٹ مدہانہ ضلع جھنگ میں ایک مسئلہ زیر غور ہے- جس کے حل نہ ہونے پر موضع والے بڑے پریشان ہیں اس لیے آپ کی خدمت میں التجاءِ عوام پیش کی جاتی ہے- (۱) محمد فضل نامی ایک شخص بعمر تقریباً بیس (۲۰) بائیس (۲۲) سال کا کنوارہ ایک رشتہ دار کے گھر عارضی طور پر آ وارد ہوا- جس کا پیشہ ملازمت ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اس کے گھر کا مالک بن گیا- اور دن رات اسی گھر میں رہنے لگا- عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ محمد فضل کا اس امام مسجد کے گھر رہنا ٹھیک نہیں- کیونکہ اس کی بیوی کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق معلوم ہوتا ہے- یا تو اس کو گھر سے نکل جانا چاہیے یا اسے شادی کر لینی چاہیے- چنانچہ محمد فضل کو لوگوں نے اعلانیہ کہا کہ تم شادی کرلو تب اپنی بیوی کے ہمراہ اس گھر میں رہ سکتے ہو- جب اس نے انکار کیا تو عوام کو پورا یقین ہوگیا کہ اس کا اس گھر میں ناجائز تعلق ضرور ہے- اس لیے یہ شادی نہیں کرتا- اور نہ ان کو چھوڑتا

ہے یہ شخص اسی طرح اس گھر میں گزارہ کرتا ہے- اور نہ نکلا ہے-

(۲) بعد میں ایک رات ایک شخص مسمی حاجی محمود گارڈ جو تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں موجود تھا- اس نے اچانک ہائے ہائے کی آواز سنی- امام مسجد کا گھر مسجد سے بالکل متصل ہے یہ شخص موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسمی محمد فضل جو اپنی معشوقہ کے ہمراہ اللہ دتہ مولوی کو جو گھر کا مالک ہے مار رہے ہیں' اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے محمد فضل کو خود اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا مگر محمد فضل مجرم نے حاجی محمود کو کہا کہ یہ اللہ دتہ بیماری کی وجہ سے روٹی مانگتا ہے اس لیے ہم اسے مار رہے ہیں کہ اس وقت کوئی روٹی نہیں- اس وقت رات کے تین بجے تھے- اس سے پہلے لوگوں کو یہی شبہ تھا آخر یہ فیصلہ مولوی قطب الدین صاحب کے پاس کیا گیا- انھوں نے فرمایا کہ مجرم محمد فضل امامت کرنے کے قابل نہیں اس لیے یہ امامت نہیں کر سکتا- مجرم نے اپنی تبریت کے لیے حلف اٹھایا کہ میرا کوئی قصور نہیں جس کی بدولت کئی آدمی اعتبار کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگ گئے- اور بہت سے تعلق شک کی وجہ سے نماز نہ پڑھتے تھے- (۳) ایک دفعہ دو آدمی مل کر کسی کام کے لیے رات کے دس بجے مولوی صاحب کے گھر گئے تو دیکھا کہ دروازہ بغیر قفل و کنڈہ کے بند تھا اور بتی جل رہی تھی- انھوں نے دروازہ دھکیلا تو کھل گیا تو دیکھا کہ محمد فضل اور اللہ دتہ کی بیوی برہنہ ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے- عورت جلدی سے چارپائی پر سے اتری تو دیکھنے والے کے منہ سے یک دم نکلا (لاحول ولاقوۃ) یہ کیا ہوگیا- تو دوسرا آدمی جو ذرا دور کھڑا تھا اس نے پوچھا کیا بات ہے- اس نے کہا میں نے محمد فضل کو اللہ دتہ کی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے دیکھا- جب اس قسم کی بہت سی باتیں نکلیں تو اللہ دتہ نے اپنی بیوی محمد فضل کو نکاح میں دے دی- وہاں نکاح کسی نے نہیں پڑھا نہ کوئی آدمی مجلس میں بیٹھا- تو محمد فضل کے ایک رشتہ دار نے لوگوں کو بلایا- اس نے آکر نکاح پڑھا اور لوگوں کو کہا مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھو- اس کے بعد نماز پڑھاتا گیا اس کے بعد اپنی ساس کی رضامندی خاوند حج پر گئے- واپس ہونے کے چند مدت بعد بدستور پھر دو آدمیوں نے دیکھا؟

﴿ج﴾

ان حالات میں یہ تو قطعی طور پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے- ایسا متہم و مشتبہ شخص جس کے متعلق عوام الناس تک کے دلوں میں شبہات ہوں امامت کے لائق ہرگز نہیں- امامت کا مستحق عالم' قاری' پرہیزگار اور باوقار لوگوں کی نظروں میں معزز شخص ہوتا ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ہذا میں کہ اگر ایک امام متہم بالزنا ہے صرف اتہام نہیں بلکہ ایسے ایسے علامات وآثار پائے

جاتے ہیں۔ اگر عرفاً ان کا اعتبار کیا جائے تو عدم زنا کا احتمال تک باقی نہیں رہتا۔ مثلاً آدھی رات کے وقت میں مولوی صاحب کے مکان میں عورت کا جانا اور جواب میں وہ کہیں کہ میں تو تہجد پڑھ رہا تھا۔ پھر عورتوں کو مٹھائی دینا۔ اب ایسے مولوی کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

﴿ج﴾

اس قسم کے امام کو پیش امام بنانا جائز نہیں ہے۔ امام مسجد کے لیے متقی، پرہیز گار ہونا لازم ہے۔ مقتدیوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں۔ اور کسی دیندار عالم متقی کو امام بنالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

حرام کاموں سے متہم شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک نمبر ۲۳ میں ایک امام صاحب مسمی مولوی غلام رسول صاحب جو کہ عربی علم سے بالکل نا آشنا ہے حتی کہ الفاظ قرآن کریم کی ادائیگی تو سرے سے غلط کرتا ہے۔ عرصہ پندرہ سولہ سال سے امامت کر رہا ہے۔ اور مرزائیوں سے اندرونی گہرے تعلقات رکھتا ہے۔ بیرونی آمد و رفت اٹھنا بیٹھنا کافی ہے۔ اور مرزائیوں کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔ ابتدائی حالت یہ ہے کہ ایک عورت جو کہ اب مولوی مذکور کی بیوی ہے۔ اغوا کر کے لایا اور کافی عرصہ تک اسے بغیر نکاح کے رکھا۔ ساتھ امامت بھی کراتا رہا۔ حتی کہ ایک دو بچے بھی اسی کیفیت میں ہوئے بعدہ کہیں اس کا نکاح کیا اب اس کی ایک لڑکی ہے کہ جس کا نکاح پچھلے سال کیا۔ کچھ عرصہ بسانے کے بعد اب اس کو گھر میں بٹھا رکھا ہے۔ یعنی شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں۔ چک کے معزز حضرات نے بہت دفعہ مولوی مذکور کو کہا اور سمجھایا کہ لڑکی بھیج دے۔ مگر بغیر کسی حیل و حجت وعذر کے شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں۔ یعنی لڑکی کا آشنائی غیر سبب رکاوٹ ہے۔ جس پر مولوی مذکور مصر ہے۔ لہٰذا دریں صورت مقتدیوں نے تنگ آکر آپ کی طرف رجوع کیا ہے کہ برائے کرم نوازی فتویٰ عنایت فرمادیں کہ آیا کس حد تک مولوی مذکور کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام سے متعلق جو باتیں تحریر میں موجود ہیں۔ اگر یہ صحیح ہیں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ اور ایسے شخص کو امام رکھنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قاتل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ایک مسلمان کا قاتل ہو اور قاتل نے مقتول کے وارثین سے معافی مانگی ہو وہ قاتل داڑھی بھی کتاتا ہو۔ یعنی شریعت سے کم مقدار رکھتا ہو۔ (۳) اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر نمازیں ایسے شخص کی اقتداء میں ادا کی ہوں اور ادا کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ آیا اس قاتل کو امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار کے مکروہات صلوٰۃ میں ہے وخلف فاسق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی امامت جس کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ مکروہ ہے، کیونکہ یہ فاسق ہے (برتقدیر صدق مستفتی) اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لیکن بغیر جماعت کے نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ زمانہ ماضی کی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور جب تک دوسرا متقی امام نہ ملے۔ اس وقت تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ تنہا پڑھنے سے فاسق کے پیچھے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار ص ۴۱۵ ج ۱ **صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ.**

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

باب تسویۃ الصفوف

ضرورۃً صف میں انقطاع رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ اتنا ہے کہ جس میں تین صف آسانی کے ساتھ بنتی ہیں۔ لیکن صبح کے وقت نمازی زائد ہوتے ہیں اور باہر کھڑے ہونے میں سردی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اب اگر مسجد کے اندر امام کے ایک بالشت فاصلہ سے چوتھی صف اس طرح بنائی جاوے کہ امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور صف منقطع ہو جائے تو ایسا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واجبات متعلقہ بالصفوف ومقام الامام والماموم کے ترک سے کراہت کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب بغیر عذر کے ترک کیے جاویں ورنہ مع العذر ترک کرنے سے کوئی کراہیت لازم نہیں آتی تنگی مکان سردی اور گرمی بھی عذر میں داخل ہیں صاحب الدر المختار نے مکروہات الصلوٰۃ کو ذکر کرتے ہوئے جب قیام الامام فی المحراب وانفراد الامام علی الدکان وعکسہ کو ذکر کیا تو کہہ دیا۔ وھذا کلہ (عند عدم العذر) کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ الخ وقال الشامی علی قولہ (کجمعۃ وعید) مثال للعذر وھو علی تقدیر مضاف ای کزحمۃ جمعۃ وعید. پھر صاحب الدر نے چند سطر کے بعد فرمایا۔ ومن العذر ارادۃ التعلیم اوالتبلیغ وقال الشامی (ومن العذر) ای فی الانفراد فی مکان مرتفع الی ان قال قلت لکن فی المعراج مانصہ' وبقولنا قال الشافعیؒ الا اذا اراد الامام الخ ج ۱ /۴۷۸۔ حاصل یہ ہے کہ عدم جواز الانقطاع فی الصف حکماً عدم جواز قیام الامام فی المحراب وانفرادہ علی الدکان وعکسہ ہے اور ضیق مکان سردی وگرمی کا عذر کسی طرح بھی تعلیم وتبلیغ کے عذر سے کم نہیں باوجودیکہ ان کو اعذار میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگرچہ صورت مسئولہ میں صریح جزئیہ تو اس وقت پیش نظر نہیں لیکن اعتبارا علی المسائل المحولہ یہاں بھی عذر مذکور کی وجہ سے کراہت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم

﴿س﴾

اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہے اس کے دو یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں ان کی نماز ہوگئی یا نہ۔

﴿ج﴾

نماز ہوگئی مگر یہ خلاف سنت ہے۔ صفوں کو مکمل کرنا چاہیے۔ اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے یہی سنت طریقہ ہے۔ ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۸ رجب ۱۳۹۵ھ

صحن میں جماعت کرانے کی صورت میں امام کہاں کھڑا ہو، جماعت ثانیہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) نماز فرض باجماعت اول ادا کرنے کے لیے امام ومقتدی صحن مسجد میں کھڑے ہوں۔ تو امام کو محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے؟

(۲) نماز فرض باجماعت ادا کرنے کے لیے امام کو محراب مسجد کے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔

سنت رسولؐ کی روشنی میں جواب تحریر کرکے مہر لگا کر مشکور ہونے کا موقع دیں۔

﴿ج﴾

(۱) امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو۔ دونوں طرف برابر مقتدی ہوں پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں۔ ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں۔ اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو۔ تب بھی محاذی محراب کے کھڑا ہو البتہ اگر کہیں مسجد کا صحن کسی طرف بڑھایا گیا ہو۔ تو صحن کے وسط کا خیال کر لیا جائے۔ اور امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے۔ شامی ج ۱ ص ۳۲۰ میں ہے۔ السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی و امتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین

السارتین اوفی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ.

(۲) مسجد محلّہ میں یعنی جس مسجد کا امام مؤذن مقرر ہو جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامی ولنا انہ علیہ الصلوۃ والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اہل المسجد فرجع الی منزلہ فجمع اہلہ وصلی ولو جاز ذلک لما اختار الصلوۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد ج ۱/ص ۴۰۹. زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی ''القطوف الدانیۃ من کراہۃ الجماعۃ الثانیۃ. میں دیکھ لی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۶ جمادی الاخری ۹۴ھ

کیا صحن میں جماعت کرانے کا ثواب مسقّف حصہ کے برابر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا ایک مسجد ہے۔ اس کے چاروں طرف فرش ہے۔ گول قسم پر ہر جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو ان فرشوں پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے۔ یا گھروں جنگلوں میں جیسی ہے۔ تشریح فرمائیے کہ شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں۔ وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا۔ تو فرمائیے۔ امام آگے چل کر جگہ مصلی میں جاوے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہووے۔ تحریر فرمادیں شرعا کیا حکم ہے۔ آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر یہ فرش داخل مسجد ہے۔ اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے۔ تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کھڑا ہوتا کہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں۔ یہ افضل و بہتر ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے

بڑھ جانا چاہیے اور اگر آگے پیچھے دونوں طرف جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

بوقت اقامۃ نماز کے لیے کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جب جماعت ہوتی تو پہلے نمازی اپنی صفوں کو پورا کرتے اس کے بعد اقامت ہوتی اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) وعن انسؓ قال اقیمت الصلوۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم. الخ

(۲) وعن نعمان ابن بشیرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی بھا القداح حتی رأی انا قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتی کاد یکبر فرای رجلاً بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن بین وجوھکم رواہ مسلم.

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پہلے تسویہ صفوف کر لیا جاوے۔ کیونکہ اہم ہے اور اس زمانہ میں تو اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے کہ عوام الناس اس کی اہمیت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ پہلے سے کھڑے ہونے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظام کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت کی وجہ سے ابتدائے اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہو جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔

دوسری مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نعمان ابن بشیرؓ والی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر برابر کرتے تھے۔ کہ تیر کی لکڑی اس سے سیدھی ہو سکتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم صف سیدھا کرنا پہچان گئے پھر ایک دن آپ باہر نکلے اور کھڑے ہوئے تکبیر کہنے کو تھے۔ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے بندو اپنی صفیں برابر کرو۔ نہیں تو اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگے پیچھے رہنا اختلاف کی نشانی ہے اور جب تم اس اختلاف کو گوارا کر لو گے تو رفتہ رفتہ دلوں کے اختلاف کو

بھی جائز رکھو گے۔ اور یہی پھوٹ آفتوں کی جڑ ہے۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ اقیـ الصلوة فاقبل فقال اقيموا صفوفكم کا مفہوم تو یہ ہے کہ اقامت ہو چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی صف بندی کو دیکھا اور ٹھیک کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ فاتعقیبیہ فاقبل اور فقال کی صاف دلالت ہے کہ اقبال اور ارشاد بعد اقامت ہوا۔ اسی طرح حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کا مفہوم ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تسویہ صفوف کے اقامت ہوئی۔ حدیث کے دو جز ہیں۔ اول جز کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ تسویہ صفوف کی ہدایت دیتے رہتے تھے فوقتاً اس کی تائید فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو یہ گمان ہو گیا کہ ہم جماعت صحابہ نے یہ بات بخوبی سمجھ لی عمل میں لے لی ہے۔ اس کے بعد کسی روز جب حجرہ شریف سے نکل کر جماعت کرانے کے لیے مسجد میں آپ اپنے مقام پر پہنچے اور کسی صحابی پر نظر پڑی کہ وہ اپنا سینہ بقیہ جماعت والوں سے نکالے ہوئے ہیں تو اس کو حکم دیا کہ خدا کے بندو اس حرکت سے باز آجاؤ۔ خارج سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا حجرہ سے نکل کر مسجد میں آنا حضرت بلال کی تکبیر کے وقت ہوتا تھا کہ وہ حضور کو دیکھ کر اقامت شروع کر دیتے تھے اس میں صحابہ صفوں کو برابر کر لیتے تھے۔ حضور جب ٹھکانہ پر پہنچتے تو تکبیر ختم ہونے کو ہوتی یا ختم ہو جاتی۔ اس کے بعد آپ تکبیر تحریمہ پڑھتے حتی كاد ان يكبر سے یہی مراد ہے۔ اس مسطورہ صورت میں اس احتمال پر آپ کا انکار اقامت کے خاتمہ کے وقت ہوا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری ص ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ ان بلالا كان يراقب خروج النبى صلى الله عليه وسلم فاول مايراه يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذا راه قاموا فلا يقوم في مقامه.

اس سیاق سے معلوم ہوا کہ اقامت اول شروع ہوگئی اور تسویہ صفوف بعد کو ہوا۔ آپ کا اس صحابی پر انکار بھی اقامت کے ختم بلکہ قریب ہوا۔ جسے راوی كاد ان يكبر فرماتے ہیں۔ لہٰذا ان حدیثوں سے یہ نکالنا درست نہیں کہ اقامت جب شروع کی جائے۔ کہ اول تسویہ صفوف ہو جائے بہتر ہے کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہوں اپنی اپنی جگہ صف بستہ ہو جائیں اور جب حی علی الفلاح پر تکبیر پہنچے سب یعنی امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہی مسئلہ تمام فقہاء نے بتلایا ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ پہلے مولوی صاحب حق گو ہیں یا دوسرے جو شرعاً حکم ہو تحریر فرمادیں' کہ مقتدی اور امام کب کھڑے ہوں۔ فقط۔

﴿ج﴾

قال في الدر المختار ص ۳۵۳ ج ۱ (ولها اداب) تركه لايوجب اساءة ولاعتابا كترك سنة الزوائد لكن فعله افضل نظره الى موضع سجوده حال قيامه (الى ان قال) (والقيام) لامام ومؤتم (حين قيل حى على الفلاح) الخ . (ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي اليه

الامام على الاظهر) الخ. (وشروع الامام) في الصلوة (مذقيل قد قامت الصلوة) ولواخر حتى اتمها لاباس به اجماعا وهو قول الثانى والثلاثة وهوا عدل المذاهب. الخ وفي القهستانى معزيا للخلاصة انه الاصح. (قوله انه الاصح) لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن واعانة له على الشروع مع الامام شامى ص ۳۵۴ ج ۱ ... وقال في الطحطاوى على الدر المختار (قوله والقيام للامام والموتم الخ) مسارعة لامتثال امره والظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لوقام اول الاقامة لاباس وايضاً في الدر المختار ويصف الامام بان يامرهم بذاك قال الشمنى وينبغى ان يامرهم بان يتدا صعوا وليسدوا الخلل وليسووا مناكبهم ۔۔۔ فقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اداب نماز میں سے ہے۔ کہ جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک امام اور سب کھڑے ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود ہو اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے۔ مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جاویں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ طحطاوی کے قول سے معلوم ہوا کہ قول فقہا والقيام حين قيل حى على الفلاح کا مطلب تاخیر سے احتراز ہے۔ نہ کہ تقدیم سے یعنی اگر پہلے سے امام اور مقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہو جاویں۔ بہر حال اس طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولی و افضل ہے۔ لیکن ان کے ترک پر اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن طعن قرار دینا۔ نہایت ظلم و تعدی ہے نیز علامہ شامی کے شروع الامام مذقيل قد قامت الصلوة کی بحث سے معلوم ہوا کہ اصح و اعدل المذاہب یہ ہے کہ جب تک مکبر پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے۔ کیونکہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے۔ جو کہ مستحب و مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت مکبر قد قامت الصلوة کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامها الله وادامها پڑھتے تھے (مشكوة باب فصل الاذان واجابة الاذان فصل ثانى) اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے۔ سووا صفوفكم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلوة ومن تمام الصلوة (مشكوة باب تسوية الصفوف ص ۹۸ ج ۱) پس امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑے ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۳ جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ

پہلی صف مکمل ہونے پر دوسری صف کے لیے ایک نمازی بچا

﴿س﴾

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جماعت کھڑی ہے۔ پیچھے ایک شخص اور آ گیا پہلی صف پوری ہو چکی ہے۔ اب وہ پہلی صف میں سے ایک آدمی نکال کر پچھلی صف میں نیت باندھ کر کھڑا ہو یا نہیں۔ اس کے بارے میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیے۔

﴿ج﴾

پہلی صف میں اگر باعلم اور ہوشیار آدمی ہو۔ تو اس کو نکال دے یہ بہتر ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جہالت عام ہے تو بہتر یہ ہے کہ نہ نکالے اور اکیلا کھڑا ہو جاوے نماز درست ہو جائے گی۔ پہلی صورت اپنانے میں ناواقف آدمی کی نماز ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ نماز سے پہلے جب تکبیر کہی جائے جس وقت حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑے ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا درست بلکہ بہتر ہے۔ اگر پہلے کھڑا نہیں ہوا تو حی علی الصلوٰۃ پر ضرور کھڑا ہونا چاہیے۔ حی علی الصلوٰۃ کے جملہ پر تو بہر حال نماز کے لیے صف باندھنا چاہیے اور اگر تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ صفوف کو سیدھا کیا جا سکے اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس جملہ سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ یہ قیام کا آخری وقت ہے۔ اس سے پہلے قیام منع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رمضان ۱۴۰۰ھ

امامت کے لیے امام کس جگہ کھڑا ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے جمعہ کے روز جب کہ مسجد وسیع تھی جائے نماز کو کمرہ کے دروازے میں چوکھٹ سے اندر کی طرف بچھا کر نماز پڑھائی اور مقتدی برآمدے میں کھڑے تھے کیا یہ نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ فقہاء مثل شامی عمدۃ الرعایۃ وغیرہ سے کراہت کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) اشتباہ علی المامومین (۲) تخصیص الامام بمکان جو کہ تشبہ اہل کتاب سے ہے۔ اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو ان دو وجہوں سے مکروہ لکھا ہے۔ خواہ محراب داخل مسجد ہو یا خارج۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شامی جلد اول باب الامامۃ ص ۴۲۰ ج ۱ میں ہے۔ والاصح ماروی عن ابی حنیفة رحمه الله۔ انه قال اكره (للامام) ان يقوم بين ساريتين او فی زاوية او فی ناحية المسجد او الى سارية لانه خلاف عمل الامة۔ دروازہ میں چوکھٹ سے اندر کھڑے ہونے کی کراہت کی وہی وجہ ہے جو محراب میں کھڑے ہونے کی ہے۔ پس اگر امام دروازہ کے اندر اسی طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدی باہر برآمدے میں ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ الحاصل دروازہ بحکم محراب ہے۔ اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے۔ اگرچہ اشتباہ وعدم اشتباہ حال امام مساوی ہے۔ مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے۔ اس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے۔ اگر قدم دروازہ سے باہر ہوں تو کراہت مرتفع ہے۔ و كره الخ (قيام الامام فی المحراب لا سجوده فيه) وقدماه خارجه لان العبرة للقدم (مطلقا) و ان لم يتشبه حال الامام ان علل بالتشبه و ان بالاشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه فی نفی الكراهة (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۷ باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها) . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازی کے آگے سے کوئی چیز اٹھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نمازی کے آگے سے گزر جاتا ہے یا نمازی کے آگے جوتا یا کپڑا پڑا ہوا ہے دوسرا آدمی ہاتھ لمبا کر کے اٹھا لیتا ہے۔ خود آگے نہیں جاتا کیا یہ گنہگار ہو گا۔

﴿ج﴾

ہاتھ لمبا کرنے والے کا گناہ نہیں ہے۔ کسی چیز کا اٹھانا جائز ہے۔ صرف گزرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۶ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ

باب فی اللاحق والمسبوق

مسبوق نے سہوًا امام کے ساتھ سلام پھیردیا؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل لکھے ہوئے سوالات کے بارے میں-

(۱) ایک مسبوق ہے جسکی ایک یا دو رکعت امام سے رہ گئی ہیں اور امام پر سجدۂ سہو واجب ہوگیا ہے اس کے شریک ہونے سے قبل یا بعد میں اب اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام سہوًا پھیرلے تو آیا نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہ اور اگر عمدًا پھیرلے تو پھر کیا حکم ہے-

(۲) قرآن شریف میں جب اٰتُوا الزکوۃ آیا ہے اور ایک جگہ پر اٰتوا الزکوۃ آیا ہے-اس میں کیا فرق ہے-تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

مسبوق اگر سہوًا امام کے ساتھ سلام پھیردے اگر قبل امام یا مع الامام سلام پھیرا ہو-تو نماز بلا سجدۂ سہوا جائز اور درست ہے- مگر معیت حقیقۃً دشوار ہے-اور شاذ و نادر ہے-اس لیے عمومًا وجوب سجدہ سہوا کا حکم کیا جاتا ہے-اور اگر بعد امام سلام پھیرا تو بلا سجدۂ سہوا اعادہ لازم ہے-اور اگر قصدًا سلام پھیرا تو ہر صورت میں نماز فاسد ہوگئی-و لو سلم ساهيا بعد امام لزمه السهو والافلا (درالمختار ج ۱ ص ۴۴۳) قوله لزمه السهو لانه منفرد و فی هذه الحالح قوله الافلا ای وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتدفی ها تين الحالتينح و فی شرح المنية عن المحيط ان سلم فی الاولی مقارنا لسلامه فلا سهو عليه لانه مقتدبه و بعده يلزمه لانه منفرد اھ ثم قال فعلی هذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادرا لوقوع قلت يشير الی ان الغالب لزوم السجود لان الاغالب عدم المعية و هذا مما يغفل عنه الناس فليتنبه (درالمختار ج ۱ ص ۴۴۳) و فی الفتح ج ۱ ص ۲۸۰ ومما تكلم فی الصلوة عامدا اوساهيا بطلت صلوة الی قوله- بخلاف السلام ساهيالانه من الاذكار فيعتبر ذكرا فی حالة النسيان و كلاما فی حالة التعمد لما فيه من كاف الخطاب و فی شرح العناية علی الهداية اعلی هامش فتح القدير قوله من الاذكار اذ المتشهد يسلم علی النبی صلی الله عليه وسلم و هو اسم من اسماء الله تعالی و انما اخذ حكم الكلام بكاف الخطاب و انما يتحقق معنی الخطاب لما فيه عندالقصيد فاذا كانت ناسيا الحقناه بالاذكار و اذا كان عامدا الحقناه

بالكلام عملًا بالشبهين بخلاف الكلام فانه ينا فی الصلوة علی كل حال فكان مبطلا لها اھ

(۲) واٰتوا الزکوۃ-واٰتُوا الزکوۃ میں فرق اس بنا پر ہے کہ پہلی شکل میں اٰتوا-باب افعال سے صیغہ امر ہے-پس اجتماع ساکنین علی غیر حدّہٖ (واو مدہ اور زاء الزکوۃ) کی بنا پر اول ساکن (واو مدہ) حذف ہوگئی-اور اتوا الزکوۃ سے اتوا الزکوۃ بن گیا-اور دوسر صورت میں آتوا-باب افعال (ایتاء) سے صیغہ ماضی ہے-جو اصل میں اتیوا تھا-پھر یا کو بقاعدہ باع الف سے بدل کر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف مدہ کو گرادیا پس اتوا رہ گیا-پھر اتوا الزکوۃ میں-واو لین اور زاء میں التقاء ساکنین علی غیر حدھما ہوگیا-اول کی مثال بناء علیہ صرفی و تجویدی-عربی و ادائی قواعد کی رو سے ساکن اول (واو لین) پر حرکت ضمہ آگئی--جس سے اتوا الزکوۃ ہوگیا-

اول کی مثال- و اقيموا الصلوة- جابوا الصخر- قولوا اشهد وغیرہ کی طرح-

اور ثانی کی لولو الا دبار اشتر و الضللة- راو العذاب کی طرح ہے-تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو-

کتاب نوادر الاوصول شرح الفصول ص ۲۰۴ وص ۲۰۷ مطبوع مطبع مجتبائی-وفوائد مکیہ وتسہیل القواعد ص ۵۸ ونہایۃ الخول المغیر ص ۲۰۳ وکتاب النشر الکبیر ج ۲ ص ۱۴۳-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاحق اپنی رہ جانے والی رکعت کب ادا کرے؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء نماز میں شریک ہوا ہے۔لیکن بعد میں نیند یا کسی خیال کی وجہ سے امام صاحب کے اتباع سے ایک رکن پیچھے رہ گیا۔تو کیا اس صورت میں اس مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے یانہ۔اگر فاسد نہیں ہوتی،تو یہ شخص اس رکن کا اعادہ کرے گا یانہ اور اگر کرے گا تو امام کے سلام سے قبل کرے گا یا بعد میں؟ (۲) ایک شخص چار رکعت والی نماز میں امام صاحب کے ہمراہ آخری رکعت میں شامل ہوگیا لیکن پھر اس نے دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت میں قعدہ کرلیا تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یانہ؟

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص پہلے اپنی گئی ہوئی رکعت کو بغیر قرات کے پڑھے۔اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہوجائے (اس فعل سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی)

(۲) شخص مذکور پر سجدہ سہو واجب ہے۔فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۳ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

کسی خیال میں لگ کر کسی حصہ نماز میں امام سے رہ جانے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے امام کے ساتھ تکبیر اولی کہی اور سبحان وغیرہ بھی پڑھی اور وہ کھڑا رہا۔ اب اس کو یہ پتہ نہیں چلا کہ امام نے رکوع کی تکبیر کب کہی۔ جب امام اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گیا۔ تب اس کو پتہ لگا۔ اب یہ رکوع کر کے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں جا ملا۔ ایک سجدہ بھی کیا اور دوسرے سجدہ میں جا ملا۔ اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی نماز ادا ہوگئی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۵ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ

نماز کے اعادہ کے وقت نئے نمازیوں کی شمولیت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسبوق قعدہ اخری میں تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے یا نہ اور اگر وہ غلطی سے درود پڑھے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) جماعت سے نماز پڑھی مگر واجب کا سہو ہو گیا۔ اتفاق سے امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرتے وقت صرف پہلے نمازی ہی جماعت میں شمولیت کر سکتے ہیں یا نئے آنے والے نمازی بھی۔ اگر نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے تو ان کے روکنے کا انتظام ہو جب کہ نماز بھی باہر میدان یا صحن میں پڑھی جا رہی ہو۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مسبوق تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں درود وغیرہ نہ پڑھے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ درود وغیرہ بھی پڑھے اور مفتی بہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ تشہد پڑھے۔ تاکہ امام کے سلام کے وقت تک یہ تشہد سے فارغ ہو۔ لہذا بالفرض اگر اس نے تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھ لیا۔ لیکن امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امام کے تابع ہے۔ کما قال فی الدر المختار علی هامش رد المختار ص ۳۷۷ ج ۱. واما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام امامه وقيل يتم وقيل يكرر كلمة الشهادة اه والتفصيل فی الشامية.

(۲) واجب کے ترک ہو جانے کی حالت میں وقت کے اندر اعادہ کرتے وقت نئے نمازی بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ دوسری نماز بھی فرض واقع ہوتی ہے۔ اور فرض نماز کے طریقے سے ہی ادا کی جاتی ہے۔ لہذا نئے آنے والے لوگ بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز فرض اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے۔ کما قال فی الشامیہ ص ۵۳۶ ج ۱ (تنبیہ) يوخذ من لفظ الاعاده ومن تعريفها بما مرانه ينوى بالثانية الفرض لان ما فعل اولاً هو الفرض فا عادته فعله ثانيا اما على القول بان الفرض يسقط بالثانية فظاهر واما على القول الآخر فلان المقصود من تكريرها ثانياً جبر نقصان الاولى فالاولى فرض ناقص والثانية فرض كامل مثل الاولى ذاتا مع زيادة وصف الكمال ولو كانت الثانية نفلا لزم ان تجب القراءة فی ركعاتها الاربع وان لاتشرع الجماعة فيها ولم يذكروه الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

مسبوق صف مکمل ہونے پر تنہا کھڑا ہو یا کسی کو ساتھ ملائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام کے پیچھے صف پوری ہو ایک آدمی کی بھی گنجائش نہ ہو اور پیچھے آنے والے شخص نے صف کے پیچھے اکیلے اقتدا کی تو اس آدمی کی نماز جائز ہے یا ناجائز والدجہ ابن معبد کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز جائز نہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ترمذی میں اس لفظ حدیث حسن کے اوپر حاشیہ میں لکھا ہے۔ قال ابن الهمام ورواه ابن حبان فی صحيحه وقال ابن حجر وصححه ابن حبان والحاكم ويوافقه الخبر الصحيح ايضا: "لاصلوة للذى خلف الصف ومنها اخذ احمد وغيره بطلان صلوة المنفرد عن الصف مع امكان الدخول فيه وحمل ائمتنا الاول على الندب والثانى على الكمال ليوافقا حديث البخارى عن ابى بكرة انه دخل والنبى صلى الله عليه وسلم راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر للنبى صلى الله عليه وسلم فقال زادک الله حرصا ولاتعد" وفى رواية لابى داؤد وصححها ابن حبان فركع دون الصف ثم مشى ظاهره عدم لزوم الاعادة لعدم امره بها وايضا فهو عليه السلام تركه حتى فرغ ولو كانت باطلة لم اقره على المضى فيها مع ان هذا الحديث وان صححه وحسنه من ذكر اعله ابن عبد البر بانه مضطرب وضعفه البيهقى كذا فى المرقات. مطبوعه رشیدیه کوئٹه ص ۱۸۱ ج ۳۔

اس کے حاشیہ میں ۵ کے نشان کے ذیل میں لکھا ہے۔ ان يعيد الصلوة اى استحبابا لارتكابه الكراهة قال الطيبى انما امر باعادة الصلوة تشديدا وتغليظا قال القاضى ذهب الجمهور الى ان الانفراد خلف

الصف مکروہ لامبطل کذا قالہ علی۔ ۱۲

اور طحاوی جلد اول ص۲۳۰ میں لکھتے ہیں۔ فلما کان دخول ابی بکرۃ فی الصلوۃ دخولا صحیحا کانت صلوۃ المصلی کلها دون الصف صلوۃ صحیحۃ ۔الخ۔ اور طحاوی جلد اول ص۲۳۱ میں ہے۔ دل ذلک علی ان من صلی دون الصف ان صلوتہ مجزئۃ عنہ۔ الخ اور طحاوی جلد اول ص۲۳۲ میں ہے۔ ومن اجازة من صلی خلف الصف ہوقول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد اور شامی کی عبارت کا بھی ہم نے مطالعہ کیا ہے اور بحر کی عبارت بھی ہم نے دیکھی ہے۔ اب جواز اور عدم جواز میں تنازعہ ہے۔ نہ کراہت اور عدم کراہت کہ ایک آدمی آیا صف پوری ہو چکی ہے گنجائش نہیں اور اس نے کسی شخص کو کہا بھی نہیں اور اکیلا ہی اقتداء کی تو کیا نماز ہو گی یا نہیں۔

(۲) اگر موذن اذان دیتے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر مرکب نہ کہے اور الگ کہے تو صحیح ہے یا غلط سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر پہلی صف میں گنجائش بالکل نہ تھی تو پیچھے کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ لے اور اگر نہ بھی کھینچے تو نماز ہو جاتی ہے بلکہ آج کل مسائل دینیہ سے ناواقفیت کے سبب علماء، فقہاء نے اکیلے کھڑا ہونے ہی کو اولیٰ کہا ہے۔ کما قال فی الشامی ص ۴۲۰ ج ۱ وان لم یجئی حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسئلۃ فیجذبہ ویقفان خلفہ ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام لضرورة ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلوتہ عندنا خلافا لاحمد اہ وفی البحر ص ۳۷۴ ج ۱ وفی القنیۃ والقیام وحدہ اولی فی زماننا لغلبۃ الجہل علی العوام۔

(۲) دونوں تکبیرا کٹھے کہنا اذان میں سنت ہیں الگ الگ کہنا خلاف سنت ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

امام کے سجدۂ سہو کے وقت مسبوق کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسبوق کو امام کی اقتداء میں سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام پھیرنا چاہیے یا نہیں اور اگر سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز جائز ہو جائے گی!

﴿ج﴾

عالمگیری ص ۹۲ ج ۱ ومنها انہ یتابع الامام فی السهو ولا یتابعہ فی التسلیم والتکبیر والتلبیۃ فان تابعہ فی التسلیم والتلبیۃ فسدت وفی فتاوی قاضی خان بهامش عالمگیریہ صفحۃ مذکورة المسبوق اذا سلم مع الامام علی ظن ان علیہ ان یسلم مع الامام فہو سلام عمدا یمنع البناء الخ۔ وکذا فی عالمگیریہ عن ظهیریہ۔ ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ مسبوق امام کے سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام نہ پھیرے اگر اس گمان میں سلام پھیر دیا کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ میرے اوپر بھی سلام پھیرنا لازم ہے۔ تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر اسے معلوم ہے کہ سلام نہیں پھیرنا اور بھول کر سلام پھیر دیا۔ تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

مسبوق کے لیے امام کی اتباع؟

﴿س﴾

مسبوق کو دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کی اتباع لازم ہے۔ یا پوری التحیات بیٹھنے کے لیے بیٹھا رہے۔ اور امام کی اتباع چھوڑ دے واضح بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

(قولہ فانہ لا یتابعہ الخ) ای ولو خاف ان تفوتہ الرکعۃ الثالثۃ مع الامام کما صرح بہ فی الظهیریۃ. وشمل باطلاقہ مالو اقتدی بہ فی اثناء التشهد الاول او الاخیر فحین قعد قام امامہ او سلم ومقتضاه انہ یتم التشهد ثم یقوم ج ۱/ص ۳۶۶ . وفی عالمگیریہ ص ۹۰ ج ۱ اذا ادرک الامام فی التشهد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی اوسلم الامام فی اخر الصلاة قبل ان یتم المقتدی التشهد فالمختار ان یتم التشهد کذا فی الغیاثیۃ وان لم یتم اجزأه الخ. مذکورہ بالا عبارات دال ہیں اس بات پر کہ اس صورت میں امام کی اتباع لازم نہیں ہے۔ مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے۔ بدون ختم کرنے تشہد کے نہ اٹھے۔ یہی مختار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسبوق کے التحیات میں شامل ہونے پر امام کھڑا ہوگیا تو مسبوق التحیات پڑھ کر اٹھے یا بغیر پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں (۱) ایک آدمی جماعت کے ساتھ پہلی التحیات میں شامل ہوتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے۔ اس آدمی کو اب التحیات پڑھنی چاہیے یا نہیں یا کہ امام کے ساتھ کھڑا ہوجانا چاہیے۔ اگر پڑھنی چاہیے تو جو نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اگر نہیں پڑھنی چاہیے تو پڑھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب کہ وہ شخص امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوگیا تھا۔ تو اس پر لازم ہے کہ التحیات پڑھ کر پھر کھڑا ہو۔ بغیر تشہد پڑھے امام کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ہاں اگر کھڑا ہوگیا تو نماز جائز مع الکراہۃ ہے۔ ھکذا فی الدرالمختار والشامی ص ۳۶۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوبارہ لاحق نماز کہاں سے شروع کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مسئلہ کیا ہے کہ لاحق کا نماز کے اندر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے وہاں سے شروع کرے جس مقام پر وضو ٹوٹا تھا بکر کہتا تھا کہ نماز کو نئے سرے سے شروع کیا جائے تو نماز ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی ہے صرف زید نے یہی مسئلہ کیا ہے بکر کہتا ہے کہ شرطیں ہیں اگر وہ پوری نہ کی جائیں تو نماز نہیں ہوتی لاحق کو دیکھ کر سب لوگ یہی عمل کرتے ہیں جماعت چھوڑ کر وضو کرنے جاتے ہیں دوبارہ پھر اس جگہ سے آ کر نماز کو شروع کرتے ہیں اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیرتے ہیں۔

﴿ج﴾

بناء کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو بنا جائز نہیں البتہ بنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف (نئے سرے سے نماز پڑھنا) افضل ہے بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولیٰ بھی ہے اس لیے وضو کر کے ازسرنو نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ

۱۱ محرم ۱۳۹۷ھ

مقتدی مسبوق امام کے سہو کے سلام اور سجدہ میں اتباع امام کرے یا صرف سجدہ میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مقتدی کی شرکت ایسی حالت میں ہوئی جبکہ امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا نماز میں امام کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہوگیا - امام نے ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا اور اس مقتدی مسبوق نے سجدہ سہو کے سلام میں اقتداء نہیں کی مگر جبکہ امام کو سجدہ سہو میں پایا تو مسبوق بھی سجدہ سہو کے اندر داخل ہوگیا آیا اس مقتدی مسبوق کی نماز صحیح ہوگئی یا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے - بینوا توجروا - جناب سے جلدی جواب دینے کی تاکیداً عرض ہے - مفصل تحریر فرمائیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے -

﴿ج﴾

مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہونا چاہیے اور سلام میں امام کی اتباع نہ کرے - یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے اور سجدہ سہو میں شریک ہوجائے بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرلے - اگر آپ کی مسئولہ صورت یہی ہے جو بظاہر عبارت سے معلوم ہوتی ہے تو یہ طرز مفسد کیسے ہوسکتا ہے اسی کا تو مسبوق کو حکم کیا جائے گا اور اگر کوئی اور صورت مراد ہو تو اس کی پھر تشریح کر کے تحریر کریں - جواب دیا جاوے گا - (والمسبوق یسجد مع امامہ قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام بل یسجد معہ و تشہد فاذا سلم الامام قام الی القضاء - الخ شامی ج ۱ باب سجدہ سہو -

محمود عفا اللہ عنہ

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

نمازی کے پاس بآ واز بلند قرآن پاک یا درود شریف پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرے نمازی جو کہ باجماعت نماز پڑھنے کے بعد فارغ ہوں کیا وہ نمازی بلند آواز سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یارسول اللہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے ہیں اور یہ کہنا کیسا ہے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کیونکہ بعض لوگ جماعت کے بعد آ کر اپنی نماز پڑھتے ہیں اور ادھر دوسرے نمازی الصلوٰۃ والسلام کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے۔ اس کو فقہ وحدیث و دلائل ائمہ اربعہ سے بحوالہ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

﴿ج﴾

(۱) صلاۃ وسلام کہنا فی نفسہ عبادت اور کار ثواب ہے۔ سرًا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور جہرًا بھی لیکن جب دوسرے لوگ نماز میں مشغول ہوں تو جہرًا کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی نمازوں میں خلل آنے کا اور سہو ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ باقی الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ سے افضل اور بہتر یہی ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے جو احادیث میں منقول ہیں یا سلف صالحین سے ماثور ہیں اور مذکورہ الفاظ سے اگر صلوٰۃ وسلام کہا جائے تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلاواسطہ سنتے ہیں۔ پھر تو شرک اور ناجائز ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو پھر اگر چہ جائز ہے۔ لیکن افضل وہی الفاظ ہیں جو روایات میں منقول ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ آجائے۔ فتاویٰ دار العلوم۔ ص ۱۹۳ ج ۱ پر ہے مسجد میں اگر نمازی نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو بلند آواز سے پڑھنا یا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا نہیں چاہیے۔ جس سے نماز میں اور قرات وغیرہ میں سہو ہو۔ فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۵۲ ج ۵ پر ہے۔

رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن ولایمکنه استماع القرآن کان الاثم علی القاری ولاشیٔ علی الکاتب وعلی هذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جهراً یاثم کذا فی الغرائب. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

بعد از فرائض ذکر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں مولوی محمد قاسم نے بہت بدعات پھیلا رکھی ہیں۔ اس نے اپنی شریعت نکال رکھی ہے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر فوری دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان کی جماعت نماز ظہر۔ مغرب۔ عشاء کے فرض کے بعد اذکار بہت وقت تک کرتی ہے اور اتنی بلند آواز سے کرتی ہے کہ کوئی بھی نمازی سکون قلب سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ممنوع ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ سجدے میں اتنی دیر لگاتے ہیں کہ آدمی ۱۵، ۲۰ مرتبہ تسبیح پڑھ لیتا ہے۔ اور یہ لوگ نہیں اٹھتے۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کے بارے میں کھلے الفاظ میں فتویٰ صادر فرما دیں۔ تاکہ ہم بھی سمجھیں اور ان کو بھی سمجھائیں۔

﴿ج﴾

قال فی ردالمحتار وفی الفتاوی الخیریه من الکراهیة والا ستحسان جاء فی الحدیث مااقتضی طلب الجهر به نحو وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم. رواه الشیخان وهناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجهر والاخفاء بالقرأة ولایعارض ذلک حدیث خیرالذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء اوتاذی المصلین او النیام (الی ان قال) عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصلی او قاری. الخ۔ ج۱/۴۸۸

پس ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اذکار وادعیہ کا پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ تشویش نمازیوں کو ہوتی ہے۔ کذا فی فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷ ج ۶ قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نمازوں سے قبل یا بعد ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ قصبہ ہذا میں ایک جماعت جو دس پندرہ اشخاص پر مشتمل ہے۔ ہر نماز سے قبل یا

بعد میں ذکر الٰہی بالجہر بڑے زور شور سے اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ جو کہ انفرادی نماز پڑھنے والوں اور قرب وجوار کے عوام کے لیے اعتراض کا موجب بنا ہے۔ کیا شرع شریف میں از روئے نص وحدیث عبادت ذکر بالجہر مطلق جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قال اللہ تعالی ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ الأیہ. آیت سے ذکر خفی کا مامور بہ ہونا ظاہر ہے۔ احادیث میں جہاں جہاں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر فرمایا۔ وہ یا تو انھی کلمات اور مقامات کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ یا احیانا بلا تکلف و بلا التزام و بلا ضرر عامۃ المسلمین ہی پر صادق آتا ہے۔ اس سے مطلقاً التزاماً ذکر بالجہر کا جواز ثابت کرنا صحیح نہیں۔ قال فی الفتح القدیر الاصل فی الاذکار الاخفاء والجہر بھا بدعۃ وفی البحر الرائق والجہر بالتکبیر بدعۃ فی کل وقت الا المواضع المستثناۃ وصرح قاضی خان فی فتاواہ بکراھۃ الذکر جھراً وفی الفتاوی العلامیہ ویمنع الصوفیہ من رفع الصوت والصفق وفی البرھان شرح مواھب الرحمن رفع الصوت بالذکر بدعۃ لمخالفتہ قولہ تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفہ ودون الجھر من القول الایہ. البتہ برائے علاج وساوس وخطرات قلب مشائخ ذکر بالجہر کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن اس میں جواز جب ہوگا کہ کسی دوسرے کو تکلیف میں نہ ڈالے نماز میں خلل پڑنے کی صورت میں تو قرآن کی تلاوت بھی بالجہر جائز نہیں بلکہ آہستہ تلاوت لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نمازوں کے بعد جہراً درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت، بہتر وافضل درود وسلام کونسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض مساجد میں کچھ لوگ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد ہی متصل صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ وغیرہ کلمات کو مسنون درود شریف سمجھتے ہوئے جہراً پڑھتے ہیں۔ کیا یہ کلمات مسنون درود یا اس کے قائم مقام ہیں یا نہیں، نیز مسنون درودوں میں سے سب سے اولیٰ اور بہتر کون سا در[و]د شریف ہے۔ اور اس کے الفاظ کیا ہیں؟ نیز مسجد میں نماز کے بعد ان مذکورہ بالا کلمات کو جہراً پڑھنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے اور جن فرض

نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ ان کے بعد قبل از دعا کیا چیز پڑھنے کا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

درود شریف کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ لیکن نماز باجماعت کے بعد آہستہ پڑھا جائے۔ جہراً پڑھنے سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔ اس لیے صرف جہر سے احتراز کیا جائے اگر عقیدہ یہ ہو کہ ان کلمات کو فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرے گا۔ پھر یہ درود بھی جائز ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بلا واسطہ سنتے ہیں تو ان کلمات سے درود ہرگز نہ پڑھا جائے۔ ویسے درود شریف میں سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اللھم صل علی محمد . الخ۔ لیکن یہ مسنون درود بھی نماز باجماعت کے بعد جہراً نہ پڑھا جائے۔ سراً پڑھا جاوے۔ قبل از دعا جو کلمات اور دعوات حدیث میں منقول وماثور ہیں۔ ان کا پڑھنا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ شعبان ۱۳۸۸ھ

بغیر التزام کے گٹھلیوں پر درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ہمیشہ مداومت کے طور پر بعد از نماز درس قرآن مجید ہوا کرتا ہے۔ اور بعد نماز عشاء درس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کرتا ہے مگر بروز جمعرات مولوی صاحب اپنے اہل وعیال میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جو تقریباً اڑھائی تین میل کا فاصلہ ہے۔ تو صبح بعد از نماز درس کا وقت خالی ہوتا ہے۔

(۱) ایک مقتدی کھڑا ہو کر گٹھلیاں بیٹھنے والوں کے آگے پھیلا دیتا ہے۔ ان میں بیٹھنے والے درود شریف پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ درود شریف اس حیثیت سے پڑھا جاتا ہے، گویا کہ فرداً فرداً ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ التزامی نہیں ہوتا۔ بعض اٹھ کر چلے جاتے ہیں کسی کو طعنہ وتشنیع نہیں کیا جاتا۔ بعض بیٹھ بھی جاتے ہیں۔ جو درود شریف پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام ہی بیٹھ جاتے ہیں چلے جانے والے کو دوسری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

(۲) آج درس قرآن مجید تو ہے نہیں لہٰذا کچھ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ نکمے ہونے سے تھوڑا بہت کام ہوتا رہے تو اچھا ہے۔

(۳) اگر مولوی صاحب بروز جمعہ تشریف فرما ہوں۔ تو پھر درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ درس قرآن مجید حسب معمول ہوتا ہے۔

(۴) حدیث نبوی میں موجود ہے کہ بروز جمعہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرو مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس خیال سے درود

شریف پڑھا جاتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(۵) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ کنکریوں یا گٹھلیوں پر لا الہ الا اللہ محمد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہے تھے۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن ابھی میلا بھی نہیں ہوا تم نے بدعات شروع کردی ہیں۔ تو بیان مذکور کے مضمون کو دیکھا جائے تو کیا اس طرح اور اس حیثیت سے بغیر کسی قید اور بلا التزام درود شریف پڑھنے کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ پڑھا جائے یا نہ اگر پڑھا جائے جب کہ جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا کیا جواب ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پڑھنے والے حضرات کو روک دیا۔ کیا کیفیت تھی۔ ضروری سمجھ رہے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔

﴿ج﴾

طریقہ مذکورہ بالا کے ساتھ بلا کسی قید والتزام کے درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اصول کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا ارشاد بھی ضروری سمجھ لینے کے خوف سے ہے۔ یا اور کوئی صحیح محمل رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

نماز عشاء کے فوراً بعد درس قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد فوراً درس قرآن کریم بآواز بلند بذریعہ لاؤڈ سپیکر دیتا ہے۔ جس سے بعد میں آنے والے نمازیوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز میں خلل پڑتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر لوگوں کو تکلیف ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۱۳ رجب ۱۳۹۸ھ

اقامت سے قبل صلوٰۃ کے نعروں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں خطیب مسجد نے رائج کر رکھا ہے۔

(۱) اقامت سے پہلے تین نعرے لاؤڈ سپیکر پر صلوۃ کے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً **الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ یارحمۃ للعالمین. یا شفیع المذنبین** وغیرہ ان نعروں کا ثبوت قرآن وحدیث سے مل سکتا ہے یا نہیں اور ایسے نعرے لگانے جائز ہیں یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہوں تو اصرار کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے۔

(۲) اس ضمن میں ایک نعرہ الصلوۃ والسلام علیک یا حیات النبیؐ لگایا جاتا ہے۔ آیا اس نعرے کا کوئی مطلب نکلتا ہے یا نہیں اور یہ جملہ لغوی طور پر بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس معاملے میں قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جاوے۔ تاکہ صحیح راستہ اختیار کیا جاسکے۔ اور اگر غلط ہو تو دوسروں کے لیے ہدایت ورشد کے ذرائع تلاش کیے جائیں۔

﴿ج﴾

نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے سوا باقی تمام نعرے بدعت واجب الترک ہیں۔ اس بدعت میں جو لوگ مبتلا ہوں۔ ان کو نرمی سے سمجھایا جائے اور بدعت کا معنی اور تعریف سمجھا کر ان کو باز رکھا جائے۔ کیونکہ ہماری استطاعت تو سمجھانے تک محدود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باب السنن والنوافل

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

صبح کی جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں صبح کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اگر جماعت میں شامل ہونے کا امکان ہو اگرچہ التحیات ہی میں تو سنتیں پڑھ لے ورنہ چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج نکلنے پر ان کی قضا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہو تو سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں اور نہ سورج نکلنے پر ان کی قضا واجب ہے۔ براہ کرم مفصل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اصح عند الاحناف یہ ہے کہ اگرچہ قعدہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنن فجر ترک نہ کرے۔ کیونکہ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ ہاں اگر بالکل فوت جماعت کا خطرہ ہو تو پھر نہیں پڑھنی چاہئیں۔ بلکہ جماعت میں شرکت ضروری ہے۔ باقی اگر سنن رہ گئیں تو اگر فرائض بھی نہیں پڑھے۔ پھر تو تبعاً للفرائض سنتوں کو بھی بعد طلوع شمس قضا کرے۔ (ولا یقضیها الا بطریق التبعیة) درمختار مع الشامی ص ۵۳۰ ج ۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی جماعت قائم ہو چکنے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے فجر کی جماعت کھڑی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور سنت پڑھنا چاہتے ہیں۔ دوسرے صاحب ان کو منع فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی سورۃ اعراف کی آخری آیات سناتے ہیں۔ واذا قرئ القران اور ایک حدیث مشکوٰۃ شریف اور کہتے ہیں۔ جہاں تک امام کی آواز جائے وہاں تک نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن صاحب فرماتے ہیں ایک طرف کونے میں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر یہ سنت کسی وجہ سے رہ جائیں تو ان کو کس وقت ادا کرے۔ مفصل جواب دے کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ احادیث شریفہ میں فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے۔ صلوهما وان طردتكم الخيل او كما قال دوسری حدیث میں ہے۔ ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها او كما قال۔ لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک شخص مسجد میں آ جائے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور سنتیں نہ پڑھ چکا ہو۔ تب اگر اس کو گمان ہو کہ مجھے سنتوں کے پڑھ لینے کے بعد آخری رکعت مل جائے گی اور ایک قول کے مطابق تشہد میں شامل ہو جانے کا اس کو گمان ہو تو ایسی صورت میں مسجد سے باہر اگر جگہ ہو یا کسی ستون کے پیچھے سنتیں پڑھ لے اور جماعت میں اس کے بعد شریک ہو جائے تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ نماز فرض کے بعد تو سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ كما قال في الهدايه ص ۱۳۲ ج ۱ ومن انتهى الى الامام في صلوة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر ان خشي ان تفوته ركعة. ويدرك الاخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشي فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم. الخ.

(۲) اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تب طلوع آفتاب سے قبل تو ادا نہ کرے۔ کیونکہ وقت مکروہ ہے اور سورج کے چڑھ جانے کے بعد زوال سے قبل امام محمد کے نزدیک ان کو پڑھنا چاہیے اور شیخین کے نزدیک ان کی قضا کوئی نہیں ہے۔ كما قال في الهداية واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ
۳ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

فجر کی کتنی جماعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بالکل چھوٹی سی مسجد میں صبح کی نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکنے کے بعد مسجد میں زید اور بکر داخل ہوتے ہیں۔ (۱) زید مسجد میں دو رکعت سنت ترک کر کے فرضوں کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شامل ہو کر بعد فرضوں کی دو رکعت سنت ادا کرتا ہے۔

(۲) بکر مسجد میں ہی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا مگر دونوں رکعتیں فرضوں کی چلی گئیں۔ صرف التحیات میں جماعت کے ساتھ ملا۔ کبھی کبھار ایک رکعت فرض میں شامل ہو گیا۔ جناب فرمائیے کہ ان دونوں یعنی زید اور بکر میں سے کس نے صحیح عمل کیا۔

﴿ج﴾

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے۔ تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے۔ یعنی جب تک ایک رکعت ملنے کی امید ہو اس وقت سنن کا ترک جائز نہیں۔ اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اس لیے کہ فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر قضاء کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے۔ ورنہ ضرورت تو اس کی بھی نہیں ہے کیونکہ مستقلاً سنتوں کی قضا نہیں۔ **واذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها والا لا ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده (درمختار) اما اذا فاتت احدهما فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح امابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال الخ. وقالا لايقضى وان قضى فلاباس به الخ. ردالمحتار باب ادراك (الفريضة ج ۱/ص ۵۳۰)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہونے والا سنتیں کب پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی شخص صبح کی نماز میں سنتیں پڑھے بغیر فرض نماز میں امام کے پیچھے شامل ہو جاتا ہے۔ آیا اب وہ فرض نماز کے بعد سنتیں ادا کر سکتا ہے یا کس وقت سنتیں ادا کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ **ولا يقضيها الا بطريق التبعية** یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے مگر جب کہ فرض کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے۔ اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ تو کسی وقت بھی قضا کے قائل نہیں۔ نہ قبل طلوع شمس نہ بعد طلوع شمس اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ **واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس لانه يبقى نفلا مطلقا وهو مكروه بعدالصبح ولا بعد ارتفاعها عندابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد احب الى ان يقضيهما الى وقت الزوال** (ہدایہ باب ادراک الفریضۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سنتِ فجر کے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فجر کی دو رکعت سنت جماعت ہونے کی صورت میں کس جگہ ادا کرنی چاہئیں۔ اگر مسجد کے صحن میں صرف چار صفوں کی جگہ ہو اور جماعت ایک صف میں کھڑی ہے باقی صفیں خالی ہیں۔ تو باقی صفوں پر سنت ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں اور اس مقصد کے لیے یعنی سنتوں کو الگ جگہ ادا کریں گے مندرجہ ذیل مسئلہ درست ہے یا مثلاً ایک مسجد کو بنائے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ چکا ہے۔ اس کے صحن میں صرف چار صفیں تھیں اور چار صفوں کے پیچھے ٹوٹیاں وضوء بنانے کے لیے بھی ہوتی تھیں۔ اب ٹوٹیاں نئی جگہ میں بنا دی ہیں اور وہ جگہ صحن مسجد کی صرف سنت کے لیے الگ کر دی جاوے یا ایک انچ کا فرق کر کے صحن میں شامل نہ کرنے کی غرض سے بنا دی جاوے۔ تو اس میں فجر کی سنتیں بلا کراہت درست ہیں یا نہیں۔۔۔ نیز تقریباً چھ ماہ یا کم وبیش عرصہ ہو گیا کہ لوگ اس میں کہتے رہتے تھے کہ مسجد کا صحن پانچ صفوں کا ہو جاوے گا اور متولی مسجد نے بھی ایک دفعہ غسلخانہ بنانے کے لیے جگہ کو ناپا تو یہ کہا یہاں تک پانچ صفیں ہو جاویں گی اس سے آگے غسلخانے بنا دیں۔ لیکن مسجد کا صحن ابھی نہیں بنایا اور وہ جگہ اسی طرح الگ ہے۔ اس طرح کہنے سننے سے نیت تو نہیں ہوئی۔ فقط بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بہتر یہ ہے کہ سنت فجر خارج از مسجد ادا کی جائے یا اگر مسجد میں پڑھی جائے تو کسی حائل کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر خارج از مسجد کوئی موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے حصہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں۔ مجبوری میں ایسا بھی درست ہے کہ پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں' بہر حال چھوڑنا سنت کو نہ چاہیے۔ جب تک جماعت کا کوئی جز مل سکے۔ باقی مسجد کا بقیہ حصہ اگر ابھی تک مسجد میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ حصہ مسجد ہے۔ تو اس کو سنتیں پڑھنے کے لیے مخصوص کرنا درست ہے۔

جمعہ کے فرضوں کے بعد والی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض اور پھر ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں۔ (۱) کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ (۲) نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی سنت اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں۔لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں۔چار پہلے اور دو پیچھے وسن مؤكدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة (الدر المختار باب النوافل ج ۱/ص ۴۹۷) وذكر الطحاوي عن ابي يوسف انه قال يصلي بعد هاستا. الخ.

ثم ركعتين (بدائع صنائع) سنن مؤکدہ کو ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع پڑھنا چاہیے ولهذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب في لحوق الاثم كما في البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما في التحرير اي على سبيل الاصرار بلا عذر (ردالمحتار باب الوتر والنوافل ج ۱/ص ۴۹۷) اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب اور سرزنش ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح کی جماعت کھڑی ہے-ایک آدمی آیا اس کو یقین ہے کہ صبح کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا-اب وہ پہلے سنتیں پڑھے یا سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں-

﴿ج﴾

سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہے تب بھی سنت ترک کرنا درست نہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

عرفہ کے روز نوافل کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نوافل پڑھنے میں کسی معین دن کی احادیث وفقہ میں تاکید بھی آئی ہے کہ اس دن میں نوافل پڑھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہو-اوراس میں ثواب بھی زیادہ ہو-جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ حج کے دن (یوم عرفہ) نوافل پڑھنا ضروری ہے-اگر کوئی نہ پڑھے تو ملامت کی جاتی ہے-اور برا سمجھا جاتا ہے-نیز عوام الناس میں مشہور ہے کہ حج کے دن نوافل سہ بار سورۃ فاتحہ بغیر ضم سورۃ اخری کے پڑھے جائیں-کیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے یا

نہیں اگر ہے تو صرف مکہ معظمہ میں یا ہر جگہ نیز صورۃ ثانیہ کا جواب اگر ثبوت میں ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے یا سنت یا جواز کے درجہ میں ہے-اور اگر جواب نفی میں ہے تو اس پر عمل کرنے والے کو مبتدع کہیں گے یا نہیں-مدلل جواب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرفہ کے دن نوافل پڑھنا ضروری نہیں ہیں بلکہ دیگر ایام جیسے اس میں بھی اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے-اس دن میں نوافل ضروری جاننا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے-ضروری جاننے والا مبتدع ہے-باقی ضم سورۃ اخری سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت نفل میں واجب ہے-عوام الناس کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ حج کے دن کے نوافل میں ضم سورۃ نہیں ہے-فقہ کی کتابوں میں یوم عرفہ کے نوافل کا کوئی استثناء نہیں ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عشاء کے بعد پڑھے گئے نوافل کو تہجد میں شمار کرنا درست ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ عشاء کی نماز ۴ سنت ۴ فرض ۲ سنت ۲ نفل پڑھنے کے بعد نماز تہجد ۲-۲ رکعت ۳ وتر پڑھتا ہے-یعنی وقفہ ایک منٹ کا ہوتا ہے-عشاء کے وقت میں ہی پڑھ لیتا ہوں-آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں-اس کے متعلق فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت کریں-

﴿ج﴾

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء کے بعد جو نوافل پڑھے جائیں گے وہ نماز تہجد میں شمار ہوں گے-اور ثواب تہجد اس سے حاصل ہو جائے گا-جیسا کہ شامی میں حدیث طبرانی سے نقل کی ہے-وروى الطبراني مرفوعا لابد من صلوة بليل و لوحلب شاة و ما كان بعد صلوة العشاء قبل النوم- (شامی باب الوتر والنوافل مطلب في صلوة الليل ج ۹ ص ٦٤٠) صورت مسئولہ میں جو طریقہ لکھا ہے یہ درست ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح دو سنت بعد از فرض جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو جو لوگ منع

کرتے ہیں ان کو کیا کہنا چاہیے بعد از فرض سنتیں پڑھنے کو جائز کہنے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے فرض کے بعد سنت شروع کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا پڑھتے ہو تو صحابیؓ نے کہا کہ سنت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا-اس کا پھر کیا جواب ہوگا برائے مہربانی جواب مفصل تحریر کریں-

﴿ج﴾

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد قضاء کر لینا مستحب ہے-اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں یا نوافل پڑھنا مکروہ ہے- بخاری الکتب الستۃ ج ۱ ص ۴۷ حدیث نمبر ۵۸۱ بخاری و مسلم میں صریح حدیث ہے-ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شهد عندی رجال مرضيون وارضاهم عندی عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس- الحدیث حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے-جب تک سورج چمکنے نہ لگے اور جو لوگ جواز کے لیے صحابی کی دلیل پیش کرتے ہیں انھیں ہمارے ہاں بھیج دیں-صحابی کا عمل بتا دیا جائے گا-اور پوری طرح سمجھا دیا جائے گا-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سنن غیر مؤکدہ سے پہلے قاعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ''ثنا'' کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہین علماء دین دریں مسئلہ کے سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

و فی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم و یستفتح و یتعوذ-روایت بالا سے معلوم ہوا-کہ سنن غیر مؤکدہ میں جب چار رکعات کی نیت کرے-تو قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھے-اسی طرح تیسری رکعت کو سبحانک اللهم سے شروع کرے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

عشاء کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عشاء کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لینا اولیٰ ہے یا دو رکعت-السنۃ رکعتان قبل

الفجر و اربع قبل الظهر و اربع قبل العشاء و اربع بعدها والعشاء رکعتین والاصل فیه قول النبی صلی الله علیه وسلم من ثابر علی ثنتی عشر رکعة- الخ و فی غیره اربع عشر فلهذا خیر الاان الاربع افضل- خصوصاً عند ابی حنیفة علی ما عرف من مذهبه-براہ کرم تحقیق مسئلہ حوالہ کتب سے رہنمائی فرمائیں-والسلام خیر الکلام-

﴿ج﴾

چار رکعت اولیٰ ہیں اگرچہ سنت مؤکدہ دو ہی ہیں-دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ دو رکعت مستحب میں سے شمار ہو جائیں گی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے-لان الموکدة مع الزیادة افضل من المؤکدة فقط -ایک تحریمہ سے مؤکدۃ مع الزیادۃ ادا ہو سکتے ہیں جیسا کہ فتح القدیر والے نے ثابت کیا ہے-لان الاربع افضل من رکعتین بالاجماع بل کلام الکل فی هذا المقام یفید ما قلنا اذ لاشک فی ان الراتبة بعد العشاء رکعتان والاربع افضل فتح القدیر مصری ص ۳۱۷ ج ۱-الخ-

شکرانہ کے نوافل کی جماعت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نفل شکرانہ بصورت جماعت ادا کیے جا سکتے ہیں-نیز وقت کے متعلق بھی وضاحت فرمادیں-بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بصورت جماعت درست نہیں-اس سے احتراز لازم ہے-اپنے طور پر اگر کوئی شخص بغیر کسی اہتمام کے نفل پڑھ لے یا سجدہ شکر بجا لائے تو اس کی گنجائش ہے-اوقات مکروہہ میں نوافل درست نہیں-

بہرحال مسئولہ صورت درست نہیں-اور دین میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز کا اضافہ نہ کریں-کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی جماعت سے قبل اور عصر و مغرب کے درمیان نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ:

(۱) ایک آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے-جبکہ صبح کی اذان ہو چکی ہے-تو کیا وہ جماعت سے قبل وضو کے نفل یا کسی اور قسم کے نفل ادا کر سکتا ہے یا نہیں-

(۲) ایک آدمی مسجد میں آتا ہے-جبکہ صبح کی جماعت کھڑی ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کہ وہ پہلے سنت ادا کرے-پھر

جماعت میں شامل ہوجائے پھر جماعت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ نماز کا وقت بھی ہے- تو وہ سنت ادا کرسکتا ہے- یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

(۴) نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد جو چھ سنتیں پڑھی جاتی ہیں- پہلے چار سنتیں پڑھنی چاہئیں یا دو سنت-

(۵) عصر اور مغرب کے فرضوں کے درمیان نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نفل نہیں پڑھ سکتا تو پچھلی قضاء ادا کرسکتا ہے یا نہیں- جبکہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج کے پیلا پڑنے کے سبب عصر کا مکروہ وقت شروع نہ ہوا ہو-

﴿ج﴾

(۱) صبح صادق کے بعد کوئی نفل سوائے سنت فجر یا قضا کے درست نہیں ہے- و اما الوقتان الأخران - الخ - فانه یکره فیهما التطوع فقط ولا یکره فیهما الفرض - الخ - و لهما ای الوقتان المذکوران ما بعد طلوع الفجر الی ان ترتفع الشمس فانه یکره فی هذا الوقت النوافل کلها الاسنة الفجر - الخ - و ما بعد صلوة العصر الی غروب الشمس لحدیث ابن عباس - (غنیة المستملی ج ۱ ص ۲۳۷)

(۲) اگر صبح کی جماعت ہورہی ہوتو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہوکر پڑھ لے- پھر جماعت میں شریک ہوجائے- (و اذا خاف فوت) رکعتی (الفجر لا شتغاله بسنتها ترکها) لکون الجماعة اکمل (والا) بان رجا ادراک رکعة...... (لا) یترکها بل یصلیها عند باب المسجد ان وجد مکانا - (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹)

(۳) اگر پہلے سنت نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے- ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده فی الاصح (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) (وقال فی رد المحتار) و اما اذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح و اما بعد طلوع الشمس فکذلک عنده و قال محمدا حب الی ان یقضیها الی الزوال - (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳۰)

(۴) دونوں طرح جائز ہے-

(۵) نماز عصر کے بعد سوائے قضاء کے کوئی نفل درست نہیں- (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان شریف کے شبینہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان شریف کے مہینہ کے آخری عشرہ میں شبینہ کے طور پر ایک رات میں قرآن پاک پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر یہ ختم نماز تراویح کے علاوہ نفل میں ہو- تو بوجہ اس کے کہ نفل میں بہت سے افراد کے ساتھ جماعت کرانے میں کراہت ہے اس لیے اس کا ترک کرنا ضروری ہے- اگر یہ ختم نماز تراویح میں ہو تو فی نفسہ اگرچہ جائز ہے- تب بھی چند مفاسد کے لزوم کی وجہ سے اسے ترک ہی کرنا زیادہ مناسب ہے- مفاسد مثلاً (تخفیف صلوٰۃ کا حکم جو امام کو دیا گیا ہے- اس کے خلاف لازم آتا ہے- جلدی کی وجہ سے حروف قرآن کو صحیح ادا نہیں کیا جاتا' فخر و نمود اور اجرت مالی کا حصول وغیرہ) کے علاوہ تمام نامناسب امور سے بچ کر اگر کوئی شخص ایسا کرسکتا ہے تو یہ عمل جائز ہوگا-

امام کس طرف رخ کرکے دعاء مانگے؟

﴿س﴾

کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت صورت مسئلہ' جب امام نماز سے سلام کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ بعد ازاں دعا مانگتا ہے لیکن دعا مانگتے وقت امام اپنا منہ قبلہ شریف کی سمت ہی رکھتا ہے۔ اور مقتدیوں کی طرف منہ کرکے دعا نہیں مانگتا تو آیا ایسے امام کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا نہیں اگر ہے تو بمعہ حوالہ تحریر فرمادیں۔ دیگر ترک سنت یا ترک مستحب کے تحریر فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف فتوئی یہی چاہیے کہ آیا جو امام مقتدیوں کی طرف منہ کرکے دعا نہیں مانگتا اس کو پتھر مارنے کا حکم ہے۔ یا ویسے ہی لایعنی کلمہ مشہور ہے۔ وضاحت ارشاد فرمادیں۔ فقط والسلام۔

﴿ج﴾

عصر و فجر میں اولی و افضل ہے کہ مقتدیوں کی طرف رخ کرے اور دعا مانگے اور اس کا خلاف کرنے پر کوئی بھی قابل رجم کے نہیں ہوتا۔ جو پتھر مارنے کا کہتا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ شعبان ۱۳۸۲ھ

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ

سلام پھیرنے کے بعد امام کس جانب رخ کر کے بیٹھے

﴿س﴾

سلام پھیرنے کے بعد امام کا رخ کدھر ہونا چاہیے۔

﴿ج﴾

فقہاء نے اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف کو ہو کر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس مستدبر قبلہ ہو کر بیٹھے درمختار میں ہے۔ وفی الخانیہ یستحب للامام التحول' لیمین القبلة یعنی یسار المصلی الخ خیرہ فی المنیة بین تحویله یمینا وشمالا الخ واستقباله الناس بوجهه (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب صفة الصلوة (ص۳۹۲\ج۱) اکثر فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنی طرف ہو کر بیٹھنے کا تھا۔ کما ذکرہ الشراح وعلیه عمل اکابرنا کذافی فتاوی دارالعلوم دیوبند جدید ص۱۹۳ البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں روبقبلہ دعا مانگ کر سنتوں کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

سنن کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن کے بعد امام اور مقتدین کا بہ ہیئت اجتماعی دعا مانگنا سنت ہے یا بدعت ہے۔ علماء دیوبند میں سے تو ایک ممتاز عالم دین جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہیں۔ انھوں نے تو نماز حنفی میں بدعت قرار دیا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد صاحب احسن الفتاویٰ ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں ''اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور کبھی اتفاقاً کسی نے امام کے ساتھ مانگ لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہتی ہے۔ اور اس کا اس قدر

التزام کیا جاتا ہے کہ پہلے اٹھ جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس پر انکار اور لعن طعن کیا جاتا ہے۔ اگر امام زیادہ دیر تک نوافل میں مشغول رہا تو بھی کافی دیر تک انتظار کی زحمت اٹھائی جاتی ہے۔ امام بھی اس کا اس قدر التزام کرتا ہے۔ کہ اگر زیادہ دیر تک نوافل اوابین وغیرہ پڑھنا چاہتا ہے۔ تو پہلے دعا مانگ کر مقتدیوں کو فارغ کر کے مزید نوافل میں مشغول ہوتا ہے۔ غرضیکہ امام اور مقتدیوں دونوں کی طرف سے مثل واجب کے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

پھر دعا میں بھی مخصوص طریق کا التزام کیا جاتا ہے۔۔۔ امام کے ساتھ بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعا مانگنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ، تابعینؒ تبع تابعینؒ اور ائمۂ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں جس کا وجود ہی ثابت نہ ہوا سے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جو امر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہ ہو۔ اسے ثواب تصور کرنا یہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے دین کو سمجھا نہیں۔ یا پوری طرح پہنچایا نہیں۔ اس لیے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کر رہے ہیں۔ حالانکہ ارشاد ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ... آج ہم اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چونکہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد اور فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ. اور فرمایا کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار.

دو امر ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے مباح بلکہ مندوب امور بھی ناجائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) التزام خواہ نفس فعل کا ہو یا کسی خاص زمان یا مکان یا ہیئت وکیفیت کا قال النبی صلی الله علیه وسلم لاتختصوا لیلة الجمعة بالقیام ویوم الجمعة بالصیام وقال فی شرح التنویر کل مباح یؤدی الیه (ای الوجوب) فمکروه (الدر المختار اخر باب سجود التلاوه ج ۱ /ص۵۷۷) وقال الطیبی فی شرح المشکوة فی التزام الانصراف عن الیمین بعد الصلوة ان من اصرعلی مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان.

(۲) کوئی مباح یا مندوب فعل ایسی کیفیت سے کیا جاوے کہ عبادت منصوصہ پہ زیادتی کا وہم ہو۔ مثلاً سجدہ عبادت ہے۔ مگر نماز کے بعد موہم زیادۃ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ قال فی الهندیة واما اذا سجد بغیر سبب فلیس بقربة ولامکروه وما یفعل عقیب الصلوة مکروه لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه هکذا فی الزاهدی۔ عالمگیری آخر باب سجود التلاوۃ ص۱۳۶\ج۱) اسی طرح میت کے لیے دعا مانگنا ثواب ہے۔ مگر بعد صلوۃ جنازہ کے مکروہ ہے۔ ولایدعو للمیت بعد صلوة الجنازة لانه یشبه

الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح لعلی القاری)

دعا مجوث عنہا میں عدم جواز کے دونوں سبب موجود ہیں۔ التزام بھی اور موھم زیادۃ ہونا بھی۔ اگر یہ دعا ثابت ہوتی تب بھی ناجائز ہو جاتی چہ جائیکہ اس کا ثبوت اور وجود ہی نہ ہو۔ فقط واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مقتدی امام کی دعاء پر امین کہے یا خود بھی دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز ختم کرنے کے بعد جب امام دعا مانگتا ہے تو امام کی آواز پر مقتدی کے لیے دو چار بار آمین کہہ دینا مسنون طریقہ ہے۔ یا مقتدی کو کوئی مسنون دعا مانگنی چاہیے۔

﴿ج﴾

چونکہ امام کو ہدایت ہے کہ جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگے۔ یعنی دعا صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ مقتدیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے مانگے۔ اس لیے اس کی دعا پر آمین کہنا بھی سنت ہے اور اپنی مسنون دعا مانگنا بھی سنت ہے۔

بعد از فرائض دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز فرض کے ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے یا کہ بدعت ہے اگر دعا مانگنا درست ہے تو سنت یا مستحب یا مباح اگر سنت ہے تو قولی ہے یا فعلی تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔ اس مسئلہ پر کافی فساد برپا ہے۔

﴿ج﴾

نماز فرض کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے قبول دعا کا وقت ہے ہاتھ اٹھا کر عاجزی سے ہر قسم کی حاجات کے لیے دعا کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ فوراً متصلاً مانگی جاوے بلکہ متصلاً اور بعد سنت دونوں طرح درست ہے۔ البتہ بعد از سنت ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ دعاء کرنے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھنا بدعت ہے لیکن اس کے باوجود ایسی باتوں سے فساد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت حدیث شریف سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں دو گروہ موجود ہیں ایک یہ کہتا ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ وجمعہ کے بعد مجتمعاً یا منفرداً علی سبیل الالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی احادیث صحیحہ اور ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں۔ (لیکن یہ گروہ بغیر ہاتھ اٹھائے مطلق دعا کا منکر نہیں ہے) اور ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ و جمعہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی سنت اور امر لازمی ہے اور یہ خلفشار اس علاقہ میں مدت سے چل رہا ہے۔ جس سے عوام الناس انتہائی پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فرقہ اولیٰ کی بات صحیح ہے اور فرقہ ثانیہ کو اہل بدعت میں شمار کیا جائے یا کہ فرقہ ثانیہ کی بات صحیح ہے اور فرقہ اولیٰ کو تارکین سنت میں شمار کیا جائے جناب عالی سے تمنا ہے کہ جس فرقہ کی بات صحیح ہو۔ اسے دلائل قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے تحریر فرماویں ورنہ رفع اختلاف مشکل ہے۔

﴿ج﴾

فرائض کے بعد دعا کا ثبوت احادیث میں مصرح ہے۔ کثرت سے احادیث اس بارہ میں موجود ہیں حتیٰ کہ خود فریق اول بھی اس سے انکار نہیں کرتا۔ اور جب دعاء کا ثبوت ہو گیا۔ تو رفع یدین بھی مسنون ہوگا۔ کما ورد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک اونحوھما (رواہ ابوداؤد) علامہ ابن جزریؒ حصن حصین میں لکھتے ہیں۔ ان من آداب الدعاء رفع الیدین۔ سعایہ میں حضرت مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں الا انہ لماندب الرفع (ای رفع الیدین) فی مطلق الدعاء استحبہ العلماء فی خصوص ھذہ الدعاء (الدعاء بعد الفرائض) اور خصوص موضع میں بھی ایک روایت موجود ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا (الحدیث) ورواہ ایضاً ابن السنی فی کتابہ عمل الیوم واللیلۃ. اس لیے فریق ثانی حق پر ہے۔ البتہ ایسا التزام کرنا کہ اگر کسی وقت کوئی چھوڑ دے تو اس پر تشنیع کرے اچھا نہیں ہے۔ لیکن ایسے تارکین کو ملامت کیا جا سکتا ہے۔ جو ہمیشہ کے لیے ترک کریں۔ یا اس کے ثبوت سے انکار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

حدیث شریف میں وارد دعاء اللھم انت السلام الخ میں اضافہ کا حکم

(س)

حدیث شریف کے الفاظ تو یہ ہیں۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام لیکن ائمہ مساجد عام طور پر سلام پھیر کر دعا کے طور پر یوں پڑھتے ہیں۔ اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ کیا ان الفاظ کا پڑھنا جائز ہے۔ کیا ان الفاظ کا کوئی ثبوت ہے اگر کوئی امام مسجد یہ دعا پڑھے کیا اس کو روکنا چاہیے۔ قرآن حدیث اور فقہ حنفی کے مطابق تفصیل سے جواب دیں۔ بینوا وتوجروا۔

(ج)

خط کشیدہ الفاظ کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح کی عبارت میں اللھم انت السلام کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں والیک یعود السلام بھی شامل ہے۔ بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی شرح المشکوٰۃ ص ۱۴۰ ج ۳ عن الجزری واما مایزاد بعد قولہ ومنک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دار السلام فلا اصل لہ بل مختلف بعض القصاص انتھی. (حاشیہ طحطاوی برمراقی الفلاح) یعنی مشکوٰۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملہ ومنک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں۔ والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام۔ تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوران کا پڑھنا اگرچہ ناجائز تو نہیں لیکن اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ میں صرف انھی الفاظ کو پڑھنا چاہیے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے منقول ہیں۔ اس لیے کہ جو دعائیں اور اذکار قرآن عظیم میں مذکور ہیں وہ تو اللہ جل شانہ کا مقدس کلام ہیں۔ لیکن جو دعائیں اور اذکار احادیث میں وارد ہیں۔ وہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی (وحی) کے ذریعہ ہی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے متعلق قرآن کریم کی شہادت یہ ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آپ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں بولتے وہ (جو بھی زبان سے کہتے ہیں وہ) وحی ہے۔ جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ جل وعلیٰ کے مقدس کلام میں اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلی ہوئی دعاؤں اور اذکار میں جو تاثیر وبرکت ہوسکتی ہے۔ وہ کسی بھی دوسرے شخص کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات میں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بہرحال آیات اور ادعیہ واذکار مسنونہ کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں کہ ان کو انھی عربی الفاظ میں پڑھنا چاہیے۔ جو قرآن وحدیث میں آتے ہیں۔ ذرہ برابر تغیر وتبدل یا کمی بیشی نہ کرنی چاہیے۔ نماز کے بعد جو دعائیں اور اذکار ماثورہ ہیں۔ وہ حصن حصین میں مذکور ہیں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

فرض نمازوں سے فراغت پر دعاء کا ثبوت

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعد از صلوٰۃ مفروضہ دعا مانگنا اجتماعی صورت میں ہاتھ اٹھا کر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت احادیث صحیحہ اور اقوال محدثین وعلماء سے دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(ج)

فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر سنت سے بے خبر ہے۔ ترمذی شریف میں مروی ہے۔ عن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ ای الدعا اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوۃ المکتوبات اور حصن حصین میں بروایت ترمذی وحاکم نقل کیا ہے۔ وبسط الیدین اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ ورفعھما۔

پس ان احادیث صحیحہ سے ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا اور حصن حصین میں التزام احادیث صحیحہ کا کیا گیا ہے۔ کذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند عزیز الفتاوی ص ۱۴۸ لیکن بعد سنن ونوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا ثابت نہیں بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

کن نمازوں میں مقتدیوں کی طرف سے امام دعاء کرے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد بعد نماز فرض ظہر کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں۔ اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

فجر وعصر دونمازوں میں امام صاحب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور باقی تین نمازوں میں روبقبلہ ہوکر دعا مانگے۔ یہ مسنون ہے ھکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۵۵۳ ج ا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

سنن ونوافل کے بعد بہ ہیئت اجتماعیہ دعاء کرنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں ایک مسجد میں پہلے سے پیش امام ہوں۔ ہمارے علاقہ میں قدیم ایام سے یہ دستور چلا آرہا ہے۔ کہ ایک دعا فرائض کے بعد امام اور مقتدی مل کر کرتے ہیں۔ پھر سنن اور نوافل کے بعد امام اور مقتدی ایک دوسرے کا انتظار کر کے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ امام دعا پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک عالم آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مروجہ بدعت ہے۔ اس لیے اسے ترک کیا جاوے۔ نیز اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ صاحب کی ایک کتاب نفائس مرغوبہ بھی نظر سے گزری جس میں نہایت تفصیل سے دعا ثانیہ کی تردید مدلل کی ہے۔ اس کی تائید میں کتاب مذکور میں دیگر مشاہیر علماء کرام کی تحریرات بھی شامل ہیں۔ جس سے اس خیال کو اور تقویت پہنچی۔ چنانچہ میں نے عملی طور پر اپنی مسجد میں دعا ثانیہ چھوڑ دی۔ جس سے مقتدیوں کی ایک قلیل تعداد نے یہ بات مان لی مگر اکثر مقتدی اور عوام اس بات پر ناراض اور کبیدہ خاطر ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ دعا بھی ایک عبادت ہے۔ علماء اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ نیز ایک اور عالم دین جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مستحب ہے اور دلیل میں آیات قرآنی اور احادیث پیش کرتے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) مذکورہ دونوں مولوی صاحبان میں کون حق پر ہے۔

(۲) کیا دعاء ثانیہ کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے۔ اور خیر القرون میں یا ائمہ اربعہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں بصورت عدم ثبوت اگر عوام کی ناراضگی کا خطرہ ہو تو کیا دعاء کرنا بہتر ہے۔ یا نہ؟

(۴) بصورت ثبوت اس کی کیا حیثیت ہے۔ سنت یا مستحب

(۵) دعا ثانیہ میں جمعہ اور اوقات خمسہ میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی حکم ہے۔

(۶) بصورت عدم جواز کیا ثانیہ کے جواز کے قائلین کو علماء دیوبند کا پیرو کار کہنا صحیح ہے۔

(۷) اگر دعا ثانیہ ناجائز ہے تو نور الایضاح۔ مراقی الفلاح اور طحطاوی کی متعلقہ عبارات کا کیا جواب ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) نئے آنے والے عالم صاحب نے جو مسئلہ بتایا ہے۔ صحیح ہے۔

(۲) کہیں بھی صحیح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ نفائس مرغوبہ (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب) میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۳) عوام کو سمجھایا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز ناراض نہ ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۷) جہاں جہاں سے آپ کو شبہ لگا ہے بعینہ وہ عبارت لکھیے اس کا جواب دیا جائے گا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور اتفاقیہ طور پر بغیر التزام واصرار اور بدون قیود نا مشروعہ کے کسی نے امام کے ساتھ اجتماعی طور سے دعا مانگ لی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کو اپنے عقیدہ میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کے ساتھ اس طرح کی جائے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہے اور پہلے اٹھ جانے کو معیوب اور اس کے تارک کو قابل ملامت وطعن وتشنیع قرار دیا جائے۔ اور دعا کے لیے اس مخصوص طریق کا جو سوال میں درج ہے۔ التزام کیا جائے۔ تو یہ بدعت ہے۔ اور سنتوں اور نفلوں کے بعد امام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ بطریق مخصوص یہ دعا مانگنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ جس کا وجود ہی ثابت نہ ہو اس کا لازم کرنا اس پر اصرار کرنا اور اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

تراویح کے اختتام پر دعاء کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر مکتب فکر کی مساجد میں تراویح ہونے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے- لیکن اس مرتبہ ایک مسجد کے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ تراویح کے بعد دعا مانگنا ضروری نہیں ہے- بلکہ وتر کی جماعت کے بعد دعا مانگنا افضل ہے- اس پر بعض حضرات اعتراض کر رہے ہیں- ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک دعا مانگنے کا تعلق ہے- تو وہ ضروری (یعنی فرض) تو ہر فرض نماز کے بعد بھی نہیں ہے اور جہاں تک افضل ہونے کا تعلق ہے تو وہ یہی

ہے کہ تراویح کے بعد ہی دعا مانگی جائے کیونکہ اس پر اجماع امت ہے۔ لہٰذا براہ کرام شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ کہ اس سلسلہ میں صحابہ کرام و بزرگان دین کا کیا طریقہ رہا ہے اور افضل طریقہ کون سا ہے آیا کہ بعد از تراویح یا بعد از وتر مع حوالہ اصل حکم سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے اور مستحب ہے۔ اور معمول سلف وخلف ہے۔ کذا فی فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۵۳۔ اور بعد از وتر اجتماعی طور پر مستحب نہیں۔ ویسے مانگ لینے میں بھی حرج نہیں ہے۔

باب فی مکبر الصوت

(لاؤڈ سپیکر کے احکام)

جمعہ وتراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ میں یا نماز تراویح میں اگر لوگ کثیر ہوں کہ امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکتی ہو۔ یا گھر میں مستورات کو سننے کا شوق ہو۔ تو لاؤڈ سپیکر میں قرآن مجید پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ' تراویح وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر استعمال کیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

لاؤڈ سپیکر پر جماعت کرانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر پر اگر جماعت کرائی جاوے تو از روئے شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔ نیز بیت اللہ شریف میں امام نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھاتا ہے۔ وہاں پر گورنمنٹ نے ریڈیو سٹیشن کا لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوا ہے جو کہ تمام ریڈیو اسٹیشنوں پر اس نماز کو نشر کرتا ہے اور جو مکانات ودکانات بیت اللہ شریف سے متصل ہیں مثلاً دار ارقم وغیرہ اور شیخ صالح فراز کا دفتر جو دار ارقم کے اوپر ہے۔ جب حجاج کی بھیڑ ہو جاتی ہے اور اندر کے لاؤڈ سپیکروں کی آواز نہیں آتی تو یہ لوگ اپنے ریڈیو کھول دیتے ہیں۔ اب اس ریڈیو کی آواز پر نماز کی اقتداء جائز ہے یا نہیں جب کہ صفوف مستمرہ ہوں۔ ریڈیو یا لاؤڈ سپیکر جس آواز کو نشر کرتا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ یعنی ریڈیو کی آواز اصل ہے۔ یا لاؤڈ سپیکر کی ریڈیو پر جو تلاوت ہوتی ہے۔ یا لاؤڈ سپیکر

پرتلاوت ہورہی ہواور سجدۂ تلاوت آجائے یہ سجدہ سامعین پر لازم ہے یانہیں۔

﴿ج﴾

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال درست نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز اس کی صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۲ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

سپیکر پر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز فرض یا وتر یا سنت یا نفل غرضیکہ کوئی نماز لاؤڈ سپیکر میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حقیقت میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک جواز استعمال کا اور دوسرا صحت صلوٰۃ کا اور دونوں کا جواب مختلف ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں درست نہیں۔ مگر اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ
۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

کیا کثیر مجمع والی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ایدھم اللہ الی یوم الدین اس مسئلہ میں کہ بڑے مجمع والی نمازوں میں بجائے مکبرین کے آلۂ جہر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو استعمال میں لانا کیا اس سے ترک سنت متوارثہ ثابت بالاجماع لازم آتا ہے یا نہ۔ اگر کوئی آدمی اس سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی یا اعادہ لازم ہوگا اور خطبہ مسنونہ میں اور وعظ وتقریرات میں اس کا استعمال شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں مکروہ ہے۔ البتہ خطبہ وعظ وتقریرات میں جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر میں شبینہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

فی نفسہ تو لاؤڈ سپیکر پر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے لیکن دوسرے امور کو بھی دیکھا جائے گا اگر پوری رات محلہ والے دقت اور تنگی محسوس کریں اور قرآن کریم کی تلاوت سننے سے بوجھ محسوس کریں۔ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ پر عمل کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال صحیح نہیں ہوگا۔ پھر تلاوت تو محض عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت پر ریاء، نمود ونمائش سے عبادت کی روح ختم ہو جاتی ہے یہاں تو جس عبادت میں تلاوت قرآن کی بات ہے خود وہ عبادت ہی محل غور ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے البتہ جہاں لوگ اتنے زیادہ ہوں کہ ان تک آواز نہ پہنچ سکے ایک ضرورت ہے لیکن جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں تو عبادت میں اس کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سپیکر کی آواز پر اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے امام مسجد تقریباً عرصہ پانچ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھا رہے ہیں۔ ایک ماہ سے وہ اس بات پر مصر ہیں کہ آئندہ میں جمعہ کی نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں پڑھاؤں گا۔ کیونکہ اس میں قباحت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسٹیشن کے قریب ہے۔ اگر لاؤڈ سپیکر پر جمعہ کی نماز ہورہی ہو تو مسافروں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اب ایسا کرنے سے عام لوگوں میں انتشار کا خطرہ ہے۔ لہٰذا آپ یہ فرمادیں کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام ہے' لاؤڈ سپیکر پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے۔ جولوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے سامنے لاؤڈ سپیکر ہو ان کی نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۱) لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام نہیں ہے۔ (۲) اس پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے۔ (۳) نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال

کرنا درست نہیں ہے۔ اگر چہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے والے کی اقتداء اگر کی جائے تو نماز اکثر علماء کے نزدیک ہوجاتی ہے۔ بعض علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ویسے جو لوگ نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی نماز جیسی عبادت میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو بوجہ متعدد قباحتوں کے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ نماز کی صحت اور چیز ہے۔ اور اس آلے کا استعمال اس میں دوسری شئی ہے۔ ھکذا فی احسن الفتاویٰ۔

لہٰذا امام صاحب کا خیال درست ہے۔ لاؤڈ سپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو مکبرین کا انتظام کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ صفر ۱۳۸۷ھ

اسپیکر پر آیتِ سجدہ سننے سے وجوبِ سجدہ کا حکم؟

﴿س﴾

نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کے لیے لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر سجدہ تلاوت آجائے تو کیا ہر سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے یا نہیں چاہے وہ مسجد میں ہو یا گھر میں یا باہر؟

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ مسجد میں ہوں چاہے گھر میں ہوں۔ سجدہ لازم ہو جاتا ہے۔ و ذکر فی المجتبی ان الموجب للسجدة احد ثلاثة- التلاوة- والسماع والائتمام- (ردالمحتار باب سجود التلاوة (ج ۱ ص ۵۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب القراءۃ

قرأۃ کا بیان

جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے شہر کے امام نماز جمعہ میں ہر جمعہ سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھتے ہیں- لیکن ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ پہلی سورۃ سے دوسری سورۃ بڑی ہے- اس لیے نماز مکروہ ہے- امام صاحب نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں مذکورہ بالا سورتیں اور سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے- معترض نے کہا- ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے ہوں گے لیکن ھمارے لیے نہیں ہے؟ نماز تو جائز ہے مگر مکروہ ہے-

(۱) برائے کرم قرأت مسنونہ سے مطلع فرمایا جائے-

(۲) اور ساتھ ہی قرأت مذکورہ بالا سے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی مسئلہ واضح فرمایا جائے- نوازش ہوگی-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- قرأۃ مسنونہ یہ ہے کہ نماز فجر وظہر میں طوال مفصل عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں- سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ والسماء ذات البروج تک طوال مفصل اور والسماء ذات البروج سے سورۃ لم یکن تک اوساط مفصل اور سورۃ لم یکن سے والناس تک قصار مفصل ہے- والاصل فیہ کتاب عمرؓ الی ابی موسی الاشعری ان اقرأ فی الفجر والظھر بطوال المفصل و فی العصر والعشاء باوساط المفصل و فی المغرب بقصار المفصل (ھدایہ ج ۱ ص ۱۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتک حدیث الغاشیہ سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھنا اکثر ثابت ہے- نہ ہمیشہ- اگر کوئی کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں- بلکہ احیاناً ترک بہتر ہے- اس لیے کہ اس سے عوام کا مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب ہے- اور اسی وجہ سے احناف کے ہاں تعیین سورۃ نہیں ہے- (و یکرہ التعیین) کالسجدۃ و ھل اتی لفجر کل جمعة بل یندب قرأتھما احیانا (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار فصل فی القرأۃ (ج ۱ ص

٤٠٢) واذا فرغ من الخطبة اقام الصلوة و صلی بالناس رکعتین علی ما هو المتوارث المعروف فی التحفة و غیرها یقرأفیهما قدرما یقرأ فی الظهر لانهما بدل منه ان قرأ بسورة الجمعة و اذا جائک المنافقون او بسبح اسم و هل اتک حدیث الغاشیة تبرکا بالماثور عنه علیه الصلوة والسلام علی مامر فی صفة الصلوة کان حسنا لکن یترکه احیانا لئلا یتوهم العامة و جوبه (غنیة المستملی ص ٥٢٠)

نیز سورۃ غاشیہ کی آیات سورۃ اعلیٰ سے اگر چہ زیادہ ہیں-لیکن نماز میں ان دونوں کو پڑھنے سے کسی قسم کی کراہت نہیں لکونه ماثورا فیستثنی من الکراهیة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں تسلسل کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب پیش امام مسجد پنج وقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھتے ہیں کیا اس طریقہ سے قرآن کریم کا پڑھنا قرون اولیٰ میں ثابت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین وائمہ صالحین سے ایسا عمل ثابت ہے یا نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

پنجوقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھنا ثابت نہیں ہے سور مفصلات کا پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین سے ثابت ہے لہٰذا اسی کی اتباع میں سنت اور برکت ہے البتہ اس طریقہ سے نماز میں کوئی کراہت بھی پیدا نہیں ہوتی اگر چہ خلاف اصح-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

تحقیق مخرج ضاد

﴿س﴾

الحمدلله نزل القران بلسان عربی مبین- والصلوة والسلام علی نبیه الامی الذی هو افصح العرب والاعجمین و علی اله و عترته وصحابته الذین بلغوا الینا قواعد الاداء و طرقه والقوانین-امابعد-

ضاد صحیحہ عربیہ فصیحہ کے متعلق چند مباحث ہیں-اول مخرج: زبان کی دائیں یا بائیں آخری کروٹ کا وہ بغلی حصہ جو اوپر کی ڈاڑھوں کے بالمقابل ہو جب یہ اپنے مقابل ومحاذی چار یا پانچ ڈاڑھوں سے منطبق وملاقی ہو اس طرح کہ کروٹ کا اوپر والا حصہ (جو زبان کی پشت سے ملا ہوا ہے) ڈاڑھوں کی بیخ وجڑ سے ملے اور اس کے وسط کو آخر اس کے وسط سے اور نچلے کو (جو زبان سے مجاور ہے) ڈاڑھوں کی اطراف اور نوکوں سے ملائیں-نہ کہ اس مقام سے جس سے غذا چبائی جاتی ہے-اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضاد کو بائیں جانب سے ادا کرنا ایسر وسہل ترین وکثیر تر اور دائیں سے قلیل ونادر اور جانبین سے دفعۃً اور معاً ادا کرنا قلیل ترین ودشوار ترین ہے-

دوم: صفات اس کی لزومی اور ضروری صفتیں اجماعاً چھ ہیں-(۱) جہر اونچی اور قوی اور زیادہ آواز سے ادا کرنا جس میں سانس اور خالی ہوا کا حصہ کم اور صوت وآواز کا حصہ زائد ہو-

(۲) رخاوت نرم ولطیف اور آواز جاری رکھ کر ادا کرنا (۳) استعلاء-زبان کی جڑ کو تالو کی طرف بلند کر کے وزنی-موٹا اور پُر ادا کرنا- (۴) اطباق- زبان کے وسط کو تالو کے وسط سے ملصق کر کے اعلیٰ درجہ کا پُر ادا کرنا-

(۵) اصمات-مضبوطی اور جماؤ سے بلا عجلت وروانی کے ادا کرنا (۶) استطالت: شروع کروٹ مع اضراس علیا تک آواز کا پورے مخرج میں بتدریج دراز وطویل کرنا-

سوم: ضاد صحیحہ لطیفہ کا مشابہ حرف-ائمہ اداء-علماء تجوید وقرأت-تفسیر وفقہ-نحو وصرف-ادب ولغت ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے-کہ جب ضاد کو اس کے صحیح عربی مخرج ثابت عند القراء سے جمیع صفات لازمہ کی رعایت سمیت مجہور ولطیف-مفخم مستحکم اور ممتد نیز زبان کو اگلے دو دانتوں (ثنایا علیا) کی نوک وجڑ سے الگ رکھ کر ادا کیا جائے-تو اس کی ادا اور آواز ماہر وکامل اور معتمد قاری کی سماعت میں ظاء معجمہ منقوطہ سے صفۃً بہت مشابہ ہوگی-چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں-

(۱) فلولا الاستطالة و اختلاف المخرجین لکانت ظاء (التمهید فی علم التجوید للعلامة الجزری) یعنی ضاد وظاء میں اگر استطالت ومخرج کا فرق نہ ہوتا تو ضاد عین ظاء ہوتا-

(۲) والضاد یشبه لفظها بلفظ الظاء الخ- (کتاب الرعایه لابی محمد بن ابی طالب المکی فی القراءات) یعنی ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے-

(۳) فثبت بما ذکرنا ان المشابهة بین الظاء والضاد شدیدة و ان التمییز عسیر (التفسیر الکبیر للامام الرازی) یعنی ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد وظاء میں نہایت درجہ مشابہت ہے-کہ ہر ایک کا تمایز بہت دشوار ہے----

(۴) فقہاء ضاد وظاء کے فرق کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی قرینہ ہے-کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ کا صوتی وصفتی تشابہ پایا جاتا ہے-(ملاحظہ ہو خانیہ-شامیہ-عالمگیریہ-بزازیہ-فتح القدیر-نہر فائق-شرح تنویر وغیرھا)

(۵) و بعض الحروف اذا وقفت علیها خرج معها مثل النفخة و لم ینضغط الاول و هی الظاء و

الذال والضاد والزاء (شرح شافیہ للعلامۃ الرضی) یعنی کچھ حروف ایسے ہیں- کہ جب ان پر وقف ہوتا ہے تو ان میں پھونک کی مانند آواز جاری رہتی ہے- اور پہلی ہی مرتبہ آواز نہیں رکے گی اور وہ یہ ہیں- ظاء- ذال- ضاد- زاء-

(۶) و یجتھد فی الفرق بین الضاد و الظاء (احیاء العلوم للعلامۃ الامام الغزالی) یعنی ضاد اور ظاء میں جدائی کرنے کی کوشش کرے- (کیونکہ ان میں صفتی تشابہ کثیر ہے)

چہارم ضاد کی غلط ادا اس کو باریک یا پُر دال- ذال- زاء- دُواد- زواد- ڈواد- غواد عین ظاء- غین معجمہ- طاء مہملہ- لام مفخم- پڑھنا خلاف تجوید و باعث گناہ ہے- اور اگر اہمال (بے معنویت) یا معنی کا تغیر فاحش ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی-

پنجم- نماز کا فساد و جواز حروف وغیرہ کی تبدیلی اور خلاف قواعد تجوید پڑھنے سے اہل دیہات و عوام کی نیز معذور جو صحیح ادا پر قادر نہ ہو- (اور ماہر و کامل شیخ اس کو مجبور قرار دے دے) نیز الثغ (توتلا آدمی) ان سب کی نمازیں فاسد نہ ہوں گی- اور معذور آدمی اس طرح پڑھنے کے باعث گنہگار بھی نہیں ہوگا- ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ ص ۲۶۵- مگر عاجز معذور ہے اھ نیز جمال القرآن مصنفہٗ (علامہ تھانویؒ) لمعہ (۵) فائدہ نمبر ۵ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا- اھ منیہ کی شرح میں ہے کہ فتاوی حجت کی رو سے فقہاء کو نماز لوٹانی پڑے گی- اور عوام کی درست ہو جائے گی- (یعنی تبدیل ضاد بالظاء کی صورت میں علیؒ قاری فرماتے ہیں کہ اس باب میں یہ فیصلہ عمدہ تر ہے- المنحۃ الفکریۃ) باقی رہے- خواص و قراء اور فقہاء سو قاضیخان میں ہے- کہ اگر اس تبدیلی سے معنی بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں کہ ان میں بدون مشقت کے فرق و جدائی کر سکتے ہوں تو ایسے موقعہ میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہو جائے گی- جیسے صاد کو طاء سے بدل کر الصلحت کے بجائے الطلحت پڑھیں اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کر سکتے ہوں- جیسے ضاد- وظاء- صاد و سین- طاء و تا تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہ ہوگی-- و ان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرأ (الطلحت) مکان (الصلحت) تفسد صلاتہ عندالکل و ان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ- اسی طرح عالمگیری- فتح القدیر وغیرہ میں ہے- اور قاضیخان میں یہ بھی ہے کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہو جائے گی- (۱) والعدیت ضبحا کے بجائے ظبحا- (۲) غیر المغضوب میں ضاد کے بجائے ظاء- یا دال (۳) طلعھا ھضیم میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال (۴) فترضی (والضحی) ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی- ولا الضالین میں (۲) و من یضلل اللہ میں (۳) ء اذا ضللنا میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی نیز ولا الرالین سے نماز فاسد ہو جائے گی (خانیہ) اسی طرح فی تظلیل (فیل) سے بھی نادرست ہوگی- (منیہ)

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ساری تفصیل لغزش و جریان علی اللسان کی صورت میں ہے- باقی عمداً یا عناداً باوجود قدرت علی الاداء الصحیح کے ضاد صحیحہ کو ظاء یا دال مفخم سے تبدیل کر دینا مطلقاً مفسد صلاۃ ہے- ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد و ھو المختار- (شامی ص ۴۶۸ ج ۱)

تنبیہ- باوجود فارغ البالی و رقت زبان و قدرت کے تصحیح کی طرف توجہ نہ کرنا موجب اثم ہے-

ششم- طریقہ اداء صحیح ضاد- اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں- پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء و اطباق کو ادا کرنے کے لیے اس کو تالو سے لگائیں- اس طرح کہ وسط حنک (تالو) ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو دال اور ظاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں- پس قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے- تو اب آواز میں جہر پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ آواز آہستہ آہستہ شروع مخرج سے اخیر تک ممتد ہو- نیز اس کا بھی خیال رہے کہ آواز سامنے سے پیدا نہ ہو- بلکہ کروٹ اور ڈاڑھوں میں پیدا ہو- اور پورے مخرج سے نکلے- پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پہ لگنا کارآمد نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب العبد العاثر محمد طاہر الرحیمی

ضاد (ض) کا مخرج اصلی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین قراء عظام دریں مسئلہ کہ لفظ ضاد (ض) کے مخرج کی آواز کے ساتھ کن حروف کی آواز کو مشابہت ہے- اور اس کا مخرج کیا ہے- صحیح کتب سے باسناد باحوالہ جواب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمال القرآن مصنفہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مخرج نمبر ۸ ض کا ہے- اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ دائیں یا بائیں سے نکلتا ہے- جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑوں سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے- اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے- مگر بہت مشکل ہے- اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں- اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں- اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے- اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے- یہ بالکل غلط ہے- اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے- البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے- دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی- علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے-

اور تفسیر عزیزی ص ۲۳۷ (سورة التکویر) پر ہے- وفرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است اگر خوانندگان ایں دیار ہردو یکسان برارند نہ درمقام ضاد ضاد میشود ونہ درمقام ظا ظا مخرج ایں ہردو حرف راجدا جدا شناختن قاری قرآن راضرور است الخ- اور جہد المقل میں ہے- الضاد والظاء و الذال المعجمات الکل متشارکة فی الجهر والرخاوة و متشابهة فی السمع (و ایضافیه) و یشبه صوتها (ای صوت الضاد المعجمة) صوت الظاء المعجمة بالضرورة- (مجموعة الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۷ مطبع شوکت اسلامیه) اور سعایہ شرح شاطبی میں ہے ان هذه الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابهة فی السمع والضاد لا تفرق من الظاء الا باختلاف المخرج و زیادة الاستطالة فی الضاد و لو لاهما لکانت احدیهما عین الاخری- (مجموعة الفتاوی ج ۲ ص ۳۷ مطبع شوکت اسلامیه)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحئی لکھنوی اور احسن الفتاویٰ مولانا رشید احمد لدھیانوی اور تفسیر مواهب الرحمان تحت آیة و ما هو علی الغیب بضنین (سورۃ تکویر) میں ملاحظہ فرمائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قراءۃِ فاتحہ خلف الامام؟

﴿س﴾

کیا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قرأت خلف الامام میں ائمہ کا اختلاف ہے- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اتباع وموافقین عدم جواز قرأت خلف الامام کے قائل ہیں- دلیل امام صاحب کی آیت قرآنیہ و اذا قرئ القران فاستمعوا له و انصتوا- الایة اور حدیث صحیح مسلم و اذا قرأ فانصتوا اور من کان له امام- الحدیث اور شامی میں خزائن سے منقول ہے- و فی الکافی و منع المؤتم من القرأة مأثور من ثمانین القراء ة من کبار الصحابة المرتضی و العبادلة و قددون فی الحدیث اسامیهم- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کے مخرج اور صفات کا دیگر حرف سے فرق؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرف (ض) کی صحیح ادائیگی کیسی ہے- اور اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یا دال کے اور اس کا مخرج اور اس کے صفات کیا کیا ہیں مفصل بیان فرمائیں-

	مخارج	صفات
ض معجمہ	زبان کا بغلی کنارہ اور اوپر ڈاڑھوں کی جڑ	جہر- رخوت- استعلاء- اطباق- استطالت
ظ معجمہ	زبان کی نوک کنارہ ثناء علیا	جہر- رخوت- استعلاء- اطباق-
د مہملہ	زبان کی نوک جڑ ثنائے علیا	جہر- شدت- استفال- انفتاح- قلقلہ

اس سے معلوم ہوگیا کہ مخارج تو ان تینوں حرفوں کے جداگانہ ہیں- مگر ظاء حرف ض کے ساتھ سوائے صفت استطالت کے باقی تمام صفات میں متحد ہے اور دال حرف ض کے ساتھ سوائے صفت جہر کے باقی تمام صفات میں مختلف ہے- اور یہ بات واضح ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج ہوا کرتا ہے- یا اشتراک صفات یہاں حرف ض سے تو یہ دونوں حرف ظ- د- مخرج میں مختلف ہیں- حاصل یہ کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ بوجہ اتحاد ایک صفت جہر کے نہایت قلیل درجہ کی مشابہت ہے- اسی وجہ سے ضاد کا ممتاز ادا کرنا دال مہملہ سے نہایت سہل اور آسان ہے- لیکن حرف ض بسبب اتحاد اکثر صفات کے ظاء کے ساتھ مشابہت کاملہ رکھتا ہے- اسی وجہ سے علماء مجودین کے ہاں ان دونوں حرفوں میں تمیز کو مشکل اور عسیر سمجھا گیا ہے- اور فقہاء کرام نے اس کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کیا ہے- لیکن ہیں یہ دونوں حرف جداگانہ کیونکہ مشابہت مشعر بمغائرت ہے- لیکن جب حرف ض کو اپنے مخرج سے مع رعایت جمیع صفات کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کی آواز سی مسموع ہوگی اور اس کی آواز سے مشابہ ہوگی علامہ محمد مکیؒ اپنی کتاب رعایہ باب الضاد میں ارشاد فرماتے ہیں- الضاد تخرج من المخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافة اللسان و ما یلیه من الاضراس و هو حرف قوی لانها مجهور مطلق من حروف الاستعلاء و فیه استطالة و له صفات قد تقدم ذکرها و ایضا یشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق و من حروف المستعلیة و من الحروف المجهورة و لو لااختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالة لکان لفظهما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ- اس مسئلہ کے متعلق اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ النطق بالضاد للقاری المقری عبدالمالکؒ مجموعۃ الفتاویٰ کمل مولانا عبدالحئی لکھنوی تفسیر مواہب الرحمٰن تحت آیت و ما هو علی الغیب بضنین جهد المقل للعلامة المرعشی وغیرہ کتب متعلقہ کی طرف رجوع فرمائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں قراءۃ مسنونہ کے بجائے ترتیب سے پورا قرآن پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں حافظ قرآن ہوں- اگر میں فرضی پانچ نمازوں میں قرآن اس ترتیب سے پڑھوں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع قرآن مجید کا پڑھا جائے اور اس ترتیب سے قرآن ختم کیا جائے پھر شروع کیا جائے کیا

اس ترتیب سے قرآن مجید پڑھنے سے قرأت مسنونہ میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا- برائے مہربانی مدلل تحریر فرمائیں؟

﴿ج﴾

فجر اور ظہر کی نماز میں تو رکوع ہر رکعت سے پڑھنے سے قرأۃ مسنونہ پر عمل ہو جائے گا- لیکن عصر و مغرب میں جبکہ قصار سور کے پڑھنے کا حکم ہے- یہ مقدار قوم کے لیے گراں ہوگی جیسا کہ یہی مشاہدہ ہے اس لیے تمام نمازوں میں یکساں قرأۃ مقرر کرنے کی بجائے مسنون مقدار کے مطابق پڑھا جائے- اپنی سہولت پر سنت کو ترجیح دیں- تا کہ نمازیوں کے لیے حرج کا باعث نہ ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ضاد کی جگہ ظا پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں جیسا کہ پارہ نمبر ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل میں واخفض لھما جناح الذل ضاد کی جگہ ظا پڑھی گئی-

﴿ج﴾

اگر ض کی جگہ ظا پڑھی گئی تو نماز فاسد ہوگی درمختار صفحہ ۴۶۷ باب القراءۃ میں ہے اگر حرف میں تبدیلی آ جائے اور معنی بدل جائیں پھر نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر دو حرفوں میں مشکل ہے مثلاً ضاد اور ظا وہاں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں- زیادہ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو آیت ما ھو علی الغیب سے متعلق کتب تفسیر اور عینی شرح بخاری کی طرف مراجعت کرو- والسلام

تبدیل حرف بہ حرف کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد سورۃ فاتحہ میں صراط الذین کی بجائے صراط الظین پڑھتا ہے- بجائے ذال کے صریح طور پر ظاء سنا جاتا ہے- اور سورۃ تین میں فما یکذبک کی بجائے فما یکظبک ذال کی بجائے صریح طور پر ظا سنا جاتا ہے- اور التحیات میں اس قدر وقفہ کرتا ہے کہ مقتدی بمشکل نصف کے قریب پڑھ سکتے ہیں- اس کے متعلق بار بار کہا گیا ہے نہ معلوم وہ ضد کے طور پر پڑھتے یا عادۃً ایسا پڑھتے ہیں- کیا ایسی صورت میں نماز ہوتی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- اس کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اگر امام مذکور قصداً بجائے ذال کے ظاء پڑھتا ہے تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوتی ہے- اور اگر وہ صحیح پڑھنا جانتا نہیں ہے- یا جانتا ہے- لیکن بے احتیاطی سے ذال کی جگہ ظاء پڑھ لیتا ہے- تو ایسی صورت میں نماز متاخرین کے قول کے مطابق ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح نہ پڑھے تو اس کو امام نہ بنایا جائے یا تو اس کا خیال کر کے صحیح طور پر ادا کرے ورنہ امامت نہ کرائے-

کما قال فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۸۳ (و منھا) ذکر حرف مکان حرف ان ذکر حرفا مکان حرف ولم یغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون و ما (شبہ ذلک لم تفسد صلوتہ و ان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کا لطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاتہ عندالکل و ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ ھکذا فی فتاوی قاضی خان و کثیر من المشائخ افتوا بہ قال القاضی الامام ابو الحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت و ان جری علی لسانہ او کان لا یعرف التمیز لا تفسد و ھو اعدل الاقاویل والمختار ھکذا فی الوجیز ---الخ- فقط واللہ تعالی اعلم

کسی معتمد قاری سے یہ تشخیص کرائی جائے کہ واقعی وہ ظاء پڑھتا ہے یا نہیں؟

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز کی تلاوت میں درمیان سے ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں سے ایک سورت کو نماز کی پہلی رکعت میں پڑھا جائے پھر ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھی جائے یعنی زید نے پہلی رکعت میں سورت الفیل پڑھی پھر سورت القریش کو چھوڑ کر دوسری رکعت میں سورت الماعون پڑھی تو کیا ایک سورۃ کو چھوڑنے سے نماز میں کراہت واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ ہے- یعنی درمیان میں

چھوٹی سورت کا چھوڑنا جو مکروہ ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں یہ کراہت فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔مکروہ بمعنی خلاف سنت ہے لہذا سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ اعادہ اس نماز کا واجب ہے۔لیکن اگر کسی نے اعادہ کیا تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ (درمختار) اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ۔ شرح المنیۃ (ردالمحتار فصل فی القرأۃ ج ۱ ص ۴۰۴) نیز شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے۔ والحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فمستحب۔ (ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ ج ۱ ص ۴۲۵)

پس صورت مسئولہ میں نماز درست ہے۔اور سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ واجب الاعادہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں زیادہ بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد بہت ہی آواز سے نماز پڑھاتا ہے کہ مسجد سے باہر دور دراز تک آواز جاتی ہے۔تو ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اس قدر زور سے نماز پڑھانا بہتر نہیں کہ نفس کو مشقت میں ڈالے اور خوش الحانی بڑھا بڑھا کر قرأۃ پڑھنے سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اب علماء صاحبان سے استفسار ہے کہ کس انداز میں قرأۃ پڑھی جائے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نماز پڑھانے کے لیے امام کا عالم ہونا اور قرأت کا صحیح پڑھنا ضروری ہے۔خوش الحانی شرط نہیں خوش الحانی کرنے سے بہت سی غلطیاں ایسی بھی ہو جاتی ہیں۔جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان و لکن یقدموا الدرستخوان ان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع والتدبر والتفکر فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ ھکذا فی فتاوی قاضیخان ج ۱ ص ۲۰۱ ۔جب تراویح کے لیے درست خواں امام ہونا چاہیے نہ خوش خوان تو فرضوں کے لیے ضروری درست خواں ہونا چاہیے۔اور اس قدر بلند نہ پڑھے کہ پڑھنے میں نفس کو مشقت میں ڈالے بلکہ بلا تکلف اتنی آواز سے پڑھے کہ امام کے پیچھے پہلی صف والے لوگ اس کی آواز کو سن سکیں۔مسجد کے تمام لوگوں کو سنانا واجب نہیں۔جب صف اول امام کی قرأت سن لیتی ہے۔و ادنی الجھر سماع غیرہ (الی قولہ والجھر ان یسمع الکل (الشامی ص ۳۹۵) ای کل صف الاول لا کل المصلین بدلیل القھستانی الخ ۔امام ابی جعفر سے ایک روایت ہے کہ بلند آواز میں پڑھنے سے نہ امام کو تکلیف ہے نہ

غیر کو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے لیکن یہ روایت ہے اس پر عمل نہیں۔چونکہ شامی ص ۳۵۹ کی عبارت بالا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضروری نہیں کہ تمام نمازی امام کی قرأۃ سنیں ای کل صف الاول لا کل المصلین الخ۔ والمستحب ان یجھر بحسب الجماعۃ فان زاد فوق حاجۃ الجماعۃ فقد اساء درمختار ص ۳۹۳ میں ہے۔ یجھر الامام وجوبًا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء درمختار اور شامی ص ۳۹۳ فی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ۔

ھذا ما عندی۔ خادم الشرع احقر فضل الٰہی ساکن خالق داد غفر لہ رب العباد ضلع کیمل پورا

قول وباللہ التوفیق۔ امام بلندی آواز میں مقتدیوں کی رعایت کرے یعنی اگر مقتدی قلیل ہوں کہ قلیل جہر ہی ان کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔تو امام اتنے ہی جہر سے پڑھے جتنے جہر کی ان کو ضرورت ہے۔اگر اس سے زیادہ جہر کرے گا تو شرعاً یہ مستحسن نہیں ہوگا۔لان الامام یجھر لا سماع القوم فی قرأتہ لیحصل احضار القلب کذا فی السراج الوھاج۔ عالمگیری ص ۷۲ اور اگر مقتدی کثیر ہوں تو بلا تکلف جتنا بلند کر سکتا ہے کرے لیکن نفس کو مشقت میں ڈال کر جہر کرنا مطلوب شرع نہیں۔ولا یجھد الامام نفسہ' بالجھر کذا فی بحر الرائق عالمگیری ج ۱ ص ۷۲ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

افضل یہی ہے کہ امام کو جہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال یا ظاء کے مشابہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالدال پڑھتے ہیں اور بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں۔اب ان میں کون صحیح ہے اور کون سا غلط؟ اگر بالفرض مشابہ بالظاء صحیح ہے تو مشابہ بالدال سے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مشابہ بالظاء سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور خالص ظاء پڑھنے سے بھی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ضاد کے مسئلہ میں جو اختلاف ہے۔وہ دراصل دو قسموں پر منقسم ہے۔ اول یہ کہ مخرج ضاد کا کیا ہے۔اور وہ ظاء کے مشابہ ہے یا دال مہملہ کے مشابہ ہے دوم یہ کہ جو شخص بجائے ضاد کے نماز میں ظاء معجمہ یا دال مہملہ پڑھے اس کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں۔پس امر اول کے متعلق تو تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور قراء و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخرج ضاد کا حافہ لسان اور اس کی متصل کی ڈاڑھیں ہیں۔اور اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ ہے۔دال مہملہ کے مشابہ نہیں۔

کما فی القول المفید فی علم التجوید ص ۵۸ مطبوعہ مصر ۔ ان الضاد والظاء المعجمتان

اشترکتا جهرا و رخاوة واستعلاء واطباقا و اقتربتا مخرجا-الخ

اور امر ثانی کے متعلق مختار للفتویٰ اور احوط یہ ہے کہ ضاد جیسا اوپر عرض کیا گیا نہ عین ظاء ہے اور نہ عین دال اور نہ ان کے مخرج میں اتحاد ہے-لہٰذا بجائے ضاد کو خالص ظاء پڑھنا اور اسی طرح دال مفخم پڑھنا دونوں غلط محض ہیں-لیکن اس سے فساد صلوٰۃ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جو شخص قادر ہے اور صحیح مخرج سے اسے نکال سکتا ہے-اگر وہ عمداً اس کو غلط پڑھتا ہے یعنی خالص ظاء یا خالص دال پڑھتا ہے-تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی-اور اگر عمداً غلطی نہیں کرتا- بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس سے ان حروف کے مابین کوئی امتیاز نہیں ہوتا-تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی-اگر چہ یہ شخص غلط پڑھنے اور صحیح حرف حاصل نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا- والدليل عليه ما في الذخيرة ان الحرفين ان كانا من مخرج واحد او كان بينهما قرب- الخ الى ان قال و هذا اعدل الاقاويل- فتاویٰ دار العلوم ملخصاً ج ا ص ۲۳۳-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

نماز میں دوسری قرأت کے مطابق پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کرائی اور لست عليهم بمصيطر کے بجائے لست عليهم بمضيطر پڑھا-کیا نماز ہوئی ہے یا نہ اور زید سے جو دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ میں ہمیشہ ایسا ہی پڑھتا ہوں-اور ابن عباس کی قرأت بتائی اگر نماز فاسد ہوئی تو پچھلی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

بمصيطر میں اشمام بالزاء امام حمزہ کوفیؒ کی قرأت ہے-جس کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زاء سے مرکب ایک حرف بنا کر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ پُر زا کی طرح معلوم ہو-یعنی استعلاء و اطباق صاد کا ہو اور جہر زا کا ہو اور امام حمزہ کی قرأت کی سند حضرت علیؓ-حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عثمانِ غنیؓ سے ملتی ہے-ابن عباسؓ کی کوئی قرأت اشمام بالزاء والی نہیں ہے-باقی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ لفظ سین سے ہے-اور سین مہموسہ مستعلیہ ہے-اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے-پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے اولاً سین کو صاد سے بدل لیا-پھر اشمام بالزاء مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ زاء و طاء کی طرح جہر ہے-جو صاد میں نہیں ہے-اور یہ قیسی لغت ہے-صورت مسئولہ میں اگر زید حمزہ کوفیؒ کی قرأت نماز میں پڑھتا ہے یعنی سورۃ فاتحہ میں جب اهدنا الصراط المستقيم میں صاد میں اشمام بالزاء کرتا ہے اور انعمت عليهُم میں ھا پر ضمہ پڑھتا ہے-اور مالک يوم الدين میں مَلِكِ يوم الدين بحذف الف پڑھتا ہے-یعنی پوری قرأت میں امام حمزہؒ کی قرأت کا لحاظ رکھتا ہے تو یہ جائز ہے-اور اگر وہ باقی سورتوں میں اور فاتحہ کو تو امام عاصمؒ کی

قرأت کے مطابق پڑھتا ہے اور اسی ایک لفظ لست عليهم بمصيطر میں اشمام بالزاء کرتا ہے تو یہ کذب فی الروایۃ اور خلط مذاہب ہے جو کہ جائز نہیں ہے-نماز فاسد نہیں ہوئی اس لیے اعادہ واجب نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سورۃ الفاتحہ شریف میں غير المغضوب عليهم و لا الضالين میں صرف (ض) کو (د) کی آواز سے پڑھنا چاہیے ورنہ دوسری صورت میں قاری کافر ہو جاتا ہے-اور مقتدی کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے-

(۲) اور اس آدمی سے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے-کھانا کھانا اور دوسری خورد و نوش میں شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ضاد کو حتی الامکان صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور صحت کا طریق کسی قاری مجوِّد سے سیکھا جائے-اس کوشش کے بعد جس طرح سے ادا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ نماز جائز ہوگی-

(۲) اس حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چونکہ مشکل امر ہے-اس لیے کسی فریق پر کفر یا فسق کا الزام لگانا جائز نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں جھگڑنا مناسب ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو مشابہ بالظاء یا مشابہ بالدال پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کے لوگوں اور مولویوں میں ایک عجیب مسئلہ برپا ہے وہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں (ضادی) یعنی مشابہ بالظاء کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے-اور بعض کہتے ہیں کہ ضادی مشابہ بالدال کے پڑھنے والے مولوی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور قطعاً ضاد کا لفظ غلط ہے کہیں بھی نہیں آیا-لہٰذا اس مسئلے کو مفصل اور واضح بادلائل بیان فرمائیں؟

﴿ج﴾

لفظ ضاد ایک مستقل لفظ ہے-ظاء اور دال الگ لفظ ہیں-ان کے مخارج اور صفت جدا جدا ہیں-لفظ ضاد کے متعلق علامہ جذری فرماتے ہیں- والضاد من حافته اذوليا الاضراس من ايسر او يمناها --یعنی لفظ ضاد حافۂ لسان سے خارج ہوتا ہے جب کہ داہنے یا بائیں جانب کی ڈاڑھوں سے متصل ہو-یہ ضاد کا مخرج ہے-اور ضاد کی صفات میں اطباق استطالت وغیرہ ہیں-جو کہ کتب تجوید و قرأت میں مذکور ہیں-لہٰذا اصل حکم تو یہ ہے کہ حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی

کوشش کی جائے اور دال یا ظاء پڑھنے سے احتراز کیا جائے- اور اس کوشش کے باوجود جس طرح بھی زبان سے ادا ہو جائے نماز صحیح ہوگی- یہ طے کر لینا کہ اس لفظ کو دال پُر پڑھنا ہے یا ظاء ہی پڑھنا ہے- دونوں کام غلط ہیں- پھر اس غلطی کے بعد یہ دوسری غلطی ہے کہ دوسرے فریق کو مجبور کرے کہ تم بھی میری طرح غلط پڑھو- اور اگر وہ نہ پڑھے تو اس کے ساتھ جھگڑا کیا جائے- دوسرے فریق کے ساتھ تو یہ رویہ ہونا چاہیے کہ بھائی میں تو غلط پڑھتا ہوں اور صحیح کرنے کی سعی و کوشش میں ہوں- تم اس لفظ کو کسی قاری سے صحیح کرا لو- جھگڑا اور عدم جواز امامت و مقاطعہ وغیرہ اس لفظ کے نطق و تلفظ پر ہرگز جائز نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

عجمی شخص

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

(۱) عجمی آدمی اگر قرآن مجید کی تلاوت کرے تو ضاد کا مخرج ادا کرتے وقت مشابہ بالظاء پڑھے یا مشابہ بالدال علماء جمہور احناف کا کیا مسلک ہے؟

(۲) اگر نماز میں امام ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتا ہے تو نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حرف ضاد کا مخرج زبان کا کنارہ اور اوپر کی ڈاڑھ ہے- اس لیے یہ مخرج میں ظاء سے بالکل ممتاز ہے- لیکن صفات (اطباق- استعلاء- رخوۃ- جہر) میں دونوں شریک ہیں صفت رخوۃ کی تعریف یہ ہے کہ آواز جاری رہے- بند نہ ہو- اب اگر اس حرف کو مشابہ بالدال پڑھا جائے- کما ھو المعروف تو آواز بند ہو جائے گی اور ہرگز جاری نہ رہ سکے گی- اور رخوۃ ختم ہو جائے گی- جو صرف ضاد کی صفت ذاتیہ ہے- جس کے معدوم ہونے سے حرف تبدیل ہو جاتا ہے- اس لیے مشابہ بالدال پڑھنے کی صورت میں وہ حرف قرآنی عربی نہیں رہے گا- اور تمام قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حرف کی آواز ظاء معجمہ کے ساتھ مشابہ ہے- جہد المقل میں ہے- **فیشبہ صوتھا حینئذ صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ فماذا بعد الحق الا الضلال** - یہ قرأت کا مسئلہ ہے- اس میں امام ابوحنیفہؒ کا اور دوسرے مجتہدین کا کوئی اختلاف نہیں ہے- اور نہ ہو سکتا ہے-

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں- بدانکہ فرق میان ضاد و ظاء بسیار مشکل است رعایہ میں لکھا ہے- **الضاد- والظاء والذال والزاء المعجمات کلھا متشارکۃ فی الجھر والرخاوۃ متشابھۃ فی السمع** - امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر کرتے ہیں- **فثبت بما ذکرنا ان المشابھۃ بین الضاد والظاء شدیدۃ و**

ان التمییز عسیر- آگے لکھتے ہیں- **ان التمییز بین ھذین الحرفین لیس فی محل التکلیف** - فقہائے احناف نے لکھا ہے- صاحب درمختار لکھتے ہیں **اما یشق تمییزہٗ کالضاد والظاء فقال اکثر ھم لم یفسدھا** فتاویٰ عالمگیریہ اور قاضی خان میں ہے- **وان کان لا یمکن الفصل الا بمشقۃ کالضاد مع الظاء والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد- (الی غیر ذالک من عبارات القراء والمفسرین والفقھاء)**

(۲) جب اصل تلفظ ہی مشابہ بالظاء ہے تو کراہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز میں تلاوت کے دوران امام کو غلطی بتانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) امام صاحب نے جماعت کرائی سورۂ فاتحہ کے بعد جب انھوں نے قرأت شروع کی تو آیتیں ختم ہونے کے بعد امام صاحب سے دو تین لفظ چھوٹ گئے- یعنی غلطی ہوگئی کیا مقتدی پیچھے سے امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو کیسے دے؟

(۲) صبح کی نماز کے وقت ایک آدمی مسجد میں گیا تو اس نے جا کر نماز پڑھ لی- اس کے نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب آگئے اور صبح کی جماعت کرائی جس شخص نے نماز پہلے پڑھی تھی وہ پاس ہی بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا- امام صاحب نے فاتحہ کے بعد دوسری سورت شروع کی تو امام صاحب نے لفظ ض پر پیش کی بجائے زبر پڑھی مقتدیوں میں سے کسی نے لقمہ نہیں دیا اور جو شخص پہلے نماز پڑھ کر پاس ہی بیٹھا تھا اس نے امام کو صحیح لقمہ دیا- کیا وہ ایسے لقمہ دے سکتا ہے؟

﴿ج﴾

(۱) اگر ایسے لفظ چھوٹ گئے ہوں کہ ان کے چھوٹنے سے معنی میں خرابی آتی ہو- تو لقمہ دے دے ورنہ اچھا یہ ہے کہ نہ دے- لیکن اگر بغیر ضرورت کے دے دیا اور امام نے لے لیا- تو فتویٰ اس پر ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی-

(۲) باہر کے آدمی کو لقمہ نہیں دینا چاہیے اور اگر دے دیا تو امام کو اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے- اگر امام نے اس کے لقمہ پر عمل کر کے الفاظ ٹھیک کیے تو امام کی نماز اور پوری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی- سب پر اعادہ فرض ہو گا- واللہ تعالیٰ اعلم

کیا "ضاد" کے مخرج یا صفات میں اختلاف ہے

﴿س﴾

محترم ومکرم جناب حضرت قاری طاہر صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم بعد از آداب کے عرض یہ ہے کہ قرأت عشرہ میں مخرجا۔ صفاتا۔ مشابہتہ یا کسی اور قسم کا اختلاف لفظ ض میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر اس اختلاف کو قلمبند کر کے کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ علماء قرأۃ۔ ائمہ اداء۔ مشائخ دیار۔ اساتذہ امصار۔ محققین ماہرین۔ جہابذہ مجودین۔ فضلاء مقرئین۔ اجلۂ ارباب فن قراء عشرہ وغیرہ۔ میں سے کسی قاری وامام کا بھی ضاد صحیحہ فصیحہ کے مخرج۔ اس کی صفات لازمہ (فرعیہ اصلیہ) نیز اس کے مشتبہ بہ ومتشابہ بہ (صوتا) اور اس کے تلفظ کی نوعیت میں کسی جہت سے بھی کوئی نزاع وخلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ باتفاق جمیع القراء۔ واجماع محققین فن۔ ض کا مخرج ہے۔ حافۂ لسان اقصیٰ (یمنی یا یسریٰ) کا اول بغلی حصہ (جو کہ اضراس کے محاذی ہے) جبکہ اپنے مقابل پانچ یا چار اضراس علیا (۳ ضواحک اطاحنہ نواجذہ) کے ساتھ منطبق ومتصل وملاقی ہو۔ بدین طور کہ حافہ کے اوپر والے حصہ کو (جو اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے) اضراس کے اصل (بیخ وجڑ) کے ساتھ اور اس کے وسط کو وسط اضراس کے ساتھ اور نچلے حصہ کو (جو نیچے بطن لسان سے مجاور ہے) اطراف اضراس کے ساتھ ملا دیں۔ (نہ کہ اس مقام سے جس سے کہ غذا چبائی جاتی ہے) (ض کو ایسر سے ادا کرنا ایسر واسہل واکثر اور ایمن سے قلیل اور جانبین سے اقل واعز واصعب واعسر ہے۔ اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائص سے ہے) جملہ کتب فن میں اسی طرح درج ہے۔ چنانچہ مقدمہ جزریہ۔ رعایہ۔ جہد المقل۔ النشر۔ حرز الامانی وغیرہ میں تفصیل موجود ہے۔ علامہ محقق ابن الجزریؒ فرماتے ہیں۔

والضاد من حافة اذ ولیا　　الاضراس من ایسر او یمناھا

حضرت شاہ ولی اللہ الشاطبی رقم طراز ہیں

وحافة اللسان فاقصاھا لحرف تطولا　　الی ما یلی الاضراس و ھو لایھما
یعزو بالیمنی یکون مقللا۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ ض حافۂ لسان (کروٹ) اور اوپر کی ڈاڑھوں سے ادا ہوتا ہے۔ خواہ بائیں طرف سے نکالیں خواہ دائیں سے یا یک دم دونوں طرف سے۔ اول اسہل واکثر۔ والثانی قلیل ونادر ثالث اقل واندر ہے۔ (**لھذا قال سیبویہ انھا تتکلف من الجانبین و ھذا الحرف یصعب خروجه من الجانبین**۔ (شرح شاطبیہ عربی) علیٰ ھذا القیاس ض کی صفات اجمالاً چھ ہیں۔ (۱) جہر (۲) رخاوت (۳) استعلاء (۴) اطباق (۵) اصمات (۶) استطالت۔

پس ض مجہورہ رخوہ مستعلیہ۔ مطبقہ۔ مستعلیہ (حافیہ) (ضرسیہ) ہوا۔ پس جہر کی وجہ سے بلند مع قلت نفس وہواء رخاوت کی وجہ سے نرم ولطیف ونازک مع جریان صوت۔ استعلاء کی وجہ سے مفخم۔ اطباق کی وجہ سے زیادہ مفخم اقویٰ واعلیٰ۔ اصمات کی وجہ سے بلاعجلت مع مضبوطی وجماؤ۔ استطالت کی وجہ سے طویل الصوت بتدریج ادا ہوگا۔

للضاد ستة بلا شقاق　　جھر و رخو ثم بالاطباق
مستعلیا و مصمت مستطلا الخ (**اغاثة الملھوف فی مخارج الحروف لابراھیم بن سعدؒ**) ض کو صحیح ادا کرنے کا طریقہ۔ اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق ادا کرنے کے لیے تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو د۔ ظ کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ آواز آہستہ آہستہ **عن اول الحافه الی اخرھا** پورے مخرج میں پہنچ جائے اس کا بھی خیال رکھو کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو۔ بلکہ کروٹ میں پیدا ہو۔ اور پورے مخرج سے نکلے۔ اس طرح پر کہ اگر جبڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب داہنی جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو۔ لگائیں تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو۔ (کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبڑوں کے سمیٹنے کو اس کے مخرج وادا میں دخل ہے۔ کیونکہ یہ تو صحت ادا معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کارآمد نہیں) ض صحیحہ۔ فصیحہ۔ لطیفہ۔ متشابہ الصوت کون سا حرف ہے اس امر پر سب قراء ومجودین متفق ہیں۔ کہ اگر ض کو اس کے مخرج معلوم عند القراء (حافہ لسان مع اصول اضراس علیا) سے برعایت جمیع صفات لین۔ مفخم۔۔۔۔ مستطیل نیز طرف لسان کے دخل کے بغیر ادا کیا جائے گا تو اس کی صوت واداء ماہر ومشاق وکامل قاری کی سماعت میں ظ منقوطہ کے ساتھ کافی متشابہ معلوم ہوگی۔ پس دونوں میں آواز جہوری۔ جاری۔ مفخم ہوگی۔ لیکن مخرج جدا جدا ہی رہے گا۔ اب تشابہ ض۔ ظ پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) **قال فی التفسیر الکبیر۔ ان المشابھة بین الضاد والظاء شدیدة۔ و ان التمییز عسیر۔ (۲) و فی جھد المقل الضاد و الظاء والذال المعجمات الکل متشارکة فی الجھر والرخاوة و متشابھة فی السمع (۳) وایضا فیه و یشبه صوتھا (ای الضاد) صوت الظاء المعجمة بالضرورة (۴) و فی شرح الشاطبیة ان ھذه الثلاث متشابھة فی السمع (۵) فلذلک اشتد شبھة و عسر التمییز و احتاج القاری فی ذلک الی الریاضة لاتصال بین مخرجھما وفصحاء العرب یتلفظون بھا بحیث یشبه صوتھا صوت الظاء (شرح قصیده منه) (۶) اننا نجد اعراب الشام و ما حولھا ینطقون بالضاد**

فیحسبھا السامع ظاء لشدۃ قربھا منھا و شبھھابھا- و ھذا ھو المحفوظ عن فصحاء العرب الاولین (تفسیر منار ج ۱ للشیخ محمد عبدہ مفتی مصر) (۷) علم تجوید کی جملہ کتب میں ہے- لو لا الاستطالۃ واختلاف المخرجین لکان الضاد عین الظاء-

(۸) شرح تنویر شامیہ- خانیہ- فتح القدیر- نھر فائق- خزانۃ المفتین- خلاصۃ الفتاوی وغیرھا کتب فقہ میں بھی اسی طرح درج ہے- تفصیل کا موقع نہیں (۹) فقہاء ض- ظ کے فرض کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کرتے ہیں- یہ بھی قرینہ ہے اس بات پر کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ تشابہ صوتی پایا جاتا ہے- شرح تنویر ج ۱ ص ۴۲۸ میں ہے- الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فقال اکثرھم لم یفسدھا -خانیہ ج ۱ ص ۱۳۰ میں ہے- وان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرا الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاتہ عند الکل و ان کان لا یمکن الفصل بینھما الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد- والصاد مع السین- والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ-

(۱۰) والضاد یشبہ لفظھا بلفظ الظاء لانھا من حروف الاطباق و من الحروف المستعلیۃ و من الحروف المجھورۃ و لو لا اختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالۃ لکان لفظھما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ کتاب الرعایہ لابی محمد المکیؒ باب الضاد ص ۴۵-۴۶ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی)
(۱۱) بدانکہ فرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است (تفسیر عزیزی) (۱۲) و منھا ای من انواع التجنیس و ھو تشابہ اللفظین فی اللفظ مع اختلافھما ذاتا- کقولہ تعالی (وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ) (تفسیر اتقان وکتب تفسیر) پس یہ صفت تجنیس اس صورت میں ممکن ہے جبکہ ض ظ متشابہ الصوت ہوں (۱۳) حروف اسنانیہ ولسانیہ میں سے جو حروف جہر ورخاوۃ میں شریک ہوتے ہیں- وہ متشابہ الصوت ہوتے ہیں- اس کلیہ کا وقوع ذ- ز- ض- ظ میں ہی ہے- پس تشابہ صوتی کا سبب اتحاد مخرج حقیقی یا حکمی (نوعی) ہی نہیں (اگر ایسا ہوتا تو ء- ہ اور ض- د- اور د- ت اور ث- ذ اور ز- س- میں بھی تشابہ پیدا ہوتا حالانکہ ان میں عدم تشابہ صوتی مسلم ہے) بلکہ اتحاد مخرجی حقیقی یا حکمی کے ساتھ ساتھ خاص صفت مفردہ یا بالحاق صفت دیگر خاص کا پایا جانا ضروری ہے- چنانچہ حروف اسنانیہ کے تشابہ کی تین (۱- شدیدہ مجہور مطبقہ ۲- مہموسہ رخوہ ۳- مجہور رخوہ) اور حروف لہویہ کے تشابہ ایک (باشتراک شدت) اور حروف حلقیہ کے تین (۱- مجہور شدیدہ ۲- مجہور رخوہ ۳- مہموسہ رخوہ) صورتیں بنتی ہیں- اسی بنا پر ضاد اور دال میں تشابہ صوتی نہیں ہے- کیونکہ یہ مجہور رخوہ کے سابقہ کلیہ میں مشترک نہیں بلکہ دال میں شدت ہے- اگر چہ دونوں بسبب نوع (اصل لسانی) کے

محاذی ومتقارب ہیں اس لیے بعض قراء نے ض- د کو متقاربین فی المخرج تصور کر کے قد ضلوا وغیرہ میں ادغام کیا ہے- مگر ان دونوں کا عدم تشابہ مسلم ہے- وللتفصیل مقام آخر- یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ض وظ کا تشابہ صفتی وکیفیتی ہے- نہ کہ مخرجی وذاتی و وجودی بھی- کیونکہ مخرج تو دونوں کا متبائن ومتغائر ہے- پس یہ دونوں حروف مخرج (جو کہ بمنزلہ سبب و ماہیت ومقدار کے ہے- اس کی وجہ سے ذاتاً متغاہر ومتمائز ومتبائن الصوت ادا ہوں گے- مگر بوجہ اشتراک صفات ضروریہ متضادہ- جہر- رخاوت استعلاء- اطباق- اصمات کے ان دونوں میں تشابہ صوتی صفتی مسموع ومحسوس ہوگا- اسی بنا پر قراء لکھتے ہیں کہ ض اور ظ میں کے تشابہ کے باوجود تمایز ذاتی ووجودی وتبائن مخرجی لازم ہے-

نیز صفت استطالت کی وجہ سے بھی ان دونوں کی صوت میں قدر تغایر معلوم ہوگا کہ ض تو بتدریج مستطیل وطویل الصوت ادا ہوگا- (اسی لیے وہ قریب بر مانی ہے) اور ظ قصیر ادا ہوگی- (اسی لیے وہ قریب بآنی ہے) حاصل یہ کہ ض- ظ میں تشابہ صوتی اور تغایر ذاتی ووجودی ہے- ضاد کو دال مرققہ یا دال مفخمہ یا زاء معجمہ یا دال معجمہ منقوطہ یا عین ظاء معجمہ- یا ممزوج بطاء مہملہ بالام مفخم یا ڈواد یا غین معجمہ یا عوواد یا ڈال وغیرہ (جو کسی کو معلوم ہو بیان کرے) پڑھنا بالکل خلاف تجوید و مفسد صلاۃ ہے- بشرط تغیر المعنی تغییرا فاحشا یا بشرط اہمال کلمہ فساد صلوۃ ض کو عین ظاء وغیرہ عمداً او عناداً پڑھنا باوجود قدرت علی المخرج کے موجب اثم ومفسد صلوۃ ہے- اگر باوجود ریاضت ومجاھدہ کے بارشاد ماہر استاذ صحیح ضاد ادا نہ ہو- تو وہ معذور ہوگا- ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد و ھو المختار (ردالمحتار معروف بشامی ج ۱ ص ۴۶۸) تفصیل کو دوسری فرصت پر چھوڑتا ہوں- واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل- واللہ اعلم بالصواب و عندہ علم الکتاب

غیر المعذوب یا المعظوب- اسی طرح ولا الدالین عمداً یا بلا عمد کے مفسد صلوٰۃ ہے (فتاوی قاضی خان) اسی طرح کیدھم فی تظلیل (منیۃ المصلی) ۱۲ منہ

فقط و انا العبد القاصر المفتقر الی رحمۃ الملک المقتدر محمد طاھر الرحیمی عفا اللہ عن اثامی خادم التجوید والقراءۃ والقران بمدرسۃ قاسم العلوم

دو رکعتوں کی تلاوت میں چھوٹی سورت سے فصل کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد جان بوجھ کر جہری نماز پڑھاتے وقت پہلی رکعت میں سورۃ ماعون اور دوسری رکعت میں ساتھ والی سورۃ کوثر چھوڑ کر اس سے اگلی سورۃ کافرون پڑھتا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس کو کہا جاتا ہے کہ آپ بھول گئے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ جائز ہے- اور میں نے عمداً کیا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کا یہ فعل مکروہ ہے- کیونکہ امام پہلی رکعت میں جہاں سے قراءۃ کرتا ہے دوسری رکعت میں اس کے بعدوالی سورۃ یا آیتیں پڑھے اور کم از کم وہ دوچھوٹی سورتوں کا یا اس کی مقدار کا فاصلہ دے کر پڑھے اگر وہ ایک چھوٹی سورۃ کا دے کر قرأۃ کرے تو یہ مکروہ ہے- درالمختار بھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۰۴ پر ہے-و یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ الخ-شامی میں متن کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں-اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃً کثیرۃ فلا یکرہ کما اذا کانت سورتان قصیرتان الخ نور الایضاح ص ۹۳-۹۲ پر ہے- یکرہ للمصلی سبعۃ و سبعون شیئا (الی ان قال فیہ) و فصلہ بسورۃ بین سورتین قرأھما فی رکعتین الخ عالمگیری ج ۱ ص ۸۴ پر ہے- و اذا جمع بین سورتین بینھما سورۃ او سورۃ واحدۃ فی رکعۃ واحدۃ یکرہ و اما فی رکعتین ان کا بینھما سور لا یکرہ و ان کان سورۃ واحدۃ قال بعضھم یکرہ و قال بعضھم ان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ ھکذا فی المحیط کما اذا کان بینھما سورتان قصیرتان الخ-ان عبارات فقہیہ سے مذکورہ بالا حکم کراہت کا واضح ہے-اور امام کا اس کو جائز کہنا جہالت ہے-مسائل کی تحقیق کر کے جواز کا حکم لگائیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام از روئے شرع محمدیؐ کیسے ہے-بمع دلائل صحیحہ بیان فرمادیں-بینوا وتوجروا عنداللہ

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے-امام کی قرأت ہی مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے-حدیث میں آتا ہے-من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ رواہ محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی و اسنادہ صحیح قال محمد اخبرنی ابوحنیفۃ ناموسی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ -امام ابوحنیفہؒ ائمہ اسلام میں سب سے بڑے امام خود اس کے راوی ہیں-موسیٰ بن ابی عائشہ اور عبداللہ بن شداد صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں-اور حضرت جابرؓ صحابی ہیں-لہٰذا اس سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا-لہٰذا حدیث اس سند سے صحیح الاسناد ہے-بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے متابع حضرت

سفیان اور شریک دونوں ثقہ ہیں-نیز آیت و اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون-سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت استماع اور انصات کا حکم ہے- استماع کا حکم جہری نمازوں میں نہیں-اور سری نمازوں میں صرف انصات مامور بہ ہے یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے-قال ابن تیمیۃ و استفاض عن السلف انھا نزلت فی الصلوۃ و ذکر احمد بن حنبل انھا نزلت فی الصلوۃ المغنی لابن قدامہ ص ۵۶۳ مغنی ابن قدامہ ص ۵۶۴ پر احمدؒ کا قول نقل کیا گیا ہے-و ذکر احمد ما سمعنا احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقران لا تجزئ صلوۃ من خلفہ اذا لم یقرأ-نیز مغنی ج ۱ ص ۶۰۲ میں ہے قال احمد ھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتابعون وھذا مالک فی اھل الحجاز وھذا الثوری فی اھل العراق وھذا الاوزاعی بالشام و ھذا اللیث فی مصر ما قالوا الرجل صلی خلف الامام فقرأ امامہ و لم یقرأھو فصلوتہ باطلۃ -نیز حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے روایت ہے یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القران فلم یصل الاوراء الامام رواہ مالک فی موطأ و اسنادہ صحیح -اور صحیح مسلم میں عطاء بن یسار سے مروی ہے- انہ سأل زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شی رواہ مسلم فی باب سجود التلاوۃ فی صحیحہ- حضرت ابن عباسؓ سے ابوجمرہ نے سوال کیا-أقرأ والامام بین یدی فقال لا- رواہ الطحاوی-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے-قال انصت للقرأۃ فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذالک الامام رواہ الطحاوی- و اسنادہ صحیح -اور حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے-الامام اذا ام القوم الاقد کفاھم رواہ النسائی والطحاوی- نیز مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے- و اذا قرأ فانصتوا- جس کے متابع بھی موجود ہیں-حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے اگر فاتحہ کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور اس لیے فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور قرأۃ امام کی قائم مقام قرأۃ مقتدی کی نہیں ہوتی -جیسا کہ مخالفین یعنی غیر مقلدین کا اصول ہے-تو ان پر لازم ہے کہ وہ قرأۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی کریں-اور امام کے پیچھے سورۃ بھی پڑھیں-اس لیے کہ حدیث میں جہاں فاتحہ کا وجوب مروی ہے وہاں ضم سورۃ بھی-ابوداؤد نے سنن میں نقل کیا ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخربھا فینادی لا صلوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب و ما زاد انتھی- نیز مسلم اور نسائی نے زہری کے طریق حدیث لاصلوۃ الخ میں فصاعداً کی زیادتی نقل کی ہے-سنن ابوداؤد میں ہے- امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر تو کیا وجہ ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کے پڑھے بغیر تو امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے-اور فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی -اگر امام کی قرأت کفایت کرتی ہے-تو فاتحہ اور سورۃ دونوں میں کرتی ہے-فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے-ترمذی کی روایت لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا

صلوة لمن لم یقرأبها - اگرچہ فاتحہ کے پڑھنے میں صریح ہے-لیکن یہ حدیث تین وجوہ سے معلول ہے-(۱) اس کا راوی مجہول ہے- جو مدلس ہے-اور یہاں وہ روایت عن عن سے کرتا ہے-مدلس کی روایت عن عن سے اتصال پر محمول نہیں ہوتی - جو محدثین کا متفقہ مسلک ہے-(۲) نیز اس کی سند میں اضطراب ہے-(۳) محمدؒ بن اسحاق اس کا راوی متفرد ہے- اور محمد بن اسحاق اتنا قوی نہیں ہے کہ اس کے تفردات بھی قابل قبول ہوں-لہٰذا حدیث حسن نہیں-اور حدیث کی صحت کا دعویٰ تو خود ترمذی نے بھی نہیں کیا-صرف حسن کا دعویٰ کیا ہے-لیکن ان تین علل کی وجہ سے حسن بھی نہ رہی- بہر حال ایسی کوئی دلیل صریح اور صحیح آخر تک نہیں پائی گئی -جس سے فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام ثابت ہو سکے-اور انصات کی حدیث اور آیت کی موجودگی میں پڑھنا کراھت سے خالی نہیں بالخصوص جہری نمازوں میں-واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں جہر اور سر کی وجہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پانچ نمازوں میں سے صبح-مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جاتی ہے اور ظہر وعصر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کیوں بند کی گئی اس میں کیا فرق ہے-اگر بلند آواز سے پڑھی جائے تو کیا فرق ہے-

﴿ج﴾

مبسوط ج اص ۱۷ پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے-و قال ابو سعيد الخدري رضى الله عنه سجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صلوة الظهر فظننا انه قرأة الم تنزيل السجدة و قد كان النبى صلى الله عليه وسلم فى الابتداء يجهر بالقران فى الصلوة كلها و كان المشركون يؤذونه و يسبون من اَنزل و من اُنزل عليه فانزل الله تعالى و لا تجهر بصلوتك و لا تخافت بها وابتغ بين ذالك سبيلا فكان يخافت بعد ذالك فى صلوة الظهر و العصر لانهم كانوا مستعدين الاذى فى هذين الوقتين و يجهر فى صلوة المغرب لانهم كانو مشغولين بالاكل و فى صلوة العشاء والفجر لانهم كانوا نياما و لهذا جهر فى الجمعة والعيدين لانه اقامها بالمدينة و ما كان الكفار بها قوة الاذى-

روایت ہذا سے جہر وسر میں یہ حکمت معلوم ہو رہی ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اندر جہر سے تمام نمازیں پڑھایا کرتے تھے-مشرکین مکہ قرآن جب سنا کرتے تھے تو اس کے نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ اور جس پر نازل کی گئی ہے-یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتے تھے- اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

نمازیں ساری بلند آواز سے پڑھاؤ اور نہ سر سے اور درمیان کی صورت کو تلاش کرلو- چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ظہر وعصر میں سر کیا کرتے تھے کیونکہ ان دو وقتوں میں مشرکین اذیت دیا کرتے تھے اور مغرب کے وقت چونکہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے اور عشاء اور صبح کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے اس لیے اذیت نہیں دیا کرتے تھے- اس لیے یہ نمازیں بلند آواز سے ادا کرنے لگے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں چونکہ مدینہ منورہ میں شروع کی گئی ہیں-اور وہاں کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں تھا اس لیے وہ نمازیں بلند آواز سے ادا کیں-اور اس کے بعد اگرچہ کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی اسی طریقہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت نے بحال رکھا-نماز سری کو بلند آواز کے ساتھ اور جہری کو سر کے ساتھ جب جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے تو واجب کا ترک شمار ہوتا ہے-جس کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں تلاوت سے قبل بسم اللہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں فرضی نماز ہو یا نفلی یا سنتیں ہوں-ان میں ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ہر رکعت میں تلاوت سے قبل بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے

کیا کسی کے آمین بالجہر کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غیر مقلد نے حضرات احناف کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے آمین بالجہر کہی تو ایک شخص نے جو کہ ساتھ کھڑا تھا' آمین سنتے ہی اپنی نماز کو توڑ کر اس کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور کہہ رہا تھا کہ تو ہماری نماز فاسد کرتا ہے۔اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت کی رو سے اس شخص کا نماز توڑ کر یہ کہنا کہ ہماری نماز فاسد ہوتی ہے۔ٹھیک ہے یا نہیں اور نماز بھی فاسد ہوتی ہے۔یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل.

﴿ج﴾

اس شخص کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہماری نماز فاسد کرتا ہے اور نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ اسے آمین بالجہر کہنے والے کو زدوکوب کرنا جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

ثنااور تسمیہ کونسی رکعت میں پڑھنا بہتر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سنن غیر مؤکدہ اربع کی تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے یانہیں۔ مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں۔

(۲) نیز عرض بخدمت اینکہ (تسمیہ) یعنی بسم اللہ الخ ہر رکعت میں پڑھنی چاہیے یا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھنی چاہیے اور باقی رکعات میں نہیں پڑھنی چاہیے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے۔ کذافی الشامیہ۔

(۲) ہر رکعت کے ابتداء میں پڑھنی چاہیے کما ذکر فی المحیط المختار قول محمد وھوان یسمی قبل الفاتحۃ وقبل کل سورۃ فی کل رکعۃ (ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۳۶۲ ج۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ
۱۳ رجب ۱۳۹۱ھ

نمازِ معکوس کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز معکوس کا ثبوت شرعاً ہے یا کتب معتبرہ یا غیر معتبرہ میں ذکر آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک نیچے کو کیا ہو۔ اور پاؤں مبارک اوپر کیے ہوں۔ کیا ایسی نماز ثابت ہے۔ اور کس موقع پر پڑھی ہے۔ یا کسی امام و بزرگ نے یہ نماز اختراع کی غرض سے پڑھی ہو (۲) مشہور طور پر واعظین اپنی رنگین تقریروں میں نہایت جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من انت) بی بی صاحبہ نے جواب میں عرض کیا۔ کہ عائشہ۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من عائشہ یا ای عائشۃ ۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ (۳) جن روایات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے۔ ان کے بیان کی مختصر تعدادی فہرست حسب اختلاف اسناد یا الفاظ یا کتب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

یہ نماز اختراعی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے القول الجمیل میں اسے اشغال چشتیہ میں درج کیا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کو صلوٰۃ مجازاً کہہ دیتے ہیں۔ اصل میں ایک مجاہدہ ہے۔ اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے۔ اور معالجہ کے لیے منقول و ماثور ہونا ضروری نہیں۔ ہاں منہی عنہ نہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس وقت امزجہ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس لیے مشائخ نے اس کو ترک فرمایا ہے۔

(۲) ان روایات کا ثبوت بعض مقامات میں ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص وقت میں مناجات الٰہی میں یہ فرمایا ہو۔

(۳) عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک (الحدیث) (زرقانی) ج ۱ ص ۴۶ ۔ نیز مسلم شریف میں ایک لمبی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے دعا کی ہے اللھم اجعلنی نورا قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین میں اکثر مفسرین نے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے ہیں۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق صحیح ہے اگرچہ یہ بات قطعی ہے کہ آپ جنس بشر سے تھے۔

مقتدی کے لیے تلاوت کی ممانعت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل:

(۱) نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کی حدیث تحریر فرمائیں۔

(۲) نماز میں آمین آہستہ پڑھنے کا حکم بحوالہ حدیث شریف

(۳) امام کے پیچھے مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کا حکم۔

(۴) فجر کی نماز کی سنتیں بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نہ پڑھنے کا حکم۔

(۵) نماز وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یمینہ علی

شماله فی الصلوة تحت السرة– رواه ابن ابی شیبة و اسناده صحیح–

(۲) روی احمد و ابویعلی و الطحاوی والدارقطنی والحاکم فی المستدرک من حدیث شعبة عن سلمة بن کهیل عن حجر ابن العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین و اخفی بها صوته– اهـ

۳– عن عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت رضی الله عنه عن القرأة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء رواه مسلم فی باب سجود التلاوة–

۴– عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوة بعد صلوة الفجر حتی تطلع الشمس رواه الشیخان–

۵– عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان و لا فی غیره احدی عشرة رکعة یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلا ثا قالت عائشة فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان و لا ینام قلبی رواه البخاری– فقط والله تعالی اعلم.

''سبحان ربی العظیم'' کی جگہ ''سبحان ربی الکریم'' پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ عمداً سبحان ربی الکریم پڑھتا ہے اور تاویل یہ کرتا ہے کہ عظیم میں ثقل ہے اور غلطی کا احتمال ہے– بخلاف کریم کے– حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے اس نام کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے شیخ کے نام کا مضاف الیہ کریم ہے– جواب باحوالہ مرحمت فرمائیں– بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم– واضح رہے کہ تسبیح رکوع میں مسنون تو سبحان ربی العظیم کی تسبیح ہے ہاں اگر کوئی شخص ظاء کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکے بلکہ اس سے زاء ادا ہوتی ہے– یعنی العظیم کی جگہ العزیم پڑھا جاتا ہے– تب ایسا شخص سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم پڑھے– تاکہ فساد صلوۃ سے بچ جائے– العزیم پڑھنے میں فساد نماز کا اندیشہ ہے– کما قال فی الشامیة ج ۱ ص ۳۶۵ – (تنبیه) السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لا یحسن الظاء فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسدبه الصلوة کذا فی شرح د رد البحار فلیحفظ فان العامة عنه غافلون حیث یأتون بدل الظاء بزاء مفخمة.

صورت مسئولہ میں امام مذکور اگر عمداً باوجود قدرت کے العظیم کو صحیح طور پر پڑھنے کے الکریم پڑھتا ہے تو یہ تارک سنت ہے– نیز اپنے شیخ کے نام کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے الکریم کو العظیم پر ترجیح دینے کی وجہ سے (جبکہ دونوں اسماء حسنیٰ میں سے ہیں) اسماء حسنیٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل کی قباحت لازم آتی ہے– جس سے احتراز ضروری ہے– لہٰذا ایسی صورت میں بوجہ مداومت علی ترک السنة نیز بوجہ ارتکاب قباحت تفضیل مذکور۔ امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی– جب تک کہ وہ اس امر کو ترک نہ کردے۔ اور اگر عمداً نہیں پڑھتا ہے بلکہ صحیح ادا نہیں کر سکتا تب یہ الثغ کے حکم میں ہے– الثغ کی امامت ناجائز ہے– علی الاصح یا مکروہ ہے علی قول کما قال فی الشامی ج ۱ ص ۴۳۰

امامة الالثغ للمغایر	تجوز عندالبعض من اکابر
و قد اباه اکثر الاصحاب	لما لغیره من الصواب

اور اگر ظاء کو صحیح پڑھ سکتا ہے– لیکن غلط پڑھنے کے اندیشہ سے الکریم پڑھتا ہے– تب اس کی امامت درست ہوگی اگرچہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ضرور ہے– فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ خلف الامام کی حدیث کا مقام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت والجماعت مندرجہ ذیل سوال کے متعلق:

(۱) من کان له امام فقراءة الامام له قراءة یا (۲) من کان له امام فقرأة الامام قرأة له – والی حدیث شریف اصول حدیث شریف و اصول فقہ حنفی و اصول عقیدہ علماء اہل سنت والجماعت کی رو سے مرفوع متصل مسند ہے یا ضعیف ہے–

(ب) کیا وہ احادیث شریف جن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سری اور جہری نمازوں میں پڑھنے سے منع فرمایا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول اور فعل ہیں– اور وہ احادیث شریف جن کی رو سے امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ مقتدیوں کو آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ منع کرنے والی احادیث شریف سے پہلے کی ہیں– بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) حدیث مذکور مرفوع متصل صحیح ہے- قال العلامۃ النیموی ؒ فی آثار السنن مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ص۸۸ و عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ رواہ الحافظ احمد بن منیع فی مسندہ و محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی والدارقطنی و اسنادہ صحیح والتفصیل فی تعلیقہ-

(۲) حضرت اقدس علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الکوکب الدری علی الجامع الترمذی ج۱ ص۱۴۷ پر ذکر فرمایا ہے کہ جن احادیث سے قرأت فاتحہ کی ضرورت ثابت ہو وہ امام اور منفرد کے بارے میں ہیں- مقتدی کے بارے میں نہیں ہیں- کیونکہ بعض صحیح روایات میں سورت کی زیادتی بھی ہے- حالانکہ مقتدی کسی کے نزدیک بھی سوائے فاتحہ کے سورت مضمومہ کی قرأت نہیں کرتا ہے- و ھذہ عبارتہ و کان الذی قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من انہ لا صلوۃ لمن لم یقرأبام القران و کذالک لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب مصداقہ المنفرد والامام لا المقتدی لما ورد فی الروایۃ الصحیحۃ من زیادۃ لفظہ و فی روایۃ و زیادۃ الی غیر ذالک الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

باب الجمعہ

بارہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ۱۲۰۰ نفوس پر مشتمل شہر سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے- اس میں تین مسجدیں ہیں- دو آٹا پیسنے کی مشینیں ہیں- جن میں روئی صاف کرنے دھننے اور لکڑی چیرنے دھان نکالنے اور صاف کرنے کا بھی انتظام ہے- دوکانوں کی تعداد ۱۳ تک ہے- ایک پرائمری سکول پختہ تعمیر شدہ اور ایک دینی مدرسہ بھی ہے-- جس میں حفظ و ناظرہ تجوید کا مکمل انتظام ہے- اور ابتدائی عربی کتب کا بھی انتظام ہے گاؤں کے اردگرد تقریباً ۲۰ بستیاں اڑھائی میل کے اندر اندر ہیں جن کی بعض ضروریات مثلاً سودا خریدنا آٹا پسوانا روئی صاف کروانا لکڑی چرانا وغیرہ اس گاؤں سے پوری ہوتی ہیں- یہ بستی ان تمام بستیوں سے بڑی بھی ہے- اردگرد کے بچے سکول مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھی آتے ہیں- اس میں ایک بی ڈی ممبر اور دو نمبردار ہیں- تین عالم سند یافتہ بھی موجود ہیں- اس گاؤں کی ایک بڑے محلے والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے-

لہٰذا براہ کرم مدلل تحریر فرمادیں- کہ اس گاؤں میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جاری شدہ جمعہ کو بند کرنے کا کیا حکم ہے- اور جو پڑھے جاچکے ہیں- ان کی قضا لازم ہے یا نہیں- نیز شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس کی کیا تعریف ہے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم ہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں- بلکہ ظہر چار رکعتیں فرض اور ضروری ہے- مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت سلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو- بعض کا قول ہے- وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو- جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو- بعض فرماتے ہیں- اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں- ایک اور روایت امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں- وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں- اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں- اور سب کا مآل

تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے-

كما قال فى البحر ج۲ ص۱۴۰ تحت قول الكنز شرط ادائها المصر و هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود او مصلاه (قال) و فى حدالمصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين احدهما ما فى المختصر ثانيهما ما عزوه لابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها و ال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث -الخ

و قال فى الهداية لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع او فى مصلى المصر و لا تجوز فى القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا فى مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابى يوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر مساجد هم لم يسعهم والاول اختيار الكرخى و هو الظاهر والثانى اختيار الثلجى و فى العنايه شرح الهداية على هامش فتح القدير المصرى ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابى يوسف رواية اخرى غير ها تين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفرفكان عنه ثلاث روايات-

بنا بریں جس بستی کے بارے میں سوال میں پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں- مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے- یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے- لہٰذا اس بستی میں جمعہ جائز نہیں- اس بستی میں جب جمعہ جائز نہیں تو وہاں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جاری شدہ جمعہ کا بند کرنا واجب ہے- صلوة العيد فى القرى تكره تحريما (درمختار ج۱ ص۶۴۰، ۶۱۱) و مثله الجمعة ردالمحتار ج۱ ص۲۱۱) -- ایسی بستی میں جہاں کوئی تعریف مصر کی صادق نہ آتی ہو- امام صاحب کے نزدیک جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں- اس لیے جو نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی قضاء لازم ہے- فى ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر - هذا مذهب ابى حنيفة-

---- علامہ شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے- اس سے مراد قریہ کبیرہ ہے- عبارت اس کی یہ ہے و تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق - الخ- 'الى ان قال' و فيما ذكرنا اشارة الى انها لا تجوز فى الصغيرة (شامى ج ۱ ص ۵۸۹) - ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے- جن میں بازار ہوں- اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا- واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھ کر دوسری میں فرض ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں ساڑھے بارہ بجے اذان ہوتی ہے- اور ایک بجے نماز جمعہ شروع ہوتی ہے- اور دوسری مسجد میں پون بجے نماز جمعہ ہے لوگ پہلی مسجد میں آ کر وضوء کرتے ہیں- سنت پڑھتے ہیں اذان بھی سنتے ہیں- اور جمعہ پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جہاں پونے ایک بجے نماز جمعہ ہوتا ہے چلے جاتے ہیں- دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھ کر واپس پہلی مسجد میں آ جاتے ہیں- اور بقیہ سنتیں اس پہلی مسجد میں پڑھ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں- کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل ازروئے شریعت جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ اذان کے وقت جو لوگ مسجد میں موجود ہوں یا اذان ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوں- ان کے لیے نماز ادا کرنے سے پہلے بلا ضرورت شدیدہ کے مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے- لما فى الحديث (۱) عن ابى هريرة رضى الله عنه قال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كنتم فى المسجد فنودى بالصلوة فلا يخرج احدكم حتى يصلى - (رواہ احمد)

(۲) و عن ابى الشعثاء رضى الله عنه قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فيه فقال ابوهريرة اما هذا فقد عصى اباالقاسم صلى الله عليه وسلم (رواه مسلم) و عن عثمانؓ بن عفان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادرك الاذان فى المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة و هو لا يريد الرجعة فهو منافق (رواه ابن ماجه) مشكوة ج ۱ ص ۹۷"

و فى الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب ادراك الفريضة ص ۵۲۸ (و كره) تحريما للنهى (خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه) (الالمن ينتظم به امر جماعة اخرى) والا (لمن صلى الظهر والعشاء) وحده مرة فلا يكره خروجه بل تركه للجماعة الاعندالشروع فى الاقامة فيكره لمخالفة الجماعة بلا عذر' و فى الكنز ص ۳۶ و كره خروجه من مسجد اذن فيه حتى يصلى و ان صلى لا- الا فى الظهر والعشاء ان شرع فى الاقامة الخ- و فى فتح المعين' و كره خروجه الخ- تحريما لقوله عليه السلام لا يخرج من المسجد بعد النداء الامنافق او رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع و قوله اذن فيه اى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا و لا فرق بين ما اذن و هو فيه او

دخل بعد الاذان' و قالوا اذا کان ینتظم به امر جماعة بان کان مؤذنا او اماما فی مسجد اخر تتفرق الجماعة لغیبته یخرج بعد النداء لانه ترک صورة تکمیل معنی) و فی النهایة- اذا خرج یصلی فی مسجد حیة مع الجماعة فلا بأس به مطلقًا من غیر قید بالامام والمؤذن فلا یخفی ما فیه اذ خروجه مکروه تحریما والصلوة فی مسجد حیة مندوبة فلا یرتکب المکروه لاجل المندوب بخلاف الخروج لحاجة اذا کان علی عزم العود لانه مستثنی بنص الحدیث الخ“

ان احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں ان لوگوں کے لیے پہلی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے-(البتہ اگر ان لوگوں میں کوئی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہو جو وہاں جا کر جمعہ قائم کرتا ہو-ان کے لیے نکلنا جائز ہے)لہٰذا یہ لوگ پہلی ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں کہ اس مسجد کا ان پر حق ہے اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے- افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم قبا ثم الاعظم ثم الاقرب -(الدر المختار علی ہامش رد المحتار) ج۱ص ۷۴۸ واللہ تعالیٰ اعلم-

پانچ سوافراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قریہ ہے جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ ہے-اور اس قریہ میں صرف دو تین دکانیں ہیں- وہ بھی کسی وقت کھلی ہوتی ہیں اور کسی وقت بند رہتی ہیں-اور اس قریہ میں دو مسجدیں ہیں ایک مسجد ایسی ہے جس میں بالکل کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا بالکل غیر آباد ہے اور بستی کے کنارے پر واقع ہے- دوسری میں سوائے جمعہ کے کوئی جماعت اذان وغیرہ نہیں ہوتی -ایسی بستی میں جمعہ کا پڑھنا درست ہے یا نہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

حنفیہ کے مذہب کے بارے میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں تین چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں-اور شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفا ان میں شمار کیا جائے- تو وہاں جمعہ واجب ہے-اور ادا ہوتا ہے- البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے- رد المحتار معروف بہ شامی باب الجمعة ج۱ص ۵۸۹ میں ہے- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة الخ -و فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار صلوة العید فی القری تکره تحریما و فی الشامیة و مثله الجمعة-

ظاہر ہے کہ قریہ مذکورہ فی السوال جس کی آبادی تقریباً پانچ سو ہے-قریہ صغیرہ ہے-اس پر قصبہ یا قریہ کبیرہ-جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ لکھا ہے اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی -لہٰذا وہاں ظہر باجماعت ادا کرے ترک ظہر وہاں حرام اور معصیت ہے-اور جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں-ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج۱ص ۵۹۰) واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کا وقتِ اختتام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز آخری گرمی کے موسم میں کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے-(۲)اور سردی کے موسم میں آخری وقت جمعہ کی نماز کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے-

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے- زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک علی اختلاف القولین باقی رہتا ہے-لیکن جمعہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے- باقی مختلف موسموں میں آخری اوقات مختلف ہوتے ہیں اس لیے گھنٹوں کے حساب سے آخری وقت ایک نہیں ہوتا - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سوافراد کی آبادمیں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں- ہمارے گاؤں میں چار دوکانیں ہیں- ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے- جولاہے' لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے- جس میں ہر روز درس ہوتا ہے-سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں-شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں-اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں-

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار شامی سے ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہیں- اور شامی میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے- اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں- یہ قریہ کبیرہ نہیں- اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں- اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں- الحاصل اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قصبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ہے اس میں دو مسجدیں ہیں ایک کے قریب چھوٹا مدرسہ ہے جس میں دس پندرہ باہر کے طالب علم بھی رہتے ہیں- اس مسجد میں دس مہینے پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- باقی دو مہینے مدرسہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہاں جماعت کا انتظام نہیں ہوتا- باقی دو مہینے دوسری مسجد میں پنج وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- یہ دونوں مسجدیں ایک جماعت کے حکم میں ہیں- یا الگ الگ جماعتیں ہیں-

(۲) اور ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور بڑا قصبہ ہے اس میں پہلے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے- اس قصبہ میں ۵-۸ دکانیں بھی ہیں- یعنی بازار ہے- جس میں ریڈیو بھی بہت ہیں- اور دوسری لغویات اور شکوہ شکایت غیبت بھی بہت ہیں- اس قصبہ میں جب آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں تو بازار میں سے جانا پڑتا ہے- اور سستی اور غفلت کی وجہ سے سارا دن ادھر ہی خراب کردیتے ہیں- شکوہ شکایت میں شرکت ہوتی ہے- دنیاوی کاروبار بھی خراب ہوتا ہے- اور سارا دن فضول جاتا ہے- اور وہاں زیادہ آنے جانے سے ناسازیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں- اور چند آدمی سستی اور دور فاصلے کی وجہ سے نماز جمعہ سے محروم ہوجاتے ہیں- بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ ناسازی کی وجہ سے ادھر نہیں جاتے تو جمعہ نہیں پڑھتے- ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہماری صحیح رہنمائی فرمادیں کہ مذکورہ پہلے گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں جب جائز ہے تو دونوں مسجدوں میں سے کس میں پڑھی جائے- جس مسجد میں دو مہینے نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے- اس میں پانی وغیرہ کا انتظام بھی اچھا ہے- اور دوسری مسجد سے بڑی بھی ہے- آدمی اس میں آسانی سے آجاتے ہیں- باعتبار دوسری مسجد کے باقی سوال یہ ہے کہ نماز باجماعت باقاعدہ پابندی سے نہیں ہوتی- دو نمازوں میں ناغا کبھی کبھی پڑ جاتا ہے ایک ظہر اور دوسری عصر کی نماز میں- جواب سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

وجوب جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- کذا فی جمیع الکتب الفقہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں- چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ جائز نہیں اور جبکہ گاؤں والوں پر نماز جمعہ واجب نہیں تو نماز جمعہ کے لیے دوسری جگہ جانا ان پر ضروری نہیں- اور نماز جمعہ کے لیے قصبہ نہ جانے کی وجہ سے ان پر شرعاً کوئی ملامت نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی آبادی میں جمعہ کا حکم جس میں بازار وغیرہ نہ ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں جمعہ کے بارہ میں بمطابق مسلک امام ابوحنیفہؒ

(۱) ایسے دیہات میں جس کی آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد پر مشتمل ہو اور وہاں کوئی بازار ضروریات کے پورا کرنے کا اور کوئی عدالت فیصلہ دینے والی نہ ہو- نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں-

(۲) ایسے مقام پر اگر جمعہ پڑھ لیا جائے تو ہوگا یا نہیں؟ اور نماز ظہر ساقط ہوجائے گی یا نہیں؟

(۳) علاقہ سندھ کے اکثر گاؤں دیہات میں جمعہ اس نظریہ کے تحت پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر لوگ نماز نہیں پڑھتے- تو بوجہ جمعہ کم از کم ہفتہ میں ایک نماز تو پڑھ لیں گے- یا اس کی وجہ سے دوسری نمازوں کا شوق پیدا ہوگا کیا یہ جائز ہے؟

(۴) ایک گاؤں میں جس کی کل آبادی تقریباً ۳-۲ سو افراد کی ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہاں زید نے جمعہ ان کے رائج کردہ دستور کے مطابق پڑھایا- مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ فقہ حنفی کے مطابق جمعہ جائز نہیں بعد میں اپنی نماز ظہر ادا کرلی- اور اعلان کیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا میں نے اپنی ظہر پڑھ لی ہے تم لوگ اس رواج کو ختم کرو اس پر مقامی پیش امام نے کہا کہ ہمارا جمعہ قرآن کی رو سے ہوتا ہے- مگر چونکہ زید کا جمعہ نہیں ہوا تو پیچھے والوں کا بھی نہیں ہوا- لہٰذا یہ جمعہ دوبارہ قضاء کر کے پڑھا گیا- یہ درست ہے اور اس نماز جمعہ کے لوٹانے کی ضرورت ہے جبکہ دیہات میں سرے سے جمعہ جائز ہی نہ ہو- برائے کرم جواب مفصل ومدلل عنایت فرمادیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں- مصر کی

تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں- وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں- اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت وسلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو- جو حدود اور احکام شریعت کو جاری کرتا ہو- بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں- اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحبؒ سے ہے- وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں- وہ شہر ہے- اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں- اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے- كما قال فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰ تحت قول الكنز- شرط ادائها المصر و هو كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام و يقيم الحدود او مصلاه- (قال) و فی حدالمصر اقوال كثيرة اختار وا منها قولين احدهما ما فی المختصر ثانيهما ما عزوه لابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فی الحوادث الخ- و قال فی الهداية و لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القرى- لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا فی مصر جامع- والمصر الجامع كل موقع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابی يوسف رحمه الله تعالى و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجدهم لم يسعهم والاول اختيار الكرخی و هوالظاهر والثانی اختيار الثلجی و فی العنايه شرح الهداية على هامش فتح القدير ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابی يوسف رواية اخرى غير هاتين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفر فكان عنه ثلاث روايات- جس بستی کے بارہ سوال میں پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں- وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً دو تین سو نفر کی ہے- وغیرہ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے-

(۲) اور اس کے اھالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے- بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے- جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی-

(۳) چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور جمعہ ادا نہیں ہوتا- اور جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے- تو کسی رعایت یا مصلحت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض ظہر کو ترک کرنا درست نہیں ہے- پس ان لوگوں کو دوسرے طریق سے سمجھا دیجیے- اور کبھی کبھی جمع کر کے یا بروز جمعہ جمع کر

کے ظہر کی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا کیجیے- اور مسائل بتلا دیجیے- صلوة العيد فی القرى تكره تحريما (درمختار ج ۱ ص ۶۱۱) و مثله الجمعة (ردالمحتار ص ۶۱۰ باب العيدين)-

(۴) اگر وہ گاؤں چھوٹا ہے- جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو بے شک جمعہ وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- اور جمعہ کا توڑنا واجب ہے نماز جمعہ کا اعادہ جائز نہ تھا- وہاں کے لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بستی کے بغیر کنویں پر واقع مسجد میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک کنواں جہاں بستی بھی نہیں ہے صرف ایک کنواں ہے- اس پر ایک مسجد میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں- کیا ان کا یہ کام درست ہے کیا ان کا جمعہ ہوگا یا نہ ہوگی- اس احتیاط الظہر کا ایسے حالات میں کیا مسئلہ ہے؟

﴿ج﴾

جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- اور جہاں سرے سے بستی بھی نہیں وہاں تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں- شامی میں ہے- و تقع فرضا فی القصبات و القرى الكبيرة التی فيها اسواق الخ (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انها لا تجوز فی الصغيرة الخ- (ردالمحتار باب الجمعۃ ص ۵۸۹) درمختار میں ہے- صلوة العيد فی القرى تكره تحريما ای لانه اشتغال بما لا يصح (درمختار) و مثله الجمعة (ردالمحتار باب صلوة العيدين ج ۱ ص ۶۱۱)- پس ان لوگوں کا نماز جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے- ان پر لازم ہے کہ وہ نماز ظہر با جماعت ادا کریں اس لیے کہ جمعہ کی صورت میں ان لوگوں کو دو گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑ رہا ہے- ایک تو نماز جمعہ جو اس مقام پر مکروہ تحریمی ہے- اس کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ایک ترک نماز ظہر با جماعت کے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی ٹریننگ کے سلسلہ میں جنگل میں مقیم افواج کے لیے جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب فوج ٹریننگ کے لیے جنگل میں جائے تو وہاں ہر قسم کی سہولتیں اور ضروریات زندگی مہیا کی جاتی ہیں اور سفر میں بھی آبادی جیسی سہولتیں ہوتی ہیں کیا ایسی حالت میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں تفصیل سے مطلع کر کے ممنون فرمائیں-

﴿ج﴾

جہاں بالکل آبادی ہی نہ ہو اور وہ جگہ کسی بڑی آبادی کے قریب بھی نہ ہو تو وہاں باتفاق ائمہ جمعہ صحیح نہیں ہے- ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء (لا ابنية فيها) و بمنى ابنية الخ- (هداية باب الجمعة ج ١ ص ١٦٨) - پس صورت مسئولہ میں جنگل میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قیامِ جمعہ کی افضلیت عیدگاہ یا مسجد میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی کے ایک کنارہ پر امیروں کے محلّہ میں ایک مسجد ہے- جس میں کچھ عرصہ سے جمعہ پڑھا جارہا ہے- لیکن دیگر نمازوں کے اوقات اور خصوصا رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں وہاں نماز کا کوئی انتظام نہیں ہے- کسی آدمی نے کبھی اتفاقی طور پر پڑھالی تو پڑھ لی ورنہ جماعت پنجگانہ کا کوئی انتظام نہیں ہے- اس کے مقابلہ میں آبادی میں بستی کے سنٹر میں ایک مدرسہ ہے- جو کہ عیدگاہ کے ساتھ ملحق ہے- اب مہتمم صاحب مدرسہ وہاں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں- کیونکہ وہاں آدمیوں کا اکثر ہجوم رہتا ہے- اور پنجگانہ نماز بھی وہاں ہی پڑھی جاتی ہے- تو واضح فرمایا جائے کہ جمعہ پڑھنا وہاں مسجد میں افضل ہے یا نہیں یا کہ یہاں مدرسہ کی عیدگاہ میں (جہاں پنجگانہ نماز بھی پڑھی جاتی ہے) افضل ہے- وہاں مسجد کی بہ نسبت یہاں مدرسہ میں لوگوں کو آسانی ہے- کیونکہ سنٹر میں ہے- اور وہاں مسجد میں مشکل سے بیرونی آدمی دو چار یا پانچ ہی پہنچ سکتے ہیں- اور یہاں مدرسہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی جارہی ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے- شامیہ سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے- کہ جمیع احکام میں بحکم مسجد ہے- اور عالمگیریہ میں ہے کہ اتصال صفوف کے سوا باقی احکام میں بحکم مسجد نہیں- اکثر حضرات اکابر نے اس قول کو اختیار فرمایا ہے- ان جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ جواز جمعہ کی شروط اس بستی میں پائی جائیں- باقی اس مسجد میں نماز پنجگانہ کا انتظام کرنا اور مسجد کو آباد کرنا بھی تو آپ لوگوں کا فرض ہے- ویسے عیدگاہ میں بھی نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز کے لیے مسجد شرط نہیں- و عن انس ابن مالک رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الرجل فی بیته بصلوة و صلوته فی مسجد القبائل بخمس و عشرین صلوة و صلوته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمسین مائة صلوة و صلوته فی المسجد الاقصی بخمسین الف صلوة و صلوته فی مسجدی بخمسین الف صلوة و صلوته فی المسجد الحرام بمائة

الف صلوة (مشکوة ص ٧٢) و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا (درمختار ص ٥٩٥) واللہ تعالیٰ اعلم-

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ خانیوال کے نزدیک چک نمبر ٨٦ واقع ہے اس میں تقریباً عرصہ بارہ سال سے جمعہ ہو رہا ہے- مگر کچھ آدمیوں کو اختلاف ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہوسکتا جس کی وجہ سے اب دو پارٹیاں بن گئی ہیں- اور لوگوں میں کافی اختلاف پیدا ہوگیا ہے- چک مذکور کے آدمی تقریباً پندرہ سو ہیں- چک کی ایک بستی میونسپل کمیٹی کی حدود میں ہے اور اب چک کے ساتھ ہی ریلوے اسٹیشن بن رہا ہے- ریلوے شیڈ خانیوال سے تقریباً دو میل کا فاصلہ ہوگا اور کمیٹی کی حدود سے ایک میل ہے- اور ایک بستی چک مذکور کی کمیٹی حدود کے اندر ہے- اب اس جگہ جمعہ پڑھتے رہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- صحت جمعہ کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے شہر یا فناء شہر سے ہونا ہے چک مذکور تو خود شہر کہلا نہیں سکتا- کیونکہ پندرہ سو افراد کی آبادی بہت قلیل ہے- ہاں اگر خانیوال فناء میں چک واقع ہو یعنی خانیوال کا گورستان یا گھوڑ دوڑ کا میدان یہاں واقع ہو یا شہر کی دوسری مصالح اس سے متعلق ہوں تو یہاں جمعہ جائز ہوگا- ورنہ نہیں کما فی التنویر و بشرط لصحتها سبعة اشياء المصر اوفناؤه - ج ا ص ٥٩٠ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساتھ ساتھ واقع دو بستیوں کی آبادی کے کثیر ہونے کے سبب جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں-

کاغذات مال میں ڈیرہ بدھو ملک و رام کلی ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہے- اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے- ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً ٧٠٠٠ افراد پر مشتمل ہے- اور اکیلے رام کلی کی آبادی ٢٥٠٠ ہے- دونوں مواضعات حدود کمیٹی سے ملحق ہیں- اور نشان حدود کمیٹی تیسرے پار موضع رام کلی کی سرحد میں لگ چکا ہے ایک جگہ ١٢١/١٠٠ گھر آباد ہیں- باقی آبادی چاہات پر ہے- دو پٹرول پمپ تین بھٹے- ایک---- ماڈل جیننگ فیکٹری- فضل ماڈل جیننگ فیکٹری ایک میل آگے ہے-

گرڈ اسٹیشن واپڈا بستی سے ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔اور گرڈ اسٹیشن کوٹلہ محمد بقا کی اراضی ہے۔اور قاسم پور کالونی کوٹلہ محمد بقا میں ہے۔موضع رام کلی میں ۱۲ ٹیوب ویل بجلی سے چلتے ہیں اور بستی میں بھی بجلی آئی ہوئی ہے۔ڈیرہ کے بدھو اور رام کلی کا مشترکہ پرائمری سکول ہے۔اور ڈاکخانہ بھی ہے۔محصول چنگی قاسم پور کالونی میں ہے۔ہسپتال اور ایک مدرسہ اور جامعہ محمدیہ رام کلی میں ہے۔چیئر مین یونین کونسل ڈیرہ کے بدھو ملک ایک میں ہے۔آٹھ موضعات شامل ہیں اور چیئر مین بھی ہے۔ اور تحصیل کونسل کی ممبر یعنی رام کلی قاسم پور کالونی کی فناء میں واقع ہے۔مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔کیا بستی رام کلی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔اگر کئی سال سے جمعہ پڑھا جاتا ہو تو بند کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

رام کلی کی آبادی بھی تھوڑی ہے۔مندرجہ بالا اوصاف جو رام کلی کے مذکور ہیں ان میں سے کوئی وصف رام کلی کو نہ تو شہر بناتا ہے۔اور نہ فناء شہر اگر شہر سے اس کا اتصال ایسا ہوتا کہ درمیان میں کھیت بالکل نہ ہوتے تو بھی اتصال سے شہر بن جاتا ہے۔اس کی آبادی بھی مستقل نہیں ہے۔لہٰذا بظاہر حال یہ چھوٹی بستی ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اس لیے ترک کر دیا جاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک سو مکانات پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد مکانات ہیں۔اور صرف ایک مسجد ہے اس بستی میں ایک دوکان ہے نمک تیل وغیرہ کی اس بستی میں شرعاً جمعہ کی نماز کا جواز ہے یا کہ نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

فی الشامیة عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق۔ الی ان قال۔ و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) اس عبارت سے واضح ہوا کہ بستی مذکورہ جس میں تقریباً یک صد مکانات ہیں جمعہ جائز نہیں۔ یہ قریہ قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں۔هذا ما علیه المحققون۔واللہ اعلم
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ اس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔اس لیے احناف کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

پچاس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں۔مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔گرد و نواح میں سینکڑوں مکانات ہیں ڈاک خانہ موجود نہیں۔البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے۔بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں۔کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ و شرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے۔عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو۔اور بازار و گلیاں اس میں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) و ایضًا فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة و ایضًا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعه – الدر المختار باب العیدین ج ۱ ص ۶۱۱)۔

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں۔اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ لما فی الشامیه الاتری الی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم الظهر (شامی باب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کے باوجود شروع کرایا ہوا جمعہ بند کیا جائے یا نہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں۔وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ بشرطیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری رہی ہو۔اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور

مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو- وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں- اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے- نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہ؟

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی - ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے- لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں- و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز (الجمعۃ) فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب الخ ص ۵۹۰- الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم الظھر (ردالمحتار باب الجمعۃ) و فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح (درمختار) قولہ صلوۃ العید و مثلہ الجمعہ (ردالمحتار ص ۶۱۱ باب العیدین)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ﴾ الخ- پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے- اسی طرح دعائے ماثورہ ﴿اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ﴾ الخ- وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب (درمختار ص ۲۹۴ باب الاذان) و اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ (ردالمحتار) و فیہ ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کا افضل وقت

﴿س﴾

نماز جمعہ کا وقت فضیلت کیا ہے اور آخری وقت کیا ہے؟

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال شمس کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جس وقت تک ظہر کا وقت ہے یعنی دو مثل تک اسی وقت تک جمعہ کا وقت ہے جمعہ میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے- و جمعۃ کظھر اصلا و استحبابا فی الزمانین (ای الشتاء والصیف) لانھا خلفہ (درمختار) لکن جزم فی الاشباہ من فن الاحکام انہ لا یسن لھا الابراد- الخ

(ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ) ج ۱ ص ۴۷۰-

ایک سو اسی گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے یا جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کیا جائے حکم شرعی سے ممنون فرمائیں- سائلین امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں گاؤں کی آبادی ایک سو اسی گھر ہیں اور چھ دوکانیں وڈاکخانہ بھی ہے شہر جہانیاں جو نائب تحصیل ہے اسی گاؤں سے چار میل دور ہے- عبدالرشید امام مسجد چک ۱۴۱-

﴿ج﴾

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز ظہر باجماعت ادا کی جائے- اور جمعہ ہرگز نہ پڑھا جائے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں چوبیس یا پچیس گھر ہیں اور اس بستی میں ایک ہی مسجد ہے جس میں پانچ وقت نماز ہوتی ہے- اور اس مسجد میں چند طلبہ رہتے ہیں- جو حدیث و فقہ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں- اور اس کے تقریباً اڑھائی یا تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں تین مسجدیں ہیں- اور اس شہر میں بہت سے سال گزر گئے ہیں کہ وہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اور مذکورہ بالا بستی میں بھی تقریباً چار یا پانچ ماہ سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں- اس مسئلے کی تشریح فرمادیں-

نوٹ:- اگر اس بستی میں جمعہ جائز ہے تو کس امام کے نزدیک اگر اس بستی میں جمعہ جائز نہیں؟ تو جوابات تفصیل سے لکھیں-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چھوٹی بستی کا ذکر کیا گیا ہے- اس میں جمعہ جائز نہیں اگرچہ وہ بستی شہر کے قریب ہو- لہٰذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نماز اس بستی میں نہ پڑھیں- بلکہ ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان سے ساقط

نہیں-ظہران کے ذمہ فرض ہے- و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداءها فی فناء المصر (عالمگیری باب الجمعہ ج ۱ ص ۱۴۵) و فی الدر المختار ج ۱ ص ۵۹۱ او فناءه وهو ماحوله اتصل به اولا لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیره بفرسخ ذکره الولوالجی الخ- و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ- و ایضا فیه فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف- المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر الخ- قال فی الشامی ج۱ص۵۹۰ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة و فی باب العیدین من الدر المختار ج۱ص۶۱۱ و صلوة العید فی القری تحریما و قال فی الشامی و مثله الجمعة الخ- و فی ردالمحتار ج۱ص۵۹۰ و لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر الغرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں- اور نہ فناء مصر میں داخل ہے- اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں- اس بستی والوں پر ظہر با جماعت ضروری ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ شہر ترمن جو تقریباً چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے- اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں- تو اس شہر میں جمعہ شروع ہوا- تقریباً تین سال ہوئے- تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا- تو قاضی غلام نبی سڑہ می گرہ والے نے فتویٰ دیا- کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں- تو شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے- دوسری دلیل دی- جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتویٰ نہیں گزرا تو جہاں جمعہ جائز ہو- وہیں ترک کے فتویٰ کی کوئی ضرورت ہو سکتی ہے- برائے مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تو تحریر فرمادیں-

(۲) ہمارے شہر میں دو مسجدیں ہیں جس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے- وہیں کا امام مسجد جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے- کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی تو اگر عندالشرع دوسری مسجد میں جمعہ ہو سکتا ہے- تو جواب سے مستفید فرمادیں- تا کہ ہم دوسری مسجد میں جمعہ شروع کریں- کیونکہ ہم اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے نہ جائیں تو لوگ متہم کرتے ہیں- بینوا تو جروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے- اور شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو- اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں- اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں- شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد نہ سما سکیں- لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے- اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے پکارا کرتے ہوں- صورت مسئولہ میں اگر آپ کے ترمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو- تو اس میں جمعہ جائز ہوگا- اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں- تو یہ دیہات شمار ہوگا- اور اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی- صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا- اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا- لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے- کما قال فی التنویر و یشترط لصحتها المصر و قال الشامی فی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر -الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۱۰ ایچ تحصیل کبیر والا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے- اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے- اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہے- اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے- کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا- انھیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتویٰ منگوا کر دکھلاؤ- کہ آیا جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی- اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو قرار دیا ہے- کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں- احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں- کما قال فی الکبیری ص ۵۰۲ علی ما صرح به فی تحفة الفقهاء عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم لحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث و

ھذا ھو الاصح - آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے- اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے- فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے- اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز کے متعلق کوئی قطعی فتویٰ نہیں لکھا جا سکتا- ویسے میں نے اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاء اللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے- جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی- مگر چند اشخاص کے دنیاوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آ کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں- لا جمعة و لا تشریق الافی مصر جامع صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے و کفی بہ قدوة - جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز و عدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سو افراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سو افراد پر مشتمل ہے- شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب نہیں ہے- اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے- قریہ کبیرہ نہیں ہے. جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ

کے لکھا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ و تصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر باجماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے- جیسا کہ ردالمحتار شامی میں ہے- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انھا لا تجوز فی الصغیرة ج ۱ ص ۵۸۹ - باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرضاً اس میں شمار کیا جائے- واللہ تعالیٰ اعلم-

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو- نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں- ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے- جبکہ ارد گرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں- کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں؟ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے-

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے- لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں- سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

نہیں-ظہران کے ذمہ فرض ہے- و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ھا فی فناء المصر (عالمگیری باب الجمعه ج ا ص ۱۴۵) و فی الدرالمختار ج ا ص ۵۹۱ او فناء ہ وھو ماحوله اتصل به اولا لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولو الجی الخ- و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ- و ایضا فیه فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف- المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر الخ- قال فی الشامی ج۱ص۵۹۰ و تقع فرضافی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انھا لا تجوز فی الصغیرة و فی باب العیدین من الدرالمختار ج۱ص۶۱۱ و صلوة العید فی القری تحریما و قال فی الشامی و مثله الجمعة الخ- و فی ردالمحتار ج۱ص۵۹۰ و لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر الغرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں-اور نہ فناء مصر میں داخل ہے-اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں-اس بستی والوں پر ظہر با جماعت ضروری ہے-واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ شہر ترمن جو تقریباً چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے-اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں-تو اس شہر میں جمعہ شروع ہوا-تقریباً تین سال ہوئے-تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا-تو قاضی غلام نبی سڑہ می گرہ والے نے فتویٰ دیا-کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں-تو شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے-دوسری دلیل دی-جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتویٰ نہیں گزرا تو جہاں جمعہ جائز ہو-وہیں ترک کے فتویٰ کی کوئی ضرورت ہو سکتی ہے-برائے مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تحریر فرمادیں-

(۲) ہمارے شہر میں دو مسجدیں ہیں جس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے-وہیں کا امام مسجد جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے-کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی تو اگر عندالشرع دوسری مسجد میں جمعہ ہو سکتا ہے-تو جواب سے مستفید فرمادیں-تاکہ ہم دوسری مسجد میں جمعہ شروع کریں-کیونکہ ہم اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے نہ جائیں تو لوگ متہم کرتے ہیں-بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے-دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے-اور شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو-اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں-اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں-شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد نہ سما سکیں-لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے-اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے پکارا کرتے ہوں-صورت مسئولہ میں اگر آپ کے ترمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو-تو اس میں جمعہ جائز ہوگا-اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں-تو یہ دیہات شمار ہوگا-اور اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا-اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی-صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا-اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا-لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے-کما قال فی التنویر و یشترط لصحتھا المصر و قال الشامی فی ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰ و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبرو خطیب کما فی المضمرات والظاھر انه اریدبه الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لو صلوة فی القری لزمھم اداء الظھر -الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۱۰ ایچ تحصیل کبیر والا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے-اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے-اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جارہی ہے-اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے-کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا-انھیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتویٰ منگوا کر دکھلاؤ-کہ آیا جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی-اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو قرار دیا ہے-کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں-احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں-کما قال فی الکبیری ص ۵۰۶ علی ما صرح به فی تحفة الفقھاء عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھا سکک و اسواق و لھا رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم لحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث و

هذا هو الاصح - آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے- اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے- فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے- اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز کے متعلق کوئی قطعی فتویٰ نہیں لکھا جا سکتا- ویسے میں نے اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاء اللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے- جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی- مگر چند اشخاص کے دنیاوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آ کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں- لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے و کفی بہ قدوة - جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز و عدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سو افراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سو افراد پر مشتمل ہے- شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب نہیں ہے- اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے- قریہ کبیرہ نہیں ہے- جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ

کے لکھا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ وتصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر با جماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے- جیسا کہ ردالمحتار شامی میں ہے- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انہا لا تجوز فی الصغیرة ج ۱ ص ۵۸۹ - باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرضاً اس میں شمار کیا جائے- واللہ تعالیٰ اعلم-

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو- نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں- ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے- جبکہ اردگرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں- کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں؟ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے-

﴿ج﴾

امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے- لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں- سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے قریب دی جائے یا مسجد سے باہر

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین اس صورت مسئلہ میں کہ جمعہ مبارک کے دن پہلی اذان مؤذن مسجد کے ایک مینار پر یا خاص جگہ پر دیتا ہے دوسری اذان جوخطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کیا اس کو اسی جگہ پر دیں یا امام کے سامنے اس کے قریب دیں؟

﴿ج﴾

دوسری اذان مسجد میں امام کے سامنے دی جائے امام کے قریب کھڑا ہونا ضروری نہیں-حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے اسی پر امت کا عمل رہا ہے- صاحب ہدایہ نے اس کو مسجد کے اندر امام کے بالمقابل ہیئت متعارضہ سے سنت قرار دیا ہے- و اذا صعد الامام المنبر و جلس اذن الموذنون بین یدی المنبر بذالک جری التوارث ولم یکن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم الا هذا الاذان الخ --عنایہ کفایہ وغیرہ میں عندالمنبر کی قید مذکور ہے- لہٰذا یہی مسنون ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

کسی گاؤں میں عارضی طور پر بہت سے لوگ جمع ہو جائیں تو کیا جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی گاؤں میں کسی خاص وقت میں تقریباً ہزار کے قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں-اس کے بعد متفرق ہو کر گاؤں سے ایک مسافت کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں تحصیل دار بمع بیس گھر کے ہیں کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

مذہب احناف میں یہ متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ قریہ جو بیس گھر پر مشتمل ہے نہ مصر ہے نہ قصبہ نہ قریہ کبیرہ بلکہ یقیناً قریہ صغیرہ ہے اس لیے اس میں جمعہ جائز نہیں ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر وخطیب الخ-(شامی) باہر کے لوگوں کے عارضی اجتماع کی وجہ سے بھی یہ صادق نہیں آ سکتی اس لیے ان کا اعتبار نہ ہو گا-واللہ تعالیٰ اعلم-

کیا شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر کم آبادی والے علاقہ میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے جمعہ شہر گنویں میں پڑھا جاتا ہے-اب چند لوگ ایک میل کے فاصلہ میں دوسرا جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں-وہاں کی آبادی چند گھر ہیں-صرف لاری کا اڈہ اور پکی سڑک ہے- جہاں ٹریفک آتی جاتی ہے- وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں آپس میں برادری کا اختلاف ہے-اور کوئی وجہ نہیں تو ایسی صورت میں دوسری جگہ پر جمعہ شروع کرنا یا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر یہ لاری اڈہ شہر گنویں کی ضرورتوں میں سے شمار ہوتا ہے-اور وہاں کی آبادی عرف عام میں مستقل آبادی شمار نہ کی جاتی ہو-تو اس صورت میں دوسری جگہ جمعہ جائز ہے-اور اگر وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں داخل نہ ہو-اور عرف خاص میں وہاں کی آبادی مستقل شمار کی جاتی ہو-تو وہ شہر کی آبادی یا فنائے شہر میں سے نہ ہو گا اور وہاں بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے جمعہ جائز نہیں ہو گا-خواہ وہاں کی اذان سنائی دے یا نہ دیتی ہو-یہی راجح ہے اور اصح ہے-ملخصاً من عمدۃ الفقہ حصہ دوم ص ۴۳۹، ۴۴۰-

(نوٹ) چونکہ سوال میں دوسری جگہ کے پورے کوائف درج نہیں کہ آیا وہ دوسری جگہ حدود شہر میں داخل ہے یا نہیں- وہاں تک شہر کی آبادی واقع ہے یا نہیں-وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں سے ہے یا نہیں-اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی جید ثقہ عالم دین کو وہاں لے جا کر جائے وقوع کا معائنہ کرایا جائے-اور پھر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے-

کیا جمعہ کے فرضوں سے قبل کی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھی جائیں؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شخص کی جمعہ شریف کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں وہ دیر سے آیا ہو-اور پہلی ۴ سنتیں نہ پڑھ سکا ہو تو آیا ان ۴ سنتوں کی قضا ہو گی یا قضا کی صورت نہیں رہے گی باقاعدہ مستند کتاب کا حوالہ ضرور تحریر فرماویں یہ مسئلہ روز جمعہ شریف میں پیش آیا-کسی کتاب یا حدیث شریف میں کوئی حوالہ نہیں مل سکا-

﴿ج﴾

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں-اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو بعد جمعہ کے پڑھے-کما قال فی الدر المختار- (بخلاف سنة الظهر) و کذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة (یترکها) و یقتدی (ثم یأتی بها) علی

انها سنة (فی وقته) ای الظهر (قبل شفعه) عنده وبه یفتی جوهره- (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب ادراک الفریضة (ج۱ص۵۳۱) والله تعالی اعلم

کیا ڈیڑھ پونے دوسو کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع روانی جاجا چک گجراں جس میں تقریباً ڈیڑھ سوتا پونے دوسوگھر کی آبادی ہے- دو چک میں دس دوکانیں بھی چھوٹی بڑی ہیں- اس آبادی کے ہونے سے پہلے ایک کچی مسجد تھی- جب یہ آبادی اتنی ہوئی- تو پھر سارے چک والوں نے ایک مسجد بڑی تیار کی- اس کا نام جامع مسجد رکھ دیا- اور اس میں جمعہ شروع کردیا گیا- اور تین سال ایک جگہ جمعہ ہوتا رہا اس کے بعد چک میں لڑائی جھگڑا ہوا ایک شخص نے آکر چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کردیا اور تین سال ہوتا رہا۔ تین سال کے بعد اب چھوٹی مسجد میں بند ہوگیا کہ ایک جگہ ہونا چاہیے یا دونوں جگہ درست ہے- اگر چھوٹی مسجد میں جمعہ درست نہیں، تو کیا ظہر کی نماز ادا کرنی چاہیے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ یا پونے دوسوگھروں پر مشتمل ہے یہ قریہ صغیرہ ہے- اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان زمان کہ آج کل لوگ بعد از نماز جمعہ چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں اور اسکے تارک جانتے ہیں، کیا یہ احتیاطی ظہر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

احتیاط ظہر کے بارہ میں یہ تفصیل ہے کہ عوام الناس جو مسائل شرعیہ کی حکمتوں کو نہیں جانتے ہیں اور احتیاط الظہر ادا کرنے سے تکاسل فی اداء الجمعۃ کے ظہور کا ان سے خطرہ ہو ان کو عدم جواز احتیاط الظہر کا فتویٰ دے کر روک دیا جائے- لیکن خواص جن کے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہ ہو ان کے لیے جواز کی گنجائش رکھی جائے اور ان سے اختلاف نہ کیا جائے ان کو اس حال پر چھوڑ دیں ان کی گنجائش کے لیے بحرالرائق کی عبارت کافی ہے- مع مالزم من فعلها فی زماننا- من المفسدة

العظیمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض -الخ بحرالرائق ج۲ص۱۴۳ مطبوعہ مصر نیز شامی نے نعم ان ادی الی مفسدة لایفعل لکن الکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لانأمر بذالک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص ولو بالنسبة الیهم-

ڈیڑھ ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس قریہ کے درج ذیل کوائف ہوں (۱) آبادی ڈیڑھ ہزار (۲) متعدد دوکانیں کپڑا پرچون مرمت سائیکل مرمت ریڈیو سوڈا برف وغیرہ حکمت یونانی وڈاکٹری (۳) پختہ سڑک قریہ ہذا تک موٹریں تا تحصیل ہیڈکوارٹر تک ہمہ وقت برائے سفر فاصلہ ۹ میل تحصیل ہیڈکوارٹر (۴) سرکاری مردانہ ہسپتال (۵) جانوروں کا شفاخانہ (۶) ڈاک خانہ (۷) پرائمری سکول (۸) یونین کونسل ہیڈکوارٹر (۹) دفتر محکمہ زراعت (۱۰) بجلی وغیرہ کا انتظام ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں- جواب سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

شامی میں ہے وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض -ج۱ص۵۹۰- اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے- جو مثل قصبہ کے ہو- اور اس میں بازار ودوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا ہے- صورت مسئولہ میں جس قریہ کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار ہے- بظاہر قریہ صغیرہ ہے- یہاں جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے سات آٹھ میل دور کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جو دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے- منتشر آبادی ہے- دو دو چار چار گھر ایک دوسرے سے فاصلے پر آباد ہیں- کوئی گاؤں بستی یا شہر نہیں ہے- نزدیکی شہر جہاں پر جمعہ ہوتا ہے- اس مذکورہ آبادی سے سات آٹھ میل دور ہے- اس آبادی میں صرف چار دوکانیں ہیں بہت ہی محدود قسم کی بھی موجود ہیں- عام قسم کی اشیاء مل جاتی ہیں- مگر پوری ضروریات زندگی میسر نہیں آتیں- البتہ ایک پرائمری سکول بھی ہے- مگر بس اڈہ- ریلوے اسٹیشن- پوسٹ آفس تھانہ چوکی ہے- ایسی جگہ پر ادھر ادھر سے اگر کچھ لوگ جمع ہوکر جمعہ وعیدین ادا کریں تو عندالاحناف

جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بوڑھے یا کمزور آدمی شہر تک نہیں پہنچ سکتے - بینوا توجروا

«ج»

صورت مسئولہ میں جس دیہات کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے - یہاں احناف کے نزدیک جمعہ وعیدین جائز نہیں - جواز جمعہ کے لیے شہر قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے - **لما فی الشامیۃ تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی قولہ) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ** ج ۱ ص ۵۹۰ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اڑھائی سو گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ - ایک گاؤں جو کہ تقریباً ۲۵۰ گھرانہ پر مشتمل ہے - اس گاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ تین اور چھوٹی مسجدیں بھی ہیں - جن میں سے ایک چھت دار اور دو کچی ہیں - ایک پرائمری سکول ہے - چھ پرچون کی دوکانیں ہیں - ایک درزی کی بھی دوکان ہے - گاؤں مذکورہ پختہ سڑک کے قریب ہے - اہل بستی کے علاوہ مختلف چاہات سے بھی چند آدمی نماز جمعہ میں شمولیت کرتے ہیں - کل تعداد حاضرین نماز جمعہ اوسطاً ۴۰ آدمی ہے - جامع مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام ہے - تقریباً بیس سال سے اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین ہوتی آرہی ہیں - آبادی تقریباً ۸۰۰/۹۰۰ ہے - لیکن کچھ آدمیوں کا کہنا ہے کہ نہ اس بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی نماز عید ہوسکتی ہے - لہٰذا عرض ہے کہ بروئے شریعت مسئلہ صحیح سے آگاہ فرمادیں -

«ج»

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ (شامی باب الجمعۃ ج ۱ ص ۵۹۰) - اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے - جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار اور دوکانیں ہوں - اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا - اور صورت مسئولہ میں اس بستی پر قصبہ اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی - پس اس بستی میں نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں - یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں - نماز جمعہ اس بستی میں مکروہ تحریمی ہے - ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پچیس افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک بستی میں بارہ گھر ہیں اور سات کنبے ہیں اور اہل قریہ پچیس افراد پر مشتمل ہیں - نمازی پانچ ہیں: کیا ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنا حنفی مذہب میں واجب ہے یا سنت ہے - یا جائز ہے اگر نماز جمعہ پڑھی جائے تو کیا جمعہ ادا ہوگا اور نماز ظہر تو دوبارہ نہیں پڑھنی پڑے گی - فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں کی عبارت لکھ کر فتویٰ عنایت فرمادیں - (۲) جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ تحقیقی جواب صادر فرمادیں -

«ج»

مذہب حنفیہ کا جو تمام کتب فقہ حنفیہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ جمعہ ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے - اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ بھی حکم شہر میں ہے - **کما فی الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ** - الخ

پس خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا - سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اس کی آبادی پچیس افراد پر مشتمل ہے قریہ کبیرہ نہیں یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں - یہاں لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس کے بعد کوئی اور دعا ماثور و منقول نہیں فقہاء نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے - **لا یقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنازۃ** فتاوی بزازیہ، ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں **و لا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ** - اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے دعا بعد الجنازہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُس آبادی کے اوصاف کہ جس میں جمعہ جائز ہے؟

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی میں جمعہ عند الاحناف جائز ہے یا نہیں - اور اگر جائز ہے تو کیا آبادی کی مقدار کوئی متعین ہے یا نہیں؟ کیا ایسی جگہ میں جہاں پہلے جمعہ نہیں ہوتا - اب جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں - حوالہ جات کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرماویں - بینوا توجروا -

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارہ میں یہ ہے- کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے- اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفا جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں- اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (شامی باب الجمعہ ج ا ص ۵۹۰) قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں- تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق (الی ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب -(شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس قریۂ صغیرہ میں جمعہ شروع کیا گیا علم ہونے پر کیا جمعہ بند کر دیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے جو قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اس کی تعریف آج کل کے عرف کے مطابق معلوم فرمادیں- کہ کس بستی میں جمعہ صحیح ہے- اور کس میں صحیح نہیں ہے-

(۲) کہ اگر کسی قریہ صغیرہ میں جمعہ کافی مدت سے پڑھا جاتا ہے- کیا اس کو اب ختم کرنا چاہیے اور وہاں نہ جانا چاہیے- شرعا کیا حکم ہے؟

(۳) یہ کہ کتنی دور سے جمعہ کی نماز کے لیے آنا ضروری ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عرفا جو بستی قریہ کبیرہ کہلائی جانے کی مستحق ہو- جس میں بازار دوکانیں وغیرہ ہوں- اور ضروریات مردمان وہاں ملتی ہوں- وہ بحکم مصر ہے- اور جمعہ وہاں درست ہے' شامی میں ہے- تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق (الی ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب- الخ- (شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)-

(۲) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عند الحنفیہ جمعہ درست نہیں- اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- اس کو ترک کرنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گناہ گار ہوتے ہیں- اور ظہر کی جماعت

کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے اور ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی- كما فی الشامی و فيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فی المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)

(۳) جب جمعہ گاؤں والوں پر فرض نہیں ہے تو ان کو جمعہ ادا کرنے کے لیے مصر میں جانا ضروری نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اسّی مربع اراضی، ۲۵۰۰ نفوس کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چک ۸۰ مربع اراضی پر مشتمل ہے- موجودہ مردم شماری کے حساب پر آبادی ۲۵۰۰ نفوس کی ہے- چند گھر غیر مسلم (عیسائیوں) کے ہیں- چھوٹی بڑی آٹھ دوکانیں پرچون کی ہیں- موت اور پیدائش کے وقت ضروریات کی اشیاء میسر ہو جاتی ہیں- آٹے کی چکی موجود ہے- چک میں بجلی کی سہولت ہے گھروں میں بجلی کے لٹو اور پنکھے لگے ہوئے ہیں- جامع مسجد ایک ہے- لوگ حنفی اعتقاد اور دیوبندی خیال کے ہیں- ایک مولوی نے آج سے چار سال پہلے جمعہ کی نماز جاری کر دی علاقہ کے بعض علماء نے جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا- خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی کے سجادہ نشین مولانا خان محمد صاحب نے بھی عدم جواز جمعہ کا ارشاد فرمایا- مگر حضرت مولانا فاضل بے بدل حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی جب الیکشن کے زمانہ میں چیچہ وطنی تشریف لائے تھے تو جمعہ کے جواز کا تحریری فتویٰ دے گئے- اور فرمایا جاری جمعہ کو نہ توڑا جائے- جمعہ جائز ہے اور ایسا ہی مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے نے جواب دیا ہے کہ جمعہ جائز ہے معلوم رہے جمعہ کی نماز چار سال سے جاری ہے- باہر سے آدمی آتا ہے جمعہ کی نماز پڑھا جاتا ہے- بعض جمعہ پڑھتے ہیں، بعض اس نظریے سے کہ یہ قریہ ہے اور احناف کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہیں ہو سکتا نماز نہیں پڑھتے- ناچاکی کی وجہ سے کوئی امام مستقل طور پر مقتدی ٹھہرنے نہیں دیتے اگر امام جمعہ کی نماز پڑھاوے تو جمعہ نہ پڑھنے والے ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے- بلکہ جماعت کی نماز کے بالمقابل الگ نماز شروع کر دیتے ہیں- اور اسی طرح اگر امام جمعہ کی نماز نہ پڑھائے تو جمعہ پڑھنے والے بعض افراد ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے یہ بھی جماعت کی موجودگی میں الگ ہی پڑھتے ہیں- اور مسجد چار سال سے برباد ہے- چک میں نمبردار، چیئرمین یونین کونسل بھی موجود ہے- چک سے شہر چیچہ وطنی پکی سڑک کا فاصلہ ۵ میل ہے- اب سوال یہ ہے کہ آیا جاری کردہ جمعہ توڑ دیا جائے یا جاری رکھا جائے؟

اب ایسی حالت (مذکورہ) کے ہوتے ہوئے جمعہ جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

نوٹ:- عیدین پچاس سال سے لوگ اس چک میں پڑھتے چلے آرہے ہیں - آٹے کی مشین کے علاوہ دو خراس ہیں - کپڑے کی دو دکان ہے - برف، سبزی عام بکتی ہے - مٹی کے برتن بنا کر باہر تک جا کر یہاں کے کمہار بیچتے ہیں -

﴿ج﴾

مدار جمعہ کے وجوب وعدم وجوب کا قریہ کا بڑا چھوٹا ہونا فقہاء نے لکھا ہے - اور قریہ کبیرہ وہ ہے جو مثل قصبہ کے ہو - آبادی اس کی تین چار ہزار ہو - اور بازار ہو اور ضروریات زندگی کی اشیاء میسر ہوں - وہاں جمعہ جائز ہے -

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے جمعہ کے عدم جواز اور حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے بہتر یہ ہے کہ کسی معتمد علیہ مفتی دیندار عالم کو چک میں لے جائیں اور وہ اس چک کے پورے حالات وضروریات کا جائزہ لے کر حکم شرعی صادر فرمادیں - اور چک والے شرعی حکم تسلیم کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کے ساتھ ایک ہی امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بظاہر عدم جواز کا رجحان ہے - والجواب صحیح

سو (۱۰۰) افراد پر مشتمل انہار کالونی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انہار کالونی جو کہ قصبہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے - اور جس کی آبادی تقریباً سو افراد پر مشتمل ہے کیا ایسی کالونی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نیز نماز جمعہ پڑھنے سے یہاں کے لوگوں سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اگر اس کالونی میں نماز جمعہ جائز نہیں تو اس کالونی میں جو کہ عرصہ چار سال سے نماز جمعہ جاری ہے جمعہ جاری رکھا جائے یا بند کر دینا ضروری ہے - واضح رہے کہ انہار کالونی کی آبادی مستقل نہیں بلکہ محکمہ انہار کے ملازمین پر مشتمل ہے - اور شہر کچا کھوہ کی ضروریات اس سے متعلق نہیں - بہرحال جو بھی صورت اختیار کرنی ضروری ہو تحریر فرمائیں -

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے - (و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر) (درمختار باب الجمعۃ) اور شامی میں نقل فرمایا ہے - کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے - کیونکہ وہ بھی مصر اور شہر کے حکم میں ہے - تقع فرضا فی القصبات

والقرى الكبيرة التي فيها اسواق - اسی طرح فناء مصر میں جمعہ جائز ہے - (و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر) - اوفناءه

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے - لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے - عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے - على ما في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح - (ردالمحتار باب الجمعۃ ج ۱ ص ۵۹۰) اور فناء مصر وہ جگہ ہے جو شہر کے متصل شہر کے مصالح مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ غرض ضروریات شہر کے لیے ہو - کما في الدر المختار (اوفنائه) (و هو ما) حوله (اتصل به) اولا (لاجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل و في الشامية ان بعض المحققين اهل الترجيح اطلق الفناء عن تقديره بمسافة - الى قوله - والتعريف احسن من التحرير ج ۱ ص ۵۹۱ (ایضاً باب الجمعۃ) اور درمختار وشامی میں یہ نقل کیا ہے - کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمیہ ہے - و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و ممبر و خطيب - الخ - والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهية النفل بالجماعة - نیز درمختار میں ہے - وصلوة العيد في القرى تكره تحريما و في الشامية و مثله الجمعة (شامی باب العیدین) - ص ۶۱۱ ج ۱

نیز چھوٹے قریہ میں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوتی - ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر (شامی باب الجمعۃ) -

پس صورت مسئولہ میں جس انہار کالونی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج ہیں کہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے - اور اس کی آبادی تقریباً ۱۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور شہر کی ضروریات کا اس سے کچھ تعلق نہیں - یہ نہ قریہ کبیرہ ہے اور نہ فنا مصر ہے - بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں اور چونکہ اس قریہ صغیرہ (انہار کالونی) میں جمعہ جائز نہیں اس لیے اس کو جاری رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ بند کر دینا ضروری ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فدوی چک نمبر ۲۲۳ جنوبی کا باشندہ ہے - اس چک کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے اور اٹھارہ بیس دوکانیں بھی ہیں - تقریباً ضروریات زندگی میسر ہو جاتی ہیں - اس چک میں پہلے سے ایک مسجد تھی جس میں

مہاجر لوکل سب ہی نماز پڑھتے رہے اور جمعۃ المبارک بھی پڑھتے رہے- کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمعہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ احتیاطی ظہر بھی پڑھتے ہیں تو اس کو ہمارے دلوں نے نہ مانا اس بنا پر ہم نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اپنی مسجد تیار کر لی اپنی مسجد میں عرصہ تین سال سے ہم نے خالص جمعہ پڑھنا شروع کر دیا جس میں کبھی بیس آدمیوں کی تعداد کبھی دس بارہ کی تعداد ہوتی رہی- اب بھی اوسط دس بارہ ہے- اب ایسا ہوا کہ ایک مولوی صاحب آئے انھوں نے جب دس آدمیوں کی تعداد دیکھی تو نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ ہی ہم کو پڑھنے دیا- انھوں نے فرمایا کہ کم از کم چالیس آدمیوں کی تعداد ہونی چاہیے کم آدمیوں میں جمعہ نہیں- اب ایک ماہ سے جمعہ بند ہے- ہم اس حالت میں جمعہ سے محروم ہیں شہر یا قصبہ چک ہذا سے آٹھ نو میل ہے- ہم اس شش و پنج میں ہیں کہ اب کیا کریں- آخر کار آپ کی خدمت میں مکمل تفصیل تحریر ہے- آپ برائے مہربانی بتا دیں کہ آیا جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے- قریہ صغیرہ میں واجب نہیں ہوتا اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے- کما صرح بہ الشامی- صورت مسئولہ میں اگر یہ چک عرفاً شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو- اور اس میں بازار و دوکانیں ہوں- اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں تو اس میں جمعہ صحیح ہے جہاں جمعہ جائز ہے وہاں احتیاط الظہر نہیں پڑھنا چاہیے- جہاں نماز جمعہ کی شرائط پائی جائیں وہاں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا نماز میں شریک ہونا ضروری ہے- جس شخص نے چالیس کا قول کیا ہے یہ صحیح نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے ساڑھے تین میل دور ایک ہزار کی ایک آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے شہر سے ساڑھے تین میل دور ہے تمام بستی میں ایک ہی جامع مسجد ہے جس میں بچے قرآن مجید اور دیگر دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اذان اور پانچ وقت با جماعت نماز ہوتی ہے بستی میں ایک پرائمری سکول ہے دو تین دوکانیں مستقل ہیں چونکہ وہ باڈر کا اور بارانی علاقہ ہے اگر بارشیں کثرت سے ہوں تو اناج اور دیگر اجناس کی وجہ سے دوکانیں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں کیا اس بستی میں عند الشرع جمعہ کی نماز با جماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے کہ اس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور یہاں دو تین دوکانیں ایک مسجد اور پرائمری سکول ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں نماز جمعہ و عیدین جائز نہیں- قال فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبۂ جمعہ و عیدین عربی میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ و عیدین میں اگر خطیب عربی خطبہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر ترجمہ اردو یا ہندی میں کرے تاکہ عربی سے نا آشنا مقتدیوں کو مسائل اور مضمون سمجھ آ جائیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں-؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

خطبہ تمام عربی میں ہونا سنت ہے- اور کچھ خطبہ عربی کا پڑھ کر پھر اردو وغیرہ میں ترجمہ کرنا یا اردو میں بطریق وعظ خطبہ کے اندر کچھ کہنا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے- سلف سے ایسا ثابت نہیں- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے مصفی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلاد عجم میں تشریف لے گئے مگر خطبہ سوائے عربی کے اور کسی زبان میں مخاطبین کے سمجھانے کے لیے نہیں پڑھا- پس صحابہ کا عملِ مستمر دلیل ہے اس کی کہ تمام خطبہ عربی میں ہونا چاہیے- کذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بستی کی طرف جانے کو شہر کی جانب جانا سمجھا جاتا ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

موضع کوٹ محل چند ۸ کی تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں جمعہ کی نماز کی اجازت ہے یا نہیں؟ جس کے کوائف یہ ہیں جس میں کئی سکول دینی درسگاہ بنک اور تقریباً ہر قسم کی کئی دوکانیں ہیں- اور اس کی طرف جانے سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ شہر جا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ-

﴿ج﴾

اگر موضع قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہے اور دوکانیں اور بازار اس میں ہیں- یعنی شہریت یہاں پائی جاتی ہے تو اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ڈیڑھ سو کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایسی بستی میں جہاں ضروریات زندگی مکمل طور پر میسر نہیں اور وہ بستی وھوا (بڑے مشہور شہر وھوا) سے دو میل کے فاصلے پر ہے- اور وہاں ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں ہوتی کیا ایسے مقام پر عید کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور وہاں پر کوئی خاص شہری صورت بھی نہیں بلکہ ایک ڈیڑھ سو آبادی کی بستی ہے- بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے وجوب اور اداء کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے لیے حکمِ حاکم کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

چہ میگویند علماء کرام ومفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ درعلاقہ بلوچستان وخاص درحدود ریاست قلات کہ یک کلاں موضع رئیت کہ قریباً بیس دیہہ یعنی قریہ بیک دیگر متصل اند مگر از زمانہ قدیم تا حال دریں علاقہ نماز جمعہ وعید بودہ است تمام اہلِ علاقہ از دیں نہایت غافل اند- وبے دینی روز بروز زیادہ میشود- از وعظ شنیدن نہایت تنفر اند ودر قریہ ہا یک مکدن شہریست کہ تقریباً یک ہزار نفری دران موجود اند بغیر ازیں دو علاقہ بقاعدہ پولیس ڈاکخانہ دکان وغیرہ ہمگی موجود اند- بنابراں بمطابق قول صاحب درمختار اذن الحاکم ببناء الجامع ص ۱۰۹ ج ا بعض بندگاں درخواست درحضور والی قلات برائے جمعہ نماز وعیدین پیش کردہ چنانچہ قلات خان معظم احمد ایاز خان حکم فرمود کہ درعلاقہ موصوف جمعہ نماز وعیدین قائم کنند چنانچہ مولی صاحبان بحکم حاکم عادل جمعہ نماز وعیدین شروع کردن گرفت- وبعضے مولوی صاحبان بمطابق لاجمعۃ ولاعیدالافی مصر عبارت را گرفتہ صراحتاً از حکم دراں انحراف کردہ ودر عام علاقہ ایں سخنے عام منتشر کردہ کہ جمعہ وعیدین جائز نیست چنانچہ قاضی قلات بمطابق حکم حاکم فتویٰ دادہ کہ جمعہ نماز عیدین خواندہ میشود- مگر بعضے ملا صاحبان نہایت ازیں حکم منکر اند بنابراں تحریری میشود کہ جمعہ وعیدین بمطابق عبارت درمختار میشود دریں علاقہ یا نہ-

﴿ج﴾

در مذہب امام ابوحنیفہؒ در قریٰ صغیرہ جمعہ جائز نیست ودر مصر قصبات وقریٰ کبیرہ جائز است وہو المعتمد کما ہو فی کتب الفقہ

پس در صورت مسئولہ اگر در کبیرہ بودن شک است لیکن بعد از حکم حاکم بلاشبہ دریں چنیں موضع جمعہ لازم است- وچون از پیش ہم روح جمعہ گزاردن است- پس بنابر استحباب حال آن را جاری دارند ترک نہ کنند- اگر بالیقین قریہ صغیرہ بووے پس حکم حاکم حنفی بر صریح خلاف مذہب نہ بودے- واللہ تعالیٰ اعلم-

تین صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ جاری رکھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کی آبادی تقریباً تین صد آدمی کی ہے- یہاں پر جمعہ تقریباً عرصہ ۵ سال سے شروع ہے- ہمارے ہاں ایک عالم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز بستیوں میں نہیں ہوتی- اس کے بارے میں فرمائیں یہاں پر امام ہم نے مقرر کیا ہے جمعہ کی نماز بند کر دیں یا جاری رکھیں اور عید کے بارے میں بھی فرمادیں- کہ وہاں پڑھنی چاہیے یا نہ پڑھیں-

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قصبات اور قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ فرض ہے اور ادا ہوتی ہے- اور یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے قریہ میں باتفاق علماء حنفیہ جمعہ نہیں ہوتا- بلکہ چھوٹے قریہ وبستی میں وہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب شامی باب الجمعۃ ج ا ص ۵۹۰- سوال میں جس بستی کا ذکر ہے- جس کی آبادی تین صد افراد پر مشتمل ہے قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- عیدین بھی جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سات سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ڈھوک فقیر داخلی بدھڑ جس کی آبادی تقریباً سات صد ہے- دو مسجدیں ہیں علیحدہ قبرستان بھی ہے اور صرف پانچ چھ پرچون کی دوکانیں اپنے اپنے گھروں میں بنی ہوئی ہیں- لوہار، ترکھان، موچی، حجام بھی ہے- یعنی اکثر ضروریات پوری ہو جاتی ہیں- خیال ہے کہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی رہے کیا ایسی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر پڑھا جائے تو ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اور پڑھنے سے گناہ ہوگا یا نہیں- بینوا تو جروا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی جس کے کچھ کوائف سوال میں درج ہیں- قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ (بستی) میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں- اور جمعہ ادا نہیں ہوگا- لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں-

و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی قوله) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (الی ان قال) لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار باب الجمعه ج ا ص ۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں- ائمہ اربعہ کا ان میں کوئی اختلاف ہے- نیز مذہب راجح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں کیا عمل رہا ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

فقہاء حنفیہ جمعہ کے بعد چار سنت مؤکدہ لکھتے ہیں اور بعض روایات میں چھ رکعات آئی ہیں ہذا بہتر اور احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعت پڑھیں ورنہ چار ضرور پڑھیں- و سن قبل الظهر والجمعة وبعدها اربع بتسليمة (شرح وقایه باب الوتر والنوافل ج ا ص ۲۰۰) و فی الدرالمحتار و سن مؤکدا اربع قبل الظهر و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها بتسلیمة و ذکر فی الاصل واربع قبل الجمعه واربع بعدها- الخ و ذکر الطحاوی عن ابی یوسف انه قال یصلی بعدها ستا الخ- ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین (بدائع الصنائع ج ا ص ۲۵۸)

تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول، سول ہسپتال وغیرہ جس بستی میں ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین حق اس مسئلہ میں کہ ایک ایسے مقام پر جہاں ماسیاتی شروط پائے جاتے ہیں- جمعہ کی نماز جاری کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں-

تحصیل مع سرکاری عملہ- مڈل سکول شفاخانہ حیوانات- سول ہسپتال' گندم پینے والی چکی- لوہار اور ستر دوکان جس میں اشیاء ضرورت سب میسر ہوسکتی ہیں- اور مزید فناء میں تین چار سو افراد بھی ایک میل یا ڈیڑھ میل کے اندر سے اس مقام پر جمع ہوسکتے ہیں- تو ایسے مقام پر جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

براہ کرم جواب مع حوالہ جات کتب فقہ حنفی اور مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق تحریر فرما کر ممنون فرماویں-

﴿ج﴾

سوال میں جس مقام کے بارے میں پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات بھی سوال میں درج ہیں- کہ تحصیل مع سرکاری عملہ' مڈل سکول شفاخانہ حیوانات' سول ہسپتال اور ستر کے قریب دوکانیں موجود ہیں- تو یہ مقام بظاہر قریہ کبیرہ معلوم ہوتا ہے- اور قریہ کبیرہ میں نماز جائز ہے- تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق -الخ (درالمختار باب الجمعۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغ کرنے، چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے چھوٹی بستی میں جمعہ کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ- ایک شخص نے بنیت تبلیغ ایک بستی میں تحریک جماعت بندی کی ہوئی ہے اور ارا کین جماعت پر مندرجہ ذیل قواعد رکھے ہوئے ہیں- (۱) ہر ماہ کا دوسرا خمیس بمقام فلان ہر ممبر نے شرکت کرنی ہوگی- (۲) ہر ممبر کو ایک روپیہ دینا ہوگا- (۳) ہر ممبر رائے پیش کرے تو اس کو اختیار ہوگا- (۴) کسی ماہ میں کوئی بیرونی مبلغ بلا کر جماعتی پیسوں سے خرچ کر کے جلسہ کرایا جائے گا- چنانچہ چند ماہ اس کارروائی پر گزر چکے ہیں- اب عرض یہ ہے کہ جو محرک جماعت ہے- وہ باہر سے آتا ہے اور جس بستی میں تحریک چلی ہوئی ہے- اسی بستی میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں- انھوں نے محرک جماعت کو کہا ہے- کہ بروز جمعہ مجلس شوریٰ قائم کی جائے- کیونکہ جمعہ کو اجتماع کافی ہوتا ہے- آمدنی میں اضافہ ہوگا-

محرک نے کہا ہے کہ میں پختہ حنفی المذھب ہوں حنفی مذھب میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے-البتہ وصولی چندہ میں اضافہ ہو جائے-تو حیلہ حسب ذیل کروں گا کہ امام جمعہ کے پیچھے بہ نیت دو رکعت نفل پڑھوں گا اور بعد کو چار فرض ادا کروں گا-اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ حنفی مذھب رکھنے والے کو اس طرح حیلہ ایسی مصلحت کے لیے جائز ہے یا نہ-مستفتی کی تشفی فرما کر اجر دارین حاصل کریں-یہ بھی معلوم ہو کہ بستی بھی چند مکانوں پر مشتمل ہے-بہت مکان بھی نہیں-

﴿ج﴾

جس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں جو لوگ نماز جمعہ دو رکعت ادا کرتے ہیں-نوافل شمار ہوتے ہیں اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے-لہٰذا آمدنی کے اضافہ کی غرض سے مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں- و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ج ا ص ٥٩٠ ردالمحتار باب الجمعة) -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں ایک امام مسجد ہے جو کہتا ہے جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطاً نماز ظہر پڑھ لینی چاہیے اس کی وضاحت فرمائیں اس کا کوئی شریعت میں ثبوت ہے اگر ہے تو کس کا قول ہے اور اب فتویٰ کیا ہے-بینوا وتوجروا-

﴿ج﴾

شہروں وغیرہ میں احتیاط الظہر صحیح نہیں ہے-اس لیے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں نماز ظہر با جماعت پڑھنی چاہیے-و فی البحر قد افتیت مرارا بعدم صلوتها (ای الاربع بنیة اخر من الظهر) خوف اعتقاد الجهلة بانها الفرض بحر الرائق ج٢ ص١٣٩ باب الجمعة)-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوگھر، پانچ سو چار افراد کی آبادی سے تین میل کی مسافت پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جو کہ ایک سو گھر پر مشتمل ہے اور افراد کی آبادی

اس میں پانچ سو چار (٥٠٤) ہے پانچ دوکانیں بھی ہیں گاہے بگاہے افسران کی بھی آمد رہتی ہے اور اس مذکورہ چک سے ایک قصبہ تین میل پر ہے-جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے آج کل تین چار میل پر جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی بھی نہیں جاتا ہے-چک مذکور کا پیش امام جمعہ پڑھنے جاتا تھا اب وہ بھی بیمار اور کمزور سا رہتا ہے-آج کل وہ بھی جمعہ وہاں جا کر پڑھنے سے قاصر ہے بوجہ سخت مجبوری ومعذوری کے اب لوگ بھی چک مذکور میں جمعہ جاری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور پیش امام کا بھی یہی خیال ہے کہ جمعہ یہاں پر جاری ہو جائے لہٰذا آپ فتویٰ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں کہ یہاں پر جمعہ جاری کیا جائے یا نہ اگر کیا جائے تو پیشی پڑھیں یا ١٤ رکعت پڑھیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں-

(نوٹ) دوسرا قصبہ قطب جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہاں پیش امام بمعہ مقتدی پکے بریلوی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ السلام علیکم یا رسول اللہ نہ پڑھا جائے تو کفر ہے-دوسرا قیام کرنا ضروری ہے ہمیشہ ہی دیوبند والوں پر گند ڈالتے ہیں جن کو ہم برداشت کرتے ہوئے وہاں نہیں جا سکتے ہیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ شرح وقایہ درمختار اور شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- الخ (ردالمحتار باب الجمعة) اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں-اور اس میں کراہت تحریمہ ہے وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر-(ایضًا) (ردالمحتار ص٥٩٠ ج١)

پس بنا بریں سوال میں جس چک کے بارے پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں یہ چک قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے نماز جمعہ پڑھنا یہاں جائز نہیں اور نہ یہاں کے رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے لہٰذا یہاں جمعہ ہرگز شروع نہ کریں کیونکہ جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اور جمعہ ایک نفل کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور نفل با جماعت پڑھنا مکروہ ہے اور پھر نفل کے لیے خطبہ اذان وغیرہ کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد الحاصل اس چک میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھ سو افراد پر مشتمل آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

(۱) چک نمبر ۱۹۳ ایم ایل کی آبادی تقریباً ۶۰ یا ۷۰ گھروں کی ہے تعداد افراد خورد وکلاں مرد وزن تقریباً ۷۰۰ یا ۸۰۰ ہیں- کیا اس چک میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اگر واجب نہیں تو کیا جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط الذمہ ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر کیا گیا ہے- یہ قریہ کبیرہ نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی- **صلوٰۃ الجمعة لا تصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر و لا تجوز فی القری**- (ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم- حضرت مفتی صاحب کے حکم سے یہ فتویٰ احقر نے لکھا ہے-

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

چودہ پندرہ گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

صورت مسئولہ یہ ہے کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چودہ پندرہ گھر کی ہے- اور وہ بھی غیر مستقل یعنی قلب مکانی کا امکان ہے- جس طرح عادۃً سردیوں کے موسم میں شہر میں رہا کرتے ہیں اور گرمیوں میں دیہات میں جس میں ایک دو دوکانیں بھی ہیں- جن سے چائے چینی کپڑا میسر ہو سکتا ہے- علاوہ ازیں معمولی چیزیں ہیں- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو اس گاؤں میں سے کچھ نہیں بن سکتا- البتہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلہ پر معمولی امراض کا علاج کرا سکتے ہیں- دیگر قوانین شرعیہ کے مطابق کوئی قاضی اور فیصلہ کرنے والا جو کہ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دلوا سکے بھی نہیں- البتہ ایک امام اور ایک مسجد شریف اداء صلوٰۃ کے لیے ہے- اگر گرد ونواح کے لوگ جمع ہو جائیں تو تقریباً بیس تیس آدمی حاضر ہو سکتے ہیں- آیا ایسا گاؤں جو کہ ان وصفوں سے موصوف ہو اس میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

نیز اگر اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اگر جمعہ اور سال کے اندر عیدین کو قائم نہ کیا جائے تو لوگ تبلیغ و تصحیح سے محروم رہیں گے- تو اس طریقہ سے نماز جمعہ اور عیدین ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ صدقۃ الفطر کے متعلق بھی واضح کر دیں کہ کتنی مقدار ادا کرنا ہے- آج کل کے انگریزی سیروں سے-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ وشرح وقایہ و درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے- کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے- (ردالمحتار باب الجمعہ ج ا ص ۵۹۰) میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- الخ**

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- **فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (ردالمحتار باب الجمعة ج** ا ص ۵۹۰) شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہۃ تحریمہ ہے- اور جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹے ہونے کے عند الحنفیہ جمعہ درست نہیں- اس میں کسی خیال سے مثلاً تبلیغ و تصحیح کے ارادہ سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے-

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں- اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے- اور نماز ظہر بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی-

وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب- الخ والظاهر انه ارید به الکراهة- لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری - لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰)

پس صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا ہے اس گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں ہے یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقۃ الفطر کے بارے میں احتیاط اسی میں ہے کہ اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر گندم ایک صدقۃ الفطر میں نکالے جائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دس بارہ افراد کی آبادی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ صوبہ بلوچستان کے بعض علاقوں میں قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے- مثلاً ایک

جگہ جو کہ بنام سفید معروف ہے- جس میں پورے سال بھر میں رہنے والوں کی تعداد دس بارہ آدمیوں کی ہوگی- نیز سال بھر مقیم گھر زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس ہوں گے- اور اس میں ایک معمولی سی دوکان بھی ہے جس سے تیل گڑ چائے کبھی کبھی میسر ہوسکتی ہے- نیز ایک عالم دین بھی ہے جو کہ اکثر مسائل فقہ سے استفتاء کرتا ہے- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہوتو چالیس پچاس میل کے فاصلے پر ایک معمولی ساڈاکٹر ہے جو علاج ناقص کرسکتا ہے-

مذکورہ بالا (موضع سفید) کیا عندالشرع مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یا صغیرہ ان مراتب اربعہ میں سے کون سا مرتبہ اس کو حاصل ہے- یا دیہات شمار کیا جاتا ہے-

(۲) کیا عندالاحناف اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بالفرض جو کوئی ایسی جگہ ہو کہ جس میں شرائط جمعہ عندالاحناف مفقود ہوں کیا احناف ہوتے ہوئے مذہب شوافع پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) نیز عدم جواز کے باوجود تبلیغ ونصیحت کے لیے جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے؟

(۵) نیز اس سے بھی مطلع فرمادیں کہ جواز جمعہ کے لیے کتنی آبادی چاہیے- مذکورہ سوالات کے جوابات مفصل فرمادیں- نیز لکیر کشیدہ نمبروں کے تحت کیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ علیحدہ بادلائل تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں جس جگہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام (سفید) ہے اور اس کی آبادی دس بارہ آدمیوں پر مشتمل ہے- یقیناً قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) ہے-

(۲) عندالاحناف اس قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں- قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة - (ردالمحتار باب الجمعۃ ج۱ص۵۹۰)

(۳) حنفیہ کو اس صورت میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے- کیونکہ حنفیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کی جائز نہیں- بلکہ درمختار وشامی میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- صلوة العید فی القری تکره تحریما (درمختار) و مثله الجمعة (ردالمحتار باب العیدین ج۱ص۶۱۱)

(۴) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر

ہے و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر - (ردالمحتار باب الجمعۃ ج۱ص۵۹۰) وعظ ونصیحت کے لیے وقتاً فوقتاً جمعہ کے دن یا کسی اور دن اجتماع کر کے لوگوں کو مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے اس مقصد کے لیے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنا ظہر با جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں-

(۵) جواز جمعہ کے لیے شرعاً کوئی آبادی متعین نہیں- جواز جمعہ کے لیے مصر قصبہ اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو- اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ مصر ہے- عن ابی حنیفة کل بلدة فیها سکک و اسواق و وال ینصف المظلوم من ظالمه ای یقدر علی انصافه و عالم یرجع الیه فی الحوادث کذا فی النهایة (تعلیق اثار السنن ج ۲ ص ۸۵) و فی الکوکب الدری ج ۱ ص ۱۹۹ و لیس هذا کله تحدیدا له بل اشارة الی تعیینه و تقریب له الی الاذهان و حاصله ادارة الامر علی رای اهل کل زمان فی عدهم المعمورة مصرا فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فیه و مالیس بمصر لم یجز فیه الا ان یکون فناء المصر - الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چھ سات گھروں کی آبادی والی جگہ پر جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء احناف اندریں مسئلہ کہ نماز جمعہ بجائیکہ شش و ہفت خانہ معمور اند و دراں عمارات مسجدے نیز تعمیر است و مقرر بہر نماز نمازی چار پنج میباشد و ہمیں جماعت بموسم گرما اند و اما بموسم سرما شش ماہ ہمیں مقتدیان نقل مکانی کردہ بقطعہ دیگر زمین میروند و اندریں شش ماہ بغیر از امام مسجد دیگر کسی نیست کہ نماز وقتی بجماعت ادا کردہ آید و در اولین شش از گردو نواح دہ دوازدہ مردم نیز بنماز جمعہ جمع شوند آیا ایں جائز است یا نہ؟ بینوا بالبرھان وتوجروا من الرحمٰن-

﴿ج﴾

در قریہ صغیرہ بمذہب امام ابوحنیفہؒ اقامت جمعہ درست نیست و در قریہ کبیرہ کہ اسواق وکوچہا دراں باشند جمعہ ادا می شود کما صرح بہ الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ج۱ص۵۹۰- الخ- و در تعریف شہر وقریہ حاجت بیان ندارد آنچہ عرفاً آں را شہر دانند شہر است- و آنچہ آن را قریہ دانند قریہ است اما ایں قدر ہست کہ قصبہ وقریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد و اقامت جمعہ دراں جائز است- پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ در قریہ مسئول عنہا روا نیست و بر اہالیان ایں قریہ نماز ظہر با جماعت واجب است- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شہر ترمن واقع ڈیرہ غازی خان جس کی آبادی تقریباً چار صد مکانات پر مشتمل ہوگی- اس میں گیارہ بارہ سال سے جمعہ شروع ہے- ایک دو سال قبل جب اس مسئلے کے متعلق تحقیق کی گئی- تو بعض علماء نے یہ فرمایا کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں ترک جمعہ کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے- اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شہر میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو لوگوں کی نمازیں تباہ ہو رہی ہیں- ترک جمعہ کا فتویٰ ضروری ہوگا- تو کیا جمعہ کا کسی جگہ چند سالوں تک پڑھا جانا دلیل جواز ابدی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ دلیل جواز جمعہ پر صحیح ہے کہ جس شہر کے عاقل بالغ اس شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں وہاں جمعہ درست ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہاں جمعہ واجب اور ادا ہوتا ہے- البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا- اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے- **صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما (درمختار) و مثلہ الجمعۃ** (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۱) پس اگر یہ جگہ جس میں جمعہ ہو رہا ہے- قصبہ یا بڑا قریہ ہے تو جمعہ اس میں واجب اور صحیح ہے اور اگر وہ چھوٹا گاؤں ہے تو بے شک جمعہ پڑھنا وہاں مکروہ تحریمی ہے- توڑنا جمعہ کا ضروری ہے جہاں شرائط صحت جمعہ موجود نہ ہوں صرف چند سال تک وہاں جمعہ پڑھا جانا دلیل جواز نہیں- اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- **لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر** (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بائیس سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی کل آبادی بائیس سو ہو پانچ مساجد ہیں جو آباد ہیں چھٹی مسجد زیر تعمیر ہے ایک پرائمری سکول ہے تین دینی درسگاہیں ہیں جو اٹھارہ سال سے شروع ہیں- تقریباً تیس دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں اس کے علاوہ باقی فنون کی دوکانیں بہت ہیں- جیسے جولاھے کی دوکان موچیوں کی دوکان لوہار کی دوکان نائیوں کی دوکان وغیرہ اکثر ضرورتیں شہر کی اسی شہر میں پوری ہو جاتی ہیں- باہر کے آنے والے اس کو شہر بولتے ہیں- شہر کی سب سے بڑی مسجد میں مکین نہیں سما سکتے بلکہ یقینی طور پر اگر آ جائیں تو پانچوں میں نہیں سما سکتے- دو ممبر ایک نمبردار اور ایک چوکیدار ہے- ڈاک خانہ مستقل تو نہیں ہے- لیکن لیٹر بکس لگا ہوا ہے اعلیٰ قسم کے پختہ مکان اور محل بنے ہوئے ہیں- چار سڑکیں پکی سرکاری ہیں اس کے علاوہ شہر میں ٹیڑی سڑکیں تو بہت ہیں جیسے ہوتی ہیں- تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا ہے- اس

بستی مذکورہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کہروڑ پکا والے ایک شادی کے موقع پر تشریف لائے تھے انھوں نے جمعہ پڑھایا تھا نیز یہ فرمایا کہ یہ قریہ جامعہ معلوم ہوتا ہے- اس بستی مذکورہ میں تقریباً ۱۰ سال سے جمعہ شروع ہے اس مذکورہ بستی میں جمعہ برقرار رکھا جائے یا بند کر دیا جائے- جائز ہے یا نہ؟ ازروئے شرع جواب دیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے- اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب وادا ہوتا ہے اور عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے- اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے- فی ردالمحتار **باب الجمعۃ تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق** -الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ج ۱ ص ۵۹۰

قریہ مذکورہ فی السوال میں جمعہ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کسی ذی رائے تجربہ کار عالم باعمل کو بلائیں اور وہ اس قریہ میں صحت جمعہ کے شروط وغیرہ کا جائزہ لے کر حکم صادر فرما دیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سولہ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی سولہ سو افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دوکانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں- گاؤں کی غالب اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں- اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں- مڈل سکول- دینی مدرسہ حفظ و ناظرہ' آٹا پیسنے' چاول نکالنے' کپاس بیلنے- روئی بیلنے کی مشینیں ہوں- گھروں میں اور مسجد میں نلکی وغیرہ کا انتظام ہو- اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو- کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ و شرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے- اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے- اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائی جاتی ہیں۔یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس چالیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے جس میں ایک پرائمری سکول ہے اس کے علاوہ اس چک میں کوئی ہسپتال ڈاک خانہ و بازار وغیرہ ضروریات زندگی بالکل ناپید ہیں لیکن اس چک میں کافی عرصہ سے جمعہ شروع ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو اس بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں نیز کیا احتیاطی پڑھنے کی صورت میں جمعہ کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔جمعہ کے بارے میں اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ وشرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ و وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع الخ (ہدایہ) اور شامی نے نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں بھی جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر میں ہے۔تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الخ۔ج ۱ ص ۵۹۰ (ردالمحتار) اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہتہ تحریمہ ہے۔و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه

او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس چک کے بارے سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے وغیرہ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چک مصر یا قصبہ شرعاً نہیں ہے اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ اس چک کے لوگ ظہر کی نماز باجماعت ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوگی اور جبکہ اپنے مذہب کے موافق جمعہ فی القریٰ مثلاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ روایت والظاهر انه ارید به الکراهة۔ج ۱ ص ۵۹۰ الخ میں مذکور ہے تو احتیاط الظہر مع ادائے جمعہ اس کی مکافات کب کر سکتی ہے وہاں تو ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیے اور جمعہ کو ترک کرنا چاہیے ورنہ ارتکاب مکروہ تحریمی کا لازم آئے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

چہ فرمایند علماء کرام کہ در شہر جیبری از عرصہ بعید نماز جمعہ کردہ بودند و بلکہ دریں دیار بلوچستان در قریہ قریہ نماز جمعہ خواندہ میشود در قریہ جیبری بمطابق شروط احناف حدود شرعی یافتہ نمیشود البتہ یک کلاں (قریہ ست کہ مردم) شماری شان تقریباً خورد و کلاں بیک ہزار یا قدرے کم میشود و در آنجا بعضے فیصلہا بذریعہ قاضی صاحب پڑویٹی و قوم سردار صاحب ہم میشوند فی الوقت یک مولانا صاحب از خواندن جمعہ نماز منع فرمودہ است کہ دریں جا شروط جمعہ عندالاحناف موجود نیستند بعضے حضرات فتویٰ بر قول شاہ ولی اللہ صاحب دادہ کہ خواہان جمعہ کردہ اند و در جمعہ نماز مندرجہ ذیل مفاد اند کہ قرآن و احادیث ہفتہ واری شنوند و ہمراہ بیک دیگر الفت می کنند و از رسوم ہائے بد پرہیز می کنند و از حقیقت اسلام واقف میشوند بنا بر اں التماس است کہ دریں جا مسئلہ معلوم بسازید تا کہ تسلی باشد۔

﴿ج﴾

بعد باتفاق حنفیہ در مصر یا در قریہ کبیرہ کہ اسواق و کوچہ ہا دران باشند ادا می شود و در قریہ صغیرہ جائز نیست کما صرح به الشامی نقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها۔(الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) حقیقت تعریف شہر و قریہ حاجت بیان ندارد۔آنچہ عرفاً آنرا شہر نامند شہر است آنرا قریہ دانند قریہ است اما این قدر ہست کہ قصبہ و قریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد و اقامت جمعہ در اں جائز است اگر سلطان یا نائب سلطان نباشد در امصار جمعہ واجب کما صرح به الشامی دراں جا مسلمین امام معین و مقرر سازند

این ہم کافی است۔

پس اگر قریہ مسئول عنھا بازار و کوچہا میدارد پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ واعیاد آنجا بوجود شرائط دیگر بلاشبہ رواست والا لا۔ و برائے آن مصالح کہ در سوال ذکر کردہ ارتکاب کردن فعل مکروہ وترک کردن ظہر با جماعت روانیست صلوة العيد في القرى تكره تحريما۔ (درمختار) و مثله الجمعه (ردالمحتار باب العیدین ج ا ص ۶۱۱)

کیا عیدگاہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہر کی عیدگاہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

شہر کی عیدگاہ میں بلاشبہ نماز جمعہ صحیح اور درست ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ **لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر (و مکتوب تحت هذا السطر) نحو مصلى العيد** (ہدایہ ج ا ص ۱۵۰) یعنی جمعہ شہر یا ایسی جگہ بھی ہوسکتا ہے جو شہر کے مصالح کے لیے بنائی گئی ہو۔ جیسا کہ عیدگاہ اور اس کے علاوہ قبرستان و چھاؤنی الخ۔ للہذا عیدگاہ میں نماز جمعہ بلا کسی تردد کے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گردونواح سمیت دو ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع سجان پور کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ جس میں سات دوکانیں کریانہ ایک چکی آٹا پیسنے والی اور گردونواح کی آبادی بھی تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جمعہ کے دن پڑھنے والوں کی اکثریت قریباً ۱۰۰ افراد ہوتے ہیں اور آگے پیچھے نماز میں زیادہ آدمی نہیں ہوتے۔ اس مسجد میں کچھ آدمی جمعہ نہیں پڑھتے اور کچھ پڑھتے ہیں۔ آیا یہاں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ جہاں آبادی زیادہ ہو بازار ہو اور اطراف کے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں آتے ہوں عرفاً قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو۔ اور قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جہاں سات دوکانیں ہیں۔ ہسپتال ڈاک خانہ وغیرہ بھی اس موضع میں ہیں۔ یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز

جمعہ جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ جہاں جمعہ کے شروط نہیں پائے جاتے وہاں شروع کرنے سے جائز نہیں ہوتا۔ کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ جمعہ کے شروط میں سے شروع کرنا بھی ہے۔ بہرحال عندالاحناف یہاں جمعہ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس گاؤں کی مسلم وغیر مسلم آبادی اڑھائی ہزار ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور جس کی کل آبادی اس وقت دو ہزار پانچ سو اکاون ہے۔ جس میں مسلم وغیر مسلم صغیر وکبیر سبھی شامل ہیں۔ نو دس دوکانیں متفرق طور پر ہیں دو پرائمری سکول چیئرمین کا دفتر اور ایک ڈاکٹر کی دوکان ہے۔ اس گاؤں میں عندالاحناف نماز عیدین و جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جس گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں اس گاؤں کے لوگ نہ سما سکیں۔ اس میں جمعہ جائز ہے جبکہ چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس مولوی صاحب کا یہ قول درست ہے۔ تو حنفیوں اور غیر مقلدوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر گاؤں میں کوئی بڑی مسجد ہوتی ہے۔ جس میں گاؤں کے لوگ نہیں آ سکتے۔ اس چک میں دو مسجدیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی مسجد ہے۔ آیا ان شرائط کے ہوتے ہوئے چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور میں جمعہ وعیدین عندالاحناف جائز ہے یا نہیں؟

اگر عندالاحناف جمعہ وعیدین اس گاؤں میں پڑھنا ناجائز ہو اور پھر بھی کچھ لوگ جمعہ وعیدین پڑھیں اور جمعہ پڑھنے کا فتویٰ دیں۔ وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ جمعہ کی نماز نیز عیدین کی نماز فقہاء احناف کے نزدیک مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ میں جائز ہوتی ہے۔ چک و دیہات میں جمعہ اور عید کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ ۲۵۵۱ معمولی سی آبادی ہے۔ اتنی آبادی کی بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ مصر (شہر) کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔

ایک تعریف یہ ہے کہ ایسی آبادی کو مصر کہتے ہیں جس میں حکومت کی طرف سے والی (امیر) ہو۔ اور محکمہ قضاء کا قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض نے یہ کی ہے کہ اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں وغیرہ وغیرہ۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ اس میں متعدد مساجد ہوں اور سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے وہ عاقل بالغ مرد جن

پر جمعہ واجب ہوتا ہے مسجد کے اندر اور بیرون مسجد صحن سمیت میں نہ سما سکیں- اور چک نمبر ۵۵ ہذا میں تو صرف دو ہی مسجدیں ہیں- ویسے یہ سب تعریفیں حقیقی نہیں ہیں- بلکہ یہ سب شہر کی امارات وعلامات ہیں- حقیقۃً شہر وہی ہوتا ہے- جس کو عام لوگ شہر کہیں- اس کو گاؤں دیہات چک وغیرہ ناموں سے یاد نہ کریں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اس کو بھی اس شمار میں ذکر کیا جائے اور واضح ہے کہ چک نمبر ۵۵ کی حیثیت اس جیسی نہیں ہے- لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- اور نہ عیدین کی نماز جائز ہوگی- یہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے دن ظہر کے وقت چار رکعتیں فرض ادا کرنی ضروری ہیں اور ان کو جماعت سے ادا کرنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے- لہٰذا جمعہ کی نماز چک ہذا میں پڑھنی جائز نہیں ہے- ویسے امام ابو یوسف صاحبؒ سے شہر کی امارات میں باعتبار آبادی کے دس ہزار کی روایت آئی ہے- و قال فی الهداية لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت کونسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اول وقت میں افضل ہے- یا آخر میں جمعہ کا صحیح وقت کونسا ہے- پہلا یا آخری؟ اس مسئلہ میں تفصیل سے روشنی ڈال کر شکریہ کا موقع دیں-

﴿ج﴾

جمعہ میں تعجیل یعنی اول وقت میں پڑھنا مستحب اور بہتر ہے- آج کل تقریباً ساڑھے بارہ بجے زوال آفتاب ہوتا ہے- تو ایک بجے یا ڈیڑھ بجے تک نماز جمعہ ادا کر لینی چاہیے- زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زوال کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا تھا- اور یہی مستحسن ہے- عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس رواه البخاری (مشکوة ص ۱۲۳) شامی میں ہے لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لایسن لها الابراد- ج ۱ ص ۲۷ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سو بیس گھرانوں پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں کیا اس میں شرعاً جمعہ

وعیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جبکہ تقریباً پینتیس سال سے یہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دلیل امام ابو یوسف کی یہ روایت کہ انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم يسعهم- جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے پیش کرتے ہیں-

(۱) اس گاؤں کی کل آبادی ۱۲۰ گھرانوں پر مشتمل ہے- (۲) ساتھ ہی چند دیہات قریب قریب میں جو کہ مندرجہ بالا گاؤں سے تقریباً کم وبیش میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ اپنے نام ہیں- (۳) اسی گاؤں میں چار مسجدیں اور چھ دوکانیں بصورت بازار نہیں بلکہ اپنے گھروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہیں- نیز اس گاؤں میں ایک آٹا پیسنے کی مشین اور ایک پرائمری سکول موجود ہے- باقی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے صرف ایک ترکھان موجود ہے باقی کاریگر لوہار، سنار، موچی وغیرہ موجود نہیں ہیں-

امید ہے کہ مندرجہ بالا شرائط مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مسئلہ شرعی سے باخبر کیا جائے گا-

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے- اس میں اقامتِ جمعہ درست نہیں لہٰذا یہ لوگ ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس میں ایک جامع مسجد ہے اور اس میں پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے- اور گاؤں کی آبادی تقریباً ہزار آدمیوں پر مشتمل ہے-

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- جس کی آبادی تین چار ہزار کے قریب ہو اور ضروریات کی تمام اشیاء وہاں میسر ہوں لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے- یہ قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

سات سو افراد پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی سات سو افراد کے قریب ہے- اور شہر کی کمیٹی حدود سے صرف دو فرلانگ دور ہے- اور اگر سیلاب کا علاقہ نہ ہوتا تو کبھی کی یہ آبادی شہر میں شامل ہو چکی ہوتی- کیا یہ آبادی شہر سے ملحق قرار دی جاسکتی ہے- اور اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز- مزید برآں مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت کثیر تعداد کے ساتھ ہوتی ہے- مذکورہ بستی میں تین مساجد ہیں- ان میں غیر مقلدین کا جمعہ ہوتا ہے-

﴿ج﴾

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں- بلکہ اعتبار فناء مصر کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر کے لیے ہے یا نہیں- اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم مستقل ہے یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے- جمعہ واجب وادا ہوگا- ورنہ نہیں- **قال فی الشامی والتعریف احسن من التحدید**- الخ ج ا ص ۵۹۱

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ بستی مستقل نام سے مشہور ہے- اور کمیٹی کی حدود سے باہر ہے شہری قوانین کا اس بستی پر اطلاق نہیں ہوتا اور شہر کی اغراض کے لیے نہیں ہے تو فنا مصر نہیں ہے- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ و عیدین یہاں درست نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

پانچ ہزار کی آبادی والے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تین صد آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو پچاس گھرانوں اڑھائی تین صد افراد کی آبادی پر مشتمل ہے- گاؤں مذکور سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ٹبہ سلطان پور نامی قصبہ جو تقریباً ایک ہزار گھرانوں اور چار پانچ ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے- واقع ہے قصبہ مذکور میں باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے-

اب سوال یہ ہے کہ دیہہ مذکور میں جو نماز ادا کی جاتی ہے واقعی جائز ہے یا نہیں- واضح ہو کہ کسی جمعہ کی نماز میں تیس سے زائد افراد شریک نماز نہیں ہوتے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- نماز جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا قصبہ کبیرہ ہونا ضروری ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی- وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے روز اپنے گاؤں میں ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں- اور ظہر کی جماعت واجب ہے- دو رکعت ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے فرض وقتی ساقط نہیں ہوتا- بلکہ یہ دو رکعت نفل ہی شمار ہوں گی- اور نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بالتداعی مکروہ ہے- اس لیے دیہات میں جمعہ ادا نہ کیا جائے- اور ظہر کی نماز باقاعدہ باجماعت ادا کی جائے- اڑھائی تین صد کی آبادی والی بستی دیہات ہی ہے- اور اس میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے- **لا جمعة و لا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال**- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ گاہ میں جمعہ و نماز پنجگانہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جنازہ گاہ جو کہ وسط شہر میں ہے اور قابل آبادی ہے- اس کے ساتھ محلہ جات موجود ہیں اس میں نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہ قائم کیے جاسکتے ہیں- اگر کراہت ہے تو کس حد تک ہے؟

﴿ج﴾

قبرستان کی زمین میں مسجد بنانا درست نہیں- اگر جنازہ گاہ اس میں تعمیر شدہ ہے اور نمازیوں کے سامنے قبریں نہیں ہیں تو اس میں پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ پڑھنا جائز ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنا

قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والے کا نماز جمعہ میں امام بننا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جیل میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والا شخص جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

جیل کا دروازہ بسبب عادت مستمرہ کے بند رہتا ہے اور حکومت کی طرف سے جیل کے اندر رہنے والوں کو پڑھنے کی اجازت

ہے اوراس میں قیدی وغیر قیدی سب کی شرکت جائز ہے- نیز امام قیدی ہو یا غیر قیدی ہر حال میں جمعہ جائز ہے- درمختار و شامی میں ہے- قال فی شرح التنویر فی شروط صحة الجمعة (و)السابع (الاذن العام) (الی قوله) فلا یضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی و فی الشامية تحت (قوله او قصره) قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کان لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل فتامل

(رد المحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۶۰۱)

دیندار مسائل سے واقف شخص کو امام بنایا جائے اگر ایسا شخص نہ ملے اور قتل کے جرم میں ماخوذ قیدی توبہ تائب ہو جائے اور مسائل جانتا ہو تو اس کی امامت بھی درست ہے- فقط   اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کے لیے رہائی کی بہتر صورت پیدا فرمائے- آمین-

سات سو آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم کہ جس سے ایک میل کے فاصلہ پر سات ہزار کی آبادی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کہان ایک بستی ہے- جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے- اس کی چار دیواری کے اندر تقریباً چھ سات سو کی آبادی ہے- اوراس کے آس پاس ایک میل سے چار میل تک جو آبادیاں ہیں وہ تقریباً چھ سات ہزار کی ہیں- اور وہاں پر تقریباً اٹھارہ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز جاری ہے- تو کیا اس کہان بستی میں از روئے شرع جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے- قریہ کبیرہ جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار ہو اور ضروریات زندگی تمام میسر ہوں- مصر کے حکم میں ہے- سوال میں جس بستی کہان کا ذکر ہے- جس کی آبادی چھ سات سو ہے- قریہ صغیرہ ہے- اور یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- آس پاس کی آبادی جبکہ مستقل نام کے ساتھ موسوم ہے اور درمیان میں فاصلہ ہے- عرف میں ایک قریہ شمار نہیں کیا جاتا- تو یہ متعدد بستیاں کہان کے ساتھ مل کر ایک قریہ شمار نہ ہوں گی- اور نہ فناء کہان میں داخل ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شہر میں کئی مقام پر جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو کہ ملتان شہر کی حدود میں واقع ہے- اور جس کے اردگرد کافی آبادی ہے میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے- لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جمعہ جائز نہیں ہے-

﴿ج﴾

حنفیہ کا صحیح ومفتی بہ مذہب یہ ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ صحیح ہے- کما فی الدر المختار و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب و علیه الفتوی - پس اگر قریب مسجد کے نمازیوں کو کم کرنا- اور پہلی مسجد کو غیر آباد کرنا مقصود نہ ہو- تو اس مسجد میں جمعہ شروع کرنا درست ہے- اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جمعہ اول وقت میں پڑھا جائے- حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل مستحب ہے- اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل ہی ثابت ہوتی ہے- پس زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذان جمعہ ہونی چاہیے- پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہیے- مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جائیں- یا کسی قدر کم وبیش ہو- قال فی ردالمحتار لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد و قال الجمهور لیس بمشروع لانها تقام بجمع عظیم فتاخیره مفض الی الحرج- (شامی ج ۱ ص ۲۷۰)

بہر حال جمعہ اس مسجد میں جائز ہے- البتہ بہتر یہ ہے- کہ بڑی جامع مسجد میں جمعہ کا اہتمام کیا جائے- اور ہر ہر مسجد میں الگ الگ جمعہ شروع نہ کیا جاوے- فقط واللہ اعلم

چار سو گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں تقریباً چار سو گھر اور اردگرد سے ملا کر تقریباً سولہ سو کی آبادی ہو جاتی ہے- اور اس بستی مذکورہ میں بارہ دوکانیں بھی موجود ہیں- اور دو بڑی بڑی مسجدیں ہیں- تو کیا ایسی بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے-؟

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں- اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے- حدیث شریف میں ہے- لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع- و فی الشامية و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

ایک ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شہر ہے- اس میں مردم شماری کے مطابق آبادی ایک ہزار کی ہے ایک چھوٹا سا بازار ہے- جس میں چالیس دوکانیں ہیں- کپڑے پرچون کی اور ضروریات کی اشیاء مہیا ہیں- پرائمری سکول سرکاری تھا جس میں سرکاری سوار لیویز رہتے ہیں- مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- مقتدیوں کی تعداد پچاس یا ساٹھ ہے- مذکورہ صفتوں والے شہر کے گردونواح میں چھوٹی چھوٹی سی بستیاں بھی ہیں- جن میں بسنے والے اسی شہر میں اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے ہیں- ڈیلر سے پوچھا گیا وہ تقریباً چار ہزار مردم کل جو کہ اس شہر سے چینی لیتے ہیں بتاتا ہے- اب عرض یہ ہے کہ اس شہر میں جمعۃ المبارک وعیدین شروع کیے جائیں یا نہ؟ اس میں امام اعظمؒ کا مذہب کیا ہے؟ **بینوا بحوالة الواضحة توجروا فی الدارین-**

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے- اس میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کو پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے آنے سے روکنا کیا اذنِ عام کے خلاف ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دوسرے کو مسجد میں آنے سے جمعہ اور پانچوں نمازوں کے لیے منع کیا- اور یہ محض ذاتیات کی بناپر ہوا کیا یہ اذن عام کے خلاف ہے یا نہ؟ اور اس مسجد میں ازروئے شرع جمعہ شریف جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- یہ اذن عام کے منافی نہیں ہے اور اس مسجد میں شرعاً جمعہ شریف جائز ہوگا- اگرچہ کسی شخص کو ذاتی عداوت کی بناء پر مسجد سے روکنا بڑا گناہ ہے- **لقوله تعالى و ان المساجد لله- الاية- و قال تعالى و من اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها- الاية-** ایک آدمی کو مسجد میں آنے سے روکنا اذن عام کے منافی نہیں ہے- کیونکہ اس صورت میں تو سب لوگوں کو یہاں پڑھنے کی اجازت ہے سوائے ایک شخص معین کے لہٰذا اس سے اذن عام کی شرط مفقود نہیں ہو جاتی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساٹھ گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے کیا کیا شرائط ہیں اور کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ جائز ہے جس کی آبادی تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور وہاں تحصیل وتھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے- (نوٹ) نیز بعض دیہاتوں میں جمعہ کے بغیر چار رکعت فرض بھی احتیاطی پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مذہب حنفیہ کی تمام کتب میں مذکور ہے جمعہ کے ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ جس میں دوچار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہ بھی حکم شہر میں ہے- **كما قال فى الشامية و تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة-** ج١ ٥٩٠ خلاصہ یہ کہ بڑے قریہ اور قصبہ اور شہر یا متعلقات شہر میں جمعہ پڑھنا چاہیے چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا اور سوال میں جس قریہ کا ذکر ہے وہ قریہ صغیرہ ہے جس میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں وہاں ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے- جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک وسیع مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر یا گاؤں میں ایک جامع مسجد میں عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا ہوتی ہے- اب محلہ والوں نے دوسری مسجد بنائی ہے- تاکہ اس میں نماز جمعہ ادا کریں- حالانکہ پہلی مسجد وسیع اور کافی ہے- تو کیا اس دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوگا یا نہ؟

﴿ج﴾

اگر یہ گاؤں اس طرح کا ہے کہ اس میں اقامت جمعہ درست ہے تو پھر دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ درست ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً پانچ صد کی ہے اس کے قرب و جوار میں دیگر بستیاں دو دو تین تین میل پر چار پانچ موجود ہیں اس قصبہ میں چار دو کانیں بھی ہیں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں مل سکتی ہیں۔گلی کوچے وغیرہ بھی ہیں۔یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ وعیدین شروع کر دی جائیں اور ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے تبلیغ احادیث نبوی بھی لوگوں کو دیندار بنانے کے لیے شروع کرا دی جائے۔کیا از روئے شریعت یہاں نماز جمعہ اور سلسلہ تبلیغ درست ہے۔

﴿ج﴾

پانچ صد کی آبادی کی بستی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ہے۔اس لیے مسئولہ صورت میں جمعہ نہ پڑھا جائے۔تبلیغ مستحسن اور لازمی امر ہے اسے ضرور جاری کر دیا جائے۔لیکن اس کا تعلق جمعہ سے جوڑنا صحیح نہیں۔تبلیغ بغیر جمعہ کے بھی ہو سکتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس سے فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلہ پر اور بستیاں ہوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی بنام جان محمد آباد جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اس میں ایک جامع مسجد ایک مدرسہ ہے۔جن میں تقریباً ڈیڑھ سو بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔اور دس دوکانیں ہیں جن میں تقریباً تمام ضروریات زندگی کی اشیاء تھوک و پرچون ملتی ہیں۔اور چار دیگر بستیاں ہیں فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلے پر جو کہ سرکاری طور پر اس کے ساتھ شمار ہوتی ہیں۔تو کیا اس میں جمعہ وعیدین جائز ہیں؟

﴿ج﴾

بظاہر یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جامع مسجد کو ویران کرنے کی غرض سے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر میں ایک ہی جامع مسجد ہے اس ہی میں دائماً جمعہ پڑھا جاتا ہے کسی تنازع اور دنیوی جھگڑے کی بناء پر چند لوگ دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کر دیتے ہیں اور ان کا ارادہ بھی ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جامع مسجد ویران ہو جائے کیا ان لوگوں کے لیے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ کرنا جائز ہے یا نہ اگر جمعہ جائز نہیں ہے تو کیا ان کی نماز ہوتی ہے یا نہ اور جو جمعے اس مسجد میں پڑھ چکے ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایک ہی علاقہ میں متعدد جگہوں پر جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خود ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اس طرح کے مروجہ تعدد کو جائز نہیں رکھتے امام محمدؒ تعدد کے جواز کے قائل ہیں۔اس لیے احتیاط لازم ہے اور جمعہ صرف ایک جگہ پڑھنے پر اکتفاء کیا جائے لیکن اس کے باوجود اگر دو جگہ بھی پڑھ لیا جائے تو بناءً علی قول محمد جمعہ اداء ہو جاتا ہے۔(ھو المفتی بہ) لہٰذا صورت مسئولہ میں تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق تو جمعہ صحیح ہو جائے گا۔اگرچہ احتیاط کے خلاف ہوگا۔البتہ اگر ان کا مقصد صرف تفریق بین المسلمین ہے اور کوئی شرعی وجہ الگ پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ صرف فساد یا دنیوی اختلاف کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل گناہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چار سو کی آبادی والے چک میں جاری جمعہ کو بند کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا چک جس کی آبادی تقریباً چار سو افراد پر مشتمل ہے دیہات میں واقع ہے۔اس میں ایسی دو کانیں بھی نہیں کہ جن سے عام ضروریات پوری ہو سکیں۔عرصہ پانچ سال سے اس میں جمعۃ المبارک شروع ہے۔اب بند کرنے میں عوام تشدد اختیار کرتے ہیں۔اور فتنہ کا خطرہ ہے تو کیا اب اس کو باقی رکھنے کے جواز کی کوئی صورت ہے۔تاکہ فتنہ نہ ہو۔اور احتیاط کا پہلو کیا ہے یا اس کو بند کرنا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو سابقہ نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہوتا۔اس کا بند کرنا موعظہ حسنہ کے ساتھ ضروری ہے۔جو ظہر کی نمازیں بجائے جمعہ کے ادا نہیں کی ہیں ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ صد گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کے اندر تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں اور جمعہ کے وقت تقریباً چار سو جمع ہو جائیں گے اگر جمعہ کوئی پڑھائے تو کیا جائز ہے؟ براہ مہربانی بمعہ حوالہ کتاب مسئلہ واضح تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

نماز جمعہ شہر یا قصبے میں ہو جاتی ہے- اس گاؤں میں احناف کے نزدیک جمعہ بالکل ناجائز ہے- نیز یہ گاؤں قریۂ کبیرہ بھی نہیں ہے- جس میں فقہاء نے جمعہ وعیدین کو صحیح کہا ہے- جو لوگ عام دیہاتوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور دلیل میں قریہ جواثا کی روایت پیش کرتے ہیں- سو ان کی یہ دلیل بالکل غب شب سمجھیے وہ ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ قریہ کا اطلاق مصر اور قریہ کبیرہ دونوں پر ہو جاتا ہے- اور یہ جواثا مشہور منڈی ہے- قریہ کبیرہ سے بھی زیادہ ہے- صاحب فتح القدیر نے ج ا ص ۴۰۹ پر لکھا ہے- و اما ما روی ابن عباسؓ ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بجواثا قریة بالبحرین فلاینا فی المصریة تسمیة الصدر الاول اسم القریة اذ القریة تقال علیه فی عرفهم و هو لغة القران قال الله تعالی و قالوا الولا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم ای مکة والطائف و لا شک ان مکة مصر و فی الصحاح ان جواثا حصن بالبحرین فهی مصر - اس کے بعد مبسوط کا حوالہ دیا ہے- و لذا قال فی المبسوط انها مدینة بالبحرین -

صاحب ہدایہ نے جلد اول باب الصلوة الجمعة میں فرمایا لاتصح الجمعة الافی مصر جامع-

اور اسی پر ایک حدیث نقل کی ہے- لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الافی مصر جامع- گاؤں اور دیہات کے متعلق صاف لکھا ہے- ولا تجوز فی القری - علامہ عینیؒ نے بھی جواثا کے متعلق مفصلاً تحریر کیا ہے- کہ جواثا تاجر لوگوں کا مرکز ہے- و کثرة التجار تدل علی ان جواثا مدینة قطعاً - نیز علامہ شامی نے بار بار لکھا ہے- لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰) حرۂ بنی بیاضہ میں جو اسعد بن زرارہ نے چالیس آدمیوں کو جمعہ پڑھایا ہے- فکان قبل ان تفرض الجمعة او بغیر علمه صلی الله علیه وسلم- واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جمعہ کی دو رکعتیں فرض ہیں یا واجب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ کی دو رکعت جو کہ با جماعت پڑھی جاتی ہیں یہ فرض ہیں یا واجب؟

﴿ج﴾

جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں وہاں جمعہ فرض عین ہے- (هی (ای الجمعة) فرض) عین (یکفر جاحدها) ثبوتها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال (درمختار) قوله " بالدلیل القطعی" و هو قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا- الایة و بالسنة والاجماع- (ردالمحتار باب الجمعة ج ا ص ۵۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی تنگر اوہ موضع سومن تحصیل شجاع آباد میں ۱۲ صفر ۹۶ھ مطابق ۱۳ فروری ۷۶ء روز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا ہے- بستی مذکور میں تقریباً چالیس سال قبل نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا تھا- عرصہ تین ماہ تک جاری رہا مولانا قاضی غلام یٰسین مرحوم کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس نماز جمعہ کو ناجائز قرار دیا- اور نماز جمعہ بند کرا دی گئی- بستی مذکورہ کا فاصلہ شہر شجاع آباد سے ڈیڑھ دو میل ہے- جبکہ متوقع حدود کمیٹی سے فاصلہ نصف میل رہ جاتا ہے- بستی میں مکانات کی تعداد بیس ہے- اور آبادی ایک سو کے قریب ہے- ویسے آدمی دیہات کے کافی جمع ہو سکتے ہیں کیا اس بستی میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ احوال بھی درج ہیں کہ اس میں بیس کے قریب مکانات اور سو کے قریب آبادی ہے- یہ بستی قریہ صغیرہ ہے اور احناف کے نزدیک یہاں نماز جمعہ جائز نہیں- لما فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة - ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰ لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں کسی غرض سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں- جب یہ قریہ صغیرہ ہے اور شہر کے فناء میں سے بھی نہیں- تو نہ یہاں جمعہ درست ہے اور ان لوگوں پر شہر میں جا کر جمعہ ادا کرنا لازم ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے- جمعہ کی شرائط بھی ارشاد فرمادیں-

﴿ج﴾

جہاں پر جمعہ کی نماز فرض ہو وہاں پر جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے- لہٰذا جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں-

فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے- قصبہ کی تعریف حضرات علماء یہ کرتے ہیں کہ جس میں بازار ہوں اور خرید و فروخت ہو- آبادی مردم شماری کم از کم تین چار ہزار کی ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر کی ایسی مسجد میں جمعہ کا حکم کہ جس میں پانچ وقت کی باجماعت نماز نہ ہوتی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس بات میں کہ ایک مسجد واقع ہے کچہری ملتان میں اور اس مسجد میں سوائے ظہر کی نماز کے دوسرے اوقات الاربع میں نماز تو نماز رہی اس میں اذان بھی نہیں ہوتی بلکہ امام المسجد خود بھی وہاں سے چلا جاتا ہے- صرف ظہر کی نماز میں بغیر اتوار کے آیا کرتا ہے- اس میں بات تلاش کی یہ ہے کہ ایسی مساجد میں جمعہ ہونا چاہیے یا نہیں اور جمعہ کے شروط کیا ہیں' اور مسجد کا آباد ہونا شروط الجمعہ میں داخل ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسرے سارے شروط مثلاً بازار اور سرکاری عملہ وغیرہ اور مسافر وغیرہ پائے جائیں؟ المسئلۃ الثانیہ' دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ تو صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھر ہوتے ہیں اور معمولی دو چار دوکانیں ہوتی ہیں- نہ ان میں سرکاری آدمی اور نہ بازار ہوتا ہے-

﴿ج﴾

اس مسجد میں جمعہ جائز ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں ہے- ویسے گراؤنڈ میں بھی باقی شرائط کے موجود ہونے کے ساتھ اگر جمعہ کا انتظام ہو جائے تو جمعہ پڑھنا وہاں بھی صحیح ہے اور یہ تو مسجد بھی ہے- پھر کیونکر جائز نہ ہو ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مسجد کو آباد رکھنا ضروری چیز ہے- وہاں کے محلہ والوں پر لازم ہے کہ اس میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا انتظام کر لیں یا کم از کم اذان تو دیں- ویسے جمعہ جائز ہے-

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز نہیں ہے جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے- جس کی مختلف

تعریفیں فقہاء کی عبارات میں موجود ہیں' مثلاً یہ کہ وہاں قاضی اور حاکم ہوں جو تنفیذ احکام پر قدرت رکھتے ہیں یا جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں' وغیرہ وغیرہ یعنی جسے عرف میں لوگ شہر اور مصر کہا کرتے ہیں' صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھروں کی کوئی آبادی شہر نہیں کہلاتا' ایسے لوگوں کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے- جہاں ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھا جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنی فرض ہے- اور یہ جمعہ ادا کرنا گویا نفلی نماز کی جماعت کی طرف بلانا ہے- اور یہ بھی مکروہ ہے- قال فی الشامیۃ (ج۱ص۵۹۰) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر وخطیب کما فی المضمرات والظاہر انہ اریدبہ الکراہۃ لکراہۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر - ج۱ص۵۹۱ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی تمام آبادی تقریباً چار پانچ سو کے قریب ہوگی اس چک میں مدت دراز سے ایک مدرسہ عربیہ بھی ہے اس چک میں خانہ داری کی اکثر ضروریات بھی مل جاتی ہیں- اس چک میں دیوانی پنچائیت بھی ہے- افسر پنچائیت اسی چک میں رہتا ہے اس کی آبادی چک ھذا کی تحصیل فورٹ عباس کے قریب ہی پڑے گی- (۲) اس علاقہ کے لوگ بالکل ناواقف عن المسئلہ ہیں- جنھیں بالکل فرض عین وکفایہ کے پڑھنے کا کوئی مسنون طریقہ نہیں آتا اور نہ انھیں یہ شوق ہے کہ بچوں کو قرآن وحدیث پڑھائیں اور مسائل سیکھیں جو لوگ یہاں پڑھیں گے یا تو وہ مسافر ہوں گے یا قدیمی ریاستی جو کہ بالکل قلیل ہیں یہاں کے جو اکثر لوگ ہیں وہ مہاجر کہلاتے ہیں انھیں بالکل کسی قسم کا شوق نہیں ہے صرف انھیں ایک خواہش رہتی ہے کہ جمعہ پڑھیں اور وہاں جا کے مسائل بھی سنیں تو کیا عندالشریعت چک مذکورہ اوصاف والے میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اسی چک میں صرف جمعہ اسی لیے قائم کرتا ہے تاکہ لوگ مسائل دینی سے واقف ہو جائیں تو اس شخص کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں بینوا وتوجروا-

(نوٹ) چک ھذا میں دو ماہ سے جمعہ بموجب فرمان ایک عالم قائم ہوا ہے صرف اطمینان کی خاطر استفتاء ارسال کیا گیا ہے اگر چک ھذا میں عندالشریعت جمعہ جائز نہ ہو تو ہم بالکل چھوڑ دیں گے اور اگر جائز ہو تو جس طرح جمعہ جاری ہے جاری رہے گا- المستفتی ضیاء الدین پٹھان عالمگیر-

﴿ج﴾

بمذہب حنفی میں مصرح ومتفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور اہل فتاویٰ نے قصبات وقریٰ کبیرہ کو بھی مصر کا حکم دے دیا ہے- کما فی ردالمحتار تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ - (ج۱ص۵۹۱) اور بلدۃ کبیرہ کی تعریف خود امام ابوحنیفہؒ سے یوں منقول ہے- فیہا سکک و اسواق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم

من الظالم الی قوله و هذا هو الاصح- (شامی) ج اص ۵۹۰ تعریف مذکور سے معلوم ہوا کہ آبادی اتنی ہو جتنی مصر کی ہوتی ہے اس میں بازار اور کوچے ہوں اور اس میں حاکم ہو- مختلف دو کانوں کو بازار نہیں کہا جاتا بظاہر جس جگہ کے متعلق استفتاء ہے وہ عرف میں دیہات میں سے ہے اور نہ وہ مصر نہ قصبہ نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں وعظ و تعلیم مسائل کی غرض سے جمعہ کی صحت نہیں ہو سکتی تبلیغ کے لیے اور کوئی صورت کردی جاوے- واللہ اعلم-

کیا نصِ قرآنی کی رو سے ہر جگہ جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

جناب مفتیان عظام وورثۃ الانبیاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ بستی میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک شخص نے جواز بایں کہا ہے (قال الله تعالی) یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة- الایہ کہ یہ آیت شریفہ مطلق جمعہ کو بیان کرتی ہے گو کہیں بھی کیوں نہ ہو نیز فداہ ابی وامی علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا- عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی -رواه البخاری باسناد طویل- حواله باب الجمعة فی القری والمدن) (بعده)-

فریق ثانی جو عدم جواز کا قائل ہوا ہے حوالہ ہدایہ ج ا کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبع مجتبائی واقع دہلی- لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطرو لا اضحی الافی مصر جامع پیش کر کے عدم جواز کا ثبوت ظاہر کیا- مگر فریق اول نے جو قائل ہے جواز کا اپنی حدیث شریف کو بحوالہ ابن ابی شیبہ علی بنؓ ابی طالب موقوف ثابت کیا چنانچہ اس لیے بھی دیا اور فریق ثانی نے باطمینان دیکھا کہ واقعی موقوف ہے حوالہ اس کے اوپر و نیچے (یعنی بین السطور) لکھا ہے لا جمعة ولا تشریق ولا فطر عبارت ملاحظہ ہو رفعه المصنف و انما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه-

اب فریقین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ استفتاء مدارس عربیہ میں بھیج دیں جو فیصلہ شرع کی روشنی میں صادر کریں گے ہمیں منظور ہے اب اس کے متعلق بدلائل احادیث وکلام اللہ شریف مکتوب فرما کر ممنون فرمائیں- (بینوا توجروا)

﴿ج﴾

مسئلہ مجتہد فیہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب عدم جواز فی القریٰ الصغیرہ ہے اور باقی ائمہ جواز کے قائل ہیں مقلد کے لیے مسائل اجتہادیہ میں اپنے امام کی تقلید چاہیے لہٰذا اگر فریقین مقلد حنفی ہیں تو اس بحث سے لاتعلق ہو کر ان کو اس میں اپنے امام کی تقلید وجوباً کرنی ہوگی- اور اگر بالفرض ایک فریق غیر مقلد ہے تو مختصراً عرض ہے کہ آیت سے استدلال صحیح نہیں اس

لیے کہ عام مخصوص البعض بالاتفاق ہے حتیٰ کہ عورت اور عبد اور مسافر پر بالاتفاق جمعہ نہیں اور معلوم ہے کہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے جس کی تخصیص قیاس یا خبر واحد سے صحیح ہوتی ہے اور یہاں حدیث و لا تشریق مخصص موجود ہے جس سے لکان قریٰ کو بھی خاص کر دیا جائے گا نیز خود آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب جمعہ کن پر ہے- اور کن پر نہیں اسعوا سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ وہ مامور بالستر ہے اور سعی منافی ستر ہے- کما فی حق السعی فی مناسک الحج- و ذروا البیع سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جمعہ نہیں اس لیے کہ بیع سے مجبور ہے اس کو ترک بیع کا حکم دینا نہی عن المعاجز کے حکم میں ہے اسی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ ذکر اللہ کا مقام مصر ہے قریہ نہیں حدیث- لا یقص الاثلثة امیرا و مامور او محتال سے ثابت ہے کہ امیر و مامور کے علاوہ کسی کو تذکیر جائز نہیں اور امیر و مامور بغیر مصر کے اور کہیں سکونت نہیں کرتے جیسے کے مصر کی تعریف میں ہے ماله امیر او قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود اس سے اشارۃً اشتراط مصر بھی معلوم ہوا- حدیث تجمیع فی جواثی کے متعلق عرض ہے کہ جواثی قریہ کبیرہ یا مصر ہے ابوعبداللہ البکری کہتا ہے-

هی مدینة بحرین نحو العتیس اور قریہ کا اطلاق بہت دفعہ شہر پر بھی ہو سکتا ہے- جیسے لو لا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم -کی آیت میں قریتین سے مراد مکہ معظمہ اور طائف ہیں- باوجود یکہ مصر ہیں لہٰذا جواثی پر اطلاق قریہ من هذا القبیل ہے- جو اگرچہ مستدل کے لیے کافی نہ ہو لیکن بمعنی لیکر احتمال کافی ہے- پھر باوجود یکہ جمعہ کی فرضیت بالتحقیق والدلائل ثابت ہے- کہ مکہ میں ہوئی تھی اور اداء بوجہ عدم قدرت کے نہ ہو سکا- لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آتے وقت قبیٰ میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرے لیکن جمعہ ادا نہ کیا جو صراحۃً عدم جواز فی القریٰ پر دال ہے- پھر مدینہ میں تشریف لاکر جمعہ پڑھا حدیث لا جمعة و لا تشریق -الخ- حدیث صحیح ہے- ابن ابی شیبہ نے اس کو عن جریر عن منصور نقل کیا ہے-- جس کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں حدیث اگرچہ موقوف علیؓ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہو لیکن ابن ہمام کہتے ہیں- و کفی بعلی قدوة و اماما-

بحث بہت طویل الذیل ہے لیکن اس اختصار کے ساتھ بھی منصف حضرات کے لیے باعث اطمینان ہوگا- ان شاء اللہ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم : محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جیل میں نماز جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پاکستان بننے کے بعد جیل میں کسی کو اجازت نہیں تھی نماز پڑھنے کی حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کو چادر دے دی نماز پڑھنے کے لیے تو اس پر سزا اور مار پیٹ ہوتی تھی لیکن اب سرکار کی طرف سے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور حکومت خود منتظم ہے- کوئی شخص بلا عذر نماز نہ پڑھے تو جرمانہ وغیرہ لگایا

جاتا ہے اب دریافت اس بات کی ہے کہ وہاں پر نماز ہوتی ہے یا نہ اور ہماری نمازوں کا کیا حال ہے اور کیا حکم ہے شریعت کی جانب سے کیا ہم ان نمازوں کا اعادہ کریں یا نہ؟

﴿ج﴾

جیل خانہ میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے- لیکن احتیاطی ظہر بھی ادا کرے تو بہتر ہے- درمختار ج اص ۶۰۱ پر ہے- **فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی-** چونکہ جیل خانہ کی بندش نماز کے لیے نہیں بلکہ دوسری وجوہات ہیں اس لیے اجازت دی جاسکتی ہے-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۴ شعبان ۱۳۷۱ھ

گیارہ سو کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی قریباً گیارہ سو ہے اس میں تین مسجدیں ایک پرائمری سکول اور ایک مڈل سکول لڑکیوں کے لیے اور ایک پرائمری سکول لڑکوں کے لیے ہے- نمبردار بھی اس میں ہے چوکیدار بھی ممبر یونین کونسل بھی اس کے علاوہ زمیندارہ بنک کی بھی تین شاخیں ہیں- سات دوکانیں بھی ہیں- بڑے شہر سے قریبا بالکل ملحقہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور اس کا داخلی سمجھا جاتا ہے-

(۱) کیا مذکورہ بالا گاؤں شہر کا محلہ متصور کیا جاسکتا ہے؟ اور اس میں جمعہ شریف جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس میں تین متدین عالم بھی رہتے ہیں- جنھیں سوا قیام جمعہ اظہار خیال ناممکن ہے-

(۲) اگر گاؤں سمجھا جائے تو کیا نزاکت وقت یعنی غفلت دین والے دینی دور میں بغرض اشاعت دین جمعہ شریف قائم کیا جاسکتا ہے- جیسے فتاویٰ عبدالحی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے- اور شاہ ولی اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں-

(۳) اس گاؤں میں پہلے دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے لیکن صرف نماز نہ کہ وعظ بوجہ ناموزوں امام کے اور ہمارے محلّہ کے امام محتاط قسم ہونے کے جمعہ شریف نہیں پڑھتے - بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ خود تو یہ مذکورہ آبادی گاؤں ہی ہے اور اس میں جمعہ جائز نہیں ہوتا- شہر ہونا جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے- ویسے اگر یہ بستی شہر کی فنا کہلائے یعنی شہر کے حدود کمیٹی میں شمار کی جائے اور شہر کی ضروریات از قسم گورستان میدان گھوڑ دوڑ عیدگاہ وغیرہ اس میں موجود ہوں تو اس میں شہر کے تابع ہوکر جمعہ جائز ہوگا- ورنہ نہیں- **کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار** ج اص ۵۹۱ **(اوفناء ه) بكسر الفاء (و هوما) حوله (اتصل به) اولا كما حرره ابن الكمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى و ركض الخيل-** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کنویں پر تین چار گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کنویں پر تین چار گھر ہیں ایک نمبردار صاحب اور ایک مولوی صاحب بھی ہیں- علاوہ ازیں پرائمری سکول ہے جس کی تعداد تقریباً ایک سو یا سوا سو کی ہے- وہ لوگ اس چیز کے خواہش مند ہیں کہ یہاں گرد و نواح کے لوگ اکھٹے ہوکر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز آ کر پڑھیں دین کی باتیں سنیں اور اس پر عمل پیرا ہوں نیز ان کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم دلانے کی رغبت پیدا ہو-

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر جمعہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- باتفاق علماء احناف رحمہم اللہ جمعہ کے جواز کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے- دیہاتوں چکوں کنووں وغیرہ کم آبادی کی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے- وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہیں- دو رکعت پڑھنے سے ان کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا- لہٰذا کسی بھی مصلحت کی خاطر ترک فرض کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے- **کما قال فی الهداية** ج ۱ ص ۱۴۸ **لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع-** فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ فی القریٰ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قریٰ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ ہمارے پاس بہت علماء بڑے بڑے قریٰ میں جمعہ پڑھتے ہیں- خصوصاً مشائخ حضرات کہ وہ بھی جمعہ پڑھتے تھے- جیسے مولانا تاج محمد امروٹ والے اور مرشد حالیجوی والے آپ کے نزدیک قریٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے- عندالاحناف قریٰ میں نماز جمعہ پڑھے یا نہ اگر پڑھے تو ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہ جماعت کی نماز میرے ذمہ ہوگی یا نہ آپ اس مسئلہ کو مذہب احناف کے مطابق دلیلوں کے ساتھ واضح فرمادیں کہ نماز جمعہ قریٰ میں جائز ہے یا نہیں- ہمارے مشائخ جو پڑھتے تھے وہ کس بنا پر پڑھتے تھے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے مصر (شہر) ہونا ہے- قریٰ میں جمعہ کی نماز باتفاق ائمہ احناف جائز نہیں ہے- اور ان لوگوں سے ظہر کی نماز ادائے جمعہ سے ساقط نہیں ہوتی- لہٰذا ان کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہے- **کما قال فی تنوير الابصار (و يشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر و هو ما لا**

یسع - الدر المختار - ج ا ص ۵۹۰ - الخ - باقی مشائخ کے عمل کا ہمیں پتہ نہیں ہے - مسئلہ مذہب کی کتابوں میں مفصل ومدلل مذکور ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کی مکمل آبادی چالیس گھر پر مشتمل ہے اور شہر یعنی مصر سے پورے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - یہ زمینداروں کا ایک محلّہ ہے نہ بازار ہے - نہ ضروریات معاش میسر ہوتی ہیں - نہ ڈاکخانہ ہے دیگر یہ چالیس گھر سال کے بارہ مہینے یہاں موجود نہیں ہوں گے بلکہ سردی کے موسم میں چار مہینہ تک دس یا پندرہ گھر یہاں سے چلے جائیں گے اسی شہر میں چالیس سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے - ابھی مقامی علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے - کہ اس شہر میں نماز جمعہ جائز نہیں ہوتی - کیونکہ فناء مصر میں داخل نہیں ہے - اب گزارش یہ ہے کیا ایسے محلّہ میں نماز جمعہ جائز ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ بھی بتائیں کہ فناء مصر کہاں تک ہوتا ہے - جواب میں میلوں کے حساب سے تحریر فرماویں - بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - واضح رہے کہ نماز جمعہ کے لیے باتفاق جمیع علماء احناف مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے - **لقول علی رضی اللہ عنہ لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال** - اور ظاہر ہے کہ مذکورہ آبادی کسی طرح بھی شہر نہیں ہے - اور شہر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی - اسی طرح یہ بستی ظاہر ہے کہ فناء مصر بھی نہیں ہے کیونکہ فناء مصر شہر کے اردگرد ایسے علاقہ اور خطہ زمین کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شہر کی ضروریات اور مصالح پوری ہوتی ہوں مثلاً گورستان، گھوڑ دوڑ کا میدان فوجی چھاؤنی وغیرہ - میلوں کا حساب شرعاً کوئی مقرر نہیں ہے - لہٰذا شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے اس کی فناء مختلف ہوتی رہتی ہے - تمہاری بستی اگر شہر کی ان ضروریات کو پورا کرنے کی جگہ میں واقع نہیں ہے تو یہ فناء مصر میں سے بھی نہ ہوگی اور یہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہوگی - جمعہ کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی - **کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار** ج ا ص ۵۹۱ **(اوفناءه) بكسر الفاء (و هوما) حوله (اتصل به) او لا كما حرره ابن كمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى و ركض الخيل والمختار للفتوى تقديره بفرسخ ذكره الولوالجي - فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

ایک سو ستر (۱۷۰) گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اہالیان گاؤں کڑ کوالی جمعہ کے متعلق مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں - گاؤں ہذا کے گھروں کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) ہے -

(۲) مردوں کی آبادی ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے - یہاں دو مساجد ہیں - یہاں تین میل کے اندر کسی جگہ نماز جمعہ

نہیں پڑھائی جاتی (گاؤں میں امام مسجد عالم نہیں ہے - بلکہ جمعہ پڑھانے کی اہلیت رکھتا ہے - ضروری کاروبار سودا سلف وغیرہ کے لیے چھ دوکانیں ہیں - اور باقی موچی - نائی - لوہار - ترکھان - درزی - تیلی - جولاہا اور مسلی وغیرہ قومیں یہاں آباد ہیں - مذکورہ آبادی کے علاوہ بھی نزدیک فاصلے پر اور بھی بہت سی ڈھوکیں ہیں - بینوا توجروا -

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی - جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے شہر کا ہونا منجملہ شرائط میں سے ہے - اور مذکورہ بستی شہر ہرگز نہیں ہو سکتی - لہٰذا اس گاؤں کے رہنے والوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں - جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہ ہوگی - **کما قال فی الهدایه لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع - فقط والله تعالی اعلم**

اصلی چالیس باشندوں کی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ ہے - راجہ کی حکومت تھی جب سے بھٹو صاحب نے جاگیرداری ختم کر دی ہے وہاں پر موجودہ حکومت کا کنٹرول رہتا ہے - ڈی سی رہتا ہے - اور بیس پولیس والے ہیں - ۵۰ سیکورٹی والے ہیں - چالیس باشندے اصل مقامی ہیں - اس میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے ایک گاؤں داماس تین میل کے فاصلے پر ہے - ۲۰۰ کی آبادی ہے ایک گاؤں گاھکوچ ایک میل کے فاصلے پر ہے اور ایک گاؤں عیشی دو میل کے فاصلے پر ہے - ان دو علاقوں میں اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے رہتے ہیں - جو پانچ وقت کی نماز کے منکر ہیں - اذان اور نماز نہیں ہوتی اور مسجد بھی نہیں ہے - ایک گاؤں دو میل کے فاصلے پر ہے جو دریا پار ہے - درمیان میں کوئی پل بھی نہیں ہے - ۱۰۰ کے قریب باشندے ہیں - تین گاؤں اور (بوبر - گلموتی - گوروجر) ۶ میل کے فاصلے پر ہیں - باشندے تقریباً تینوں کے ایک ہزار کے قریب ہیں - مندرجہ بالا گاؤں میں جواز جمعہ کے قائلین کے دلائل یہ ہیں کہ یہاں پر غیر مسلم رہتے ہیں مسلمانوں کی اقلیت ہے - اس طرح وعظ و نصیحت ہوگا آئندہ دین قائم ہوگا - مسلمانوں میں دین پھیلے گا مسلمانوں کا دبدبہ قائم ہوگا اور مانعین سے ناراض ہوتے ہیں مانعین کو جمعہ پڑھنے سے روکنے والے قرار دیتے ہیں - آیا جمعہ پڑھنے والوں پر ترک ظہر کا گناہ ہوگا یا نہیں - آیا موجودہ ڈی سی آرڈر دے اپنے طور پر مرکز سے کوئی تعلق نہیں نہ مرکز کا آرڈر ہے - شاید مرکزی حکومت کے علم میں بھی نہ ہوگا - کیا یہ حنفی مسلک کے خلاف ہے - اس بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے - آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے- جس میں چالیس مقامی باشندے ہیں اور ستر دوسرے ملازمین یہ قریہ صغیرہ ہے- اور یہاں جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی- اور جہاں جمعہ جائز نہ ہو وھاں کسی مصلحت کے لیے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا۔ صحت جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- مختلف دیہاتوں کی آبادی کا اعتبار نہیں- بہر حال صورت مسئولہ میں اس جگہ جمعہ جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع اڑھائی ہزار افراد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی گڈولہ جس کا شمار دیہات میں ہوتا ہے- کوائف ذیل کی روشنی میں کیا اس بستی میں نماز جمعہ پڑھی جا سکتی ہے یعنی یہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے- دیہہ ھذا کی آبادی تقریباً اڑھائی ہزار نفوس پر مشتمل ہے- دیہہ ھذا بھکر شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے- بھکر شہر کی نئی آبادی جانب بستی گڈولہ بڑھ رہی ہے- اور اب بھکر کی اس نئی آبادی اور گڈولہ بستی کے درمیان تقریباً چار پانچ فرلانگ غیر آباد فاصلہ باقی ہے-

بھکر شہر سے گڈولہ کی حد تک پختہ سڑک بن گئی ہے- لیکن بستی گڈولہ میں بس اسٹینڈ اور ریلوے اسٹیشن نہیں ہے- دیہہ ھذا میں تین مسجدیں ہیں اور ساری بستی میں مستقل پابند نمازی تقریباً بارہ ہیں- مدنی مسجد- ۶ نمازی مدینہ مسجد ۴ نمازی- مسجد ملکا نوری ۲ نمازی دیہہ ھذا میں دینی درسگاہ نہیں ہے- البتہ مسجدوں میں امام صاحبان بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں- لیکن دیھہ ھذا میں کوئی عالم دین نہیں ہے- دیھہ ھذا میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول ہیں- ڈاکخانہ بھی ہے ترکھان- حمام اور موچی ہے-

دیھہ ھذا میں تین چھوٹی دوکانیں ہیں لیکن ضروریات زندگی کی اشیاء قطعاً نہیں ملتیں- لوہار- کمہار- تیلی دیھہ ھذا میں نہیں ہیں- ہسپتال مردانہ و زنانہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پرائیویٹ ڈاکٹر یا حکیم ہے- مویشی ہسپتال بھی نہیں ہے- بھکر شہر کی مسجدوں میں صبح کی اذان کی آواز بذریعہ لاؤڈ سپیکر صاف بستی گڈولہ میں سنی اور سمجھی جاتی ہے- لیکن باقی اذانوں کا پتہ نہیں لگتا- تو کیا ایسی بستی میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

دیھہ مذکور فی السوال میں اقامت جمعہ درست نہیں- اس لیے کہ یہ نہ قریہ کبیرہ کے حکم میں آتا ہے اور نہ ہی فناء مصر میں آتا ہے- اس لیے یہاں کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں- **ھکذا فی عامة الکتب** - فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے- بستی میں دو مسجدیں ہیں کافی عرصہ سے وہاں جمعہ عیدین پڑھتے تھے- ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہاں پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر جمعہ نہیں ہوتا- بستی کے معززین نے جمعہ بند کر دیا بغیر جھگڑا اختلاف کے جمعہ بند ہو گیا- عرصہ چار سال کے بعد اب ایک مولوی صاحب نے دوبارہ جمعہ پڑھا دیا اور کہا کہ آس پاس کی بستیاں جو میل دو میل کم زیادہ کے فاصلہ پر ہیں ان کو ملا کر مصر کے شرائط پائے جاتے ہیں- لہٰذا جمعہ درست ہے- لوگوں میں اب سخت اختلاف پیدا ہوا تو کیا اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے- اور کیا آس پاس کی بستیاں ملا کر اکبر المساجد کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

گاؤں مذکور میں اقامت جمعہ درست نہیں- وجوب جمعہ کے لیے مصر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے- **لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع** - الحدیث- ردالمحتار میں ہے-

و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة لیس فیها قاض و منبر و خطیب و فیها ایضا و یشترط لصحتها المصر او فنائه و هو ماحوله اتصل به او لا لاجل مصالحه - اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض ہے- **کما فی شرح المنیة فکل تفسیر لا یصل ------- احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتاخرین کصاحب المختار وغیرهما و هو ما لو اجتمع اهله فی اکبر مساجده لا یسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد کل منهما یسع اهله و زیادة الی ان قال فلا یعتبر هذا التعریف فقط والله اعلم** - (فتاوٰی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۵)

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے عند الاحناف قریہ کبیرہ یا فناء مصر کا ہونا ضروری ہے- فناء مصر سے مراد وہ جگہ ہے- جو مصالح مصر کے لیے ہو- اگر وہ جگہ مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم جمعہ کے بارے میں مستقل ہے- کسی اور گاؤں کے تابع نہیں ہوتا- اگر خود قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہو گا ورنہ نہیں- صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے- یہ قریہ صغیرہ ہے- اور یہاں احناف کے نزدیک جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ ادا کرنے سے ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کوئی فوجی یونٹ ریگستانی علاقہ میں فوجی مشقوں کے لیے ٹھہر جائے تو وہاں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک یونٹ ایک ریگستانی علاقہ میں کئی مہینے فوجی مشق کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں- جس کو سکیم کہتے ہیں- کیا ان لوگوں کو نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نماز جمعہ؟

﴿ج﴾

روایات فقہیہ کے مطابق اس یونٹ کو اس علاقہ میں اقامت جمعہ صحیح نہیں ہے- نماز جمعہ کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ اور قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے- لہٰذا ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت جمعہ کی بجائے پڑھا کریں ہدایہ میں ہے- ولا جمعة بعرفات فی قولهم جميعا (ج ا ص ۱۵۱)

کیا جمعہ کی نماز کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ احتیاطی اور فرضی کے بارہ میں بکر کہتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز فرض بہ نیت احتیاطی ادا کی جائے یہ ضروری ہے- معتبر کتب کا حوالہ بھی پیش کرتا ہے- جیسا کہ فتاوی عالمگیری- شامی- کبیری- صغیری- عبدالحئی صاحب کا مجموعۃ الفتاویٰ دیگر نجم الھدیٰ مجموعۃ البرکات اور فتح القدیر وغیرہ کے حوالے بھی بتاتا ہے- بکر کا قول صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس جگہ مصر میں اختلاف ہو اس جگہ ایک شرط نہ ہونے کے سبب نماز احتیاطی فرض پڑھی جانی ضروری ہے- آیا قول بکر کا صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟

زید کہتا ہے کہ جس جگہ جمعہ کی شروط پوری نہ ہوں ادھر نماز جمعہ نہ پڑھائی جائے- زید کہتا ہے کہ مسئلہ نماز جمعہ احتیاطی کا بدعت سیئہ ہے- کیونکہ اس کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ہے- بحر الرائق- فتح القدیر- تاتارخانیہ- درالمختار- میں فرماتے ہیں کہ نماز احتیاطی نہ حضرتؐ نے پڑھی ہے نہ اصحابؓ نے اور نہ ائمہ اربعہ نے اور نہ حکم کیا نماز احتیاطی کا- جو شخص نماز جمعہ احتیاطی پڑھے وہ گناہگار ہوگا- دیگر فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں جو نماز احتیاطی کا مسئلہ نکلا ہے ایک بادشاہ تھا جس کا نام عباس تھا- چار مذہب میں سے نہ تھا- نہ مالکی نہ شافعی نہ حنفی نہ حنبلی- مذہبا معتزلی تھا یہ مسئلہ اس کا نکالا ہوا ہے- اس ظالم نے جبراً نماز جمعہ احتیاطی ہر جگہ جاری کیا تھا- اس نے حکم دیا کہ اگر کسی نے نماز احتیاطی نہ پڑھی اس کو سزا دی جائے گی- اس وقت جو علماء دنیا کی محبت رکھنے والے تھے انھوں نے قبول کیا اور اپنی کتابوں میں بھی درج کر گئے- آیا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ٹھیک فرماتے ہیں یا غلط- اور نماز احتیاطی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے- ہمارے علماء دیوبند اور اسلاف کرام کا یہی مسلک ہے کہ جہاں جواز جمعہ کے شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی مثلاً شہر نہیں دیہات ہے وہاں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے- بلکہ صرف ظہر کی نماز باجماعت پر اکتفا کیا جائے- اور جہاں شرائط جمعہ کی پائی جاتی ہیں وہاں صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کر لیا جائے احتیاطی نہ پڑھی جائے کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے- نیز اس میں ایک غیر ضروری امر کے ضروری جاننے کا مفسدہ موجود ہے جس سے پرہیز از حد ضروری ہے-

الا یصلی رجل من الخواص سرا خروجا من الخلاف لئلا یفضی الی المفسدة ولا یواظب علیه- کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ا ص ۵۹۶ و علی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة و تفسد بالمعیة والاشتباه فیصلی بعدها اخر ظهر و کل ذلک خلاف المذهب فلا یعول علیه کما حرره فی البحر- و قال الشامی تحته بعد ما حقق و الحال- نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهارا والکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص و لو بالنسبة الیهم والله تعالی اعلم-

وقال فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۳ مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظیمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض لما یشاهدون من صلاة الظهر فیظنون انها الفرض و ان الجمعة لیست بفرض فیتکاسلون عن اداء الجمعة فکان الاحتیاط فی ترکها و علی تقدیر فعلها ممن لا یخاف علیه مفسدة منها فالاولی ان تکون فی بیته خفیة خوفا من مفسدة فعلها والله سبحانه الموفق للصواب فقط والله تعالی اعلم-

پانچ سے زائد آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سرباز صوبۂ بلوچستان ایران علاقہ ایست دارای قریٰ کثیرہ کہ آبادی آن قریٰ بر جانبین رودی بین الجبلین واقع است اکثر آبادی قریٰ باہم متصل و بعض ازان فاصلہ مبہم دارند- دو چند قریہ از قری سرباز کہ از روئے اعتبار عرف اینولات قریہ کبیرہ شمردہ شدہ انداز زمان قدیم نماز جمعہ در آنہا جاری و ہنوز جاری است چنانچہ یکے ازاں قریٰ کبیرہ موسوم بقریہ کوہ میتگ است کہ تعداد جمعیت آن از رجال و نساء و کبار و صغار و احرار و عبید

پنج صد وسی نفر میباشد و اکثر اہل صرف ازنباء و نجار و نوگر و آہنگر وغیرھا دران موجود و نیز چہار و پنج دوکان دارد کہ مردم قریٰ دیگر برائے خرید ضروریات خود مدام بآن احتیاج دارند و صندوق ڈاک و دو سہ موتر (سیارہ) نیز دران ایاب و ذھاب دارد کہ مالک سیارھا نیز از اہل کوہ میتگ است۔

غرض اینکہ قریہ مذکورہ نسبت قریبہ مرکزی حیثیت دارد کہ مردم دیگر قریٰ بہر حیثیت بآن احتیاج دارند و آبادی آن مشتملہ انواع اشجار و نخیل است و مسجد آن نیز مسجد واحد است کہ سابق مسجد صغیر و تنگ بودہ گنجائش تمام جماعت رانہ داشتہ بعدا بخرچ حکومت و عامۃ المسلمین آنرا توسع دادہ مسجدی کبیر و وسیع بنام مسجد جامع تعمیر کردہ اند و خطیب مسجد نفر عالم مقرر است و آدمان قری قریبہ کہ آواز اذان مسجد جامع بآن قری میرسد برائے جمعہ دران مسجد جامع جمع میشوند چوں قریہ موصوفہ بصفات مذکورہ ازدیگر قری فائق و ممتاز است باعتبار عرف اینولات آنرا قریہ کبیرہ قرار دادہ نماز جمعہ را جاری کردہ اند کہ عرف عند الفقہاء معتبر است و در قریہ کبیرہ عندالاحناف نماز جمعہ درست و جائز است خلاصہ سوال اینکہ آیا قریہ موضوعہ بصفات مذکورہ را طبق عرف یا ناجائز و واجب الترک است۔

(۲) قریہ کبیرہ در شریعت مطھرہ حدی مخصوص و معین دارد یا اینکہ ہر زمان و ہر مکان عرف آن زمان و مکان برائے تعین قریہ کبیرہ معتبر است امید دارم کہ جواب صافی و مدلل تحریر فرمایند تابار ثانی احتیاج تکرار سوال نشود چو علماء اینولات دریں مسئلہ اختلاف و قیل و قال دارند عوام بیچارہ سرگردانند جواب تسلی بخش را انتظار دارند تعجلوا بالجواب توجروا لیوم الحساب۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم - واضح باد کہ برائے صحت و فرضیت نماز جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ عندالاحناف از جملہ شرائط شرط اولین است و در تحدید مصر علامات بسیار فقہاء کرام ذکر کردہ اند وقہستانی در جامع الرموز آن علامتھارا ذکر کردہ است چنانچہ در ذیل عبارتش ذکر کردہ مے شود و در صورت مسئولہ در قریہ کوہ میتگ ھیچ علامت ازان علامتھائے صادق نمی آید چراکہ درو قاضی و حاکم نیست کہ بر تنفیذ احکام قادر باشد و نہ درو کوچھا و بازار ھاہستند چراکہ چار و پنج دوکانھا را عرفاً بازار نتواند گفت و نہ آبادی مکان آن ایں قدر کثیر است کہ اورا مصر یا قریہ کبیرہ گفتہ شود - چراکہ در یک روایت از امام ابو یوسفؒ عدد سکان ہزار آمدہ است از مرد و زن وغیرہ - و در یک قول آمدہ است کہ عدد مرد مان نرینہ آنجا یک ہزار باشد کہ تمامی بر قتال قادر باشندونہ در آن مساجد کثیرہ ھستند

کہ در اکبر آن مرد مان قریہ کہ برایشان نماز جمعہ فرض باشد نہ گنجند بلکہ درین قریہ کوہ میتگ بجض یک مسجد است قریہ کبیرہ بودن اگرچہ امر اضافی است لیکن شرعاً برائے جواز جمعہ آن را قریہ کبیرہ یا مصر گویند کہ وقت تعداو امصار مطلقہ ایں را ہم در آن شمارند لہذا برائے مصر یا قریہ بودن ایں قدر حدی مخصوص و متعین است اگرچہ حدی جامع مانع ندارد لیکن اینقدر ہم غالبا بر قریہ کوہ میتگ صادق نمے آید و ایں واضح است - کما قال فی جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۵ و ما یسع ای موضع اکبر مساجدہ المبنیة لصلوة الخمس اھلہ ای اھل ذلک الموضع فما وجب علیہ الجمعة مصر و احترز بہ اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین الا انھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عندالمحققین والحد الصحیح المعول علیہ انہ کل مدینة تنفذ فیھا الاحکام و یقام الحدود کما فی الجواھر فظاھر المذھب انہ ما فیہ جماعات الناس و جامع و اسواق و مفت و سلطان اوقاض یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و قریب منہ ما فی المضمرات و فیہ انہ الاصح و قیل انہ ما یجتمع فیہ مرافق الدین والدنیا او یعیش فیہ کل صانع سنة بلا تحول الی الاخری او یکون سکانہ عشرة الاف او سمی مصرا عند التعداد ..... او لا یظھر فیہ نقصان بموت و زیادة بولادة او یمکنھم دفع عدد بلا استعانة او یمعرہ الامام و ان صغر و قل اھلہ کما فی التمر تاشی او یولد انسان و یموت کل یوم اولا یعد اھلہ الا بمشقة او یکون فیہ الف رجل او عشرة الاف مقاتل علی الخلاف کما فی المضمرات۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں دینی درس گاہ بنائی گئی ہے۔ جس میں اہل علاقہ کے بچوں کو تعلیم قرآن پاک دی جاتی ہے۔ اب اہل علاقہ کا خیال ہے کہ یہاں پر جمعہ شروع کیا جائے۔ شہر سدھو تقریباً تین میل کے سفر پر ہے۔ آیا جمعہ پڑھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ اصل سبب یہ ہے کہ دلی خواہش ہے کہ ہر آٹھویں دن کچھ وعظ و نصیحت کی جائے وہ تب ہوسکتی ہے کہ اگر جمعہ شروع کرایا جائے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جمعہ کے جواز کے لیے احناف کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے۔ دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ اور نہ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوتی ہے۔ دیہاتوں کے لیے ضروری ہے کہ دیہات میں جمعہ کے روز ظہر کی نماز چار رکعتیں با جماعت ادا کرلیا کریں۔ باقی اگر آپ کو وعظ کا شوق ہے تو پھر جمعہ کے روز یا کسی دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد یا کسی بھی وقت کہہ دیا کریں۔ بلکہ ہر روز وعظ کہہ دیا کریں۔ وعظ کا ہونا نماز جمعہ کے

پڑھنے پر ہرگز موقوف نہیں ہے- بالفرض موقوف ہوتب بھی فتویٰ یہی ہے- کہ وعظ کہنا چھوڑ دو- اور فرض نماز ظہر کی ہرگز نہ چھوڑو- قـال فـی الهداية ج ١ ص ١٤٨ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تـجـوز فـی القری- لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع - الخ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وقفہ وقفہ سے واقع آبادیوں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ موضع مہران تحصیل لیہ متفرق آبادی پر کافی متعدد چک رقبہ میں میلوں تک آباد ہیں- اس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی- اس کی شکل یوں ہے کہ کچھ گھر ایک زمین میں آباد ہیں اور تھوڑے سے فاصلے فرلانگ یا کم وبیش پر دوسرے چند گھر آباد ہیں- اسی طرح متفرق آبادی میلوں تک پھیلی ہوئی ہے- بیچ میں کھیتیاں ہیں بازار وغیرہ اس میں کوئی نہیں ہیں- کیا ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں- اور کیا ایسی آبادی کو متحد شمار کرکے شہر کہلایا جائے گا یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے- اور مصر متصل بڑی آبادی کو کہتے ہیں جو آبادیاں ایسی ہوں کہ ان کے بیچ میں کھیتیاں وغیرہ ہوں- ان کو اکٹھا شمار کرکے شرعاً مصر نہیں کہا جا سکتا- بلکہ یہ متفرق آبادی علیحدہ مستقل آبادی شمار ہوتی ہے- صورت مسئولہ میں موضع کی آبادی چونکہ متفرق اور منتشر ہے- اس لیے ان سب کو متحد شمار کرکے مصر کا حکم نہیں دیا جائے گا- اور نہ ان آبادیوں میں جمعہ جائز ہوگا-

ان لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہیں ہوتی - کـمـا قـال فـی العالمگيرية ج١ص١٤٥ مطبوعه مكتبه ماجديه كوئيٹه (ولا دائها شرائط فی غير المصلی) منها المصر هـكـذا فـی الـكـافی و فيها ايضا بعد اسطرو كما يجوز اداء الجمعة فی المصر يجوزا دائها فی فناء الـمـصـر و هـو الـمـوضـع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصرو من كان مقيما بموضع بينه و بين الـمـصـر فـرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخاری) لا جمعة علی اهل ذلک الموضع و ان كان النداء يبلغهم والفلوة والميل والاميال ليس بشیء هكذا فی الخلاصة -الخ -

و فی القهستانی ج ١ ص ١١٥ و شرط لا دائها ----- المصر ای البلد المحصورای المحدود فان المصر الحد كما فی المفردات او فناؤه بالكسر سعة امام البيت و قيل ما امتد من جوانبه كما فی المغرب-

و فـی الـقـامـوس ج ٢ ص ١٣٤ والـمـصـر بالكسر الحاجز بين الشيئين كالمساصر والحدبين الارضين- الخ و فی ايضا و مصروا المكان تمصيرا جعلوه مصرا فتمصر- و فی البحر ج ٢ ص ١٣٩ و ذكر فی المجتبی ان قدر الغلوة ثلاثمائة ذراع الی اربعمائة و هو الاصح- فقط والله تعالی اعلم

قریب قریب کی آبادیوں کو ایک شمار کرکے جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاغذات مالی میں ڈیرہ بدھو ملک رام ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہیں اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے اور مولانا عبداللہ درخواستی صاحب موضع مذکورہ بالا میں تشریف لائے تھے جو کہ فرما گئے ہیں کہ نماز جمعہ ڈیرہ بدھو ملک میں جائز ہے ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً /۶۰۰۰ ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۱۴۰ ہے دونوں مواضعات دودو کہئی سے ملحق ہیں یہاں پر تین ٹیوب ویل دو آٹے کی چکیاں جاری ہیں اور ایک جگہ ۷۰ گھر آباد ہیں اور باقی چاہات پر آباد ہیں اور آبادی سے فالم پور کالونی ایک میل کے فاصلے پر آباد ہے پرائمری سکول بھی منظور ہو چکا ہے لیکن تاحال تعمیر نہیں ہوا اور بجلی گھر بھی رام کلی سے ملتا ہے زیر تعمیر ہسپتال ہمارے موضع سے ایک میل ہے اور موضع رام کلی ڈیرہ بدھو ملک اندرون بدھو دودو کمیٹی ہیں-

﴿ج﴾

اس آبادی کو اگر اہل عرف مجموعہ اجزاء کو ایک ہی آبادی سمجھتے ہیں تو باوجود کسی قدر فصل جدائی کے وہاں مجموعہ کا اعتبار ہوگا اور وہاں پر جمعہ صحیح ہوگا صرف آبادی کا نام ایک ہونا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اردگرد کی آبادی کو تمام ایک آبادی سمجھا جائے اور اگر عرف میں الگ الگ آبادی شمار ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ہزار کے قریب ہے مردم شماری کے لحاظ سے مرد عورت لڑکے صغیر وکبیر سب تین ہزار سے زائد ہیں جس میں تقریباً پینتیس دوکانیں ہیں اس کے علاوہ آٹھ دوکانیں خاص کپڑے کی ہیں نیز کپڑے کی مشینیں تقریباً ۱۵ یا ۱۶ ہوں گی اور تین آٹا پیسنے والی مشینیں ہیں- ڈاکخانہ اور ہسپتال بھی ہے مڈل تک سکول ہے خاص اس شہر سے تقریباً سات رساتیق نکلے ہیں اور گردونواح میں دیگر رساتیق بھی ہیں- ان سب رساتیق کی ساری حاجات دینی ودنیاوی اس شہر میں پوری ہوجاتی ہیں نیز اس شہر میں سولہ مسجدیں ہیں اور چھ

جید علماء کرام سند یافتہ موجود ہیں نیز اس شہر میں ایک عربی مدرسہ ہے جس میں تقریباً ۲۵ طلبہ ہیں اور دو اور مدرسے ہیں جس میں تقریباً پندرہ یا سولہ طلبہ ہوں گے ان سب کے اخراجات کا بھی شہر کفیل ہے محترف اس میں گزارہ کر سکتا ہے تجربے سے ثابت ہے نیز تین میل پر تھانہ بھی ہے اب اس شہر میں نماز جمعہ جائز ہوگا یا ناجائز یہ بتلانا ضروری ہے کہ اتنی دو کانوں کے باوجود ''سوق'' کی تعریف اس پر صادق آتی ہے یا نہیں آیا سوق میں دو کانوں کی کثرت ضروری ہے یا کوئی میلہ ہفتہ وار ہو۔

(۲) دینی استاد کا حق زیادہ ہے یا پیر طریقت کا جو آج کل مروج ہے۔

﴿ج﴾

(۱) احناف کے نزدیک مصر شرائط جمعہ سے ہے لیکن علامہ شامی و دیگر فقہاء نے قصبات و قری کبیرہ کو بھی حکم مصر میں شمار کیا ہے شامی جلد اول ص ۵۹۰ بحث جمعہ میں ہے۔ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی قولہ و لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب ' اب مصر اور قریہ کبیرہ کے مفہوم کو بیان کرنا چاہیے مصر کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کی اپنی رائے یہ ہے جس کو شامی نے نقل کیا ہے۔ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک و اسواق ولھا رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قولہ و ھذا ھو الاصح ' اس کے علاوہ جتنی تعریفیں فقہاء نے مصر کی کی ہیں ان سب کا مآل یہی ہے عنوانات مختلف ہیں اور معنون ایک ہے کیونکہ جہاں پر سکک اسواق اور والی کا تحقق ہو وہاں پر دیگر تعریفیں بھی صادق آئیں گی۔ مثلاً بحر العلوم کی تعریف مصر میں ہے۔ موضع یندفع حاجۃ الانسان الضروریۃ من الاکل بان یکون ھناک من یبیع طعاما والکسوۃ الضروریۃ و ان یکون ھناک اھل حرف یحتاج الیھم کثیرا ۔ اسی طرح کنز العباد میں جو تعریف لکھی گئی ہے۔ ان یولد فیہ کل یوم ولد و یموت فیہ انسان قاضیخان میں ہے لایکون الموضع مصرا الا ان یکون فیہ مفت و قاض ینفذ الاحکام ۔ علامہ شامی نے جو قصبات اور قری کبیرہ میں جواز کا حکم کیا ہے ان قری سے بھی وہ قری مراد ہیں جن میں مثل امصار کے حاجات پوری ہوجاتی ہیں کیونکہ التی فیھا اسواق اس کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے قصبات اور قری کبیرہ سے مراد ایک ہی چیز ہے القصبات جمع قصبۃ و ھی القریۃ فیکون عطف القری علیہ عطف تفسیر ۔ (حاشیہ) پس اگر یہ قریہ جس کے متعلق پوچھا گیا ہے قصبہ ہو یعنی اس کی مردم شماری چار ہزار ہو کیونکہ حکام وقت کے عرف کا مقتضی بھی یہی ہے کہ چار ہزار سے کم قصبہ نہیں بتاتے تو عرف شرعی میں اس سے کم ہرگز نہ ہوگا اور اس قریہ میں جملہ حاجات ضروریہ پوری ہوسکتی ہوں مثلاً ڈاکخانہ میں ہر قسم کی ضرورت پوری ہو سکے نیز دو کانوں میں سے بعض دو کانوں پر کھانے پینے کا انتظام بھی مسافر کے لیے میسر ہو اور حکومت کی طرف سے کوئی پولیس کی چوکی بھی مقرر ہو اور ہیئت آبادی کی مثل شہر و قصبہ کے ہو جیسا کہ تقیید قری کی بالتی فیھا سکک و اسواق سے معلوم ہے تو

جائز ہے بلکہ جمعہ پڑھنا واجب ہوگا اور اگر یہ اوصاف اس میں نہیں پائے جاتے تو نہ قصبہ ہے نہ قریہ کبیرہ ہے کیونکہ قری وغیرہ میں متفرق دو کانوں کے تحقق سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا۔

(۲) دینی استاد کا حق بدرجہا زیادہ ہے آج کل کے پیروں سے حدیث شریف میں ہے۔ تواضعوا لمن تعلمون منہ بیہقی نے اس کو حضرت عمرؓ کا قول قرار دے کر اس کے حدیث موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔ نیز امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے قال سمعت السلف یقولون من لا یعرف لاستاذہ لا یفلح۔ یعنی سلف صالحین کا قول ہے کہ جو اپنے استاد کی قدر نہیں جانتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا اور آج کل اکثر پیر ایسے ہوتے ہیں کہ محض دنیوی مفاد کی خاطر اپنے مریدین و متعلقین کے ساتھ ربط قائم کر کے حب جاہ و حب مال میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو گھر کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ دوسو گھر کی آبادی پر مشتمل ہے اور اس میں ضروری اشیاء بھی کچھ میسر ہیں اور جامع مسجد جو کہ پچاس گز طولاً عرضاً وسیع مسجد بھی ہے۔ اور ایک مولانا صاحب پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں اور مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں جمعہ وغیرہ نہیں ہوسکتا۔ اور کافی لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں اور مذکورہ بالا گاؤں بڑے شہروں سے چھ سات میل دور ہے۔ اب فرمائیے کہ اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں ہے۔ اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے لا جمعۃ ولا تشریق الافی مصر جامع الحدیث۔ اور شامی میں ہے و تقع فرضاً فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۰۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس گاؤں میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں۔

چالیس پچاس گھروں کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں۔ ڈاکخانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۴۰/۵۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ وشرح وقایہ درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ لیکن مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج۱ص۵۹۰) و ایضاً فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیما اسواق (الی ان قال) و فیها ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة و ایضاً فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعة (ردالمحتار باب العیدین ج۱ص۶۱۱)

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں۔ اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ لما فی الشامیة الاتری ان فی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم الظهر (شامی باب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین صد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع کوٹکی بیرونی جو کہ ضلع میانوالی میں واقع ہے۔ مندرجہ ذیل اوصاف سے موصوف ہے آبادی مردم شماری کے مطابق تقریباً چالیس گھر تین صد افراد ہیں۔ دو مسجدیں جن میں سے صرف ایک آباد ہے اور دوسری میں جماعت بھی نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی امام مقرر ہے۔ اور تین دوکانیں جن سے اکثر ضروریات اہل قریہ پوری ہوتی ہیں اور اہل حرفہ مثلاً ترکھان، حجام وموچی وغیرہ آباد ہیں۔ ساتھ ہی اس کے گردونواح میں دس دس پندرہ پندرہ گھروں کی بستیاں تقریباً ایک میل کے اندر اندر واقع ہیں۔ جن کی اکثر ضروریات موضع موصوف سے متعلق ہیں، کیا اس بستی یا اس جیسی اور کسی بستی میں نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھنی جائز ہیں یا نہ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ کتب احناف میں جو تعریفات مصر کی منقول ہیں ان میں سے کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مصر کی تعریف یہ منقول ہے کل موضع ذات ابنیة فیه سکک و اسواق و وال ینصف المظلوم من الظالم (ای یقدر علی انصافه) و عالم یرجع الیه فی الحوادث۔ امام ابویوسفؒ سے یہ تعریف منقول ہے۔ هو کل موضع له امیر و قاض یقدر علی تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود۔ ردالمحتار ج۱ص۵۹۰۔ نیز ان سے یہ بھی منقول ہے هو کل موضع لایسع اهله اکبر مساجدهم الی غیر ذالک من التعریفات الکثیرة۔ یہ تمام تعریفات دراصل علامات مصر ہیں علماء وفقہاء نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے علامات ذکر کی ہیں ورنہ درحقیقت اس میں عرف معتبر ہے عرف میں جس کو شہر یا مصر کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز جمعہ وعیدین واجب ہے ورنہ نہیں حنفی مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کی بستی میں نماز جمعہ اور عیدین ادا کی جائے البتہ اگر کوئی شخص حنفی مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب پر عمل کرے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے مذہب حنفی کے متبعین کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جس کی اپنی اور قرب وجوار کی آبادی ایک ہزار ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی اپنی اور قرب و جوار کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے معمولی دوکانیں اور ایک دو رئیس القوم جو قومی فیصلہ کرتے ہیں اور شہر سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نو میل سے نزدیک کسی جگہ بھی جمعہ نہیں ہوتا۔ اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہ؟ نیز پہلے ایک سال جو نمازیں یہاں پڑھی گئی ہیں کیا وہ نمازیں صحیح ہوئی ہیں یا ان کا اعادہ کریں؟

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامۃ جمعہ درست نہیں۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں اور سال گزشتہ میں جو جمعہ کی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان میں صرف ظہر کے چار فرضوں کا اعادہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۰۰ سوافراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۶۰۰ افراد پر مشتمل ہو- نماز جمعہ جائز ہے- جبکہ دوکانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں- گاؤں کی غالب اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں- اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو- اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں- مڈل سکول' دینی مدرسہ' حفظ و ناظرہ- آٹا پیسنے' چاول نکالنے' کپاس بنے- روئی بینتنے کی مشینیں ہوں- گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو- اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلّف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ و شرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے- کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے- اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے- اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بخشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائے جاتے ہیں- یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی اذانِ ثانی اقامۃ کی طرح ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی اقامت کی طرح ہے- جیسے کہ نورالایضاح میں خطبہ کی چوتھی سنت کی عبارت یہ ہے-(و الاذان بین یدیه کالاقامة) یعنی کلمات اس کے جلدی اور پست آواز سے کہے جاتے ہیں- تو آج کل اذان ثانی مثل اذان اولیٰ خلاف سنت کیوں دی جاتی ہے اور اگر کالاقامة کا یہ معنی نہ ہو تو کیا مطلب ہے-

﴿ج﴾

اذان ثانی جو کہ خطیب کے سامنے ہوتی ہے- اس میں مستحب دو باتیں ہیں (۱) آواز زیادہ بلند نہ ہو (۲) اور کلمات جلد جلد ادا کیے جائیں- کما فی السعایة شرح شرح الوقایه نداء- ای اذان لا یستحب رفع الصوت فیه قیل هو الاذان الثانی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین منقول من امداد الفتوی الجلد الاول ص ۴۵۱- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد آدمیوں پر مشتمل ہو اور جامع مسجد بھی ہو نماز باجماعت ادا ہوتی ہو اتنی ہی آبادی کی تین بستیاں اس کے آس پاس ہوں فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ کا ہو اس کے علاوہ میل یا نصف میل پر بھی بستیاں ہوں کیا ایسی جگہ پر نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے یا نہ- (۲) دیہات میں نماز جمعہ کی کتنی رکعات ہونی چاہئیں- بعض علماء کرام فرماتے ہیں اٹھارہ رکعات نماز جمعہ ہونا چاہیے چار رکعات احتیاط ظہر- اس کا کیا مطلب ہے

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے- رواہ البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبه فی مصنفیهما عن علی کرم الله وجهه انه لا جمعة ولا تشریق و لا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و لان کان لمدینة النبی صلی الله علیه وسلم قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی- و فی الشامی عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله ولا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل عن الشامی ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح - ان عبارات فقہیہ وحدیثیہ سے یہ واضح ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز نہیں-

(۲) اوپر یہ ثابت کیا گیا کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ وہاں ظہر ہی کی نماز فرض ہے تو دیہات میں رکعات جمعہ کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- اور جہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں- اور جمعہ کی نماز فرض ہوان تمام جگہوں میں نماز جمعہ کی رکعات برابر ہیں وہ بارہ رکعات ہیں چار سنت پہلے درمیان میں دو رکعات نماز جمعہ فرض اور فرض کے بعد چار رکعات سنتیں اوران کے بعد دو رکعات سنت ہیں- اس کے علاوہ جو نماز جمعہ کی نیت سے سنت پڑھے گا وہ نفل ہوں گی نماز جمعہ میں دس رکعات سنتوں کے علاوہ سنت نہیں- جن لوگوں نے اس بستی میں نماز جمعہ شروع کیا ہے- ان پر جمعہ کا ترک کرنا لازم ہے اوران پر نماز ظہر کا پڑھنا فرض ہے- اگر ظہر کی نماز نہ پڑھیں گے تو ان کو فرض نماز کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا- کوئی احتیاط الظہر نہیں بلکہ یا نماز جمعہ ہوگا یا نماز ظہر فرض ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شہر سے ملحقہ مسجد میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہاتی مسجد جو کہ شہر سے ملحقہ ہے جس میں تقریباً بیس پچیس آدمی جمع ہو جائیں- کیا اس میں جمعہ جائز ہے یا ناجائز عندالاحناف جبکہ تقریباً دو سو کرم کے نزدیک ایک اور جامع مسجد میں جمعہ ہو رہا ہے-

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ مذکورہ جگہ اگر چہ فناء شہر میں ہو کر اس میں جمعہ جائز ہو جائے گا- لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جائے گی- بلکہ اس مسجد والے دوسری مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کریں اور ثواب مزید حاصل کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے وعظ کے دوران ذکر وغیرہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جمعہ جب تقریر شروع ہوتی ہے- بعض لوگ دوران تقریر میں ورد- درود شریف جاری رکھتے ہیں- حتیٰ کہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں- تقریر بھی شروع رہتی ہے- اور وہ بھی درود پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں- زید نے ان کو مسئلہ بتلایا کہ دوران تقریر میں تسبیح و درود کا پڑھنا بند کر دیا کرو- انھوں نے جواباً کہا کہ دوران تقریر میں درود منع نہیں حدیث پیش کرتے ہیں- کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرا نام سن لے اور مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بڑا بخیل ہے- اور دوسری دلیل پیش کی کہ قرآن میں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (پارہ چھبیس) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ گیا- اب درود پڑھنا کیونکر ناجائز ہوا- اور نام محمدؐ پر اگر درود نہ پڑھیں گے- تو بخیل بن جائیں گے- لہٰذا یہ مسئلہ درود پڑھنا دوران تقریر لگاتار تسبیح پر جائز ہے یا نہیں- بادلائل جواب مرحمت فرما دیں-

﴿ج﴾

دوران تقریر و وعظ میں اگر مخاطبین کی توجہ تمام واعظ کی تقریر کی طرف قائم رہے تو کوئی حرج نہیں ہے اس امر میں کہ وہ زبان سے درود شریف یا تسبیحات یا اور ذکر کر لیں-

دریا میں بہہ جانے والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جامع قریہ علو والہ میں بہت عرصہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھائی جاتی ہیں- علو والہ بستی ایسی تھی جہاں جمعہ کی شرائط پائی جاتی تھیں- اس سال خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے بستی مذکورہ دریائے سندھ میں برد ہو چکی ہے- بستی مذکورہ کے قریب تقریباً چار سو کرم کے فاصلہ پر ایک بستی بنام پکے مینے والا ہے- کم از کم پندرہ گھر آباد ہیں- اس بستی کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں- اگر ان سب بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے تو مسجد بھر جاتی ہے- بستی پکے مینے والا مسجد قدیم ہے اور پختہ ہے- اشاعت اسلام سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتی- لوگوں کی اکثر آبادی مائل الی البدعت ہے- ان کی تبلیغ کا ذریعہ سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا- علو والہ بستی کا خطیب بستی پکے مینے والا میں نماز جمعہ پڑھا رہا ہے- ان کو کہا گیا ہے کہ اس بستی میں جمعہ ناجائز ہے- وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں کی آبادی بہت ہے اور تعلیمی حالت لوگوں کی بہت ہی کمزور ہے ۸۰ فیصد آبادی بدعت اور بریلویت کی طرف راغب ہے- ان کی تعلیم کا بندوبست سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا- لہٰذا مسئلہ مذکورہ پر غور فرما کر جواب سے مشکور فرمائیں-

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے- جمعہ کے لیے مصر ہونا شرط ہے یا مصر کی طرح ہو- یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں- اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں- نیز سوال میں ذکر کردہ وجوہات سے شرعی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز ہو جائے- وعظ اور تعلیمی ضروریات اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہیں کہ خطبہ نہ پڑھا جائے اور ظہر ادا کی جائے- اور اس سے پہلے اور بعد میں تقریریں کر دی جائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ میں ''شہر'' سے کتنا بڑا شہر مراد ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے جواز کے لیے کتنا بڑا شہر ہو اور اس کی آبادی بلحاظ افراد کتنی ہونی چاہیے اور آبادی بلحاظ گھرانے کتنی ہونی چاہیے مکمل طور پر تحریر فرما دیں-

﴿ج﴾

عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع الخ قال الشامیؒ فی ردالمحتار و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب ص۵۹۰ ج۱

ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر وقصبات اور بڑے قریہ میں اداء ہوتا ہے جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہو جس قریہ میں یہ علامات ہوں وہاں جمعہ فرض ہوگا باقی آبادی بلحاظ افراد وگھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ مثل قصبہ کبیرہ کے آبادی ہو جیسا کہ فتاویٰ میں آیا ہے اور قصبہ صغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ تین چار ہزار کی آبادی تقریباً ہو- واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ کہ ایک چک جس کے تقریباً بالغ نابالغ مرد وزن ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہیں- علاوہ ازیں ایک مسجد اور چار پانچ دوکانیں ہیں- اور تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک بڑے قصبہ میں پیشتر ازیں جمعہ پڑھا جاتا ہے- کیا شرعاً ایسے چکوں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

عبارات فقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں- اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں- اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو- ضروری ہے چونکہ قریہ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے- ایسا نہیں اس لیے اس میں جمعہ پڑھنا بلاشبہ جائز نہیں- روی البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق- و ابن ابی شیبه فی مصنفیهما- عن علیؓ انه قال لا جمعة و لا تشریق ولا صلوة الفطر والاضحی الا فی مصر جامع او لمدینة ولا نکان لمدینة النبی قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی- و فی الشامی عن القهستانیؒ تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل عن الشامی ایضا فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح- والله تعالی اعلم- ردالمحتار ۵۹۰ ج۱

ساٹھ ستر افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کنویں پر جمعہ کی نماز جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- جہاں بصد مشکل پندرہ بیس گھر ہوں گے اور آدمیوں کی کل آبادی (بمعہ عورتیں اور بچے) ساٹھ ستر کی ہوگی اور ساتھ ہی دو فرلانگ پر ایک قصبہ ہے جہاں قدیم زمانے سے جمعہ ہو رہا ہے اور عید بھی پڑھی جاتی ہے- اور وہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ایک خاصا بڑا شہر ہے- اور زید وہاں عید پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے جیسا کہ کنواں پر آبادی کے لحاظ سے دوکانیں ہوتی ہیں ایک آدھ دوکان بھی ہے نیز اس میں مسلمانوں کے اختلاف کا بھی بہت احتمال ہے اور شاید بہانہ یہ ہو کہ چونکہ قصبہ میں ایک بدمذہب امام جمعہ ہے اس لیے وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے اور اس کا انتظام اس کنوئیں پر کیا جائے- اور ہو سکتا ہے کہ فنائے مصر کے قانون کے ماتحت یہاں جمعہ جائز ہونے کا قانون برتا جائے تو کیا ایسے حالات میں اس کنویں پر زید کا جمعہ پڑھانا یا نماز عید پڑھانا جائز ہوگا یا نہ؟ اگر پڑھا بھی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا اگر بالفرض والتقدیر بقول زید قصبہ والی جامع مسجد کا امام بلحاظ عقیدہ مخالف بھی ہو تو قصبہ میں ہی دوسری جگہ جمعہ کا انتظام کرنا چاہیے- یا قصبہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک کنوئیں پر جو کہ اس موضع میں بھی نہیں جس موضع میں وہ قصبہ ہے- اور نہ ہی وہ یونین کونسل ہے- دلائل کے ساتھ جوابات مطلوب ہیں- بینوا توجروا- نیز فنائے مصر کی حدود کہاں تک محدود کی جا سکتی ہیں-

﴿ج﴾

مذکورہ کنویں پر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں- بقول علیؓ لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع - نیز فنا مصر ہونے کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں- اس لیے کہ فناء مصر اسے کہتے ہیں جو کہ شہر کے مصالح کے لیے ہو- جیسے قبرستان یا گھوڑ دوڑ کی جگہ یا تھانہ وغیرہ اور اسے مستقل آبادی نہ سمجھا جائے- درمختار ص ۵۹۱ ج ۱ میں ہے- او فناؤہ (و هو ما) حوله (اتصل به) او لا کما حرره ابن کمال وغیره (لا جل مصالحه) کدفن الموتی ورکض الخیل - الخ - البتہ قریہ کبیرہ میں فقہاء نے بحکم مصر قرار دے کر وجوب جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا ہے- شامی ج ۱ ص ۵۹۰ وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- اور قریہ صغیرہ میں باتفاق فقہاء حنفیہ جمعہ وعیدین صحیح نہیں کما فی الشامی و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة- الخ و فی باب العیدین من الدرالمختار و فی القنیة صلاة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة- الخ- و فی الشامی ص ۶۱۱ ج ۱ (قوله صلوة العید) و مثله فی الجمعة - الخ

اس کنوئیں والوں پر جمعہ فرض ہی نہیں- حتیٰ کہ انتظام وغیرہ واجب ہو اگر وہ پڑھنا چاہیں اور قصبہ بھی قریب ہے تو قصبہ میں

جا کر پڑھیں- نیز اگر امام جمعہ پڑھانے والا اس کے خیال میں بدعقیدہ ہے تو اگر مذکورہ قصبہ میں بلا اختلاف وتفرقہ بین المسلمین دوسری مسجد میں انتظام ہو سکے تو انتظام کر کے جمعہ ادا کریں- اور تفرقہ کی صورت میں نہ ادا کرنا اولیٰ ہے- جبکہ ان پر فرض بھی نہیں اس بستی میں جتنے جمعہ ادا کیے گئے ہیں- اس کی جگہ ظہر کی اتنی نمازوں کی قضا لازم ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

گزارش ہے کہ علاقہ خیر پور ٹامیوالی ضلع بھاولپور میں کوٹ اعظم ایک گاؤں ہے مردم شماری کے اعتبار سے چھوٹے بڑے مرد وعورتیں کل پانچ سو افراد آباد ہیں- آٹھ ایک دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں ان میں دو دوکانیں تو بالمقابل ہیں باقی مختلف گلیوں میں ایک ایک دو دو ہیں- عمومی مدرسہ بھی ہے- جس میں شرح جامی تک تعلیم ہوتی ہے- نو اساتذہ کی نگرانی میں ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں- ایسے حالات میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ جمعہ یا عیدین کی نماز یہاں جائز ہے یا نہ؟ اگر نا جائز ہے تو نماز ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط ہو جائے گی- نماز جمعہ اور نماز عیدین کے جواز عدم جواز اور ان کی شرائط یکساں ہیں یا کچھ فرق ہے کہ نماز عیدین جائز ہو اور جمعہ نا جائز-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو حالات کوٹ اعظم کے بیان کیے گئے ہیں- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ قریہ ہے- یہاں جمعہ جائز نہیں ہے جب جمعہ جائز نہ ہوا تو فریضہ ظہر ساقط نہ ہوگا- ذمہ میں بدستور رہے گا- پچھلی نمازوں کی قضا واجب ہوگی جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی واجب نہیں- دونوں (جمعہ وعیدین) کے وجوب کے لیے شہر ہونا یا قصبہ وقریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ- الخ پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے- اسی طرح دعائے ماثورہ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ- الخ- و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب- (درمختار باب الاذان ص۲۹۴ ج۱) و اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ (ردالمحتار) و فیہ ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات- فقط واللہ تعالی اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد کی تمام سنتیں مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں دو فرض کے بعد کی چار سنتیں موکدہ ہیں یا غیر موکدہ- نیز دو سنتیں موکدہ ہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں-

(۲) ایک شخص فرض نماز کی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام دوسری رکعت پڑھا رہا ہے- تو مقتدی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرنی چاہیے یا الحمد شریف سے؟ نیز اگر مقتدی امام کی پہلی رکعت میں اس وقت شامل ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو ثناء کب پڑھنی چاہیے؟ سلام وآداب

﴿ج﴾

(۱) نماز جمعہ میں دو رکعت فرض کے ادا کرنے کے بعد چھ رکعتیں سنتیں ہیں- حضور اکرم ﷺ سے چار اور دو دونوں یعنی چھ رکعت کا ثبوت ہے- احناف کا مشہور قول چار رکعت کا ہے جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں کو لیا ہے- اور چھ کا قول کیا ہے- اسی میں احتیاط ہے- چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رکعت کا مسنون ہونا کسی سائل کے جواب میں تحریر فرمایا ہے- نیز حضرت مولانا تھانویؒ نے بھی امداد الفتاویٰ جلد اول میں چھ رکعت سنت تحریر فرمایا ہے- لہٰذا چھ رکعت بنیت سنت پڑھی جائیں اور یہ تمام سنتیں مؤکدہ ہیں-

(۲) مقتدی فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرے اور پہلی رکعت میں جبکہ امام قرأت شروع کر چکا ہے اور اس وقت کوئی اقتداء کر لیتا ہے تو اس شخص سے ثناء پڑھنا رہ گیا اور قرأت سننا واجب ہے- البتہ بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب امام آیت پر وقف کرے تو اس درمیان میں ثناء پوری کرے- اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو اس وقت اگر ثناء پڑھ کر رکوع پا سکتا ہے تو پڑھ لے- لیکن بہتر یہ ہے کہ جبکہ امام نے قرأت شروع کر دی تو انھی آیات کو سنے اور غور کرے اور ثنا پڑھنا اس کا رہ گیا- یعنی ثناء نہ پڑھے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

سات گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے اندر چھ سات گھر ہیں اور اس بستی کی مسجد میں پانچوں وقت نہ نماز جماعت سے ہوتی ہے اور نہ ویسے پانچ وقت نماز کی پابندی ہے- اور اس بستی کے اردگرد دو چار فرلانگ پر اور بستیاں

ہیں اس جگہ جمعہ ہوسکتا ہے یانہیں؟ بالدلائل جواب سے مطلع فرمادیں۔ جبکہ اس مسجد میں جمعہ کے وقت بیس پچیس آدمی اکٹھے ہوتے ہوں اور یہ بھی فرمادیں کہ آیا عید کی نماز بھی ہوسکتی ہے یانہیں؟

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں' کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا۔ قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں' اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ کہلاتا ہو' ضروری ہے۔ لما روی البیھقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیھما عن علی رضی اللہ تعالی عنه انه قال لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی فی مصر جامع او لمدینة و لان کان لمدینة النبی صلی اللہ علیه وسلم قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیھا انتھی روی الشامی عن القھستانی و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی قوله) لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات شامی ج ا ص ۵۹۰ ونقل الشافعی ایضا فی التحفة عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیھا سکک و اسواق ولھا رساتیق و فیھا و ال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و ھذا ھو الا صح اور قہستانی کی مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ منقول ہے۔ والظاھر انه ارید الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ الخ

ان مذکورہ عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا یعنی قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے' اور صورۃ مسئولہ میں یہ بستی قریہ صغیرہ ہے تو اس جگہ بلاشبہ نماز جمعہ فرض و جائز نہیں۔ کیونکہ نماز جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں نماز ظہر کی ادا فرض ہے۔ اور ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ ترک فرض نماز عمداً لازم آئے گا اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھنے سے بھی دو محظور و ممنوع شرع کا ارتکاب ہے۔ ایک نفل نماز کی جماعت علی سبیل التداعی جو کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور دوسرا ترک جماعت صلوٰۃ ظہر باتفاق جو کہ ترک واجب ہے۔ اور یہ دونوں باتیں محظور شرعی اور معصیت ہیں۔ لہٰذا احتیاط الظہر کے مغالطہ میں بھی نہ پڑیں: معلوم ہو کہ نماز عیدین کی صحۃ و وجوب کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے ہیں یعنی مصر ہونا اور مصر کی طرح ہونا وغیرہ ۔ درالمختار بھامش ردالمحتار ج ا ص ۶۱۱ پر ہے تجب صلوتھما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطھا) المتقدمة و فی القنیة صلوة العید فی القری تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة الی آخرہ شامی ص ۶۱۱ تحت قوله صلوة العید و مثله الجمعة ۔ لہٰذا جبکہ اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں نماز عیدین بھی جائز و صحیح نہیں اور صاحب قنیہ کی عبارت جو کہ درمختار میں ہے۔ اس نے اور شامی کی اس عبارت نے یہ واضح کر دیا کہ صلوۃ الجمعۃ وعیدین دونوں چھوٹی بستیوں میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ ایسے موضع میں جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو اور نہ قصبہ ہو جس میں دو ڈھائی ہزار کی آبادی ہو۔ یعنی محض قریہ (گاؤں) ہو۔ نماز جمعہ جائز ہے یانہیں؟ اور بصورت نہ ہونے کے ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا یا صغیرہ کا اور ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یانہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جس موضع پر مصر کی کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو نہ عرف میں اسے شہر یا قصبہ کہا جاتا ہو۔ محض قریہ ہی ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کے ذمہ سے ظہر کی نماز جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگی۔ نیز جمعہ پڑھنے میں مزید مندرجہ ذیل قباحتیں بھی ہیں۔ (۱) نماز نفل کی جماعت بالتداعی جو مکروہ ہے (۲) نوافلِ نہار میں جہر (۳) غیر لازم کا التزام (۴) ترک جماعت فرض ظہر۔ قال ابن عابدین فی ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انه ارید به الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ الخ۔

اور امداد الفتاویٰ ج ا ص ۴۰۵ پر ہے اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذھب کے چند مکروھات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے۔ اور نفل کی جماعت دوم نوافل نہار میں جہر۔ سوم غیر لازم کا التزام۔ چہارم ترک جماعت فرض ظہر۔ پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے۔ شرائط وجوب سے نہیں پس یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُن سات دیہاتوں کے مرکز میں جمعہ کا حکم جن کی آبادی تین ہزار آٹھ سو ہو؟

﴿س﴾

چه می فرمایند علماء دین وھا دین شرع متین در مسئله ذیل

مسئله چه حکم دارد اداء نماز جمعه و عیدین در دھیکه مرکز ھفت دھات قرار گرفته یعنی اھالی این ھفت دھات اتفاق نموده نماز جمعه را در دھیکه دروسط این تمام دھات میباشد مدت پنج سال است که ادا می نمایند از ھر طرف مردمان باشوق و ذوق در

نماز جمعه و عیدین شرکت می نمایند جمعیت ایں دهیکه نماز جمعه دران خوانده میشود تقریبًا هشت صد (۸۰۰) نفر از ذکوروانات میرسد- دریں قریه سه دکان یك مدرسه یك جامع مسجد میباشد و قریه هائیکه مربوط بایں قریه میباشد تعداد نفوس آنها سه (۳۰۰۰) هزار نفر از ذکوروانات میرسند و در عیدین مقدار هشت صدتا هزار نفر شرکت میکند در نماز هائے جمعه ازیں کمتر و دهات اطراف از دهیکه مرکز قرار گرفته مقدار یك میل و بعضی مقدار نصف میل و بعضی ازیں کمتر انفصال دارند- و باید دانست که برائے تبلیغ دین دریں سر زمین بدون از وسیله ساختن جمعه دیگر هیچ راهے نیست یعنی بدیگر طرزے مردمان بدست نمی آیند و درمدت ایں پنج سال که نماز جمعه دریں جا خوانده شده و تربیت دینداری مردمان ایں سر زمین خیلی کرده مردمان از اصول دین آگاه شده اند و بسیارے از رسومات باطله ترك شده اند وعدهٔ زیادی از بے نماز ان نماز خوان شده اند و مردمان ایں سر زمین قبل ازیں وحشی بودند و از راه خداوندی هیچ گونه اطلاع نه داشتند- آیا مردمان ایں دهات میتوانند که نماز جمعه خود را حسبِ سابق جاری سازند یا ترك کنند آیا اگر نماز جمعه رابدستور سابق ادا نمودند- عندالله مجرم و عاصی قرار میگردند یا مطیع و فرمان بردار باوجودیکه در ترك کردنش خرابیهائے ذیل به پیش بینی میشوند (۱) تبلیغ دین ترك میشود (۲) مردمان از دین اسلام متنفر میشوند (۳) باعث اختلاف و افتراق مابین مردم خواهد شد (٤) ارباب مذاهب باطله که دریں سر زمین اکثریت دارند از دین مقدس اسلام بدبین میشوند و بران طعنه میز نند- آیا بنا بریں ضرورت هائے شدید مانمی توانیم که بر مذهب ائمه ثلثه عمل بکنیم- علماء ایں سر زمین باوجودیکه حنفی المذهب اند الا آں بالاتفاق فتویٰ داده اند برائے خواندن از جمعه در جائے مذکور مگر شاذ و نادر- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

سم الله الرحمن الرحیم- واضح باد که باتفاق جمیع علماء احناف علیهم الرحمة برائے جواز اداء جمعه و عیدین مصر یا قریه کبیره شرط است هیچ کس از متقدمین از احناف بریں اختلاف نه کرده- در صورت مسئوله خود ایں ده قریه صغیره معلوم میشود و دیگر ریه هائیکه بایں مربوط است اگر میان ایں قریة و آنها انفصال بمزارع وغیره است و در فنا ی قریه هم شمرده نمیشود باهم جمعه جائز می شود اگر در نماز بسیار نفر شریك میشوند ِراکه برائے جواز نماز جمعه مصر شرط است یعنی آنقدر آبادی مستقل مردمان که آں را صر یا قریه کبیره گفته شود- از سوال مذکور ظاهر میشود که ایں دیهه نه شهر است نه ریه کبیره نزد ائمه احناف دریں نماز جمعه ادا نمیشود بلکهٔ بریں مردمان نماز ظهر فرض ت از دو رکعت خواندن آں فرض ساقط نمے شود- واز ادائے دو رکعت بجماعت ادائے ماز نفل بتداعی لازم میشود وآں مکروه است وآں مصالح ادائے جمعه که در سوال ذکر کرده دلیل جواز جمعه نمیتوان شد چرا که تبلیغ دین موقوف برائے جمعه نیست ونه عدم واز جمعه در قری سبب تنفر از اسلام و اختلاف مسلمانان و بد بینی ارباب مذاهب باطله ی شود- ایں تنفر وغیره را سبب آں مردمان شده اندکه در دیهه خورد جمعه جاری کرده لد- نیز ایں مصالح در ضرورت شدیده داخل نیستند که سبب جواز عمل بر مذهب غیر بشود- و عمومًا بلا ضرورت برمذهب غیر آنوقت عمل کردن جائز باشد که ارتکاب کروه در مذهب مایاں لازم نشود و اینجا لزوم او ظاهر است- لهذا اگر دریں صورت اگر حکومت اجازت خواندن جمعه درایں دیهه حاصل کرده شود- پس بالاتفاق جمعه جائز خواهد شد شنیده ایم که در مملکت ایران اجازت خواندن جمعه حاصل کردن بتواند- ورنه دریں حالات بدون اذن حکومت جواز جمعه گر نمے دانیم مندرجه شواهد صدق است- قال فی الدرالمختار علی هامش ردالمختار ج ۱ ص ۵۹۰- و ظاهر

المذهب انه (المصر) كل موضع له امير و قاض يقدر على اقامة الحدود كما حررنا فيما علقنا على الملتقى و فى القهستانى اذن الحاكم ببناء الجامع فى الرستاق اذن بالجمعة اتفاقًا على ماقاله السرخسى و اذا اتصل به الحكم صار مجمعًا عليه فليحفظ

و قال الشامى تحته- و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرات و الظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر و هذا اذا لم يتصل به حكم فان فى فتاوى الدينارى اذا بنى مسجد فى الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقًا على ما قال السرخسى فافهم----

و قال الشامى تحت قول صاحب الدر ج ١ ص ٦٠١ و رجع فى البحر اعتبار عوده بلا كلفة (قوله و رجح فى البحر- الخ) هو ما استحسنه فى البدائع و صحح فى مواهب الرحمن قول ابى يوسف بوجوبها على من كان داخل حد الاقامة اى الذى من فارقه يصير مسافرا و اذا وصل اليه يصير مقيما و علله فى شرحه المسمى بابرهان بان وجوبها مختص باهل المصر و الخارج عن هذا الحد ليس اهله الخ قلت و هو ظاهر المتون و فى المعراج انه اصح ما قيل و فى الخانية المقيم فى موضع من اطراف المصران كان بينه و بين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه و ان بلغه النداء و تقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشئى هكذا رواه ابو جعفر عن الامامين و هو اختيار الحلوانى و فى التتار خانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصرا و ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد و لو قريباً و هذا اصح ما قيل فيه و به جزم فى التجنيس- الخ- و مولانا محمد اشرف على صاحب تهانوى عليه الرحمة در جواب اينچنين سوال نوشته است امداد الفتاوى ج ١ ص ٥٠ ميفرمايد-

ان روایات سے معلوم ہوا کہ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے- جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور یا برموقع ضرورت جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حد ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے سو یہ امور متحقق نہیں- اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے-

(۱) اول نفل کی جماعت (۲) دوم نوافل نہار میں جہر (۳) سوم غیر لازم کا التزام (۴) چہارم ترک جماعت فرض ظہر (۵) پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے- الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چالیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے گھروں کی تعداد تقریباً چالیس ہے اور اس کے اردگرد بہت سی بستیاں ہیں اور ان کے اندر ایسی دو کانیں ہیں کہ جس سے ضروریات مہیا ہو سکتی ہیں- اور اس میں ایسی مشینیں ہیں جس سے آٹا وغیرہ اور چاول وغیرہ کی صفائی بھی کی جاتی ہے- اور اس میں کئی سالوں سے جمعہ کی نماز شروع تھی- اور اس کے اردگرد کے لوگ ایک ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے- اب ایک مولوی صاحب نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند سے جزئیہ پیش کر کے جمعہ کو بند کرا دیا ہے اور مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے- آیا شرع شریف میں اس جمعہ کو بند کرنا مناسب ہے یا کہ نہیں- جیسا کہ پہلے جاری تھا- ویسے جاری کیا جائے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے- اور اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں- مدار سب تعریفوں کا تقریباً یہی ہے کہ عرف میں لوگ اسے شہر کہتے ہوں اور مطلق شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ذکر کیا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ چالیس گھروں پر مشتمل بستی کو عموماً شہر نہیں کہا جاتا اور نہ اس پر شہر کی کوئی تعریف صادق آتی ہے- لہٰذا ایسی بستی میں جمعہ کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ جب جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہ ہوا تو وہ دو رکعتیں نفل ہوں گی- اور نفل کو تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز ظہر کی نماز بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی- لہٰذا جب مولوی صاحب نے بند کرا دیا ہے اور بند ہو گیا ہے تو اچھا کیا ہے- اب دوبارہ جاری کرا کر فتنہ فساد برپا نہ کیا جائے- قال فی العالمگیریة ج ١ ص ١٥٣ مطبوعه مكتبه ماجديه كوئيٹه (و لا دائها شرائط فى غير المصلى) منها المصر هكذا فى الكافى و المصر فى ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود و ينفذ الاحكام و بلغت ابنيته ابنية منى هكذا فى الظهيرية و فتاوى قاضيخان و فى الخلاصة و عليه الاعتماد كذا فى التتار خانية و معنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا فى الغياثية---فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس گھروں کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی آبادی تقریباً بیس گھروں کی ہوگی اور اس کے گرد ونواح میں تقریباً دس دس میل کوئی شہر نہیں - کیا اس جگہ احناف کے مطابق نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی -

(۲) یہ کہ امام یا خطیب مسجد ہو اور نہ تو فرائض صلوۃ اور واجبات صلوۃ سے واقف ہو اس کا ذریعہ معاش گداگری ہو - کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی آدمی نے پڑھ بھی لی ہو تو پھر اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں ہے؟

﴿ج﴾

(۱) بیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کی نماز عندالاحناف جائز نہیں ہے - کیونکہ عندالاحناف جمعہ کے جواز ووجوب کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے - اور ظاہر ہے کہ یہ شرط یہاں مفقود ہے شہر (مصر) کی فقہاء نے متعدد تعریفیں کی ہیں - غالباً ان تمام کا مرجع یہی ہے کہ جسے عرف میں شہر کہا جائے - بلکہ ایسے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے اور یہ دو رکعت جو وہ ادا کرتے ہیں - بنیت جمعہ یہ نفل ہے اور مکروہ ہے - فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۴ (و لا یصلی الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای یکره ذالک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر و فی الشامی ص ۵۹۰ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر - والله تعالی اعلم

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ جواز امامت کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے - حدیث شریف میں وارد ہے صلو اخلف کل بروفاجر او کما قال - اگر اس امام کا یہ ذریعہ معاش یہاں تک ہے - کہ اپنے مقتدیوں سے امامت کی اجرت یا صلہ وصول کرتا ہے اور اگر گداگری اس کا پیشہ بن گیا ہے - تب تو یہ مرتکب حرام ہے اور اس سے فاسق بنتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے - ہاں اعادہ پھر بھی واجب نہیں ہے - کیونکہ یہ کراہت صلوۃ میں نہیں ہے - ویسے امامت کے لیے اولیٰ عالم بالاحکام ہے - و هکذا فی فتاوی دار العلوم ج ۲ ص ۳۵ فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

جمعہ کے خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر خطبہ جمعہ وعیدین میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ وآثار صحابہ وغیرہ عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی یا کسی اور زبان میں کر کے اگر عوام کو سنایا جائے غرض تبلیغ احکام ہو یا رمضان المبارک میں فضائل رمضان ہو تو یہ شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو پھر جمعہ کے دن عوام کو کس ذریعہ سے ہر ماہ کے احکام مخصوصہ سمجھائے جائیں جبکہ دیہاتوں میں لوگوں کو کسی دن اپنی حرفت سے فراغت نہ ہو - تو براہ کرم اگر طریقہ مسنون بیان فرمائیں اور نفی کی صورت میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشناس فرمائیں اگر کوئی حدیث اس میں مستدل ہو وہ بھی تحریر فرمادیں -

(۲) بعد اذان دعا وسیلہ کے وقت ہاتھ اٹھانا کیا حکم ہے خاص خطبہ والی اذان کے بعد کیونکہ یہ رواج عام جگہ پر پایا جاتا ہے - اس کا ثبوت بھی حضور کے فعل وقول وتقریر سے فرما کر ممنون فرمائیں -

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ وعیدین اگر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پڑھا جائے یا عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی وغیرہ کسی زبان میں اثناء خطبہ میں لوگوں کو سنایا جائے - یا کچھ حصہ عربی میں پڑھا جائے اور کچھ حصہ کسی دوسری زبان میں یہ سب سنت متوارثہ مؤکدہ کے خلاف ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تمام سلف صالحین نے صرف عربی میں خطبہ دیا ہے باوجود اس کے کہ دور صحابہ میں اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا مسئلہ درپیش ہوا کہ سامعین غیر عرب تھے - اور خطیب فارسی وغیرہ زبان جانا کرتا تھا - اور تفہیم کی ضرورت بھی تھی تب بھی غیر عربی میں خطبہ دینے کا ثبوت نہیں ملتا - لہٰذا یہ سنت متوارثہ مؤکدہ ہے - اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے - گو خطبہ ادا ہو جائے گا اس مسئلہ کی تفصیل اگر مطلوب ہے تو امداد الفتاویٰ مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی باب الجمعہ جلد اول کی طرف رجوع فرمائیں -

(۲) جمعہ کے دن خطبہ والی اذان کا جواب بھی نہیں دینا چاہیے اور اذان خطبہ کے بعد دعاء وسیلہ اور اس کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے - فی الحدیث اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام او کما قال و فی الدر المختار علی هامش الشامی ج ۱ ص ۲۹۴ و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب و هکذا - فی فتاوی دار العلوم ج ۱ ص ۶۳ عزیز الفتاویٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

کیا عورت جمعہ کی امامت کرا سکتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت جمعہ کی امامت کرسکتی ہے یا نہ؟ بذریعہ دلائل قرآن وحدیث ثبوت پیش کیا جائے۔ (ب) گیارھویں کرنی جائز ہے یا نہ بذریعہ دلائل ثبوت پیش کریں نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) عورت اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے مردوں کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔ اور عورتوں کی اقتداء صحیح ہے۔ لیکن صف کے بیچ میں کھڑی ہو۔ مگر عورت کی امامت مکروہ ہے خواہ جمعہ میں ہو یا غیر جمعہ میں۔ قال فی البدائع ج۱ ص ۱۵۷ و كذا المرأة تصلح الامامة فی الجمعة حتی لو امت النساء جاز و ینبغی ان تقوم و سطهن لما روی عن عائشة رضی الله عنها انها امت نسوة فی صلوة العصر و قامت و سطهن و امت ام سلمة نساء و قامت و سطهن و لان مبنی حالهن علی الستر و هذا استر لها الا ان جماعتهن مكروهة عندنا۔ الخ

(ب) ایصال ثواب جائز ہے مگر گیارہویں وغیرہ کا تعین یا طعام کا تعین ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر فاعل اس تعین کو ضروری نہ مانے اور تبدیل یوم وطعام کیا کرے۔ تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ قال فی البحر الرائق لان ذكر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او شیء دون شیء لم یكن مشروعاً ما لم یرد الشرع به۔ انتهی۔ هكذا فی الفتاوی رشیدیه ص ۱۰۶، ۱۴۱، ۱۴۱ – و فتاوی دار العلوم، امداد المفتیین ج ۲ ص ۱۹۔
فقط والله تعالی اعلم

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا گاؤں تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے۔ آبادی تقریباً ۲۳ سو کے قریب ہے۔ گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک دفتر۔ ایک ہائی سکول ایک گرلز مڈل سکول اور ایک انٹرمیڈیٹ کالج بھی زیر تعمیر ہے اور فی الحال کالج کی پڑھائی شروع ہے۔ گاؤں میں کل بارہ دوکانیں ہیں ساتھ ساتھ لوہار۔ ترکھان اور فرنیچر بنانے والے کی دوکانیں بھی ہیں۔ آبنوشی کی ایک سکیم بھی زیر تعمیر ہے۔ جن سے قریب کے چند گاؤں کو پانی ملے گا۔ گاؤں میں آٹا پیسنے کی دو مشینیں، لکڑی چیرنے کا آلہ اور تیل نکالنے کی مشین بھی ہے۔ ایک سرکاری ڈاکٹر بھی ہے۔ لیکن اس کے

پاس سرکاری دوائی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ گاؤں میں ایک اعلیٰ خاندان والے آدمی کے پاس ضرورت کے مطابق دوائی ملتی ہے۔

کپڑے کی دوکان اور ساتھ ساتھ غلہ کے خرید وفروخت کی دوتین دوکانیں بھی ہیں۔ ایسی خرید وفروخت پر منڈی کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ ایک یونائیٹڈ بینک بھی ہے۔ اس گاؤں میں نہ مسافر خانہ اور نہ کوئی اور خاص انتظام ہے۔ دن کے وقت آمد ورفت بآسانی ہوسکتی ہے۔ اس گاؤں کے قریب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر دو چھوٹی بستیاں ہیں۔ جن کے درمیان آبادی اور کاشت شدہ کھیت بھی ہیں۔ کیا یہ شرعاً اس گاؤں میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس گاؤں کے بالغ مرد اگر سب سے بڑی مسجد میں جمع کردیے جائیں۔ تو ما لا یسع کی قید عائد نہیں ہوتی اور اسواق کا اطلاق کتنی دوکانوں پر عائد ہوتا ہے۔ تفصیل سے جواز یا عدم جواز صلوٰۃ جمعہ ثابت کرکے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ایسے گاؤں میں موافق مذہب حنفیہ نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے۔ كما فی الشامیة ج ۱ ص ۵۹۰ و فیما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض الخ۔ و قال قبیله و تقع فرضا فی القصبات والقری الكبیرة التی فیها اسواق الخ۔ اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض وضعیف ہے۔ كما قال فی شرح المنیة فكل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتاخرین كصاحب المختار والوقایه و غیرهما و هو ما لو اجتمع اهله فی اكبر مساجده لا یسعهم فانه منقوض بها اذ مسجد كل منهما یسع اهله و زیادة الی ان قال: فلا یعتبر هذا التعریف۔
فقط والله تعالی اعلم۔ فتاوی دار العلوم ج ۵ ص ۳۵۔

پچاس گھروں کی آبادی کی مسجد میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں کافی سالوں سے جمعہ کی نماز جاری ہے۔ اور درمیان میں کچھ عرصہ بند ہوگیا تھا۔ اور دوبارہ جاری ہوگیا ہے۔ اور تقریباً کل گھر چالیس یا پچاس ہیں۔ اور بستی میں ہمیشہ کے لیے ساٹھ یا ستر آدمی موجود رہتے ہیں۔ اور اس بستی میں تین دوکانیں بھی ہیں جن سے بستی والوں کی ہر ضرورت پوری ہوسکتی ہیں۔ سوائے سبزی کے اور تین درزیوں کی دوکانیں بھی ہیں اور ہمیشہ کے لیے چلتی ہیں۔ اور حجام اور ترکھان بھی موجود ہے۔ اور اس بستی سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دو آٹے کی مشینیں ہیں اور ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ایک مڈل سکول بھی ہے۔ اور ایک

فرلانگ کے فیصلہ پرتالاب ہے-جس میں ہروقت پانی موجود ہوتا ہے-اوراس بستی کے آس پاس بہت سی بستیاں بھی ہیں اور پہلے یہ نماز ساری بستیوں والوں کے مشورہ سے جاری ہوئی تھی-لیکن اب انھوں نے چھوڑ دیا اب اس میں علماء کا اختلاف ہے-بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے-اورلوگوں کا شوق بھی یہی ہے کہ پڑھی جائے-اوراس میں وعظ بھی کیا جاتا ہے-بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ کی نماز ادانہیں ہوسکتی-امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں جمعہ کی نماز اس بستی میں ناجائز ہے-لا جمعة و لا تشريق الا فی مصر جامع (الحديث) كذا فی جميع كتب الفقه-واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم حنفی المذہب ہوتے ہوئے صغیرہ گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہ؟ اگر ادا کرلیں تو ظہر کی نماز ساقط ہوجائے گی یا نہ؟

تفصیل یہ ہے ایک جگہ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں-ہر گاؤں میں زیادہ سے زیادہ ۷۰ گھر ہیں-بعض گاؤں تو ۲۰،۳۰ گھروں پر مشتمل ہیں اوران گاؤں میں آپس میں فاصلہ تقریباً ایک میل یا بعض کا دوتین میل ہے-بعض کا اس سے کم باوجود اس تفاوت کے ہم نے کل گھروں کا اندازہ لگایا ہے-تو ۴۰۰ گھر بنتے ہیں-لوگ اب زمیندار ہیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں-وقت پر آنا دشوار ہے-وہاں پر جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگوں میں بے دینی زیادہ ہے-اورلوگ دین سے بے بہرہ ہیں-لہٰذا ان کو ہم اکٹھا کرتے ہیں تاکہ کچھ دین کی باتیں سنیں-اوران پر عمل کریں نمازی بن جائیں ان کے دلوں میں کچھ خدا کا خوف پیدا ہوسکے-اس کے علاوہ اورکوئی ذریعہ نہیں جس سے ہم ایسا کرسکیں-اوراس علاقہ میں بعض گاؤں کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے آیا اس میں نہ ہو یہ تو اس کی نسبت بڑا ہے-کیا ان کی یہ دلیل وزن رکھتی ہے یا نہیں؟ اور نہ پڑھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی المسلک ہیں-اوراحناف کے مسلک کے مطابق یہاں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں-مصالح کی کوئی حقیقت نہیں-اقامت جمعہ مصالح پر مبنی نہیں اور پڑھنے والے نہ پڑھنے والوں پر تشنیع کرتے ہیں-حتیٰ کہ کافر تک کہہ جاتے ہیں یعنی منکر جمعہ کافر ہیں-اب شرعاً ایسا کہنا گناہ تو نہیں-حنفی مذہب سے جواب دیں-

﴿ج﴾

چھوٹے قریہ میں اقامت جمعہ درست نہیں-اورصورت مسئولہ میں اگر تمام گاؤں کے گھروں کو جمع کیا جائے تو بھی چار صد گھر ہیں-اگر یہ گھر تمام یکجا بھی ہوتے تب بھی اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی-خصوصاً جبکہ ان میں کچھ گھر فاصلے فاصلے پر ہیں-حاصل یہ ہے کہ اس گاؤں میں اقامت جمعہ درست نہیں-ظہر کی نماز پڑھتے رہیں-جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا نہیں ہوتی-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۹-۳-۹۶ھ

عام دیہاتوں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجود وقت میں عام دیہات پاکستان میں احناف کے نزدیک جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جولوگ چھوٹے دیہاتوں میں جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں-بعض احتیاطی اور بعض غیر احتیاطی پڑھتے ہیں-ان میں حق بجانب از روئے فقہ حنفی کون ہے-اوراحتیاطی پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وغیرہ جن کی رو سے دیہات یا قصبہ میں جمعہ واجب یا ناجائز ثابت ہے مفصل تحریر فرمادیں-؟

(۴) وہ حافظ قرآن جس کی عمر ۱۴ سال ہے-بغل کے بال اتر چکے ہیں-کی اقتداء فرض یا نفل نماز میں جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے-اورنہ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوتی ہے-ایسے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں-کیونکہ جمعہ کی صحت کے شرائط میں ایک شرط احناف کے نزدیک مصر (شہر) ہے-دیہات میں جمعہ ان کے نزدیک ہرگز جائز نہیں ہے-

(۲) دونوں غلطی پر ہیں احتیاطی نہ پڑھنے والے بڑی غلطی پر ہیں-کیونکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز ابھی تک باقی ہے-دیہات میں جمعہ کی دو رکعتیں ادا کرنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوجاتی-اور جولوگ احتیاطی پڑھتے ہیں-وہ کم غلطی پر ہیں کیونکہ احتیاطی پڑھنے سے ان کی نماز ظہر ادا ہوجائے گی-اگرچہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سرے سے جمعہ کی نماز دیہات میں

ادا ہی نہ کی جائے- کیونکہ فرض نہ ہونے کی صورت میں یہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کی صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے- نیز ظہر کی نماز کی جماعت بھی اس سے رہ جاتی ہے- وغیرہ وغیرہ-

(۳) قال فی الهداية ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق ولا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عن ابی يوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجدهم لم يسعهم والاول اختيار الكرخی و هو الظاهر والثانی اختيار الثلجی -الخ-

(۴) اگر اس کی عمر بحساب قمری پندرہ سال بنتی ہے- تو یہ شرعاً قول مفتی بہ کے مطابق بالغ شمار ہوگا- اور اس کی اقتداء فرض ونفل دونوں میں جائز ہے- اور اگر اس کی عمر پندرہ سال سے کم ہو- تو اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت مثلاً احتلام انزال وغیرہ اس میں پائی گئی ہو تو شرعاً یہ بالغ ہے- اور اس کی امامت درست ہے- اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی ہو تو شرعاً یہ بالغ شمار نہ ہوگا- اور اس کی اقتداء فرضی اور نفلی دونوں میں نماز جائز نہ ہوگی- جب تک کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل نہ ہو جائے- یا کوئی علامت علاماتِ بلوغ میں سے اس کے اندر پائی نہ جائے- بغل کے بال اُتر آنا علامات بلوغ میں شرعاً نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چار یا پانچ سو سے کم نہیں اور اس گاؤں میں طویل عرصہ سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جا رہی ہیں- اور درمیان میں چھ چھ ماہ تک یہ نماز جمعہ وعیدین چھوٹ بھی جاتی ہیں یعنی یہ کہ نہیں پڑھائی جاتیں اور خصوصاً گندم کی کٹائی کے موقع پر تو ہر سال جتنے دن گندم کی کٹائی کے ہوتے ہیں نماز جمعہ کی چھٹی رہتی ہے- اور جب پڑھتے ہیں تو اکثر مقتدیوں کی تعداد تین سے بڑھ کر نہیں ہوتی ہاں نماز عیدین میں کچھ تعداد ہو جاتی ہے یہ بھی ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں سے کہا جائے کہ یہاں نماز جمعہ نہیں ہوتی تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ کتنی مدت ہو گئی ہے ہم پڑھتے ہیں- آج تم کیسے منع کرتے ہو؟ یعنی کہ خطرہ جھگڑا کا بھی ہے- اگر جمعہ کی نماز رکوا دی جائے از راہِ کرم اس مسئلے کا صحیح اور احسن حل فرما کر ہماری رہنمائی فرما دیں-

﴿ج﴾

شامی میں ہے کہ جمعہ شہر اور قصبہ یعنی بڑے قریہ میں جس کی آبادی تین چار ہزار ہو اور اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے

دیہاتوں کے لوگ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس قصبہ کا رخ کرتے ہوں- واجب اور ادا ہوتا ہے- اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے-

تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق- الی ان قال- و فيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ باب الجمعة لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر -ص۵۹۰

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر ہے- جس کی آبادی چار پانچ سو ہے- قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جہاں جمعہ جائز و صحیح نہیں- وہاں کسی بھی رعایت سے جمعہ ادا کرنا درست نہیں- ایک عرصہ تک یہاں جمعہ قائم کرنے سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا- عجیب استدلال ہے کیا ایک عرصہ تک ناجائز کام کرنے کے بعد وہ کام جائز ہو جاتا ہے- بہر حال احناف کے نزدیک اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں سلطانِ وقت کا نام لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زندگی بھر قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ کے گہرے مطالعہ سے آپ کو جو پختہ بصیرت و رائے پیدا ہوئی اس کی بنا پر فرمائیں کہ

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں باقی رکھا جائے یا عوام کے سمجھنے کے لیے مقامی زبان میں رواج دیا جائے؟

(۲) اگر خطبہ عربی ہی میں باقی رکھا جائے تو لوگ جو نا سمجھنے کا اشکال کرتے ہیں- اس کا حل کیا ہے؟

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) جمعہ کے خطبہ کو بدستور عربی زبان میں ہی باقی رکھا جائے- عربی زبان کے سوا کسی بھی مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کہنا سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے- كما قال فی الهداية والخطبة والتشهد علی هذا الاختلاف- و قال فی فتح القدير ج ۱ ص ۲۰۱ (قوله علی هذا الخلاف) فعنده يجوز بالفارسية و عندهما لا الا بالعربية- و قال فی الهداية ايضا قبيل هذا مستدلا لابی حنيفة- ولابی حنيفة رحمه الله تعالی قوله تعالی و انه لفی زبر الاولين و لم يكن فيها بهذه اللغة و لهذا يجوز عندالعجز الا انه يصير مسيئا لمخالفة السنة المتوارثة-

(۲) اس کا حل یہ ہے کہ اگر ضرورت سمجھیں تو خطبہ جمعہ کا مضمون اذان خطبہ سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد مقامی زبان میں سنا دیا جائے- تا کہ نہ سمجھنے کا اشکال بھی رفع ہو جائے اور عربی زبان کی عظمت اور خطبہ کا مسنون طریقہ بھی باقی رہ جائے-

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا درست نہیں ہے-بدعت اور محدث امر ہے-محض خلفاء راشدین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوعم بزرگوار حضرت عباس وحضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہم کے ذکر خیر کوفقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے-

کماقال فی البحرالرائق ج ۲ ص ۱۶۰ و ذکر الخلفاء الراشدین مستحسن بذلک جری التوارث وبذکر العمین و فیه بعد اسطر – و اما الدعاء للسلطان فی الخطبة فلا یستحب لما روی ان عطاء سئل عن ذلک فقال انه محدث و انما کانت الخطبة تذکیرا-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صواب لا سیما اذا کان السلطان ظالما فاسقا محرفا للقران و مغیرا للاحکام الشرعیة القطعیة فحینئذ لا ینبغی ذکره فی الخطبة و لو علی وجه الدعاء له لانه نوع تعظیم له و اعتناء بشانه فیستحب الاحتراز عنه والله اعلم-

ایک سوستر کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک مسجد ہے اس میں نماز جمعہ کے متعلق فتوٰی درکار ہے-جہاں یہ مسجد ہے وہ جگہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً ایک سوچوبیس گھروں پر مشتمل ہے-جس میں بالغان کی تعداد ۱۷۱ ہے-اوروہ آبادی مسجد سے ساٹھ کرم سے لے کر تین سوساٹھ کرم کے فاصلہ پرارد گرد موجود ہے-جس بستی میں خاص طور پر یہ مسجد ہے-اس میں تقریباً دس گھر آباد ہیں-تو کیااس مسجد میں جمعہ جائز ہے یانہیں-اورگزشتہ کئی سالوں سے اس مسجد میں نماز جمعہ کا سلسلہ جاری تھا-اب تقریباً آٹھ ماہ سے نماز جمعہ بند کرادی گئی ہے-اب اس کا دوبارہ اجرا کیا جاسکتا ہے یانہیں-اوراس بستی میں نمازعیدین بھی پڑھائی جاسکتی ہے یانہیں؟ بینواتوجروا

﴿ج﴾

اس بستی میں اقامت جمعہ درست نہیں-فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے-حدیث پاک میں ہے-لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع و فی الشامیة تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ج ۱ ص ۵۹۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بڑے گاؤں سے ملحق چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا ساگاؤں ہے جہاں صرف بیس پچیس گھر آباد ہیں اوراس کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے جہاں تین سے زائد مسجدیں ہیں-وہاں جمعہ ہوتا ہے چھوٹے اور بڑے گاؤں میں تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے اوراذان کی آواز چھوٹے گاؤں میں سنی جاتی ہے آیا چھوٹے گاؤں کوفناء کا حکم دے کر یا مستقل قصبہ کا حکم دے کر جمعہ پڑھنا چاہیے-نیز اگر جمعہ پڑھ بھی لیا جائے تو نماز ظہر ذمہ سے ساقط ہوجائے گی یا نہ؟ بینواتوجروا

﴿ج﴾

اگر دونوں مواضع میں فصل بالمزارع ہو-یعنی کھیتی باڑی درمیان میں حائل ہوتو دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہ ہوگا اور نہ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہوگی-نیز بڑے گاؤں میں بھی اگر علامات شہریت کی نہیں پائی جاتیں تو وہاں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا-کما هو مذکور فی جمیع الفتاوی-واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد سنتوں کی تعداد؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہاں جمعہ فرضی شرعاً پڑھنا جائز ہے تو نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعتیں سنت پڑھنی چاہیے-مفتی بہ قول تحریر کریں-اور کتب معتبرہ کا حوالہ دیں-بینواتوجروا

﴿ج﴾

نماز جمعہ کے بعد سنت کے بارہ میں مختلف روایتیں آئی ہیں-اکثر روایتیں چار رکعات کی ہیں-اور چھ رکعات کی بہت موجود ہیں اور ویسے دو رکعات کا بھی ثبوت ہے-لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں-اور چھ رکعات کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے-(مشکوٰۃ شریف وغیرہ)

حوالہ کے لیے بحرالرائق ص ۱۴۹ ج ۲ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں- و الدلیل علی استنان الاربع بعد الجمعة لما فی صحیح المسلم اذا صلی احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعا و عن ابی یوسف رحمه الله تعلی ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین و فی هامشه) قال فی الذخیرة و عن علی رضی الله تعالی عنه انه یصلی رکعتین ثم اربعا– و ذکر فی البدائع ان روایة الاربع ظاهر الروایة انتهی– ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت

مؤکدہ چار ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دیے جانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان ثانی جمعہ جو کہ خطیب صاحب کے سامنے کہی جاتی ہے- اس کا ثبوت کتب احادیث وفقہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہے یا نہیں- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اذان ثانی مسجد میں دینی درست نہیں اور سنت کے خلاف ہے- لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- امداد الفتاویٰ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ج ا ص ۴۴۹ پر ہے یہ امر تو محقق ہے- کہ اذان ثانی یوم الجمعہ کی داخل مسجد جائز ہے- بلکہ یہی متوارث ہے- الخ- مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اذان ثانی کے مسجد کے اندر جائز بلکہ متوارث ہونے پر ایک مدلل فتویٰ لکھا ہے- مزید تفصیل اس میں دیکھ لیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ جائز ہو تو کیا ایک موضع کی مختلف مساجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ وعیدین ہر مقام و ہر جگہ جائز ہیں یا ان کے لیے شرائط ہیں- (۱) کیا بستی میں جمعہ وعیدین جائز ہیں یا نہیں؟ (۲) جہاں جمعہ مع شرائط جائز ہے کیا ہر مسجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) جمعہ وعیدین شہر یا قصبات میں ادا کرنا درست ہیں- چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ان کو قائم کرنا درست نہیں- یعنی جمعہ اور عیدین کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-

(۲) ہر مسجد میں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے- البتہ بہتر یہی ہے کہ بڑی بڑی جامع مسجدوں میں جمعہ ادا کریں- اور عیدین کے لیے تو باہر جنگل میں جانا مسنون ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلک دیوبند کے کثیر تعداد میں لوگ جمعہ ادا کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں- لیکن حالت مندرجہ ذیل ہے- ہماری آبادی محمود آباد ۳۳۴ تحصیل پور ضلع مظفر گڑھ- تعداد آبادی تقریباً پانچ ہزار ہے- لیکن بریلوی تقریباً بیس سال سے جمعہ ادا کر رہے ہیں- ضروریات اشیاء تقریباً ہر قسم کی موجود ہیں- مثلاً ہسپتال، یونین کونسل، مویشی ہسپتال- مڈل و ہائی سکول- مڈل زنانہ سکول- بینک- مویشی منڈی- غلہ منڈی- سبزی منڈی- ہر کالونی ڈپو کھاد و بیج وغیرہ- کنڈا شوگر ملز- ڈپو کھانڈ وغیرہ، کارخانہ جات- ذرائع آبپاشی نہریں ہیں-

ہماری آبادی تقریباً سولہ میل چوک سندار اور گیارہ میل چوک اعظم سے دور ہے- کیا ہمارے چک میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ تحریر کردہ کوائف کے تحت یہ موضع قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں اقامت جمعہ درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل پاکستان میں سنٹر جیل خانے میں قیدیوں کی تعداد ہزار دو ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے- جہاں حکومت پاکستان نے دیگر سہولتوں کے ساتھ جمعہ اور عیدین کی نماز باجماعت کی سہولتیں بھی دی ہیں- بلکہ احکام متعلقہ جیل خانہ جات خود ان نمازوں کے اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں- اور جمعہ کو قیدیوں کو آدھا دن مشقت معاف ہوتی ہے- نیز قیدی حضرات اپنے اپنے بارکوں میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں- اسی طرح جمعہ وعیدین بھی، نیز وقتی نمازوں کی جماعت کے لیے قیدیوں میں سے کوئی لکھا پڑھا جو کہ مسائل دینیہ سے واقف ہوتا ہے- اس کو اپنا امام مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں-

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے یہ عیدین اور جمعہ اور وقتی نمازیں جماعت وغیرہ درست ہوتی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ جیل خانوں میں جمعہ وعیدین نیز بوجہ قیدی کے بے اختیار ہونے کے سب نماز باجماعت بھی نہیں ہوسکتی- کیونکہ قیدی قیام کا مختار نہیں ہوتا- تو اس لیے براہ کرم مدلل جواب عنایت فرما دیں تاکہ ...ل پر فقہ حنفی کے مطابق عمل ہو سکے اور نمازوں کے خراب ہونے سے لوگ محفوظ رہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں- لیکن اگر ان کو نماز جمعہ پڑھنے کی آزادی دی جاتی ہے اور وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی- اور ظہر ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی- عالمگیری میں ہے- و من لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت اور جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اداء ہو جائے گی-

﴿الجواب الثانی﴾

اقول ان الدلائل التی اوردها المجیب لاثبات ما هو المذکور فی السوال قاصرة عن اثبات جواز الجمعة فی السجن و کان علیه ان یاتی بکلام مثبت لاذن عام فی السجن ایضا بید ان کثیرا من فقهاء الحنفیة قد صرحوا بان الاذن العام شرط لصحة الجمعة حیث قال صاحب بحرالرائق ج۲ ص ۱۵۱ قوله و الاذن ای شرط صحتها الاداء علی سبیل الاشتهار حتی لو ان امیرًا اغلق ابواب الحصن وصلی فیه باهله و عسکره صلوة الجمعة لا تجوز و قد عد صاحب درالمختار ص ۶۰۰ ج ۱ الاذن العام من شروط صحة الاداء حیث قال والسابع الاذن العام و شرحه العلامه الشامی قوله الاذن العام بهذا النمط ای ان یاذن للناس اذنًا عامًا بان لا یمنع احدا ممن یصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه ای تیسر للعوام الدخول فی السجن للصلوة- یغلق الابواب و اتحاز الابواب- اللهم- الا ان یقال ان صلوة الجمعة فی السجن جائزة و لکن لا کما قال المجیب لان دلیله غیر مثبت للاذن العام غایتة ما اثبته ان المسافر المریض والعبد و احزابهم ان ادوا الجمعة یجزئهم و یسقط عنهم الظهر کما قال صاحب بحر۲ الرائق قوله و من لا جمعة علیه ان اداها جاز عن فرض الوقت لانهم تحملوه و اطال الی قوله و اما من کان اهلا للوجوب کالمریض والمسافر والمرأة والعبد یجزئهم و یسقط عنهم الظهر فعلم ان ما قاله المجیب ناطق بمافی بحرالرائق لا بما کان ینبغی له اثباته هو اثبات الاذن العام و ینبغی ان یستدل علی جواز الجمعة فی السجن بما فی الدرالمختار ج ۱ ص ۶۰۱ والاذن العام من الامام هو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین (کافی) فلا یضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی الخ و بمافی شرحه للعلامه الشامی حیث قال وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحدٍ امالوتعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل تامل هذا ما عندی و علم الصواب عند ربی لعل عند غیری احسن من هذا والسلام-

جس گاؤں میں کچھ ضروریات پوری ہوتی ہوں اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ایک گاؤں جس کے اندر یہ شرائط موجود ہیں- ترکھان- حجام- کانہ- سرکاری چوکی- چوکیدار سرکاری عدالت دو کنوئیں- دوکان درمیانی- ایک دوکان حکیم کی معمولی- اس سے پہلے جمعہ ادا کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے اب شروع کیا ہوا ہے- پہلے کئی وجوہات ہوئیں جن کے سبب درہم برہم ہو گیا- اور عید کی نماز بھی ادا کی جاتی تھی- اور مولوی امام مسجد ھدایہ اولین تک- کچھ پڑھا ہوا ہے- اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمعہ ادا کرنا چاہیے یا چھوڑ دیں- تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر موچی لوہار موجود ہے ضرورت پوری ہو سکتی ہے-

﴿ج﴾

جس گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے- اس میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ گاؤں ہے نہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور نہ قریہ کبیرہ- البتہ اگر اس گاؤں کی آبادی چار ہزار ہو تو اس میں پھر جمعہ جائز ہے- درمختار جلد اول میں ہے- وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ج ۱ ص ۵۹۰- اس قسم کے گاؤں کے متعلق امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۸۹ میں بھی یہی حکم نظر سے گزرا ہے-

چند افراد کے جمع ہو جانے پر جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے مدرسہ میں دس طلبہ اور چار پانچ مسافر نماز جمعہ میں ہوتے ہیں ہمارے اس علاقہ میں تین دوکان آڑھت اور تین کریانہ اور تین ہوٹل ہیں اور تین دوکان قصاب کی ہیں اور اڈہ میں تقریباً آٹھ گھر آباد ہیں اور ہمارے بالکل قریب بریلوی حضرات نے مسجد تعمیر کروا رکھی ہے جو کہ بعد میں تعمیر کر دی گئی بوجہ عناد دینی ہونے کے اور ساتھ ہی بالکل قریب شیعوں کا امام باڑہ تیار ہو رہا ہے اور ہمارا مقصد و منشاء تبلیغ و دین کی اشاعت ہے اور لہٰذا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ہمیں نماز جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں برائے مہربانی ہمیں اس فتویٰ کی ضرورت ہے کہ آیا یہاں نماز جمعہ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

آپ کے ہاں اقامت جمعہ درست نہیں ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہ ہو گا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

بڑے گاؤں سے ملحق آبادی میں جمعہ وعیدین کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے- اس میں فرقہ بریلوی حضرات شروع ہی سے جمعہ وعیدین بالالتزام پڑھتے ہیں اور دیوبندی عقائد کے لوگ اس میں شرکت نہیں کرتے - اس گاؤں سے تین میل دور ایک بڑا گاؤں ہے- جس کی آبادی سات آٹھ ہزار ہے جہاں عیدین کی نماز میں شرکت کرنا مشکل ہے- لیکن اس بڑے گاؤں کی زرعی زمین کی حد آخر چار فرلانگ ہے- جہاں پر اس بڑے گاؤں کا قبرستان بھی ہے- نیز بڑے گاؤں کے مویشی بھی یہاں آ کر چرتے ہیں- کیا اس چھوٹے گاؤں کے آدمی اس جگہ اپنی عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں اس گاؤں کے دیوبندی عقائد کے لوگوں کو اگر اس جگہ پر عیدین کی نماز کی اجازت مل جائے تو پھر یہ تمام نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں- چند گنتی کے افراد بڑے شہر میں نماز عید ادا کر سکتے ہیں اکثر لوگ نماز عید سے محروم ہو جاتے ہیں- یا بریلوی حضرات کی عیدین میں شرکت کر لیں- ایسا کرنے سے ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی-

﴿ج﴾

یہ مسلم ہے کہ دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز مذہب حنفی میں درست نہیں ہے اور جس مقام کی نسبت سوال ہے- یہ مستقل آبادی ہے- بڑے گاؤں سے متعلق نہیں اور فناء سے بھی خارج ہے- لہٰذا جب اس چھوٹے گاؤں کے اہالیان کے ذمہ جمعہ وعیدین نہیں ہے تو کیوں خواہ مخواہ تکلیف کرتے ہیں لیکن اگر وہ ضرور ادا کرنا چاہیں تو چار فرلانگ کے فاصلہ کو بڑے گاؤں کی حد اخیر سمجھنا سراسر غلط ہے- فناء مصر کے بارے میں علامہ شامی نے جو اقوال نقل کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے گاؤں کی فناء میں اتنی وسعت نہیں ہے- درمختار میں فناء مصر کے بارے میں ہے- **والمختار للفتوی تقديره بفرسخ** - اس پر علامہ شامی نے جلد اول ص ۵۹۱ پر لکھا ہے- **و جملة اقوالهم فی تقديره ثمانية اقوال- او تسعة (ا) غلوة- ميل- ميلان- ثلاثة فراسخ- فرسخان ثلاثة سماع الصوت- سماع الاذان والتعريف احسن من التحديد لانه لا يوجد ذلک فی کل مصر و انما هو بحسب کبر المصر وصغره-** شامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ فناء مصر کے متعلق جتنے اقوال ہیں ان کا اعتبار شہر کی آبادی سے متعلق ہے- پس اگر شہر بہت بڑا ہو تو اس کی فناء تین فرسخ یا دو فرسخ یا دو میل مقرر کرنا چاہیے- الغرض جتنا شہر اتنی فنا- لیکن سوال میں جس بڑے گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے- وہ تو شہر بھی نہیں ہے بلکہ ایک قصبہ ہے تو اس کی فناء اتنی دور یعنی اڑھائی تک مقرر نہیں کی جا سکتی نیز سوال میں بھی اس کا اعتراف ہے کہ اس بڑے گاؤں کا عام قبرستان گاؤں کے قریب ہی ہے تو بس اس قبرستان تک اس بڑے گاؤں کی فناء مانی جائے گی اس سے آگے نہیں- لہٰذا چھوٹے گاؤں کے باشندگان اگر چار فرلانگ اپنے گاؤں سے دور جا کر نماز عید پڑھیں تو جائز نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

جامع مسجد کے ہوتے ہوئے عیدگاہ میں جمعہ پڑھانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد کے قریب تقریباً چالیس پینتالیس گز کے فاصلہ پر ایک قدیمی عیدگاہ ہے- اس عیدگاہ میں صرف عیدین کے موقع پر نماز پڑھی جاتی تھی- باقی ایام میں یہاں کوئی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی- اس عیدگاہ کے قریب قدیمی جامع مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت اور جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اب چند دنوں سے ایک مولوی صاحب نے اس عیدگاہ میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

مذکورہ عیدگاہ میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے- پڑھانے والے نے اچھی نیت سے شروع کی ہوگی تو ثواب بھی ملے گا- نیت فاسد ہوگی تو فساد نیت کا وبال اسی پر ہے- اور نماز جمعہ جائز ہے- البتہ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا اولیٰ ہے- اس لیے اگر دونوں فریق یعنی عیدگاہ والوں اور قریبی جامع مسجد والوں میں مصالحت ممکن ہے تو آپس میں مصالحت کر کے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو افراد کی آبادی میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً تین سو افراد پر مشتمل ہے اس میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے- جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ یا سات ہوتی ہے- کیا مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ مذہب حنفی کے مطابق ادا ہو جاتی ہے- یا ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں کتب معتبرہ سے براہ کرم جواب دے کر مطمئن فرمائیں-

﴿ج﴾

لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع - (الحدیث)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اس طرح کے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز نہیں- مذہب حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے- اور نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفاء ہے- تعجب ہے کہ حنفی مسلک کے مقلدین کو اس کے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز جمعہ کے ترک سے نہ روکنے والے امیر کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ یا گاؤں میں عوام الناس تارک الصلوٰۃ والجمعہ ومرتکب ہمیشہ فسق وفجور وعادی دعا بعد الجنازہ ہیں- وہاں کا امیر مختار بحیثیت اختیار عوام الناس کو ترک دعا پر مجبور باقی افعال مکلفہ پر مجبور تو کیا بلکہ امر ہی نہیں کرتا اور وہ امر بترک دعا وعدم امر بالمعروف مؤاخذ اور عوام الناس بترک اطاعۃ اولی الامر و بموجب قول امام سرخسیؒ ان ما تعارفه الناس بالخير فليس فى عينه نص يبطله فهو جائز کے مؤاخذ یا ماجور ہوں گے یا نہ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

ترک صلوٰۃ جمعہ (جہاں جمعہ واجب ہو) گناہ کبیرہ ہے- نیز دعاء بعد الجنازہ بہیئت معروفہ بدعت سیئہ ہے- نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول اور نہ خیر القرون میں معمول رہا ہے- اور تمام فقہاء نے اس کے عدم جواز پر تصریح کی ہے- اب ایسے شخص کو جوان باتوں سے قوم کو روک سکتا ہے اور اس کی بات قوم مانتی ہے لازم ہے کہ وہ ترک صلوٰۃ وجمعہ ودعاء بعد الجنازہ وغیرہ منکرات سے قوم کو روکے ورنہ وہ گنہگار ہوگا- اور اگر کسی سے روکتا ہے اور کسی سے نہیں روکتا ہے تو اس کے روکنے سے گناہ تو کیا اور ثواب ہوگا- اور جس سے نہیں روکا اس کا گنہ ہوگا- اس کو چاہیے کہ سب سے روکے- لیکن خلوص نیت اور اقامت دین کی نیت ہو- فساد برپا کرنے یا ذاتی رنجش کی وجہ نہ ہو- اس طرح کی نیت سے ثواب نہیں ہوگا- لیکن اس کے باوجود اسے اس تبلیغ سے روکا نہیں جائے گا- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سکیم پر جانے والی فوج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ فوجی ہیں- رات دن بھاگ دوڑ میں رہتے ہیں باہر سکیم پر جاتے ہیں کبھی دو دن کے لیے کبھی دو مہینے کے لیے ہمارے پاس مولوی صاحب بھی ہوتے ہیں- ایک جگہ ڈیرہ لگاتے ہیں- تقریباً پانچ چھ سو تو سپاہی ہوتے ہیں علاوہ ازیں افسر بالا بھی ساتھ ہوتے ہیں تقریباً سات آٹھ سو کے قریب نفری ہو جاتی ہے- کیا ہم نماز جمعہ یا عیدین کی خوشی منا سکتے ہیں یعنی پڑھ سکتے ہیں- کیونکہ ایک جگہ پر چین سے بیٹھنا تو نصیب نہیں ہوتا- اگر شرعاً منع ہے تو کن صورتوں میں منع ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ جمعہ کے جواز کے لیے اہل سنت والجماعت کے چاروں مذہبوں میں ایسی جگہ کا ہونا شرط ہے جہاں مستقل طور پر گرمی سردی میں لوگ بستے ہیں- صحرا بیابانوں اور جنگلوں میں جمعہ کسی کے نزدیک جائز نہیں اسی لیے تو میدان عرفات میں جہاں لاکھوں حاجی جمع ہوتے ہیں چونکہ وہاں عارضی طور پر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں- مستقل آبادی وہاں نہیں ہے- اس لیے اگر جمعہ کا دن ہو تب بھی وہاں جمعہ کی نماز کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے- اور نہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے بلکہ صرف ظہر وعصر ہی کی نماز پڑھتے ہیں- باقی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تو معمولی آبادیوں دیہاتوں وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں ہوتا- اس لیے ان کے نزدیک باوجود مستقل آبادی ہونے کے شہر کا ہونا بھی ضروری ہے- صورت مسئولہ میں اگر آپ کی سکیم کسی شہر کی حدود میں اور اس کے قرب وجوار میں یعنی حدود کمیٹی میں ڈیرہ ڈالے تب تو وہاں آپ لوگ شہر ہونے کی وجہ سے جمعہ پڑھ سکتے ہیں- اور اگر شہر کی حدود میں ڈیرہ نہیں ڈالا بلکہ جنگل و بیابان یا کسی دیہات کے قرب وجوار میں تو ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ آپ لوگوں کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں- لہٰذا ایسی صورت میں جمعہ کے روز آپ لوگ ظہر کی چار رکعتیں باجماعت ادا کر لیا کریں- اس طرح عید کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ ایسی صورت میں آپ نماز عید نہ پڑھیں- اور دوسری جائز خوشیاں جو ہیں وہ منائیں- كما قال فى البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ (قوله و شرط ادائها مصر) اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولااضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة -الخ

و فى المبسوط ج ۲ ص ۲۳ اما المصر فهو شرط عندنا و قال الشافعى رحمه الله تعالى ليس بشرط فكل قرية سكنها اربعون من الرجال لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا- الخ

و فى كتاب الفقه فى بيان مذهب الحنابلة ج ۱ ص ۳۸۴- ولا تجب الجمعة على سكان الخيام و لا على اهل القرى الصغيرة التى لايتجاوز عدد سكانها اربعين- الخ- و فيه ايضا فى بيان مذهب المالكية ج ۱ ص ۳۸۱- (الشرط) الاول استيطان قوم ببلد اوجهته بحيث يعيشون فى هذا البلد دائما امنين على انفسهم من الطوارى الغالبة-الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام کہ ایک ایسی بستی جہاں نماز فرضی جماعت سے بمشکل ادا کی جاتی ہے اور جس کی

آبادی بیس سے تیس گھر ہوں تو ایسی بستی میں نماز عیدین اور نماز جمعہ درست ہے یا نہ؟ صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

﴿ج﴾

ایسی بستی میں عید وجمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جمعہ، ظہر کا بدل ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق

(۱) کیا نماز جمعہ نماز ظہر کا بدل ہے یا کہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں؟

(۲) اگر نماز جمعہ بدل ہے تو جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہیے- اگر علیحدہ نماز ہے تو پھر جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہیے؟

(۳) اگر امام سے قرأۃ میں کوئی آیت چھوٹ جائے اور لوٹانے کے بغیر رکعت پوری کر دے- کیا سجدہ سہو ہے؟ اگر سجدہ سہو بھی یاد نہ رہے تو کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱،۲) جہاں پر جمعہ جائز ہو یعنی شہر میں وہاں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ پڑھنی چاہیے- اور جہاں پر شک ہو کہ آیا یہاں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں، وہاں چار رکعت ظہر کی نیت سے بعد از جمعہ پڑھنی چاہیے- کما حققہ مولانا عبدالحیؒ-

(۳) اس صورت میں سجدہ سہو نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسجد میں فوج کے علاوہ دیگر لوگوں کو جمعہ کی نماز کے لیے اجازت نہ دینے پر جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک سرائے ہے جس میں پہلے مسافر خانہ تھا- لیکن اب اس میں فوجی حضرات نے قبضہ کیا ہے- اور اس کے اندر ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقتی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے- لیکن اب سوائے ان فوجیوں کے اور سول آدمی کو جمعہ کے لیے نہیں چھوڑتے ہیں- تو کیا اس حالت میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقصان تو نہیں آئے گا-

فریقین میں جھگڑا ہے- ایک فریق جمعہ کے صحیح ہونے کا قائل ہے اور ایک فریق عدم صحیح ہونے کا قائل ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

قال فی الشامیة قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل تامل - قوله لم تنعقد- یحمل علی ما اذا منع الناس فلایضره اغلاقه لمنع عدوا و لعادة کمامر - قلت ویؤیده قول الکافی و اجلس ابوابین -الخ ج اص ۶۰۱-

فتامل- فقہاء کی ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ علت عدم جواز جمعہ فی الحصن وغیرہ مقامات ممنوعہ میں تفویت جمعہ قلعہ سے باہر والوں کے لیے ہے- اور جب قلعہ یا سرائے سے باہر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے اور سرائے کے اندر رہنے والوں کو اس جمعہ میں شرکت کی اجازت ہے اور باہر والوں کا جمعہ بھی فوت نہیں ہوتا ہے- اس لیے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ باہر والوں کو مل سکتا ہے- تو علت عدم جواز (تفویت جمعہ عن الناس) اس سرائے میں جمعہ پڑھنے کی صورت میں نہیں پائی جاتی اس لیے صورت مسئولہ میں اس سرائے کے اندر نماز جمعہ جائز ہے-

اور اس مسئلہ میں چونکہ دقت نظر اور غور وفکر کی ضرورت تھی- اس کے تامل کا امر کیا- اور فقہاء حنفیہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ قوت دلیل مرجح قوی ہے- بہر حال جواز جمعہ میں نہیں- جواز حسب روایات مذکورہ وتعلیل مذکور ثابت ہے- باایں ہمہ بند نہ کرنا دروازہ کا اور عام اجازت دینا احسن اور احوط ہے- **نعم لو لم یغلق لکان احسن - الخ لانه ابعد عن الشبهة** - ج اص ۶۰۱ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے تین میل دور دوگھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں- ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں- ہمارے گاؤں میں چار دوکانیں ہیں- ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے جولاہے، ترکھان، لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں ہر روز درس ہوتا ہے- سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں- شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور ہے- (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں- اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں-

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اوروجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اورشامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہراورمصر کے ہے- اورشامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے- اوراس میں کراہت تحریمہ ہے- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے- اوراس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں- یہ قریہ کبیرہ نہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں- اس طرح اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سوافراد کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جس کے باشندے تقریباً پانچ سو کے قریب ہیں- اورضرورت کی اشیاء بھی مہیا ہوسکتی ہیں کیا اس دیہات میں جمعہ ہوسکتا ہے یانہیں- اگر ہوسکتا ہے توکس وجہ کی بناپر اوراگر نہیں ہوسکتا تو اس کی وجہ بھی بیان فرمادیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جواز جمعہ کے لیے مع دیگر شرائط معتبرہ کے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا ہے- دیہاتوں میں اورکنووں پر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں- جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی- اورشہر فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ جہاں امیر اورقاضی ہو جو احکام کی تنفیذ کرتے ہوں یاوہ آبادی جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں-

واضح رہے کہ مذکورہ بستی کسی طرح بھی شہر نہیں کہلاسکتی اس لیے اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی- کما قال فی الھدایة ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و ھذا عن ابی یوسف و عنه انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم لم یسعھم و الاول اختیار الکرخی و ھو الظاھر والثانی اختیار الثلجی- الخ

جمعہ کے روز اذانِ اول سے قبل ''صلوۃ'' کے نام سے اذان کہنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن عندالاستواء صلوٰۃ کے نام سے ایک اذان کہی جاتی ہے- جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے کہ قبل اذان عثمانؓ عین استواء کے وقت بلکہ کبھی اس سے پہلے ہی یہ الفاظ مؤذن بڑی اونچی مینارہ پر بآواز بلند کہہ دیتا ہے- لوگوں کا ظن یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ کا امتیاز اوردنوں سے ہوجاتا ہے تولوگوں کو معلوم ہوجاتا ہے کہ آج جمعہ ہے- اوراس کو وہ فرض شمار کرتے ہیں- کم ازکم ایک گھنٹہ تک دیا جاتا ہے یعنی یہ نئی علامات کو سن کر جمعہ کی تیاری میں مدد ہوتی ہے- اس کے بغیر عوام کو جمع کرنے میں مشکل ہوجاتی ہے- بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ آج جمعہ کی عظمت سے بے پرواہی ہے- لوگوں کو جمعہ سے ہم ان الفاظ سے آگاہ کرتے ہیں- یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر یہ (جس کو عرف میں صلوٰۃ کہا جاتا ہے) نہ دی جائے اس مسجد میں جمعہ کی نماز بالکل جائز نہیں ہوتی- زیدوعمر تحت قول صاحب الکنز فی باب الاذان کے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے حرمت ثابت کر کے ایسے مسجد کی نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد** سے استدلال کرتے ہوئے اس کو قبیح بدعت شمار کرتے ہیں- شیخ دہلوی کے الفاظ میں اس صلوٰۃ کے متعلق شرح سفر السعادہ میں ہے- امااین اذان دیگر کہ برائے ادائے جمعہ سنت گویند نہ درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ درزمان صحابہ ونہ بعدازایشاں ومعلوم نہ شد- کہ ازکجا پیدا شد درحواشی ہدایة گفتہ آند کہ ایں اذان درزمان حجاج احداث یافتہ [illegible] کہ سنت راہم بعدازاذان اول بگذارند- اب آیا اس کو چھوڑنا چاہیے یا کہ نہ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوجاتی ہے یا [illegible] پہلے نماز جمعہ جوکہ ایسی مسجدوں میں ادا کی گئی ہیں ان کے اعادہ کا کیا حال ہے- الفاظ کماحقہ ہیں- الصلوۃ الف السلام علیک علیک یاسیدی حضرت آدم صنع اللہ الصلوۃ الف السلام علیک- علیک یاسیدنا حضرت نوح نبی- اسی طرح اٹھارہ بیس پیغمبروں کے نام لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم کرتے ہیں اوردرمیان میں پانچ پانچ منٹ توقف کرکے پھر شروع کردیتے ہیں- اس کے بعد اذان عثمان دی جاتی ہے پھر سنت پڑھتے ہیں- چنانچہ زیدوعمر پر جوکہ حامی نہیں اس کی وجہ سے قاتلانہ حملہ ہورہا ہے- حتیٰ کہ حکومتی حملہ اندرون سے بھی کیا جارہا ہے- اس مسئلہ کو کماحقہ اوربحوالہ کتب معتبرہ واضح فرمادیں- (۲) تلقین میت بعدالدفن (۳) بعدفراغ جنازہ قیاماً (۴) ونوافل سے فراغ کے بعد امام مقتدیوں کو مجبور کرکے ان کے ساتھ دعا کریں- اس کے تارک پر ملامت کی جائے- تمام مسائل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

صلوٰۃ معروف یعنی بآواز بلند درودشریف بہ نیت اعلام نماز جائز نہیں ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعینؒ کے زمانہ

میں یہ طریقہ معمول بہا نہیں تھا- ائمہ وفقہاء ومحدثین سے بحوالہ منقول نہیں ہے- اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے- نیز یہ تثویب بھی نہیں ہے- تثویب تو بعد از اذان اور قبل امامت کے ہوتی ہے- بالاتفاق ایسی تثویب جائز نہیں جو قبل اذان کے ہو- اس کو تثویب کہنا عقل ونقل کے خلاف ہے تثویب کے معنی فقہاء نے الاعلام بعد الاعلام کے لکھے ہیں- لغت میں بھی تثویب کے معنی لوٹانے کے ہیں- اس لیے اذان سے پہلے اعلام کو تثویب کہنا اور اس پر تثویب کا حکم لگانا قطعاً غیر صحیح ہے-

(۲) دفن میت کے بعد وہاں اتنی مقدار بیٹھ جانا کہ اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے ثابت ہے- اس وقت چونکہ میت سے سوال ہوتا ہے- اس لیے اس کے لیے تثبیت فی الجواب کی دعا مانگی تھی- کما فی سنن ابی داؤد- کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الان یسئال- نیز اول سورۃ بقرہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا پڑھنا منقول ہے- و کان ابن عمر یستحب ان یقراء علی القبر بعدالدفن اول سورۃ البقر و خاتمھا شامی- ج ۱ ص ۶۶۱ کتاب الجنائز.

(۳) دعاء بعد الجنازہ اجتماعی صورت میں مانگنا خیر القرون میں معمول نہیں تھا- بلکہ فقہاء نے صراحۃً اس کو منع فرمایا- بحرالرائق- سراجیہ وغیرہ دیکھ لیجیے- اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے-

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت بعد الفرض گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے- تو سنت کے بعد دعا مقتدیوں کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانگی تو اس کا ثبوت نہ ہوا- اور اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کرنی نعوذ باللہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جہالت پر مبنی ہے- یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنا ہے- والعیاذ باللہ- البتہ فرض کے ساتھ دعا مانگ سکتے ہیں- اس کا ثبوت ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شرط نہ پائے جانے کے باوجود جاری کیے گئے جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں- وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ درصورتیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری ہو- اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو- وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو- اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں- اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے اور کون سی میں نہ پڑھی جائے- اور نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہیں؟

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں- وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے- لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے- تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں- و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز (الجمعۃ) فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم اداء الظھر (ردالمحتار باب الجمعۃ ج ۱ ص ۵۹۰) و فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح (درمختار) (قولہ صلوۃ العید) و مثلہ الجمعۃ ج ۱ ص ۱۱۲ (ردالمحتار باب العیدین)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد والی چار رکعات مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں-

(۱) کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ؟

(۲) نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں؟

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی چار سنتیں اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں- لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں- چار پہلے اور دو پیچھے وسن مؤکدا (اربع قبل الظھر و) اربع قبل (الجمعۃ و) اربع (بعدھا بتسلیمۃ) (الدرالمختار باب النوافل ص ۴۹۷ ج ۱) و ذکر فی الاصل و اربع قبل الجمعۃ و اربع بعدھا الخ- و ذکر الطحاوی عن ابی یوسف انہ قال یصلی بعدھا ستا- الخ- و ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین (بدائع صنائع) سنن مؤکدہ کا ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع انکو پڑھنا چاہیے- ولھذا کانت السنۃ المؤکدۃ قریبۃ من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر و یستوجب تارکھا التضلیل واللوم کما فی التحریر ای علی سبیل الاصرار بلا عذر (ردالمحتار باب الوتر والنوافل ج ۱ ص ۴۹۷ اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب و سرزنش ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

پچاس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں- ڈاک خانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں- کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے- کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوگا- کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو- اور بازار گلیاں اس میں موجود ہوں اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں- وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) و ایضًا فیه تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ج ۱ ص ۵۹۰ و ایضًا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما) و مثله الجمعة (ردالمحتار باب العیدین ج۱ ص۶۱۱)

سوال میں جس دیہات کا ذکر ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں- اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی- لما فی الشامیة الاتری ان فی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر (شامی باب الجمعہ ص۵۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کے روز وعظ کی صورت میں اذان وعظ اور عربی خطبہ کی بہتر ترتیب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ہمارے مولوی صاحب جمعہ کے دن ہمیشہ اذان ثانی (جو خطیب صاحب کے سامنے پڑھی جاتی ہے) کہلوا کر تقریر شروع فرماتے ہیں- آدھ یا پون گھنٹہ تقریر فرمانے کے بعد

مختصر سا عربی خطبہ پڑھ کر جماعت کروا لیتے ہیں چونکہ دیہات ہے اس لیے لوگ نماز کھڑی ہونے تک آتے رہتے ہیں- اور سنتے پڑھتے رہتے ہیں- سامعین کے لیے خطبہ کے آداب تحریر فرما دیں- نیز جو لوگ سنتیں پڑھتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز مولوی صاحب کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ دلائل سے مزین فرما کر مسئلہ کی وضاحت کریں؟

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ کے آداب وواجبات بہت ہیں- منجملہ ان کے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ جب خطبہ شروع ہو تو بالکل بات چیت نہ کی جائے- بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر خطبہ سنا جائے اور نماز سنن وغیرہ بھی اس وقت میں پڑھنا منع ہے- لہٰذا خطیب صاحب کو چاہیے کہ تقریر خطبہ سے پہلے کریں اس کے بعد اذان ثانی کہلوا کر مختصر خطبہ عربی میں پڑھ لیں- پھر فریضہ نماز ادا کریں اور اگر تقریر کا سلسلہ بعد از جمعہ کے کر لیا جائے تو اور بہتر ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علاماتِ شہر؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کی ۹ شرطیں بیان کی ہیں- چار وجوب کی: مردی- آزادی- بیلزری- اقامت- اور پانچ صحت کی: شہر- وقت- خطبہ- جماعت- اذن عام نمبر ۱ شہر کی تعریف میں تحریر ہے- کہ مسجد بڑی کے بھر جانے سے زائد مسلمان مرد مکلف موجود ہوں- وہ شہر کے حکم میں ہے کیا یہ قول صحیح ہے-

(۲) بڑی مسجد کی مقدار چالیس گز شرعی تحریر ہے- چوڑائی کا ذکر نہیں ہے چوڑائی بیان کر دیں-

(۳) مقدار گز چوبیس انگل تحریر ہے- اور انگل کم وبیش ہوتی ہے- انچ تحریر کر دیں-

(۳) شہر کی تعریف بقلم خود تحریر کر دیں- یہ تحریر بحوالہ شامی ہے-

﴿ج﴾

شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ میں جمعہ فرض ہے- قریہ کبیرہ وہ ہے کہ قریب قریب کی چھوٹی بستیوں کے لیے مرجع ومرکز کی حیثیت رکھتا ہو اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں- اس میں بازار گلی کوچے ہوں اور تقریباً تین چار ہزار کی آبادی ہو- اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو- تو یہ علامات مصر وقصبہ وقریہ کبیرہ ہونے کی ہیں- جہاں یہ علامات موجود ہوں گی وہاں پر جمعہ فرض ہوگا- باقی یہ تعریف کہ وہاں کی بڑی مسجد میں اہل قریہ نہ سما سکتے ہوں- مدار فرضیت جمعہ بنانا درست نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نمازِ جمعہ کے بعد نماز احتیاطی ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولانا صاحب ہیں جو کہ ہر موقع پر فرماتے ہیں:

(۱) کہ بعد از صلوٰۃ دوگانہ جمعہ دو رکعت نماز احتیاطی ضروری ہے کیونکہ یہاں ملک دارالحرب ہے۔ اسلام نہیں۔ بمسلک امام ابوحنیفہؒ دلیل قطعی اور ظنی وغیرہ حوالہ سے تحریر فرمائیں۔

(۲) فرماتے ہیں یہاں دیہات میں پہلے تو جمعہ ہو نہیں سکتا کیونکہ جمعہ والی شرطیں موجود نہیں۔ اگر ہو تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔

(۳) وہ علاقہ میں اس مسئلہ کو عام کر رہے ہیں۔ حالانکہ دیہاتوں میں چاہ چاہ جمعہ ہوتا رہتا ہے آپ پوری وضاحت سے مسئلہ تحریر فرمائیں لوگوں میں شرارت بڑھنے کا امکان ہے اسلیے اس مولانا کو مسئلہ سمجھایا جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ شہر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں چاہ چاہ میں جمعہ کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کے ذمہ سے جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔ ان پر لازم ہے کہ وہ ظہر کی چار رکعتیں باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کر لیا کریں۔ جمعہ کی دو رکعتیں جن کو یہ دیہات والے پڑھتے ہیں یہ نفل کہلائیں گی۔ اور نماز نفل کا ادا کرنا جماعت کے ساتھ با تداعی مکروہ ہے۔ باقی ہمارا ملک اگر چہ اس میں شرعی احکام اور حدود جاری نہیں ہیں۔ تب بھی دارالاسلام ہی ہے۔ کیونکہ اسلام پر عمل کرنے میں نمازیں ادا کرنے اذانیں دینے وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لہٰذا دارالاسلام ہے۔ اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔ شہر والے یا محلہ والے جس شخص پر اتفاق کر کے خطیب بنائیں تو اس کے پیچھے جمعہ ادا کرنا اندریں حالات جائز ہے۔ باقی نماز احتیاطی کے بارہ میں فقہاء کرام کا نیز علماء دیوبند مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ کا فتویٰ یہی ہے کہ جہاں شہر ہو وہاں تو جمعہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اور ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ نماز احتیاطی ادا کرنے کا کیا فائدہ الثانیہ کہ اس کے ادا کرنے سے جمعہ کی فرضیت کے متعلق عوام بلکہ خواص تک کے عقیدہ کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے شہروں میں احتیاطی نماز ادا نہ کی جائے۔ اور جہاں دیہات اور چاہ ہے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنا وہاں ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو فقط ظہر کی نماز ہی باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ جمعہ بھی پڑھیں اور بعد میں احتیاطی بھی پڑھیں بلکہ فقط ظہر کی نماز پر ہی اکتفا کریں۔ اس کی مزید تحقیق فتاویٰ رشیدیہ فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آٹھ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں تاجہ زئی جس کے بالغ مردوں کی آبادی ۸۰۰ ہے۔ تقریباً دوگنے سے زیادہ نابالغ بچے بچیاں اور بالغ عورتیں ہوں گی۔ ایک بجلی گھر بھی ہے۔ اسکول مڈل تک ہے۔ زنانہ سکول بھی ہے ڈسپنسری ہے۔ ڈاکخانہ بھی ہے۔ لاریوں کا مشہور اڈہ ہے۔ چار گاؤں ہیں ان کے درمیان میں ایک فرلانگ یا اس سے کم ہی فاصلہ ہے۔ گاؤں سارا ایک نام سے مسمّی ہے۔ لہٰذا جو احناف کے نزدیک مفتی بہ ہو وہ جواب عنایت فرمائیں۔ تاکہ اس علاقہ کے لوگوں کا انتشار دور ہو جائے۔

(۲) یہ کہ جہاں نماز جمعہ صحیح ہو وہاں سے کتنے دور والوں پر نماز جمعہ واجب ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ باتفاق علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ اور تاجہ زئی تو چار چھوٹے گاؤں کا نام ہے۔ جن کے مابین فرلانگ تک کا فاصلہ ہے۔ پہلے تو یہ سارے گاؤں ایک شمار نہ کیے جائیں گے کیونکہ ان کے مابین جگہ میں غالباً کھیتی باڑی ہوتی ہوگی۔ اور جب دو گاؤں میں کھیتی باڑی کی وجہ سے انفصال ہو اور ان میں سے کوئی ایک دوسری بستی کا فناء بھی نہ ہو۔ تو یہ شرعاً ایک شمار نہیں کی جاتیں بلکہ علیحدہ علیحدہ آبادی شمار کی جاتی ہیں۔ لہٰذا تاجہ زئی کا اگر ہر ایک گاؤں علیحدہ شمار کیا جائے۔ تب تو واضح ہے۔ کہ ان میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض ان سب کو جمع کر کے ایک بستی شمار کیا جائے تب مجموعہ پر بھی مصر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ہزار ڈیڑھ ہزار اور دو ہزار مختصر سی آبادی ہے۔ نیز اس میں امیر اور قاضی بھی نہیں ہے۔ دیگر جو علامات از قسم گلی کوچے اور بازاروں کے بتائے گئے ہیں وہ بھی اس کے اندر موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا۔ قال فی الهداية والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابی یوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم و الاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختيار الثلجی۔ و قال فی العناية (وعنه) ای عن ابی یوسف (انهم اذا اجتمعوا) ای تجمع من تجب عليهم الجمعة لا كل من يكن فی ذلک الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لان من تجب عليهم مجتمعون فيه عادة قال ابن شجاع احسن ما قيل فيه اذا كان اهلها بحيث لو اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم يسعهم ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد اخر للجمعة و هذا

الاحتیاج غالب عند اجتماع من علیه الجمعة والاول اختیار الکرخی و هو ظاهر الروایة و علیه اکثر الفقهاء والثانی اختیار ابی عبدالله الثلجی و عن ابی یوسف روایة اخری غیر هاتین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفرفکان عنه ثلث روایات فقط والله تعالی اعلم-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جوازِ جمعہ کے لیے قریبی بستیوں کو ملانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے۔ جس کا عمومی نام بستی قریش ہے۔ اگر ان لوگوں سے میل دو میل کے فاصلے سے کوئی پوچھے آپ کہاں بیٹھتے ہو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ بستی قریش۔ مگر یہی بستی قریش تین بستیوں میں تقسیم ہے۔ ان کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ تقریباً مدرسہ قاسم العلوم اور انوار العلوم کے درمیان میں فاصلہ ہے ان بستیوں کے درمیان ایک مسجد ہے۔ جس کے قریب کوئی گھر بغیر ایک کنویں کے نہیں ہے۔ کیا اس مسجد میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔ یا نہیں؟ ان تین بستیوں کو بستی واحد کا حکم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ مجموعہ تین بستیوں کی آبادی کتنی ہے۔ ان کی دیگر ہیئت کذائیہ کیسی ہے۔ اگر مجموعہ بھی شہر جو جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے نہ کہلاتا ہوں اور نہ شہر (مصر) کی تعریف اس پر صادق آتی ہو۔ تو اگر بالفرض ان کو ایک بستی کے حکم میں بھی قرار دے دیا جائے تب بھی جمعہ اس میں جائز نہ ہوگا۔ یہ تو بعد کی بات ہے کہ ان کو بستی واحد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ شہر بننے کے لیے تو علاوہ دیگر شرائط کے کافی بڑی آبادی کی ضرورت پڑتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تین سو بالغ و نابالغ افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک میں تقریباً تین صد مرد و عورت بالغ و نابالغ کی آبادی ہے۔ یہاں دو کانیں چار ہیں۔ یہاں سے سودا جو ہفتہ بھر کے لیے ضروری ہوتا ہے وہ نہیں مل سکتا۔

(۲) بافندہ۔ لوہار۔ ترکھان۔ حجام۔ درزی موچی وغیرہ ہیں۔

(۳) ایک گاؤں ہے وہاں جامع مسجد بھی ہے۔ اور ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہر چار طرف جمعہ

ہوتا ہے۔ ہمارے چک میں ایک مسجد ہے۔ اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ بستی چھوٹی ہے۔ صحت جمعہ کے لیے تمام فقہاء نے مصر ہونے کو شرط لکھا ہے۔ قصبہ بھی مصر کا حکم رکھتا ہے۔ پس اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے۔ نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے خطبہ سننا شرط ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

ایک شخص خطبہ میں شمولیت نہیں کرتا بعدہ جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔

ازراہ شفقت فرماتے ہوئے یہ بیان فرمائیں کہ اس شخص کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتی ہے تو کس درجہ یعنی کاملاً یا ناقصاً۔ بسط کے ساتھ واضح الفاظ میں بیان فرما دیں۔

﴿ج﴾

نماز کی صحت کے لیے خطبہ کا ہونا تو شرط ہے۔ سننا شرط نہیں ہے۔ ایک آدمی اگر دیر سے آ گیا ہے اور خطیب خطبہ پڑھ چکا ہے مجمع موجود ہے اور یہ شخص آ کر صرف نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے۔ ہاں ثواب اس کا پہلے آنے والے لوگوں سے جو خطبہ سن چکے ہیں بہت کم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ درجن مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ جس میں ڈیڑھ درجن مکان ہیں۔ اور اس کے ارد گرد اور بہت سی بستیاں ہیں۔ جن بستیوں کا فاصلہ ایک بیگھہ یا ایکڑ اور اس سے زیادہ بھی ہے۔ اس طرح اگر ان بستیوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ قصبہ بن جاتی ہیں۔ مذکورہ بستی میں ایک دینی درس گاہ ہے۔ اس درس گاہ کی مسجد میں نماز جمعہ شروع کیا ہے۔ شروع اسی وجہ سے کیا ہے کہ یہ لوگ آٹھ دن کے بعد کوئی دین کا حکم سن جائیں۔ تو آیا بستی مذکورہ میں نماز جمعہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ صحت ادائے نماز جمعہ کے لیے مصر یا فناء مصر کا ہونا- باتفاق علماء احناف شرط ہے- جہاں یہ شرط نہ پائی جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے ادا کرنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی-

نیز ایسی جگہ جمعہ کی نماز کا ادا کرنا اداء نفل بالجماعۃ بالتداعی ہوگا- اور یہ بھی مکروہ ہے- مذکورہ بستی چونکہ قریہ صغیرہ ہے اور آس پاس کی بستیوں کو شرعاً اس کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا- لہٰذا جمعہ کی نماز کا ادا کرنا مذکورہ بستی میں ناجائز ہے- مذکورہ بستی کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے- اگر دین کا حکم سنانا مقصود ہے تو روز سنا دیا کریں- گھر گھر جا کر تبلیغ فرمائیں یا جلسے، درس وغیرہ منعقد کرلیا کریں- جمعہ کا ادا کرنا محض اس مصلحت کی خاطر ہرگز درست نہیں ہے- قال فی الکنز شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام و یقیم الحدود او مصلا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے دن کام کاج کی چھٹی کرنا بدعت ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدارس اسلامیہ اور اسلامی تعلیمی درسگاہوں میں تعطیل یوم الجمعۃ کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ علماء سلف اور خلف کا اس پر اختلاف ہے خواہ غیر مقلدین یا مقلدین ائمہ اربعہ دیوبندی' بریلوی ہوں یا اہل شیعہ ہوں- ان کا اجماع ہے اور بکر سب کی تغلیط کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بدعت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور صحابہ کے زمانہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین کے زمانے میں مروج نہ تھا بلکہ گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے اقتدار کے دور میں روسی لیبر پارٹی کے انقلاب سے متاثر ہوتے ہوئے ایک دن کی تعطیل مقرر کی ہے اور مولوی لوگوں نے پھر اس جمعہ کے دن کی تعطیل کو اس سے لیا ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ بدعت شرعاً اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے جس کا شرعاً عبادت ہونا ثابت نہ ہو- کما فی الحدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد او کما قال علیه السلام -لہٰذا کسی کام کو اگر کیا جائے اور اسے عبادت یعنی کار ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے تو شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا- مثلاً لاریوں اور ریلوں کا سفر بدعت شرعاً نہیں ہے- اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیز قرون مشھود لھا بالخیر میں اس قسم کے سفر کا کوئی نام ونشان نہیں ہے- کیونکہ اس قسم کے سفر کو تو کوئی عبادت کی غرض سے مقصود سمجھ کر نہیں کرتا- اس طرح مدارس کا

موجودہ نہج اور طرز پر اجراء اگرچہ قرون ثلثہ کے بعد کا ہی ایجاد ہے- مگر چونکہ مقصود دین کی تعلیم و تبلیغ ہے- موجودہ زمانہ میں مدارس کا موجودہ طریقہ اس مقصود کی آسانی کا سبب بنتا ہے- اس لیے ان کا اجراء کیا جاتا ہے- نہ یہ کہ ایسے طرز ہی کو مقصود اور عبادت سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے- ورنہ یہ بھی بدعت بن جائے گا-

اس تمہید کے بعد سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ متنازعہ فیہ میں زید اگر تعطیل یوم جمعہ کا عبادت سمجھ کر قائل ہے تو یہ بدعت اور ناجائز ہے- اور اگر زید تعطیل یوم الجمعۃ کا عبادت سمجھ کر قائل نہیں ہے بلکہ یوں قول کرتا ہے کہ سلف و خلف علماء کرام کی یہ عادت چلی آرہی ہے اور ان کا یہ عرف چلا آیا ہے کہ جمعہ کے دن مدارس میں تدریس کی چھٹی ہوتی ہے- اور اسباق بند ہوتے ہیں اور اس عادت کو قبیح اور شنیع سمجھتا ہے اور اس کو انگریزوں یا دیگر کافروں اور مشرک قوموں کی تقلید گردانتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انگریزوں کی تقلید اور روسی لیبر پارٹی کے انقلاب کا یہ جمعہ کی تعطیل اثر ہے- علماء سلف میں جمعہ کی تعطیل کا رواج بالکل نہ تھا- لہٰذا یہ بدعت اور گناہ ہے- اگر نزاع اس نوعیت کا ہے تو زید حق پر ہے- اور بکر باطل پر ہے- کیونکہ ہمارے متقدمین اور سلف صالحین جو اس روسی انقلاب گورنمنٹ برطانیہ کے دور سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے جمعہ کی تعطیل مدارس میں ثابت ہے- بلکہ بعض کے ہاں تو ہفتہ میں دو دنوں منگل اور جمعہ کی تعطیل کا عام رواج تھا- تو وہ علماء کی جمعہ کی تعطیل کو انگریزوں کی تقلید کہتا ہے- حقیقت میں علماء سلف کی عادت کی پیروی ہے- اور چونکہ اسے عبادت نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ استراحت یا مطالعہ یا دیگر امور ضروریہ کے لیے جمعہ کی تعطیل مناتے ہیں لہٰذا بدعت نہ کہلائے گا- چند وہ حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلاف میں جمعہ بلکہ منگل رمضان اور عیدین کی تعطیل کا عام رواج تھا- قال فی الدرالمختار علی هامش الشامی ج ۳ ص ۴۱۶ و هل یاخذ ایام البطالة کعید و رمضان لم اره و ینبغی الحاقه ببطالة القاضی و اختلفوا فیها و الاصح انه یاخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محکمة استحسنی ما لو غاب فلیحفظ وقال الشامی تحته-(قوله و ینبغی الحاقه ببطالةالقاضی الخ) قال فی الاشباه و قد اختلفوا (الی ان قال) ان یاخذ و یصرف اجر هذین الیومین الی مصارف المدرسة من المرمة وغیرها بخلاف ما اذا لم یقدر لکل یوم مبلغا فانه یحل له الاخذ و ان لم یدرس فیهما للعرف بخلاف غیرهما من ایام الاسبوع حیث لایحل له اخذ الاجر عن یوم لم یدرس فیه مطلقا سواء قدر له قدر کل یوم اولاالخ- قلت هذا ظاهر فیما اذا قدر لکل یوم درس فیه مبلغاً امالو قال یعطی المدرس کل یوم کذا فینبغی ان یعطی لیوم البطالة المتعارفة ما ذکره فی مقابله من البناء علی العرف فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة و فی رمضان والعیدین یحل الاخذ- الخ ج۳ص۴۱۶

اگر یہ طے کرلیا جائے کہ جمعہ کے دن بھی پڑھنا ہوگا اور اس پر درس لگ جائے تب اس کو جمعہ کے دن بھی پڑھنا ضروری

ہے اور اگر چہ شرط نہیں کر چکا تھا تب بطابق عرف ورواج جمعہ کو پڑھنا لازم نہ ہوگا - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جہاں ایک ہی نماز میں ساٹھ اشخاص اکٹھے ہو جائیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں چوہڑکوٹ میں بیک وقت ایک ہی نماز کے لیے تقریباً پچاس یا ساٹھ آدمی جمع ہو سکتے ہیں- گاؤں میں تقریباً ۶ یا ۸ دوکانیں موجود ہیں- جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء بآسانی مل سکتی ہیں- ان میں لوہار بھی ہے- زرگر نہیں ہے- اب تک ہم نے کبھی بھی اس میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے- اب ایک مولوی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہالیان چوہڑکوٹ پر جمعہ کی نماز فرض ہے- تو کیا ہم پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں سرکاری دفاتر میں سے پٹوار خانہ اور سکول بھی موجود ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم ہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں- اور مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت وسلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات اور فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو- بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو- بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس آبادی کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آ سکیں- اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب سے ہے وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں- وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں- اور یہ تعریفیں امارات و علامات ہیں- اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ان میں عرفاً شمار کیا جائے- کما قال فی البحر الرائق ص ۱۵۱ تحت قول الکنز - شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه - (قال) و فی حد المصر اقوال کثیرة اختاروا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عروه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث - الخ و قال فی الهدایة (لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری) لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق و لا فطر

ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی - و فی العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابی یوسف روایة اخری غیر هاتین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفر فکان عنه ثلاث روایات-

سوال میں جس بستی کے متعلق پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں اور کچھ زبانی بتائے گئے وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تین سو نفر کی ہے وغیرہ- میرے خیال میں مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے- اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے- بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی- جیسا کہ پہلے سے یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے رہے- اب بھی اتفاق کر کے نہ ہی پڑھا کریں حدیث وفقہ پر نظر کر کے یہی سمجھ میں آتا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی شہر سے دور سکیم پر ہوں تو جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین جب فوج سکیم پر جاتی ہے تو وہاں پر کیمپ جو ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے لیکن وہاں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں اور کیمپ شہر سے دور اور جنگل میں ہوتا ہے صرف وہاں یونٹ کی نفری تقریباً تین یا چار سو ہوتی ہے- لہٰذا مہربانی فرما کر ہماری اس معاملہ میں رہنمائی فرمائی جائے-

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مستقل آبادی شرط ہے جنگل میں یا خانہ بدوش جہاں عارضی رہائش اختیار کرے اور وہاں مستقل آبادی نہ ہو وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں- نیز جواز جمعہ کے لیے مصر یعنی شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا بھی شرط ہے عرفات کے میدان میں جہاں لاکھوں افراد جمع ہوتے ہیں چونکہ مستقل آبادی نہیں- جمعہ جائز نہیں لہٰذا فوجی سکیم پر جب مستقل آبادی یعنی شہر میں قیام نہ ہو- جمعہ درست نہیں-

جمعہ اور جنازہ اکٹھے ہو جائیں تو پہلے کسے ادا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فرض کفایہ فرض عین کے وقت میں جمع ہوئے ہیں- کس صلوٰۃ کو پہلے ادا کرنا چاہیے- اور

جمعہ کی اذان بھی ہوچکی ہے جمعہ پڑھتے وقت دیر ہوجائے گی-اس لیے پہلے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہے-بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- شرعاً نماز جنازہ کی تعجیل مندوب اور مطلوب ہے حدیث شریف میں وارد ہے-ثلاث لا یؤخرون (وعدمنها) الجنازة اذا حضرت (الحدیث) -لہٰذا اگر نماز جنازہ نماز جمعہ سے پہلے ادا کی جائے تو بہتر ہے- مصلحت کی خاطر (مثلاً تکثیر جماعت) نماز جنازہ فرض عین سے مؤخر کی جائے تو بھی جائز ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نئی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین- دریں صورت کہ ایک جامع مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز شروع ہے-اب اسی جگہ ایک نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے مسافت یعنی دوری دواڑھائی کرم ہے اس میں ایک نئی مسجد آباد ہوئی ہے کیا اب اس نئی آبادی کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے یانہیں-بینوا توجروا-

﴿ج﴾

جمعہ بڑے بڑے شہروں میں قائم کیا جاتا ہے-چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں ہے صورت مسئولہ میں اگر یہ جامع مسجد بڑے قصبہ یا شہر میں واقع ہے-تو وہاں جمعہ جائز ہے مگر اس کے ساتھ اگر نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے جو کہ اس پرانی آبادی کے ساتھ بالکل متصل ہے تو ان لوگوں کو شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا لازم ہے-الگ جمعہ قائم کرنا' بالکل غیر موزوں ہے- جواز وعدم جواز کی بحث میں ہم اس وقت نہیں پڑتے یہ تحقیق کتابوں کی تصحیح پر موقوف ہے لیکن اس میں کلام نہیں ہے-کہ آج کل جو رواج ہر مسجد میں جمعہ قائم کرنے کا پڑ گیا ہے- بالکل نامناسب اور طریق سلف کے بالکل خلاف ہے- اللہ تعالیٰ معاف فرمائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ایک میل کے فاصلہ پر واقع چار بستیوں میں تین سو بیس گھر ہوں تو جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) دیہات میں تین چار بستیاں ہیں ایک موضع گلزار پور تقریباً ۱۵۰ گھر ہیں اور دوسری بستی موضع بوبیہ والا ایک سو پچاس گھر ہیں-تیسری بستی تقریباً چالیس گھر ہیں چوتھی بستی تقریباً اسی گھر ہیں-یہ چاروں بستیاں ایک ایک میل کے فاصلہ

پر ہیں درمیان میں کچھ چاہ ہیں جن میں چار یا تین گھر ہیں-ان میں نماز جمعہ جائز ہے-یانہیں؟

﴿ج﴾

ان بستیوں میں کسی خاص مقام پر جمع ہوکر جمعہ پڑھنا جائز نہیں-ظہر پڑھنا لازم ہے،بہتر ہے کہ جمعہ کے دن اجتماع کرلیا کریں اور تقریر ووعظ بھی ہوجائے لیکن نماز ظہر بغیر خطبہ وقت مسنون پر ادا کرلیا کریں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

ہماری بستی میں صرف چالیس گھر ہیں وہاں ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھاتے تھے-وہ چلے گئے تو ایک دوسرا آدمی جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطی چار رکعت فرض ظہر پڑھنے کے واسطے کہتا ہے کہ فرض یقینی طور پر ساقط ہوجائے تو پہلے جو مولوی ہمیشہ جمعہ پڑھاتا تھا پھر آیا اور لوگوں کو کہنے لگا کہ جمعہ کے بعد فرض احتیاطی جو کوئی پڑھے گا اس کا جمعہ نہ ہوا اور نہ ظہر ہوئی اور ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ جمعہ ملک پاکستان میں ایک چاہ پر بھی ہوتا ہے-کوئی شرط کی ضرورت نہیں-تو لوگ پریشان ہوئے اس واسطے مہربانی کرکے جو شریعت کا حکم ہو فرمائیں-

﴿ج﴾

مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں ہر چاہ پر جمعہ پڑھنا جائز ہے-اور کوئی شرط نہیں جمعہ کے لیے شہر ہونا یا قصبہ یعنی قریہ کبیرہ ہونا جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہو اور بازار ہوں اور تمام ضروریات ملتی ہوں شرط ہے-اس کے بغیر جمعہ جائز نہیں ہے- جتنے جمعے ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازیں قضا کریں-اور اگر وعظ وتقریر کا شوق ہو تو اجتماع کرکے وعظ وتقریر ہوجائے اور نماز ظہر مسنون وقت پر ادا کی جائے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھروں پر مشتمل ہے تعداد آبادی تقریباً چودہ سو یا پندرہ سو کے لگ بھگ ہے-دوکانیں چھ سات ہیں ضروریات ہر قسم کی ملتی ہیں اور مسجدیں دو ہیں بایں طور کہ واحد ملکیت کے سبب سے عام شہر کی ایک مسجد ہے- اور ایک مسجد ایک محلہ کی ہے-اگر ملکیت ایک نہ ہوتی تو اور کئی مسجدیں بن گئی ہوتیں اور بڑی مسجد ہے وہ بہت وسیع پیمانہ پر ہے غالباً ۵۵ فٹ طول اور اتنی ہی عرض ہوگی-کافی تعداد کے لوگ جس

میں جمع ہوتے ہیں۔ مگر شومئی قسمت جمعہ یہاں نہیں پڑھا جاتا۔ اور لوگ یہی تقاضا کرتے ہیں۔ اور اکثر جگہ اس سے کتنی چھوٹی چھوٹی جگہ پڑھا جاتا ہے۔ لہذا عرض ہے کہ اگر شرع شریف میں ہم کو مؤاخذہ نہ ہو اور فرض ہم سے ساقط ہو جائے تو ہم ضرور جمعہ شروع کر دیں۔ جس سے تبلیغ بھی ہوتی رہے۔ اور اہم ترین فریضہ بھی انجام پائے۔

﴿ج﴾

عبارات فقہاء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار ہوں گلی کوچے وغیرہ ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ صورۃ مسئولہ میں یہ گاؤں ایسا نہیں ہے اس لیے اس میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔ نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ روی البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیهما عن علی رضی الله عنه انه قال لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و كان المدینة النبی قری كثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی وعن القهستانی تقع فی القصبات والقری الكبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب كما فی المضمرات ونقل الشامی ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبیرة فیها سكک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح ج ا ص ۵۹۰ ۔الخ۔ لہذا رسمی جمعہ و تقریر کے درپے نہ ہوں۔ نماز ظہر ہی قائم کریں۔ وعظ و تبلیغ کے لیے ہفتہ میں کوئی دن جمعہ ہو یا غیر جمعہ مقرر کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں ہم لوگ چک نمبر ۲۰ گھکھر میں آباد ہیں آبادی دوسو مکانات کے لگ بھگ ہے۔ کسی جگہ بیس گھر کسی جگہ دس گھر کسی جگہ پانچ۔ سرکاری زمین ہے۔ مزارعہ کی حیثیت سے کاشت کرتے ہیں۔ دو چار دوکانیں ہیں۔ شہر چار میل کے فاصلہ پر ہے کیا ہم کسی جگہ جمعہ ادا کر سکتے ہیں۔ اگر گنجائش ہو تو ادا کر لیا جائے جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے لوگ جمع ہو کر کچھ وعظ و نصیحت اور دین کی باتیں سن لیں گے۔

﴿ج﴾

اس بستی میں جمعہ جائز نہیں۔ وعظ و نصیحت کے لیے کوئی دوسری صورت ضرور نکال لی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

پونے دوسو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا خیال ہے بزرگان دین اور علماء کرام کا کہ بل کے قریب چک نمبر ۸۱ جو کہ تقریباً ۴۵ گھروں پر مشتمل ہے۔ جس کی کل آبادی تقریباً ۱۷۵ ہوگی۔ کسی چیز کی دوکان وغیرہ بھی نہیں ہے مسجد صرف ایک ہے۔ تو کیا اس مذکورہ بالا چک میں شرع محمدی کے مطابق نماز جمعہ اور عیدین جائز ہیں یا نہیں؟ برائے کرم دلائل سے جواب عنایت فرمائیں۔ تاکہ یہاں کا جھگڑا ختم ہو جائے؟

﴿ج﴾

جمعہ کی ادا اور وجوب کے لیے عندالحنفیہ مصر کی شرط ہے۔ اور بڑے قریہ کو بھی حکم مصر کا دیا گیا ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار اور گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں۔ وہ شہر ہے۔ فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبیرة فیها سكک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے کہ اس میں صرف پونے دوسو کی آبادی ہے۔ وہ چھوٹا گاؤں ہے۔ اس میں جمعہ درست نہیں اور جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں ہے۔ پس اس چک میں نہ جمعہ پڑھنا چاہیے نہ عید کی نماز پڑھنی چاہیے۔ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہیے۔ حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔ جیسا کہ جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقریٰ الكبیرة التی فیها اسواق۔ (الی ان قال) و فیما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں کل تیس گھر کی آبادی ہے کل آدمی عورت مرد اور بچوں کی تعداد دوسو ہے تین دوکانیں بھی ہیں ضروریات بستی ان دوکانوں سے میسر ہو سکتی ہیں آیا ایسی بستی میں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی جائز اور درست ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک شہر کا سیدھا سفر ۴۰ میل ہے اور اگر موٹر میں سفر کیا جائے تو اڑتالیس میل ہے تو نماز قصر کے لیے سیدھے سفر ۴۰ میل کا اعتبار ہوگا یا موٹر والے اڑتالیس میل کا ہوگا۔

﴿ج﴾

عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعة ولا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او المدینة و لان لمدینة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قری کثیرہ و لم ینقل عنہ علیہ الصلوة والسلام انہ امر باقامة الجمعة انتھی قال الشامی در المختار (ج ۱ ص ۵۹۰) و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارة الی انہ لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض -الخ۔
جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہے سو یہ علامات مجموعی حیثیت سے جہاں موجود ہوں گی وہاں جمعہ ادا ہوگا باقی آبادی بالحاظ افراد و گھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ فتاویٰ جدیدہ یعنی دار العلوم دیوبند میں ہے کہ قریہ مثل قصبہ ہو اور تقریباً تین چار ہزار آبادی ہو لہٰذا صورت مسئلہ میں جب کہ مذکور بستی میں یہ علامات موجود نہیں جمعہ نہیں ہوگا جمعہ ادا ہونے کے باوجود فرض ظہر سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا بلکہ صلوٰۃ ظہر اداء کرنا ان پر فرض ہوگا۔

(۲) عالمگیریہ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ج ۱ ص ۱۳۸ پر ہے کہ فاذا قصد بلدة و الی مقصدہ طریقان احدھما ثلاثة ایام و لیالیھا والاخر دونھا فسلک الطریق الا بعد کان مسافرا عندنا ھکذا فی فتاوی قاضیخان و ان سلک الا قصر قصریتم کذا فی البحر الرائق و فتاوی البزازیة بھا مش العالمگیر ج ۴ ص ۸۰ و ان کان احد طریقین الی المقصد مدة السفر لا الآخر فسلک الا بعد قصر عندنا الخ -ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ اگر مقام کو دو راستے جاتے ہوں ایک پر جانے سے مسافت متحقق ہو اور دوسرے راستے کی مسافت سفر سے کم ہو تو جس راستہ سے مسافر چلے گا اس پر دار و مدار قصر و اتمام ہوگا میل والے رستے پر چلنے سے اتمام کرے گا لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر چلنے والا اڑتالیس میل والے سے چلے تو قصر کرے گا اتمام والے رستے پر چلے تو اتمام کرے گا -واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب السجود السہو

(مسائل سجدہ سہو)

قعدہ اولیٰ بھول کر امام کھڑا ہو گیا لقمہ ملنے پر واپس آ گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے ہیں کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ اولیٰ بھول گئے تھے اور بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔ تو بعد میں مقتدیوں نے لقمہ دیا اس کے بعد امام صاحب نے قعدہ اولیٰ کیا۔ اور تشہد کے بعد تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی اس کے بعد انھوں نے سجدہ سہو بھی کیا۔ کیا نماز ہوگئی ہے یا نہیں۔ شک کی بنا پر دوبارہ فرض پڑھے گئے کیا فرض پہلے ٹھیک ادا ہوئے یا دوسرے صحیح ادا ہوئے۔ تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیں۔

﴿ج﴾

مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بہت سے فقہاء نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ والا ای وان استقام قائما لا یعود لا شتغالہ بفرض القیام وسجد للسھو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی وقیل لاتفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وھو الا شبہ کما حققہ الکمال وھو الحق بحر وھذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما اھ درمختار ص ۵۵۰ ج ۱) فتح القدیر ص ۳۶۴ ج ۱ مطبوعہ مصر میں ہے۔ فی النفس من التصحیح شئی وذلک لان غایة الامر فی الرجوع الی القعدة الاولی ان تکون زیادة قیام ما فی الصلواة وھو وان کان لایحل لکنہ بالصحة لا یخل لما عرف ان زیادة مادون الرکعة لاتفسد الا ان یفرق باقتران ھذہ الزیادة بالرفض لکن قدیقال المتحقق لزوم الاثم ایضا بالرفض اما الفساد فلم یظھر وجہ استلزامہ ایاہ فیترجح بھذا البحث القول المقابل للمصحح وفی الشامیة تحت قولہ (وھو الحق بحر) کأن وجھہ مامر عن الفتح اومافی المبتغی من ان القول بالفساد غلط لانہ لیس بترک بل ھو تاخیر کما لوسھا عن السورة فرکع فانہ یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ وکما لوسھا

عن القنوت فركع فانه لوعاد وقنت لاتفسد على الاصح اه (شامی ص۵۵۰ ج۱) طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔ ثم اذا عاد قيل ينقضه القيام والصحيح لا بل يقوم ولا ينتقض قيامه بقعود لم يومر به بحر. وفی عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية وهل تفسد صلوته ان عاد فی اخذه الصورة المشهورة عند اصحابنا هو الفساد (الى قوله) ورجح ابن الهمام عدم الفساد اه)

دوسری دفعہ جونماز پڑھی ہے یہ دوسری نماز نفل ہوگی اگر اسی سابقہ امام نے دوسری نماز کی امامت کی ہے تو اس اعادہ کی نماز میں اگر کوئی ایسا شخص شریک ہوا ہے جو پہلے شریک نہ تھا تو اس کی فرض نماز ادا نہیں ہوئی اس پر لازم ہے کہ وہ فرض کو دوبارہ پڑھ لے۔ کیونکہ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

قراءۃ میں غلطی کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ قرأت کی غلطی سے سجدہ سہو آتا ہے یا نہیں بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

عالمگیری ج۱ ص۱۳۳ ولا يجب السهوا لا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن او تقديمه او تكراره او تغيير واجب بان يجهر فيما يخافت و فی الحقيقة و جوبه بشئ واحد و هو ترك الواجب كذا فی الكافی اور ھدایہ ج۱ ص۱۳۷ پر ہے۔ و هذا يدل على ان سجدة السهو واجبة هو الصحيح لانها تجب لجبر نقصان تكن فی العبادة فتكون واجبة كالدم فی الحج و اذا كان واجباً لا يجب الابترك واجب او تاخيره او تاخير ركن ساهيا هذا هو الاصل۔ و انما وجبت بالزيادة لانها لا تعرى عن تاخير ركن او ترك واجب۔ الخ اور کنز الدقائق بهامش بحر الرائق ج۱ ص۹۹ پر ہے۔ يجب بعد السلام سجدتان بتشهد و تسليم و بترك واجب و ان تكرر الخ۔ كذا فی غيرها من كتب الفقه باب سجود السهو۔ مثل درالمختار و شرحه الشامی و فتح القدير و البحر و النهر و غيرها۔ یہ عبارتیں معتبرات کتب حنفیہ کی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ سہو نہیں واجب ہوتا مگر واجب کے ترک کرنے پر اور بعض عبارتیں جو متعدد اسباب وجوب پر دال ہیں۔ ان سب کا مآل نتیجہ ترک واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بلا تاخیرِ فرض و بلا ترک واجب سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر بغیر تاخیر فرض اور ترک واجب کے نماز میں سجدہ سہو کیا جائے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر اس نماز کو دوبارہ لوٹایا جائے تو کیا پہلی نماز افضل ہے یا بعد کی (لوٹائی ہوئی)

بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

فی الدرالمختار واجبات الصلوة ج۱ ص۳۴۵ (و لفظ السلام) مرتين فالثانی واجب على الاصح و فيه قبيل باب الاستخلاف ص۴۴۳ و لو ظن الامام السهو فسجدله فتابعه (ای المسبوق) فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد و فی ردالمحتار و فی الفيض و قيل لا تفسد و به يفتی و فی البحر عن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب ----- ان جزئیات سے امور ذیل مستفاد ہوئے ہیں۔

(۱) نماز ہو جائے گی۔

دوران نماز سوچ میں پڑ کر کسی رکن میں تاخیر کے سبب سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک انسان خواہ منفرد ہو یا امام کے ساتھ نماز میں کوئی سوچ کرتا ہے جو نماز کے اعمال سے خارج ہے یا منفرد سوچ کرتا ہے۔ کہ آیا میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے یا تین رکعت یا سوچ کسی اور رکن کی ادا یا عدم ادا میں کرتا ہے۔ آیا اس سوچ کے لیے کوئی مقدار معین بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کتنی دیر اس کے لیے سوچ کرنی جائز ہے یا طویل سوچ مفسد صلوٰۃ نہیں۔ یہ مسئلہ ہم اس لیے پوچھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک رکن کی ادائیگی تک سوچ سکتا ہے زیادہ نہیں سوچ سکتا۔ یعنی مثلاً ایک رکوع یا سجدہ کے ادا کرنے میں تقریباً ایک منٹ خرچ ہوتا ہے تو یہ ایک منٹ کی سوچ تو جائز ہے زیادہ نہیں زیادہ سوچ مفسد صلوٰۃ ہے۔

﴿ج﴾

اصل مسئلہ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر یعنی سوچ ادائے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی قرأت یا رکوع یا سجدہ سے روک

دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا- کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے- یعنی فرض یا واجب کو جس کے مقام پر ادا کرنا واجب تھا وہ اپنے مقام سے ہٹ گیا- مثلاً الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی- جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا- یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا تھا- تو سجدہ سہو لازم ہوگا- اس طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا- یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا- غرضیکہ جب کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوران نماز شکوک ووسواس آنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پانچ وقت نماز میں وسوسہ سے فارغ نہ ہو- اور ہمیشہ وسوسہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی نماز میں سمجھتا ہی نہیں اور وسوسہ ہوتا ہے- نماز سے فارغ ہونے کے بعد وسوسہ نہیں ہوتا- وسوسہ نماز میں ہوتا ہے- اس وسوسہ میں مبتلا ہوئے تین مہینے ہو گئے- آیا اس آدمی کی نماز ہوئی یا نہ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں-

﴿ج﴾

تعداد رکعات میں اگر شک ہو تو گمان غالب پر بنا کرے- اگر غالب گمان کسی جانب نہ ہو- تو قلیل پر بنا کرے- اور وضوء ٹوٹنے کا شک لاحق ہوا ہے یا نجاست نکلنے کا وسوسہ درپیش ہوا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس شک اور وسوسہ کا اعتبار نہ کرے- و ان کان یعرض له کثیرا بنی علی اکبر رایه و ان لم یکن له رأی بنی علی الیقین (هدایه) ولو علم انه ادی رکنا و شک انه کبر للافتتاح اولا او هل احدث اولا او اصابه نجاسة او هل مسح برأسه اولا ان کان اول مرة استقبل والامضی فتح القدیر مصری ج ۱ ص ۳۰۰-

سجدۂ سہو کے لیے سلام ایک جانب پھیرا جائے یا دونوں جانب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کثر کم اللہ تعالیٰ اندریں صورت ذیل کہ سجدۂ سہو کے لیے سلام واحد یا دونوں طرف ہونا چاہیے- مدلل ارقام ہو- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(اقول و باللہ تعالیٰ التوفیق) اس بارے میں علامہ شامی جلد اول ص ۵۴۶ میں بالتصریح تحریر فرماتے ہیں- درمختار کے اس بحث کے تحت ویجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهود و به یحصل التحلیل وهو الاصح بحر عن المجتبی و علیه لو اتی بتسلیمتین سقط عنه السجود و لو سجد قبل السلام جاز وکره تنزیها- الخ) قال الشامی فی هذا البحث (قوله واحد) الخ هذا قول الجمهور منهم شیخ الاسلام و فخر الاسلام و قال فی الکافی انه الصواب و علیه الجمهور و الیه اشار فی الاصل الا ان مختار فخر الاسلام کونه تلقاء وجهه من غیر انحراف وقیل یاتی بتسلیمتین وهو اختیار شمس الائمه وصدر الاسلام اخی فخر الاسلام و صححه فی الهدایة والظهیریة و المفید و الینا بیع کذا فی شرح المنیة قال فی البحر و عزاه ای الثانی فی البدائع الی عامتهم فقد تعارض النقل عن الجمهور (قوله عن یمینه) احتراز عما اختاره فخر الاسلام من اصحاب القول الاول کما علمته و فی الحلیة اختار الکرخی و فخر الاسلام و شیخ الاسلام و صاحب الایضاح ان یسلم تسلیمة واحدة و نص فی المحیط علی انه الاصوب و فی الکافی علی انه الصواب قال فخر الاسلام وینبغی علی هذا ان لا ینحرف فی هذا السلام یعنی فیکون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه و غیره من اهل هذا القول علی انه یسلم مرة واحدة عن یمینه خاصة والحاصل ان القائلین بالتسلیمة الواحدة قائلون بانها عن الیمین الافخر الاسلام منهم فانه یقول انها تلقاء وجهه و هو المصرح به فی شروح الهدایة ایضاً کالمعراج والعنایة والفتح (قوله لانه المعهود) تعلیل لکونه عن یمینه و قوله وبه یحصل التحلیل تعلیل لکونه واحد اویاتی وجهه قریبا (قوله البحر عن المجتبیٰ) عبارة البحر و الذی ینبغی الاعتماد علیه تصحیح المجتبیٰ انه یسلم عن یمینه فقط وقدظن فی البحر وتبعه فی النهر وغیره ان هذا القول قول ثالث بناء علی ان جمیع اصحاب القول الثانی قائلون بانه یسلم تلقاء وجهه مع ان القائل منهم بذلک هو فخر الاسلام فقط کما علمته الخ- (قوله وعلیه لو أتی الخ) هذا جعله فی البحر قولا رابعًا واستظهر فی النهر انه مفرع علی القول بالواحدة و تبعه الشارح و یؤیده ما وجهوا به القول بالواحدة من ان السلام الاول لشیئین للتحلیل وللتحیة والسلام الثانی للتحیة فقط ای تحیة بقیة القوم لان التحلیل لا یتکرر و هنا سقط معنی التحیة عن السلام لانه یقطع الاحرام فکان ضم الثانی الیه عبثا و لو فعله فاعل لقطع الاحرام قال فی الحلیة بعد عزوه ذلک الی فخر الاسلام حتی انه لایأتی بعده بسجود السهو کما نقله فی الذخیرة عن شیخ الاسلام و مشی علیه فی الکافی وغیره اه و فی المعراج قال شیخ الاسلام لوسلم تسلیمتین لایأتی بسجود السهو بعد ذلک لانه کالکلام اه قلت و علیه فیجب ترک التسلیمة الثانیة- الخ) انتهی فی الشامی-

نیز علامہ شامی نے تین اقوال بیان کیے اول میں ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا فرمایا پھر درمیان میں برائے اظہار اختلاف دو سلاموں کو ذکر فرمایا پھر اخیر بحث میں پھر ایک سلام کو بالدلائل مرجح فرمایا - اور اپنا عقیدہ اور فتویٰ بعبارت فیجب ترک التسلیمة الثانیة سے مؤکد کیا اور یہی ضابطہ فقہ ہے کہ جہاں پر تین اقوال کسی مسئلہ میں مذکور ہوں معتبر اول ہے - یا اخیر نہ درمیانہ چنانچہ شامی جلد اول ص ۳۲۱ میں درج ہے - (اذا ذکر فی مسئلة ثلاثة اقوال فالارجح الاول او الثالث لا الوسط) نیز علامہ شامی نے دو سلاموں کو بصیغہ قیل تحریر فرمایا - جو مشعر بالضعف ہے - چنانچہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۴۵ میں ہے - (نقل ذلک فی البحر بصیغة قالوا ونقله فی باب صلوة العید بصیغة قیل و کلام الصیغتین مشعر بالضعف - محرر سطور بالا بخدمت علماء کرام بصد ادب ملتجی ہے کہ اگرچہ بندہ کا علم بطفیل وتراب اقدام علماء کرام ہے - لیکن بموجب تحریر بالا ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کو مرجح اور قوی اور اقوی جانتا ہے اگر یہ بندہ غلط فہمیدہ پر ہو تو اظہار فرماویں اور نیز آج کل عصر حاضر میں معمول علماء کرام بھی یہی ایک سلام ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت یا تشہد کی جگہ تلاوت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ضم کیا ہے - اس کا کیا حکم ہے -

(۲) ایک شخص نے التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنا شروع کر دیا ہے - حتیٰ کہ سورۃ فاتحہ پڑھ گیا' یا قیام کی حالت میں التحیات پڑھنا شروع کر دیا اب سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں -

﴿ج﴾

سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے' اگرچہ سہواً سورت ضم کی ہو قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۳۴ و لو قرأ فی الاخیرین الفاتحة و السورة لا یلزمه السهو و هو الاصح -

(۲) التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنے کی تین صورتیں ہیں - (۱) یا صرف قرأت پڑھی ہو گی' التحیات بھول کر نہیں پڑھی ہو گی' اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہو گا (۲) یا قرأت اور التحیات دونوں پڑھی ہوں گی' اور قرأت پہلے پڑھ چکا ہے بعد میں التحیات تو بھی سجدہ سہو لازم ہے - اور اگر التحیات پہلے پڑھ چکا ہے اور قرأت بعد میں تو سجدہ سہو لازم نہیں' کما قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۳۴ و اذا فرغ من التشهد و قرأ الفاتحة سهواً فلا سهو علیه و اذا قرأ الفاتحة مکان التشهد فعلیه السهو و کذلک اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد کان علیه السهو کذا روی عن ابی حنیفةؒ می الوقعات الناطفیه' اور اگر قیام کی حالت میں التحیات پڑھے تو پہلی رکعت اور دوسری رکعت میں

فاتحہ سے پہلے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور اگر فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے - اور تیسری چوتھی رکعت میں سجدہ سہو لازم نہیں آتا ہے خواہ پہلے پڑھ لے یا بعد میں - قال فی العالمگیریہ و لو تشهد فی قیامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو علیه و بعدها یلزمه فیه سجود السهو و هو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراءة السورة فاذا تشهد فیه فقد اخر الواجب و قبلها محل الثناء کذا فی التبیین و لو تشهد فی الاخیرین لا یلزمه السهو کذا فی محیط السرخسی الخ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازِ عید کی تکبیر چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب نے نماز عید پڑھائی جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر بغیر تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا اور بعد تسبیح پڑھنے کے کسی صاحب نے لقمہ دیا تو امام کھڑا ہوا اور تکبیریں کہنے لگا تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں گیا اور دوبارہ تسبیح ادا کی بعد سجدہ و قعود کے سلام پھیر کر نماز تمام کی اور سجدہ سہو بھی ادا کیا - کیا یہ نماز ہو گئی یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ نماز ہو گئی مگر ایسا کرنا نہ چاہیے تھا - درمختار میں ہے کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد - شامی ص ۶۱۷ ج ۱ میں اس پر لکھا ہے وقد علمت ان العود روایة النوادر علی انه یقال علیه ما قاله ابن الهمام فی ترجیح القول بعدم الفساد فیما لو عاد الی القعود الاول بعد ما استتم قائما بان فیه رفض الفرض لاجل الواجب و هو و ان لم یحل فهو بالصحة لا یخل - فقط واللہ تعالی اعلم

رکعات کی تعداد میں سہو کا حکم؟

﴿س﴾

گذارش ہے - کہ دو مولوی صاحبان حسب ذیل مسئلہ میں مختلف ہیں - ایک مولوی صاحب کہتے ہیں - کہ امام نے عمداً جلسہ کیا ہے - جبکہ مقتدیوں نے اس کو غلطی پر مطلع بھی کر دیا تھا - اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتا ہے - اذا شک الامام فاخبره عدلان یأخذ بقولهما - لہٰذا نماز فاسد ہو گئی اور اعادہ صلوٰۃ سب پر لازم ہے -

دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز امام کی سجدہ سہو کرنے سے ٹھیک ہو گئی' کیونکہ امام کو اس میں شک ہوا تھا اور

غالب ظن سے اس نے کام کیا ہے سجدہ سہو سے نماز ٹھیک ہوگئی ہے- اور دو مقتدیوں کی خبر پر اعتماد اس لیے نہیں کرتا کہ رکعت ثانیہ کے بعد پورا قیام کر چکے تھے- اس کے بعد انھوں نے لقمہ دیا تھا- پھر اپنے ظن کے مطابق یہ تیسری رکعت پر بھی اگرچہ بیٹھے تھے- چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو امام نے ادا کیا ہے- تو نماز اس کی اور مقتدیوں کی صحیح ہے- جیسے کہ تحریر سے معلوم ہو ہے- بنابریں آپ کو ثالث مقرر کر کے دونوں مولویوں کی تحقیق روانہ خدمت ہے- لہٰذا جو مسئلہ صحیح ہو اس کی تصحیح فرما کر نزاع کو ختم فرمادیں- عین نوازش ہوگی-

والسلام- کاتب الحروف محمد عبدالغفور عفا اللہ عنہ نقل مطابق اصل (رجل صلی بقوم فلما صلی رکعتین و سجد سجدة ثانية شک انه صلی رکعة او رکعتین فقام فی الثانية یظن انه اول رکعة ثم قعدفی الثالثة یظن انه الثانية ثم علمه رجلان فصلی رابعة ثم قعدفی الرابعة و سجد للسهو هل تفسد صلوته ام لا-

﴿ج﴾

فی القدوری باب سجود السهو و من شک فی صلوة فلم یدر اثلا ثا صلی ام اربعًا و ذلک اول ما عرض له استانف الصلوة و ان کان الشک یعرض له کثیراً بنی علی غالب ظنه ان کان له ظن فان لم یکن له ظن بنی علی الیقین انتهیٰ وفی الدر المختار باب سجود السهو ص ۵۵۶ ج ۱ اذا شک فی صلوته من لم یکن ذلک ای الشک عادة له کم صلی استانف وان کثرشکه عمل بغالب ظنه ان کان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا یصیر تار کا فرض القعود او واجبه .الخ . والله اعلم بالصواب-

دستخط (محمد اسحاق بقلم خود) نقل مطابق اصل- سوال گندم جواب چنا- آپ کا سوال جواب کا مخالف ہے- آپ کے سوال میں یہ ہے- رجل صلی بقوم الخ- پھر لفظ علم رجلان موجود ہے اور جواب فی القدوری باب السجود السهو من شک فی صلوة فلم یدر اثلاثا صلی ام اربعًا الخ اس سے منفرد مراد ہے-

یعنی منفرد کے حق میں ہے اور اسی طرح فی الدر المختار کی عبارت منفرد کے حق میں ہے- واذا شک فی صلوته- الخ یہ عبارت خود منفرد پر دال ہے- دوسرا یہ ہے- سوال میں ثم علم رجلان کا لفظ ہے- اور جواب میں علم رجلان کا لفظ نہیں ہے- تیسرا یہ ہے صورۃ مسئولہ کے بارے میں نہ منفرد کے بارے اور متنازعہ فیہ صورت امام کے بارہ میں نہ منفرد کے بارہ میں- فتاویٰ عالمگیری میں ہے- اذا شک الامام فاخبره رجلان یأخذ بقولهما الخ- اور امام نے اس کی مخالفت کی ہے- تو سائل کا سوال صحیح ہے اب سائلان مدعیان جلسہ امام عمداً کے ہیں- اور عبارۃ عالمگیری سائلان کے حق میں ہے امام جلسہ عملاً کا انکار کرتا ہے اور کوئی تائید امام کے بارہ میں نہیں ہے اب امام پر یمین ہے اگر یمین سے انکار کرے

اعادہ صلوٰۃ واجب ہوگی- یا کوئی قوی دلیل پیش کریں-

﴿ج﴾

داخل صلوٰۃ میں مقتدی اگر فتح دے تو اگر امام عمل کی صحت پر یقین رکھے تو اس صورت میں وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور فتح کا اعتبار نہ کرے لہذا صورت مسئولہ میں امام نے ان کے فتح کا اعتبار اس لیے نہیں کیا کہ وہ اپنی حجت پر یقین رکھتا تھا- اور اس لیے تیسری پر بیٹھا لیکن جب دوبارہ فتح کرنے سے اس کا یقین باطل ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا- اور اگر ابتداء میں اسے شک تھا اور فتح سنتے ہی اس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ غلطی پر مطلع ہونے کے بعد تیسری پر بیٹھے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے دوبارہ پہلی بات بھول گئی ہو- اور پھر سے سہواً بیٹھ گیا ہو تب بھی سجدہ سہو سے جبیرہ ہو جاتا ہے بہر حال نماز بلاشبہ صحیح ہے- اور اعادہ کسی طرح لازم نہیں سجدہ سہو سے جبیرہ ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم-

سجدہ سہو کرنا بھول گیا' سلام پھیرنے پر کسی نے لقمہ دے دیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ منفرد سے نماز میں سہو ہوا اس نے سلام دونوں طرف پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ بعض علماء فساد کے قائل ہیں- اور بعض فساد کے قائل نہیں-

(۲) ایک آدمی سے نماز میں سہو ہوا اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا پھر باہر سے ایک آدمی نے فتح دے دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نماز کا حصہ باقی ہے اب اس آدمی کی نماز درست ہے یا فاسد- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ اس میں دو مشہور قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ سلام دونوں طرف پھیرا جائے اور پھر سجدہ سہو ادا کیا جائے- اور یہی قول شمس الائمہ اور صدر الاسلام کا مختار ہے- ہدایہ ظہیریہ مفید اور بدائع میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے- اور دوسرا قول جو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام کا مختار ہے وہ یہ ہے- کہ صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا جائے- اور اسی قول پر جمہور ہیں- اسی قول کی بناء پر بعض علماء نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیرے گا تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا- اور دوسری طرف سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائے گا- بریں معنی کہ اب سجدہ سہو ادا نہیں ہوسکتا- فرض ادا ہوگیا- اور سجدہ رہ گیا ہے- نہ یہ کہ نماز ٹوٹ گئی ہے- بلکہ نماز (یعنی فرض) پورا ہوا- کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۴۵ (یجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهود و به یحصل التحلیل و هو الاصح بحرعن المجتبی و علیه لواتی بتسلیمتین سقط عنه السجود- و

قال الشامی تحته بعد ما حقق و اطال و فی المعراج قال شیخ الاسلام لو سلم تسلیمتین لایاتی بسجود السهو بعد ذالک لانه کالکلام --- قلت و علیه فیجب ترک التسلیمة الثانیة-

علامہ شامی کی تقریر سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے-اور سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے-

(۲) اگراس کے یاددلانے سے اس کو یاد آ گیا ... کے یاددلانے سے اس نے عمل کر دیا خود اس کو یاد کرنے سے یاد نہ آ گیا تب تو اس کی نماز فاسد ہو گئی-اور یہ بنا نہیں کر سکتا- بلکہ دوبارہ نماز کا اعادہ کرے گا-اور اگر اس کے یاددلاتے وقت اس کو یاد آ گیا اس نے یاددلانے کی وجہ سے نہ بلکہ خود یاد آ گیا حتی کہ وہ اگر یاد نہ دلاتا تب بھی اس کو اس وقت یاد ہوتا- گویا کہ اس کا تذکرہ اس کی تذکیر سے نہیں اس کی تذکیر اس کے تذکر کا منشاء نہیں بلکہ اس کا تذکر اس کی تذکیر کے وقت ہوا-تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے-نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لے-

کمال قال فی البحر ج ۲ ص ۷ و فی القنیة ارتج علی الامام ففتح علیه من لیس فی صلاته و تذکر فاذا اخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد والافتفسد لان تذکره تضاف الی الفتح و قال الشامی فی حاشیة منحة الخالق – اقول یحتمل ان یکون المراد انه تذکره بسبب الفتح و ان یکون تذکر بنفسه و لکنه صادف تذکره و فتح من لیس فی صلوته فی وقت و احد والظاهر الاول لانه لو کان تذکره من نفسه لا یظهر فرق بین اخذه فی التلاوة قبل تمام الفتح اوبعده و لا یظهر وجه الفساد الخ -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقتدی کے سہو کا حکم؟

﴿س﴾

در کتب متداوله متون و شرح همیں مضمون ست مقتدی را که سهو افتاداست سجده سهو او نه معتاداست- سهواور ا امام برگیرد و طاعتی او خد ابپزیرد-

لزوم اعاده صلوة را هیچ تعرض بنظر نیامده لکن عبارات ذیل مصرح بلزوم اعاده صلوٰة است-

پس تحقیق چیست بینوا توجروا- (قوله لا بسهوه اصلاً) تنبیه قال فی النهر ثم مقتضی کلامهم انهٗ یعید ها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر- رد ص ۵۲۱ و فی مراقی الفلاح فلا یسجد اصلاً قال صلی الله علیه وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سهوکم وقرائتکم و فی الطحطاوی

قوله یرفع عنکم سهوکم و قرائتکم قرن رفع السهو برفع القرأة لیفید انه کما لا اثم علی المؤتم بترک القراء ة فکذا لااثم علیه بترک السهو بل هو الواجب علیه و قال فی النهر مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر و قد علمت مفاد الحدیث افاده بعض الافاضل ص ۲۶۹ - المستفتی دولت خان-

﴿ج﴾

تحقیق این ست- که بر مقتدی دریں صورت نہ سجود سہو واجب است-و نہ اعادہ صلوٰۃ-و این کہ در ردالمحتار بحث کردہ درحقیقت ایں بحث متعلق بہ دلیل مسئلہ است نہ نفس مسئلہ گویا قائل اعراض مے کند کہ ازیں وجہ قول بہ عدم وجوب سجدہ سہو بر مقتدی کردن کہ جابر متعذر است-درست نیست بلکہ بعد سلام امام مقتدی ہمچنین درنماز است-سلام امام از نماز خارج نمے شود-درایں وقت سجدۂ سہو ممکن است-لہذا دلیل تعذر جابر صحیح نیست-ازین وجہ علامہ شامی گفتہ-کہ اولی این است کہ تمسک بحدیث ابن عمرؓ کردہ شود-نہ بر دلیل مذکور بل الاولیٰ کہ تمسک بماروی ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی من خلف الامام سہو انتہی -ومقصد صاحب نہر این ست- کہ ازیں استدلال ایں معلوم شد کہ جابر قبل سلام امام وہم بعد سلام او منفرد است-ونفس کراھیۃ ثابت پس حاصل کلام شامی از تنبیہ ایں است-دلیل تعذر جابر کہ مذکور شدہ ازین دلیل ترک کردن استدلال بر حدیث کردن اولی ست کہ مقتدی را درین ساھی نہ گفتہ شود-واین چنین در کلام مراقی الفلاح است کہ امام سہو مقتدی را بردارد-پس بنابرین دلیل مقتدی اصلاً سہو نہ شدہ نہ اعادہ لازم است لہذا کلام بر دلیل است اصل مسئلہ بحال خود است کہ نہ سہو لازم ونہ اعادہ-واللہ تعالیٰ اعلم-

باب فی احکام اللباس

نجاست لگے کپڑوں میں پڑھائی گئی نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے فجر کی جماعت کرائی جماعت کے فوراً بعد مقتدی نے زید کی چادر منی سے لت پت دیکھی اور اکیلے امام صاحب کو بھی اس کی چادر دکھائی گئی۔ اور کہا کہ یہ نماز خود بھی دوبارہ پڑھیں اور مقتدیوں کو بھی دوبارہ پڑھنے کی تلقین کریں۔ امام صاحب نے نہ صرف خود نماز کا اعلان نہ کیا بلکہ مقتدیوں سے بھی نماز پڑھنے کے لیے نہ کہا۔ بلکہ شرم یا خوف کے مارے امام مذکور نے جھوٹی کلمہ شریف کی قسمیں اٹھائیں اور قرآن شریف کی بھی جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ جب کہ مقتدی نے بھی قرآن شریف کی قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا کہ امام مذکور کی چادر منی سے لت پت تھی اور میں نے امام صاحب کو بتایا۔ امام صاحب کا چال چلن پہلے بھی مشکوک ہے کیا ایسے امام کو مستقل امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام کے کپڑے پر نجاست لگی تھی۔ اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھائی ہے تو وہ نماز قابل اعادہ ہے۔ منی وغیرہ کا کپڑے پر لگ جانا کوئی جرم کی بات نہیں۔ لہٰذا اس پر پردہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے۔ پھر آپ نے حضرات صحابہ کو انتظار کرنے کا حکم فرمایا اور خود گھر جا کر غسل فرما کر نماز پڑھائی۔ البتہ اگر امام صاحب کا چال چلن مشکوک ہے اور جھوٹ بولتا ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ گزشتہ افعال بد سے صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے پکا وعدہ کرے کہ پھر کبھی ان گناہوں کی طرف نہیں جائے گا اگر امام صاحب صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے۔ ورنہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۲ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت کالے کپڑے کے استعمال کی شرعی حیثیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) کالی یعنی سیاہ چادر باندھنا یا باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) دیگر اس نیت سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا کہ یہ رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا۔ کوئی ایک آدھ کپڑا پہن لیا جائے۔ تو آیا اس میں کوئی گناہ وغیرہ تو نہیں۔ واضح طور پر اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) سیاہ چادر باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا دونوں جائز ہیں۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگ کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''شمائل ترمذی'' میں باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض الخ۔
(ترجمہ) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (یہ پہلی حدیث شمائل میں نہیں ہے۔ بخاری ص ۸۶۷ ج ۲ سے لی گئی ہے)

(۲) عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلۃ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفیان اراھا حبرہ. (ترجمہ) ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ (سفیان اس روایت میں منقش جوڑا اس لیے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔ اس وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتاویٰ میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لیے فتویٰ کے رو سے جائز ہے۔ تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے۔ کہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔

(۳) عن ابی رمثه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه بردان اخضران. ترجمہ۔ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

(۴) عن قیلة بنت مخرمة قالت رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه اسمال میتین کانتا مزعفران وقد نفضته الخ. ترجمہ۔قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں۔لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا۔

(۵) عن عائشة رضی الله عنها قالت خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط من شعر اسود. (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے۔تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید' سرخ' زعفرانی اور کالا رنگ استعمال فرمایا ہے۔لہٰذا اگر کبھی کبھار اتباع سنت کی نیت سے ان رنگوں کو استعمال میں لائے تو باعث ثواب ہوگا۔لیکن چونکہ تمام رنگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ مرغوب تھا۔اس لیے سفید رنگ کا استعمال زیادہ پسندیدہ اور اولیٰ ہے۔چنانچہ احادیث میں سفید رنگ کے کپڑوں کے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ا) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسها احیاکم وکفنوا فیها موتاکم فانها من خیار ثیابکم. ترجمہ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس ہے۔سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے۔اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

(ب) عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البسوا البیاض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم. ترجمہ۔سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔اس لیے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے۔اور اس میں اپنے مردوں کو دفنایا کرو۔واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

کیا بغیر قمیض کے نماز پڑھنا درست ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین زید مجدھم۔

(۱) دیہاتوں میں عام عادت ہے کہ نمازی نماز ادا کرتے وقت صرف چادر اور صافہ پہن کر نماز ادا کرتے ہیں قمیض یا کرتہ نہیں پہنتے۔

(۲) اگر ان کو کہا جاوے کہ کرتہ یا قمیص کے ساتھ نماز ادا کیا کرو تو وہ نہیں مانتے بلکہ لڑتے ہیں اور امام صاحب کی بے عزتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

(۳) کیا مجبوری کے وقت اس طرح نماز پڑھنی چاہیے یا ہر وقت جائز ہے بلکہ یہ سنا گیا ہے کہ صرف مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(۴) جس شخص کو اس قسم کے مسائل بتائے جاویں وہ بتانے والے کو مارنے پر تیار ہو جاوے کہ اپنے مال اور زمینداری کی طاقت پر امام کو یا عالم کو وہاں سے نہ رہنے دیں شرعاً وہ کس سزا کے مستحق ہیں۔ان چار مسائل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔۳ نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے بچنا لازم ہے البتہ بوقت ضرورت مثلاً شدید گرمی یا کپڑا نہ ملنے کی صورت میں اگر پڑھ لی جائے تو کراہت نہ ہوگی لیکن عذر حقیقۃً ہو محض بہانہ نہ ہو (۴) ایسے لوگوں کو مسائل بتانے والے کو بھی دیکھا جاوے کہ وہ اس کا اہل ہے یا نہیں' اگر وہ باقاعدہ عالم نہیں تو اس کا بتلایا ہوا مسئلہ اگر فی الواقع صحیح بھی ہو تو اس شخص پر حجت نہیں اور وہ غیر عالم کی بات سمجھ کر اس کا رد کر سکتا ہے۔نیز اگر تبلیغ کا طریقہ بھی اس کے ساتھ درشت اور نامناسب ہو اور پھر علم بھی نہ ہو تو اس کی مخالفت میں کوئی حرج شرعی نہیں' البتہ اگر وہ مسئلہ بتانے والا عالم ہو اور اس کا طریقہ تبلیغ بھی مناسب حال ہو نہایت نرمی اور خلوص سے سمجھاتا ہے تو اس کی بات عوام الناس کے لیے حجت ہے اس کی مخالفت یا اس کے کہنے سے انکار کرنا بہت گناہ ہے۔حبط اعمال کا خطرہ ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

رومال باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

موجودہ زمانہ میں عام رواج ہو چکا ہے کہ بجائے عمامہ یا کلاہ و ٹوپی کے رومال باندھتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں اکثر طلبا، کرام و بعض علمائے عظام ایسا کرتے ہیں کیا حضور سرور کائنات اور صحابہؓ کرام نے کبھی رومال کے ساتھ نماز پڑھی یا پڑھائی ہے یا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھی ہے یا سلف صالحین میں سے کسی کا یہ طریقہ رہا ہے۔ برائے کرم بحوالہ حدیث شریف یا فقہ شریف جواب سے سرفراز فرمادیں۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

رومال کے ساتھ بلا کراہت نماز درست ہے بشرطیکہ رومال کچھ بڑا ہو کم از کم ایک بل سر پر آجائے تو یہ حکم عمامہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ بھی تھا اور یہ ایسا رومال معمول صلحاء ہے لہٰذا کراہت سے خالی ہے۔

حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حاصل شدہ کپڑوں میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا کھانا پینا اور لباس ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا ہے۔ مثلاً سود، رشوت سے لیکن وہ نماز پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے، جو فرائض دین ہیں۔ ظاہری ادا کرتا ہے۔ کیا اس کی نیکی قبول ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر کپڑا بدن پر رشوت یا سود کے روپیہ سے حاصل کیا ہوا ہے تو اس میں نماز مکروہ ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

۲۹ محرم ۱۳۹۵ھ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنا بر ضرورت شدیدہ مثلاً جمعات رمضان مبارک یا عیدین کی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال امام کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہوتی ہے صدائے بازگشت نہیں ہوتی۔

(۲) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا رجحان کس طرف ہے۔

(۳) تعامل حرمین شریفین بھی یہی ہے جہاں ہر مکتب فکر کے علماء بھی ہوتے ہیں۔

(۴) جب کہ مجمع بہت بڑا ہو اور دور رہنے والے مقتدیوں کو بجز تکبیرات انتقال کے اور کوئی چیز سنائی نہیں دیتی۔

(۵) جب کہ فی الجملہ اسماع قرأت مقتدیوں کے لیے مقصود شرع بھی ہو۔

(۶) دیہاتی مساجد میں عام طور پر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے لوگ مساجد کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں اگر قرأت ان کے کانوں میں پڑتی رہے تو توجہ رہتی ہے اور اگر نہ سنائی دے تو خیالات کے منتشر ہونے کا قوی احتمال ہے۔ مندرجہ بالا ضرورت شدیدہ کی بنا پر کیا مفتیان عظام کی جانب سے جواز کا فتویٰ ہے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

یہاں دو مسئلے جدا جدا ہیں ایک جواز استعمال لاؤڈ سپیکر کا اور دوسرا صحت صلوٰۃ کا ان دونوں سوالوں کا جواب مختلف ہے یعنی لاؤڈ سپیکر کا استعمال بلا ضرورت (جب کہ مقتدی قلیل ہوں یا مکبرین کا معقول انتظام ہو سکتا ہو) خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ مسنون و معتمد علیہ اور یقینی طریق تبلیغ صوت کے خلاف ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء و اتباع کر لی تو نماز درست ہو جائے گی غرضیکہ شدید ضرورت کے موقعوں پر بھی اولیٰ اور مفید تو یہی ہے کہ سمجھدار آدمی مکبر و مبلغ کا تقرر کر سکتے ہیں لاؤڈ سپیکر کا استعمال حتی الوسع نہ کیا جائے مگر بایں ہمہ اگر استعمال کر لیا جائے تو جائز و درست ہے لیکن احتیاطاً مکبرین پھر بھی ہوں تو اچھا ہے۔ واللہ اعلم۔ مخلصاً من احسن الفتاوی وفتاوی دارالعلوم دیوبند

حررہ محمد طاہر رحیمی۔ (استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ

ہندوستانی پائجامہ میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو پاجامہ عام طور پر دہلی والے اور یوپی کے رہنے والے پہنتے ہیں اور اس کی تقریباً شکل ایسی (۸) ہے۔ اس کا پہننا کیسا ہے۔ کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس کا پہننا سخت گناہ ہے کیونکہ اس میں سجدے کے وقت آدمی کے اعضاء مخصوصہ ایک تھیلی سی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اس لیے نماز کے وقت تو خاص طور پر اور عام طور پر بھی پہننا سخت گناہ ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

جب کہ رنگ بشرہ کا معلوم نہ ہو تو ستر ثابت ہے۔ اور نماز صحیح ہے **وعادم ساتر لایصف ماتحتہ (درمختار) بان**

لایری منه لون البشرة احترازا عن الرقیق ونحو الزجاج (ردالمحتار باب شروط الصلوٰة ص۳۰۲ ج۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب سلام مسنون۔

عرض ہے کہ ہمارے علاقہ کے عوام کو چند آدمیوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ اور چند عقلی دلائل دے کر مندرجہ ذیل مسائل کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مہربانی فرما کر ہماری عقلی اور نقلی دلائل دے کر رہنمائی کریں۔

(۱) حنفی امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (۲) رفع یدین کرنا (۳) مرد کا ستر پیروں کی طرف کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اور اگر نماز میں پنڈلی کھلی رہ جائے۔ تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔ آمین بالجہر اور رفع یدین عند الحنفیہ خلاف سنت ہے۔ اور قرأۃ خلف الامام منسوخ اور ممنوع ہے۔ اور دلائل ان مسائل کے حنفیہ کے پاس بہت ہیں اور آیات واحادیث اس بارہ میں موجود ہیں۔ جو بہت سی کتابوں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ آمین کے بارے میں واخفی بها صوته وارد ہے۔ اور قرأۃ خلف الامام کی ممانعت میں واذا قرأ فانصتوا مسلم کی روایت میں موجود ہے اور رفع یدین کے بارے میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی میں مذکور ہے۔ قال عبدالله ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة . ترمذی الکتب السته ص ۱۶۲۳ ، حدیث نمبر ۲۵۷ .

(۳) مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے۔ پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے بھی نماز درست ہوتی ہے۔ چادر، شلوار کا ٹخنے سے اوپر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی ٹخنا کھلا رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ

جیب میں فوٹو اور ہاتھ میں لوہے کی گھڑی پہنے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) اگر کسی کی جیب میں انسان کا فوٹو ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، فوٹو خواہ کسی

صورت میں ہو۔ مثلاً پانچ دس کے نوٹ پر بھی فوٹو ہوتا ہے۔ یا ایسے فوٹو ہو۔ نوٹ کا فوٹو جیب میں رکھنے پر انسان مجبور ہے۔ جواز کی صورت ہے یا نہیں۔

(۲) جس گھڑی کا چین لوہے کا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اگر ناجائز ہے تو گھڑی بھی لوہے کی ہے۔ گھڑی کا پہننا بھی ناجائز ہونا چاہیے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

نماز اس صورت میں بلا کراہت صحیح ہے۔ **ولا یکره لو کانت تحت قدمیه او محل جلوسه لانها مهانته او فی یده عبارة الشمنی بدنه لانها مستورة بثیابه او علی خاتمه بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفاده کراهة المستبین لا المستتر بکیس اوصرة اوثوب آخر (درمختار) بان صلی ومعه صرة اوکیس فیه دنانیر اودراهم فیها صور صغار فلا تکره لاستتارها. (ردالمحتار باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها. ص۴۷۹ ج۱)**

(۲) گھڑی انسانی ضرورت کی چیز ہے اور زنجیری یا چین اس کی حفاظت کے لیے ہے۔ جیسا کہ تلوار کے لیے دونوں سروں پر ایک یا دو حلقے ہوتے ہیں، فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اگر یہ حلقے لوہے، تانبے، پیتل کے ہوں۔ تو جائز ہیں اور اس میں کراہت نہیں۔ اس سے بظاہر لوہے وغیرہ کے چین کی اجازت مفہوم ہوتی ہے۔ **قال فی الشامیة ولا یکره فی المنطقة حلقة حدید اونحاس وعظم وایضاً تحت قوله (ولایتختم الا بالفضة) ای بخلاف المنطقة فلا یکره فیها حلقة حدید ونحاس** (ص۲۵۳ ج۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

جائے نماز پر غیر ذی روح کی تصویر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر مصلی (جائے نماز) پر کسی مسجد یا مزار اور غیر ذی روح چیز کا نقش ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟

﴿ج﴾

غیر ذی روح کا فوٹو اگر مصلی پر ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

سر پر بغیر باندھے رومال رکھ کر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

س

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور ہمیشہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا وہ اپنے سر پر رومال رکھتا ہے اور رومال کے دونوں طرفوں کو بغیر باندھنے کے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی رومال کے اوپر ٹوپی رکھتا ہے اور کبھی رومال کے نیچے ٹوپی رکھتا ہے اگر اس کو کہا جاتا ہے کہ رومال کے ایسا کرنے کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور سدل کا حکم مکروہ تحریمی لکھتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ اس کو سدل نہیں کہا جاتا اور الزامی جواب یہ دیتا ہے کہ عربستان میں تمام لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ رومال کو سر پر رکھ کر اس کے دونوں طرفوں کو نیچے لٹکانے کو فقہاء سدل کہتے ہیں یا نہ اگر کہتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہے اور اگر رومال کے لٹکانے کو سدل نہیں کہتے تو سدل کا کیا معنی ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ

ج

صورت مسئولہ کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔ قال الشامی فی ردالمختار ص ۴۷۲ ج ۱ وقال فی البحر وفسره الكرخی بان يجعل ثوبه علی راسه اوعلی كتفيه ويرسل اطرافه من جانبه اذا لم يكن عليه سراويل اه فكراهته لاحتمال كشف العورة وان كان مع السراويل فكراهته للتشبه باهل الكتاب فهو مكروه مطلقاً سواء كان للخيلاء او غيره البتہ اگر اوپر ٹوپی رکھے تو جائز ہے۔ مکروہ نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

جائے نماز پر بنے ہوئے نقوش کے ادب کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ جس جائے نماز پر مثلاً بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش بنا ہوا ہو۔ کیا ایسے مصلی پر نماز پڑھنا اور بیٹھنا خلاف ادب ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

ج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ متبرک مقامات کے جو نقوش کھینچے جاتے ہیں۔ وہ بھی متبرک ہوتے ہیں۔ بوجہ اس کے اس نقش سے اس اصل کا تصور ہوتا ہے۔ لہٰذا ان نقوش کے ساتھ بھی بے ادبی کا سا معاملہ درست نہیں ہے۔

جانمازوں پر جو متبرک نقوش بنائے جاتے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہونے کی جگہ پر ہوں تب تو ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے متبرک نقوش کے پاؤں تلے آنے میں ان کی بے ادبی سی ہوتی ہے اور اگر سجدہ لگانے کی جگہ پر یہ نقوش ہوں جیسے عموماً ہوتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے نقش پر سجدہ لگانا عرفاً خلاف ادب شمار نہیں ہوتا اس لیے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور ایسے مصلی پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ نیز غیر ذی روح چیز کی اگر تصویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو اس سے نماز میں کراہت نہیں ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی صاحبؒ فتاوی امدادیہ ص ۳۲۷ ج ۷ پر نقشہ نعل مبارک کی طرح مدرسہ کی مہر بنانے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں! نقشہ کی بھی بے ادبی ہے اور اس نقشہ کے اندر جو الفاظ لکھے جاتے ہیں جیسے لفظ احمد وغیرہ اس کی بھی بے ادبی ہے کہ توبہ توبہ گویا نعل پر لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ

۱۱ رجب ۱۳۸۶ھ

باب فی احکام المسجد

مسجد کی چھت پر نماز کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک مسجد جو مدینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں بجلی کے پنکھوں کا باقاعدہ انتظام ہے۔ مسجد کے نمازی حضرات مسجد کی چھت پر نماز باجماعت کرانے پر مصر ہیں۔ اور امام مسجد انکار کرتا ہے۔ تو مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا از روئے شریعت (جب کہ پنکھے بھی ہیں) صحیح ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی۔

(ج)

مسجد کی چھت پر بلاضرورت (یعنی تنگی مسجد) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر مسجد تنگ ہو اور نمازی زیادہ ہوں اور نیچے نہ سما سکتے ہوں تو نیچے کی جگہ پُر کرنے کے بعد چھت پر نماز پڑھنا درست وصحیح ہے لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ضرورت متحقق نہیں۔ اس لیے گرمی کی وجہ سے چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ عالمگیری ص ۳۲۲ باب اداب المسجد میں ہے۔ **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد کذا فی الغرائب**. لہٰذا صورت مسئولہ میں نمازیوں کا ایک امر خلاف شریعت پر اصرار کرنا ناجائز وگناہ ہوگا۔ بلکہ انھیں چاہیے کہ شرعی حکم معلوم کریں اور اس پر عامل بنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں سونے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پیش امام اور دوسرے لوگ مسجد کی چھت پر چارپائیاں بچھا کر سوتے ہیں۔ جب کہ ان کے اپنے گھر بھی موجود ہیں۔ اس بارے میں مسئلہ بتادیا جائے۔

(ج)

مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا جائز ہے۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جب ان کے گھر موجود ہیں تو مسجد میں نہ سوئیں۔ اگر سونا چاہیں تو اعتکاف کی نیت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذکر ومراقبہ کی شرعی حیثیت؟

(س)

بخدمت جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مراقبہ کرتے ہیں۔ مراقبہ میں ذکر اللہ ہوتا ہے۔ پہلے آہستہ آہستہ سے پھر زور زور سے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کیا یہ مراقبہ مسجد میں جائز ہے؟ اس مراقبہ میں: جامع مسجد کی کوئی بے حرمتی تو نہیں ہے۔ اگر مراقبہ جائز ہے تو کس جگہ اور کس حالت میں۔

(ج)

مسجد میں بیٹھ کر ذکر ومراقبہ کرنا جائز ہے۔ مسجدیں بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ ان میں نمازیں پڑھی جائیں اور اللہ کا ذکر کیا جائے۔ **فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه**۔ لیکن اس ذکر ومراقبہ میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ مجلس ذکر مجلس بدعت بن جائے گی۔ (۱) مجلسِ ذکر نماز کے اوقات میں قائم نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُدھر جماعت کھڑی ہو اور اِدھر ذاکرین نے حلقۂ ذکر قائم کیا ہو۔ (۲) ذکر خفی ہو تو بہتر ہے اور ذکر جہری ہو تو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہونے لگے۔ بلکہ جہر اس سے بڑھکر نہ ہو جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ (۳) ذاکرین کی آواز مجتمع طور پر نہ ہو۔ جیسا کہ فی الواقع مل کر نعت خوانی کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہے۔ (۴) حلقۂ ذکر میں ہر شخص کو شرکت پر مجبور نہ کیا جائے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے۔ (۵) حلقۂ ذکر کی مجلس ایک طرف ہو۔ ان امور کا لحاظ رکھا جائے تو خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

گرمی کے سبب مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے صحن پر چھت ڈالدی گئی ہے اب نماز اس چھت پر پڑھی جاتی ہے فی الحال گرمی کی وجہ سے صحن مسجد میں نماز نہیں پڑھی جاتی کیا صحن مسجد چھوڑ کر مسجد کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

(ج)

عالمگیری ص ۳۲۲ ج ۵ باب اداب المسجد میں ہے۔ **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد الخ**. یہ عبارت صاف دال ہے اس بات پر کہ گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کی نماز حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں بھاگنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین در پیچ مسائل ذیل۔

(۱) اگر مسجد میں سامنے والی دیوار میں گھڑی لگا دی جائے جو کہ نمازیوں کو مسجد میں دکھائی دے۔ کیا اس گھڑی سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے۔

(۲) اگر کوئی وضوء کرتے وقت کلمہ نہ پڑھے تو کیا اس کا وضوء نہ ہوگا۔

(۳) اگر وضوء کرتے وقت ڈاڑھی کو انگلی ڈال کر خلال نہ کیا جائے جب کہ ڈاڑھی خوب گاڑھی ہو اور جلد نظر نہ آتی ہو تو کیا وضوء ہو جائے گا۔

(۴) مسجد میں نماز کھڑی ہو چکی ہے اور بعد میں مقتدی اتنی جلدی بھاگ کر جماعت میں شریک ہو کہ اس کے بھاگنے کی آواز لوگ سنیں اور گرتے گرتے رہ جائے یا گر پڑے تو کیا یہ ضروری ہے اور جائز ہے کہ وہ مقتدی اس طرح کرے۔

(۵) اگر امام کو فرض نماز میں شبہ لگ جائے اور دوبارہ لوٹ کر پڑھے یا دوسری سورت شروع کر دے تو کیا سجدہ سہوہ لازم آئے گا۔ اور کیا مقتدی کو فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے۔

(۶) ایک امام مسجد بغیر تنخواہ کے مسجد میں رہتا ہے اور ہے بھی غریب تو اگر مسجد کے پیسے میں سے کبھی کبھار اس کی مدد کی جائے تو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اچھا یہ ہے کہ گھڑی یا تو اونچی ہو کہ نمازی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ یا کنارے کی دیوار پر لگائی جائے اس پر نظر پڑنے سے اگرچہ نماز فاسد تو نہیں ہوتی۔ لیکن دھیان اس طرف جانے سے نماز میں نقصان ضرور آتا ہے۔

(۲) وضوء ہو جاتا ہے البتہ بعد وضوء کے کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) وضوء ہو جائے گا البتہ خلال مسنون ہے۔

(۴) ایسا نہ کرے بلکہ نہایت اطمینان اور وقار سے آئے۔ جو جماعت سے مل جاوے وہ امام کے ساتھ اور جو رہ جائے وہ اس کے بعد ادا کرے لیکن بھاگنا نہیں چاہیے۔

(۵) دوسری سورت شروع کرنے سے یا لوٹ کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اچھا یہ ہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے۔ اگر لقمہ دیدے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۶) اگر لوگ چندہ دہندگان اس پر راضی ہیں تو جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

تنگیِ جگہ کے سبب ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک مسجد امن کے زمانہ میں بنی ہوئی ہے۔ جو چوہدری نرتن سنگھ مالک زمین نے اجازت دی تھی۔ آبادی کے لحاظ سے وہ مسجد چھوٹی ہے باہر جو زمین ملحقہ سفید ہے یا آباد ہے وہ ایک شیعہ کو الاٹ ہے۔ مسجد باہر اور بڑھ نہیں سکتی۔ ایک مسجد اس سے ۸۶ قدم دور اور بنائی گئی ہے۔ اگر راستہ سے قدم ماریں تو ۸۶ ہیں۔ اگر مکانوں کے اندر سے قدم ماریں تو ۴۰ ہیں۔ اور جو مسجد نئی بنائی گئی ہے اس کی آبادی بھی بہت ہے۔ اور نمازی بھی بہت ہیں کیا ہم پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نئی مسجد بہت وسیع ہے پرانی مسجد میں لوگ نہیں سما سکتے۔ اور ہیں دونوں دیہات میں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ پرانی میں باقاعدہ جماعت کا اہتمام ہوتا رہے۔ وہ بدستور آباد رہے اگر نئی مسجد میں جانے سے پرانی مسجد کے غیر آباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو جانا جائز نہیں بہتر یہ ہے کہ پرانی مسجد میں جماعت کچھ پہلے ہوتی ہو تاکہ جو نمازی اس میں نہ سما سکیں وہ نئی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر سکیں جو پرانی کو آباد رکھنے کی خاطر باوجود نئی میں کثرۃ مصلین اور زیادتی جماعت کے نماز ادا کریں گے۔ ان کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلاضرورت مسجد کی چھت پر جماعت ادا کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چھت پر جماعت کرانا کیسا ہے اس حالت میں کہ بانی مسجد نے چھت پر پختہ فرش محراب چاروں طرف کی دیواریں بلند کر کے نماز کے لیے مقرر کیا اور شدت سردی یا گرمی کی وجہ سے نماز اوپر ادا کی جائے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلاضرورت یعنی تنگی مسجد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یعنی اگر لوگ نماز پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ نیچے کی جگہ پر ہو جائے اور نیچے نہ سمائیں تب جن کو نیچے جگہ نہیں ملی وہ اوپر چھت پر نماز پڑھ لیں۔ لیکن گرمی و سردی کی وجہ سے کہ نیچے کی جگہ خالی ہو اور اوپر نماز ادا کریں۔ تو ایسی صورت میں چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کذا فی العالمگیری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا وقف مسجد میں کسی طرف نماز پڑھنے کا ثواب ایک جیسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا ایک مسجد ہے اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم کی جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے- کسی کا حق نہیں اور مستعمل ہونے پر ہر حال میں محفوظ ہے- جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں- کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو اس فرش پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں جیسی ہے- تشریح فرمائیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں- وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمائیے امام آگے چل کر مصلی کی جگہ میں جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہو جائے- تحریر فرمائیں شرعاً کیا حکم ہے آپ کی کمال مہربانی ہوگی-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا- ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کا کھڑا ہونا تاکہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں افضل و بہتر ہے- اور اس میں ثواب زیادہ ہے- اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو- تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا-

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے- اور اگر آگے پیچھے دونوں جانب جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے- اور اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ نہیں باندھے' رکوع میں چلا گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ زید اس وقت آیا جب کہ جماعت ہو رہی تھی امام صاحب رکوع میں چلے گئے زید نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں امام کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن تکبیر کے کہنے کے بعد ہاتھ ناف پر نہیں باندھتا ہے صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جاتا ہے آیا زید کی نماز کامل ہوگئی یا تکبیر کے بعد ناف پر ہاتھ باندھ کر رکوع کرنا ضروری تھا۔ صرف تکبیر تحریمہ کہنا کافی ہو جاتا ہے یا زیر ناف ہاتھ باندھنا بھی ضروری تھا۔

﴿ج﴾

ہاتھ باندھنا زیر ناف مسنون ہے۔ نہ فرض ہے نہ واجب اس لیے اگر تکبیر تحریمہ کو کھڑے ہو کر پورا کر لیا ہے اور تکبیر تحریمہ کو رکوع میں جا کر پورا نہیں کیا تو نماز صحیح ہے خواہ ہاتھ نہ باندھے ہوں اور اگر تکبیر کو حالت رکوع میں پورا کیا تو نماز نہیں ہوئی۔

نماز عشاء کا وقت جواز واستحباب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عندالشرع مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفہ کی کم از کم مقدار کیا ہے؟ اور آنے والی راتوں میں تراویح کم از کم کتنے وقت پر شروع کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا- حقیقت پر مطلع فرما کر ممنون فرمائیں-

﴿ج﴾

غروب کے بعد عشاء کا وقت عندالامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقت تب ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جائے اور اس کی مقدار عام طور پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی ہے- پس مغرب وعشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے- آج کل غروب کا وقت ۷ بج کر ۲۱ منٹ کے قریب ہے- اس حساب سے عشاء کا وقت ۸ بج کر ۵۰ منٹ کے بعد شروع ہوگا- اس لیے اذان اور نماز اس کے بعد ہو- اس سے تقدیم درست نہیں- بہتر یہ ہے کہ نماز کا وقت نو بجے کے بعد مقرر کیا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

باب التراویح والوتر

تراویح کی رکعات؟

﴿س﴾

ہمارے ہاں ۸ رکعات تراویح کا شدید اختلاف ہے- حتیٰ کہ غیر مقلدین نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ ۲۰ رکعات کا کسی مرفوع حدیث سے ثبوت ہی نہیں- یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے- جو کہ احادیث مرفوعہ معتبرہ کے سامنے کچھ نہیں- بعدہ عرض ہے کہ اولاً مخالفین کے دلائل بحوالہ وصفحات ثانیاً احناف کے دلائل کتب معتبرہ ومعروفہ بحوالہ صفحات ثالثاً اجماع صحابہ خصوصاً دور ابوبکرؓ میں کتنی اور کس جگہ میں جماعت یا بلا جماعت پڑھی جاتی تھیں- رابعاً حضرت عمرؓ کے دور میں خامساً حضرت عثمانؓ- سادساً حضرت علیؓ- بہر کیف مکمل دلائل احناف پھر مخالفین کے دلائل کا ضعف اور اگر ہمارے احناف کے کسی مستدل کے راوی کمزور ہوں تو اس کو تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

رمضان شریف کا ماہ مبارک گزر گیا- جواب میں تاخیر ہو گئی- معاف فرمائیں- غیر مقلدوں سے کوئی پوچھے کہ ۲۰ رکعت کا ثبوت تمہارے اور ہمارے پاس نہ ہو تو نہ ہو- لیکن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں تھا- حضرت عمر کون ہیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں- مشکوٰۃ کی روایت ان غیر مقلدوں کو یاد نہیں ہے کہ آپ کیسے تاکید فرما رہے ہیں- علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین -الحدیث- میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو- پھر پورے ماہ میں جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام بھی حضرت عمرؓ ہی کی سنت ہے- کوئی ثابت کر دکھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چار دن سے زائد جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرمائی ہوں- پھر یہ غیر مقلد کیوں تمام رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے ہیں- اگر ان کو حضرت عمرؓ سے چڑ ہے تو حضرت عمرؓ سے دشمنی اور عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے پورا مہینہ کی نماز تراویح با جماعت ادا نہ کریں- صرف تین چار دن جماعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا مہینہ با جماعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے- پورا مہینہ با جماعت تراویح کا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے اجراء فرمایا تھا- حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں بھی یہ اہتمام نہ تھا' اب ان غیر مقلدوں کے پاس کیا رہ جاتا ہے- حضرت عمرؓ کو درمیان سے خارج کر دینے کے بعد آدھا دین ختم ہو جائے گا غیر مقلدوں کو چاہیے کہ نیا دین مرتب کریں- اور حضرت عمرؓ وحضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام سنتیں چن چن کر دین سے نکال دیں- کیونکہ غیر مقلدین کے بقول ان حضرات نے تو بدعتیں ایجاد کی تھیں' اور معاذ اللہ یہ حضرات تو متبع سنت تھے ہی

نہیں- بڑے متبع سنت اس چودھویں صدی کے غیر مقلد ہیں- لہٰذہ ان کو لازم ہے کہ نیا دین مدون فرمالیں- اور تمام امت کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے نئے دین کا پرچار کریں- والی اللہ المشتکی واللہ المستعان تفصیل دلائل کے لیے خیر المصابیح رسالہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مرحوم کا مطالعہ فرمائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشاء کی نماز تنہا ادا کرنے والے کی وتر کی جماعت میں شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

جو شخص نماز عشاء جماعت سے نہ پا سکا ہو یا بیس رکعت تراویح کو ادا نہ کر سکا ہو تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور تراویح پوری کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

عشاء کے فرض علیحدہ پڑھے تراویح سب یا اکثر امام کے ساتھ ادا کرے یا تراویح بالکل نہ پڑھے تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے تراویح امام کے ساتھ کل یا بعض نہ پڑھنے کی صورت میں جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز درمختار کی عبارت میں مذکور ہے (و لو لم یصلها) ای التراویح (بالامام) او صلاهامع غیره (له ان یصلی الوتر معه) الدرالمحتار علی هامش ردالمحتار مبحث التراویح ج ۱ ص ۵۲۴ اور فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا جواز تعلیل علامہ طحطاوی سے معلوم ہوتا ہے- حیث قال فی شرح قول صاحب الدرالمختار ۵۲۴ بقی لو ترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع (قوله فلیراجع' قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس تبع التراویح ولا العشاء عند الامام انتهی والطحطاوی- علی الدرالمختار مبحث التراویح ج ۱ ص ۲۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں عورت کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے گھر میں یا پڑوس محلہ میں جا کر تراویح میں ختم قرآن سنائے- اور عورتوں میں کھڑی ہو کر ان کی امام بنے- کیا یہ جائز ہے؟ اور اس کا ثبوت ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صحابیات سے یا ائمہ مجتہدین کی ازواج سے ملتا ہے؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

عورت کوعورتوں کا امام بننا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے- پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں-تو جوعورت امام ہووہ درمیان میں کھڑی ہو-لیکن اس کے درمیان میں کھڑی ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی -لیکن وہ گنہگار ہوگی- پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہے- اور اس میں آگے کھڑے ہونے سے کم کراہت ہے عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے- كذا فى عمدة الفقه - (حصہ دوم ص ۱۸۶) پس صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ سنانے والی حافظہ نوافل میں سنائے- اور دوسری عورتیں بغیر نماز کے بیٹھ کر سنیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی خاطر تراویح پڑھانے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے والے کے لیے ایک سید حافظ قرآن اچھا پڑھنے والا تقریباً بیس سال سے مقرر ہے-لیکن وہ ڈاڑھی سنت کے موافق نہیں رکھتا ہے صرف نشان ہے-

(۲) اس کے لیے چندہ مقرر ہے- ہر رمضان شریف کی ۲۷ تاریخ کو قرآن مجید ختم کر کے مسجد میں چندہ ہوتا ہے- حافظ صاحب کے لیے اور امام و مؤذن کے لیے جدا جدا- (نمبر۱) اب سوال یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب چندہ کی لالچ سے قرآن سناتا ہے- اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے- اور اس کی امامت کیسی ہے- (نمبر۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر بلا لالچ پڑھاتا ہے- مگر جو چندہ فی سبیل اللہ ۲۷ تاریخ کو اس کو دیا جائے تو پھر مسئلہ کیا ہوگا- (نمبر۳) سوال یہ ہے کہ اگر حافظ بے طمع ہے اس کی ڈاڑھی سنت کے مطابق نہیں تو پھر مسئلہ کیسا ہوگا؟

(۴) اگر حافظ باشرع مل سکتا ہے- بلا لالچ کے نہیں پھر الم ترکیف سے پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا نہیں- امداد الفتاویٰ ج اول میں لکھا ہے- لینا دینا بھی جائز نہیں- اس سے الم ترکیف پر پڑھنا اچھا ہے- لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرما دیں- تا کہ اختلاف ختم ہو جائے-

﴿ج﴾

ڈاڑھی کو سنت کے موافق نہ رکھنے والا شخص فاسق ہے- اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے- تراویح میں بھی مکروہ ہے- اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (الى قوله) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم- (ردالمحتار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۴) كذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند

ج ۳ ص ۲۲۶) اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں اور اس میں ثواب نہیں اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے- وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے- اور ناجائز ہے- اس حالت میں الم ترکیف سے پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے- اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے گی- و ان القرأة لشىء من الدنيا لا تجوز وان الاخذ والمعطى اثمان لان ذلك يشبه الاستيجار على القرأة و نفس الاستيجار عليها لا يجوز (ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطلب فى بطلان الوصية ج ۱ ص ۵۴۲ امداد الفتاویٰ کا قول درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

تراویح میں ایک جگہ قرآن پاک ختم کر کے دوسری جگہ سنانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر زید ایک دفعہ سنا کر دوسری دفعہ دوسری جگہ سناتا ہے- تو کیا یہ سنانا اس کا درست ہے- وہ سنا سکتا ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے- اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہیں- کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے- پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہے اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہیں- لہٰذا دونوں کی نماز متحد ہوئی- علاوہ بریں نفلی پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں- اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے- دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے- ساقط ہے- کیونکہ اصل نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے- ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت ہونے سے خارج نہیں ہوئی- اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا- فتاویٰ دار العلوم ج ۱ ص ۶۵۱ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باجماعت تہجد کے نوافل میں ختم قرآن کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح کی جماعت ختم ہونے کے بعد اجتماعی شکل میں دوامی طور پر دعا مانگنا کیسا ہے؟

(۲) رات کو تہجد کی نماز میں جماعتی شکل میں حافظ کا قرآن سنانا کیسا ہے؟ مثلاً اس کی صورت یہ ہے کہ زید عرصہ تین سال سے رمضان المبارک میں ایک ختم تراویح میں سناتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا ختم نماز تہجد میں اسی سامع کو سناتا ہے جس میں بغیر بلانے کے تین چار مقتدی شریک ہو جاتے ہیں گویا کہ ایک جماعت کی شکل اختیار ہو جاتی ہے اس کے متعلق

رہنمائی فرما کر مستحق ثواب دارین ہوں-خلیل الرحمٰن

﴿ج﴾

(۱) تراویح کے بعد اجتماعی دعا کا التزام بدعت ہے' لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہ اجتماعی دعا شرعاً لازم ہے' اور دعا نہ مانگنے والوں پر طعن وتشنیع نہ کیا جائے تو اس طرح اس کا مانگنا جائز ہے-

(۲) صورت مذکورہ میں جماعت جائز ہے لیکن بلانے اور کثرت کی صورت مکروہ ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تراویح میں ختم قرآن پر ہدیہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ایک حافظ پہلے تو سامع رہا ہے اور اس کو رقم ملتی رہی' اب وہی سامع امام بننے لگا ہے امکان ہے کہ اس کو رقم ملے گی- بندہ اس بات سے اندازہ کرتا ہے کہ سامع ہونے کی حالت میں اس کو رقم ملتی رہی- اب کیسے ہوسکتا ہے کہ امام کی حالت میں اس کو رقم نہ ملے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو- جیسے کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف وعادت کے ہو- جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے- دونوں صورتوں میں دینا لینا جائز نہیں- البتہ امامت اور تعلیم قرآن وفقہ واذان چند چیزوں کے متعلق متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریات دین وشریعت سے ہیں- جن کے چھوٹ جانے سے دینی فرائض کا تعطل لازم آجائے گا اس وجہ سے لوگوں سے دینی امور میں کاہلی وسستی بالکل ظاہر ہو چکی ہے- اور تراویح میں ختم قرآن کوئی فرض وواجب نہیں بلکہ سنت ہے- سنت بھی اس قسم کی کہ اگر لوگوں پر ختم قرآن سے تراویح پڑھنا مشکل ہو اور تقلیل جماعت کی نوبت آتی ہو تو ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف سے پڑھی جائیں اور چھوڑ دینا ختم قرآن کا جائز ہے- تو ختم قرآن پر اجرت (بوجہ عدم وجوب ختم قرآن مجید کے) لینا جائز نہیں قرار دیا گیا کیونکہ اصل مذہب یہی ہے- کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں- لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ حافظ نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام ہے تو اس کے مشاہرہ میں زیادتی پورے سال کے لیے کر دیں- لیکن صرف اس لیے لینا دینا کہ رمضان المبارک میں وہ ختم قرآن کر رہا ہے جائز نہیں- اور اگر وہ صرف تراویح میں ختم قرآن شریف کرنے کے لیے رکھا گیا ہے تو لینا دینا چاہے باقاعدہ طے ہو یا اس کا عرف ہو جائز نہیں- لیکن اگر پڑھنے والے کی کوئی غرض پڑھنے سے لینے کی نہیں اور دینے والے بھی غیر ضروری سمجھتے ہوئے بطور ہدیہ کچھ دیتے ہوں کہ اگر نہ بھی دیا جائے تو بھی کوئی شکایت نہ ہو- تو اس صورت میں لینا جائز

ہوگا- لیکن آج کل چونکہ عرف اس کے خلاف ہے- اس لیے یہی کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح کا ثبوت حدیث سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی حدیث سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں آٹھ یا بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں- نیز اگر ملتا ہے تو کتنی رکعت- انھوں نے ہر رمضان شریف میں کتنی رات تراویح ادا کی ہیں- جتنی رات ادا کی ہیں باجماعت ادا کی ہیں یا کبھی کبھی گھر پر اکیلے بھی پڑھ لیا کرتے تھے؟

اگر روزہ دار کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لے تو کیا اسے صرف گناہ ہوگا یا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا؟ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں قضا ادا کرنی ہوگی یا کفارہ؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صواعق محرقہ- نامی کتاب جس کے مصنف ابن حجر مکیؒ ہیں میں حدیث (لا یجوز احدنا الصراط الامن کتب له علی ، الجواز) ترجمہ ''جنت میں کوئی جا نہیں سکتا سوائے اس کے جس کے پاس حضرت علیؓ کا لکھا ہوا پروانہ ہوگا- کیا مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے- اگر حدیث ہے تو اس کی تشریح تحریر فرمادیں- جن اماموں کو شیعہ حضرات مانتے ہیں (جیسے امام باقرؒ 'امام جعفرؒ وغیرہ) ان میں سے کسی نے تراویح نہیں پڑھی تھیں- تو ان کی کتاب کا حوالہ دیں-

﴿ج﴾

(۱) آٹھ رکعت پڑھنے کے متعلق حدیث میں وارد ہے- عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه اخبره انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللهﷺ یزید فی رمضان و لا غیره علی احدی عشرة رکعة-الحدیث-

بخاری الکتب الستہ ص ۸۹ حدیث نمبر ۱۱۴۷

ترجمہ:- ''ابوسلمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسی تھی؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱ رکعت پر نہیں بڑھتی تھی- (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت پڑھنے کے متعلق ایک حدیث میں وارد ہے- رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه و الطبرانی و عندالبیهقی من حدیث ابن عباس انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر-

ترجمہ:- ''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے''-

ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے-اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے- علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهتدین من بعدی- مؤطا امام مالک میں روایت ہے- عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعة -یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۳ رکعت (جن میں تین رکعت نماز وتر ہے) ادا کرتے تھے-

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان شریف میں تراویح ادا فرمایا کرتے تھے-کبھی با جماعت اور کبھی اکیلے-مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے-ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلا ته فاصبح الناس یتحدثون بذالک فاجتمع اکثر منهم فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلا ته فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوة فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة و لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها-مسلم ص ۲۹۷ الکتب الستہ حدیث نمبر ۱۷۸

(۳) صرف گناہ ہوگا روزہ نہیں ٹوٹے گا-اگر انزال نہ ہوگیا ہو-ورنہ قضا رکھنا واجب ہوگا-کفارہ نہیں ہے-قال فی البدایة و لو قبل امرأة لا یفسد صومه ولو انزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء-

(۴) صواعق محرقہ نامی کتاب ہمارے پاس نہیں ہے-تاکہ دیکھی جاسکے-

(۵) مجھے علم نہیں ہے-اور نہ ان کی کتابیں ہمارے پاس ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کی رکعات کتنی ہیں-کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہیں یا آٹھ-بندہ نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں' بیس رکعت ہی ملی ہیں-اب جو شخص پڑھتا ۸ ہے اور عقیدہ ۸ کا رکھتا ہے اس کی

امامت جائز ہے یا نہیں یہ شخص مقلد ہے یا غیر مقلد؟

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعت ہیں اور اجماع صحابہ اس پر ہے-تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کی تعداد رکعات قولاً یا عملاً کسی صحیح و معتبر حدیث سے ثابت نہیں-البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے بیس رکعت تراویح پڑھا جانا ثابت ہے-اسی وجہ سے ائمہ اربعہ نے بیس سے کم تراویح کو اختیار نہیں کیا-حضرت عمر فاروق اور عثمان و علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز دیگر صحابہ سے صحیح روایات سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں-مؤطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے-حدثنا مالک عن یزید بن هارون انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب (رضی الله تعالی عنه) فی رمضان بثلث و عشرین رکعة انتهی- قوله بثلث و عشرین رکعة قال البیهقی والثلث هو الوتر والا ینافیه روایة السابقة فانه وقع اولاً ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمربن الخطاب بعشرین رکعة و فی عهد عثمان و علی الخ عینی شرح بخاری میں ہے- روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد بن یوسف عن السائب ان عمر ابن الخطاب رضی الله تعالی عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی تمیم الداری علی احدی و عشرین رکعة یقومون بالمئین و ینصر فون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبدالله علی ان الواحدة الوتر و قال ابن عبدالبر وروی الحارث بن عبدالرحمن ابن ابی ثیاب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلث و عشرین رکعة قال ابن عبدالبر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر (الی قوله) و اما اثر علی رضی الله تعالی عنه فذکره وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحساء عن علی رضی الله تعالی عنه انه امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة و اما غیرهما من الصحابة فروی- ذلک عبدالله بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وهب قال کان عبدالله بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف و علیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة و یوتر بثلث- الخ-

اور کتب میں اس سے زائد تفصیل موجود ہے-ذکر میں تطویل ہے-خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے-کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعهد ابن مسعود-(الحدیث)

و کان اقرب الناس هدیا و دلا و سمتا برسول الله صلی الله علیه وسلم ابن مسعود الحدیث بیس

رکعت پڑھتے تھے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا-اسی واسطے اس کا التزام کیا-اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں-**اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر** مطلق اقتدا کا حکم تمام امور میں فرمایا-انھوں نے بیس کا امر فرمایا-اور نیز خلفاء ثلاثہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبکہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا- بمقتضائے حدیث **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین** - اس کا عمل امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم فرمایا-اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا اور برغبت قبول فرمایا-یہ صاف دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا-اور یا باطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو ابھی گزرا) کو مثبت اس عدد کا سمجھا اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا-لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا-مؤطا کی روایت میں اگرچہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی-کیونکہ امام مالک اور سب محدثین کے نزدیک قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی-اور ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک ہیں ان کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے-سوائے چار روایات کے' فعل عمر رضی اللہ عنہ کا ان چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں علاوہ اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات پڑھنا نقل کیا ہے-اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر آثار صحابہ سے مؤید ہے کمامر-اور جو آٹھ رکعات سوائے حدیث قیام اللیل کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے-جیسے غیر رمضان کا لفظ اس حدیث میں صاف اس کا قرینہ ہے-کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی-یہ جواب ماخوذ ہے-فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم عزیز الفتاویٰ اور امداد المفتیین سے-اگر ان میں تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ ------ فی عدد رکعات التراویح جو کہ فتاویٰ رشیدیہ کامل میں ص۳۰۴ میں درج ہے-آٹھ رکعات تراویح پڑھنا یہ مسئلہ غیر مقلدوں کا ہے-لیکن ا[illegible] ے حالات ہمیں معلوم نہیں اس لیے اس کی اقتداء کے متعلق کچھ نہیں لکھا جاسکتا اور یہ معلوم نہیں کہ اس مسئلہ میں [illegible] رح پر آٹھ کا قائل ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھ[illegible] راویح باجماعت کا اہتمام اور اس میں خواتین کی شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) کیا تراویح باجماعت گھر میں پڑھنا جائز ہے؟ کہ عارضی طور پر ایک کمرہ منتخب کرلیا جائے اور عشاء کی نماز اور تراویح باجماعت اس میں پڑھ لی جائے؟

(۲) اگر پردے کا انتظام ہو تو عورتیں بھی شمولیت باجماعت کرسکتی ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

عشاء کی نماز مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے-البتہ اگر مسجد میں جماعت سے رہ جائیں اور بالیقین معلوم ہو جائے کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہے-تو پھر گھر میں عشاء کی فرض نماز جماعت سے اداء کرسکتے ہیں-ورنہ بلا شرعی عذر کے نہیں-

(۲) عورتیں باجماعت تراویح ادا کرسکتی ہیں اگر پردے کا انتظام ہو لیکن بغیر جماعت ادا کرنا ان کے لیے اولیٰ و بہتر ہے کیونکہ ان پر جماعت کی نماز نہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح کو غیر ضروری کہنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کہا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح پڑھنا قرآن شریف سننایا سنانا میرے نزدیک غیر ضروری ہے یہ عبادت مذہب کی جزء نہیں محض نفل عبادت ہے--جس کا حکم خدا اور رسول نے نہیں دیا-اس کا رواج حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا ہے-جسے قوم نے ضروری عبادت قرار دے دیا آخر ایک ان پڑھ مسلمان کو عربی کی الہامی عبارت سنانا کیا مطلب رکھتا ہے جب کہ وہ نماز میں اونگھتا رہتا ہے دن بھر کا تھکا ہوا دیگر روزہ کی وجہ سے رات کو اتنی طویل غیر ضروری عبادت میں کیوں کھڑا رہے-یہ ایک حافظ صاحب کا قول ہے ایسے حافظ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے-اس کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں-

مستفتی-منشی عبدالکریم محبوب وہاڑی روڈ ملتان

﴿ج﴾

نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تراویح کا پڑھنا ثابت ہے-اور خلفائے راشدینؓ نے بھی اس پر مواظبت فرمائی ہے-باقاعدہ جماعت سے ادا کرنا حضرت عمرؓ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے-جیسے کہ فتح القدیر میں اس کی تصریح موجود ہے پس جس چیز کے ثابت کرنے کے لیے ایسی قوی دلیل مل جائے تو اس میں چوں چرا کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے-فتح القدیر ج اص۳۳۳ میں ہے-قال صلی اللہ علیہ وسلم-**علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین** - باقی ختم قرآن پاک تراویح میں تو یہ بھی سنت ہے مطلق سنت ہونا یا سنت مؤکدہ ہونا اس میں علمائے احناف کے اقوال مختلف ہیں اکثر کا قول تو تأکد ہی ہے بعض کا قول عدم تاکد ہے اور قرآن کا ختم کرنا تراویح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''و نیز ختم قرآن دریں نماز سنت میگویند-ایں از کجا نعم در

حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر رمضان با جبرائیل علیہ السلام مدار یست قرآنی میکرد و در رمضان اخیر دوبار کرد-از یں جاسنت ختم قرآن ثابت میشود لیلاً ونہارا خارج صلوۃ ص۱۰۹ مجموعہ الفتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی باقی قوم کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن ترک نہیں کرنا چاہیے-لیکن ختم قرآن صرف ایک دفعہ رمضان میں کافی ہے-متعدد بار ضروری نہیں ہے-پس اگر ایک دفعہ ختم قرآن کے لیے کوئی قوم تیار نہ ہو یا بعض افراد ختم قرآن نہیں چاہتے ہوں تو ان کی بات مسموع نہ ہوگی كما فى الهداية واكثر المشائخ على ان السنة فيها الختم مرة فلا يترك لكسل القوم اس پر صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے- تاكيد فى مطلوبية الختم و انه تخفيف على الناس لا تطويل فتح القدیر مطبوعہ مصر ج ا ص ۳۳۵ پس مذکور فی السوال حافظ کی باتیں تراویح یا ختم قرآن کے بارے میں گستاخی سے خالی نہیں اس کو چاہیے کہ اس گناہ سے توبہ کرے توبہ کرنے کے بعد اس کو معاف کرنا چاہیے-واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عورتوں کو تراویح کی نیت سے آٹھ رکعات کا پڑھنا جائز ہے

﴿س﴾

لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے ۸ رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے-تو کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر آدمی نماز تراویح چھوڑ دے یا کم پڑھے تو یہ جائز ہے؟

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعات ہیں-عورت کے لیے آٹھ رکعات تراویح کی بات غلط اور بلا دلیل ہے-اور نماز تراویح چھوڑنا جائز نہیں ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں خاص خاص سورتوں کے پڑھنے اور عید کے روز مصافحہ' معانقہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں رمضان کی ۲۷ ویں رات کو تراویح میں قرآن پاک ختم کرکے امام صاحب سورۃ عنکبوت یا سورۃ روم وغیرہ مقتدیوں کے سامنے پڑھتے ہیں-اور کارثواب سمجھتے ہیں-اور بعض لوگ امام صاحب کو گھر لے جاتے ہیں وہاں چھوٹوں بڑوں کو سناتے ہیں-کیا یہ فعل بدعت ہے یا کارثواب ہے-کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے-یا کسی امام نے یہ فعل کیا ہے یا کہ منع فرمایا ہے-آپ بمع حوالہ جات بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں-

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں عید کے دن جب امام دو رکعت ادا کرکے فارغ ہوتا ہے تو مقتدی امام کے اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ اور بغل گیری کرتے ہیں-اور دونوں میں یہ مصافحہ نہیں کرتے-اگر کوئی شخص اس فعل کو منع کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا نے یہ کام کیا ہے-کیا یہ درست ہے یا نہیں-مفصل جواب سے مطلع فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور سننا بے شک کارثواب اور باعث خیر و برکت ہے-لیکن اوقات کی تعیین کرنا اور معین سورتوں کو لازم سمجھنا اور نہ پڑھنے والوں پر نکیر کرنا زیادۃ فی الدین اور بدعت ہے-لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے-

(۲) مطلق مصافحہ کرنا مسنون ہے-لیکن یہاں وقت کی تخصیص کرنا اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا سمجھنا زیادۃ فی الدین ہے-لہٰذا اس کو ضروری نہ سمجھا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مروجہ شبینہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں شبینہ کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے-

(۱) کیا یہ ضروریات دین میں سے ہے یا رسومات مخترعہ میں سے-خیر القرون میں بھی اس کا وجود تھا؟

(۲) اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا مثلاً لوگوں سے چندہ وصول کرنا اور لاؤڈ سپیکر اور مدعوین کے خورد ونوش کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

(۳) ایک عالم دین نے بعض حالات کی بنا پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کے پیش نظر (جو کہ اصلاح الرسوم کے آخری صفحہ پر مرقوم ہے) شبینہ کرنے سے منع کردیا ہے-لیکن بعض حفاظ کے اس التزام ما لا یلتزم کے سبب ایسے وقت شبینہ کرنا کیسا ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-شبینہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دار العلوم میں رقم طراز ہیں-" شبینہ میں کچھ حرج نہیں ہے-مگر یہ ضروری ہے کہ حفاظ جلدی نہ پڑھیں ایسی جلدی کرنا جس میں حروف سمجھ میں نہ آئیں ممنوع ہے-بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے-باقی اس مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ جو تحریر فرماچکے ہیں وہ کافی ہے-کیونکہ وہ اس کے متعلق ہر پہلو کا حکم تحریر فرماچکے ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

تراویح میں ''الم ترکیف'' اور مکمل قرآن پاک ختم کرنے میں فرق؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کہ ایک امام مسجد ماہ رمضان المبارک میں حافظ کو قرآن سنانے نہیں دیتا - اپنی جہالت کے سبب روک دیتا ہے-

(۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مکمل قرآن اور الم ترکیف کا ایک ہی ثواب حاصل ہوتا ہے-

(۳) نماز میں قرآن معروف و مجہول پڑھتا ہے - اگر اس کو کہا جائے تو جہالت سے پیش آتا ہے-

(۴) دیگر نمازیوں کو کسی قسم کی دین کی ہدایت نہیں کرتا دیگر زبانی اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا-

(۵) جو لوگ اس کی امامت میں نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسا امام ہو جو کہ حافظ قرآن بھی ہو - اور قرآن صحیح پڑھتا ہو-

جناب ان سب باتوں کا از روئے شریعت جواب تحریر فرمائیں-

السائل: حافظ محمد شفیع مسجد کمہار والی بمقام کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) قرآن کریم کا ختم کرنا تراویح میں سنت ہے - اسے روکنا نہیں چاہیے لیکن اگر حافظ پڑھانے کا اہل نہ ہو تو اسے روکا جا سکتا ہے-

(۲) یہ صحیح نہیں ہے کہ الم ترکیف اور پورے قرآن کے ختم کے ثواب میں فرق نہیں ہے - پورا ختم سنت ہے-

(۳،۴،۵) یہ کوئی ایسے اعذار نہیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص امامت سے معزول ہونے کا مستحق ہو جائے - دیکھنا یہ ہے کہ امام کی دیانت شرعی استقامت کیسی ہے - اگر اس میں خاصی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے بدظن ہوں تو اسے الگ کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں بسم اللہ سراً پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید جو تراویح میں پڑھا جاتا ہے اس میں بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست ہے یا چپ چاپ - کیونکہ ہم ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آواز سے پڑھتے ہیں - اس میں ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست نہیں - اس مسئلہ پر آپ پورے حوالہ جات اندراج فرمادیں - تاکہ ہم ان کو مطمئن کر سکیں-

﴿ج﴾

حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں اخفاء سنت ہے - تراویح اور غیر تراویح کا اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے - لیکن آہستہ پڑھتے ہوئے کسی ایک سورۃ کے شروع میں جہر یعنی اونچی آواز سے پڑھنا ضروری ہے - تاکہ قرآن کی ایک آیت مقتدیوں کے سننے سے نہ رہ جائے - البتہ خارج عن الصلوٰۃ جہر و اخفاء میں اتباع اپنے امام کا قراء میں سے کرے - شامی ص ۳۶۲ ج۱ میں ہے - **والثالث انه لا یجهر بها فی الصلوة عندنا خلاف للشافعی و فی خارج الصلوة اختلاف الروایات والمشائخ فی التعوذ والتسمیة قیل یخفی التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتخیر فیهما و لکن یتبع امامه من القراء و هم یجهرون بها الا حمزة فانه یخفیهما** - باقی اگر کوئی شخص امام حفص کی اتباع میں ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے - اس پر طعن نہ کرنا چاہیے - حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں - مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے - اور جہر سے پڑھنا اس کا ترک اولیٰ ہے - اور تراویح میں جو ختم ہوتا ہے اس میں مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے - مگر حفص قاری جن کی قرأۃ اب ہم لوگوں میں شائع ہے - ان کے نزدیک بسم اللہ جزو ہر سورۃ کا ہے - اور جہر کا پڑھنا ضروری ہے - پس اگر بوجہ اقتداء ان کے کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے - تو مضائقہ نہیں - (الی ان قال) دونوں طرح درست ہے - ایسے امور میں خلاف و نزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں - انتہی

مولانا گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ سے امور ذیل مستفاد ہوئے-

۱- احناف کے نزدیک اصل سنت سر بسم اللہ ھے-

۲- فرض و تراویح میں اس میں کوئی فرق نہیں - دونوں میں سر مسنون ہے-

۳- امام حفص کی اتباع میں اگر کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ھے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح پر اجرت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسائل:

(۱) ایک شخص ہے جو سارا سال ڈاڑھی کترواتا ہے یا منڈواتا ہے اور رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو اس شخص کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں-

(۲) اور ایک حافظ رمضان المبارک میں نمازیں اور قرآن شریف سناتا ہے تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ آپ قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہوئے مدلل جواب عنایت فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الاعادہ ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں- ففی الشامیة و اما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه تعظیمه و قدوجب علیهم اهانته شرعا - ردالمحتار ص ۴۱۴ ـ ج ۱

(۲) رمضان شریف میں قرآن پاک سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح سے قبل مروجہ سلام پڑھنے کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب رمضان شریف میں تراویح پڑھنے کے وقت مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نیت کرنے سے پہلے سلام مروجہ پڑھ کر تراویح شروع کرتا ہے- جو کہ ڈاڑھی کٹواتا ہے- دو انگل ڈاڑھی ہے- ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یہ طریقہ بدعت ہے اسی طرح ڈاڑھی کٹوانا قبضہ سے پیشتر فسق ہے- فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے- بہتر ہے کہ امام صاحب کو نرمی سے سمجھایا جائے اگر سمجھانا کارگر نہ ہو تو بدل دیا جائے اور اگر بدلنے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور نیک امام کے پیچھے نماز پڑھے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب فی احکام السفر

کنارے پر لگی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ دریا پر لگی ہوئی اور کنارے پر باندھی کشتی یا جہاز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

کنارے پر باندھی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ اگر سمندر کی لہروں میں باندھی ہوئی ہو اور اس میں حرکت زیادہ ہو تو عذر سے (یعنی قدرۃ علی القیام نہ رکھتا ہو) بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور کنارے پر ہو گی تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور دریا پر باندھی ہوئی میں کھڑے ہو کر اس وقت نماز جائز ہے کہ کشتی کا استقرار زمین پر ہو اور نکلنا کشتی سے ممکن ہو تو کھڑے ہو کر بھی کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک باوجود قیام پر قادر ہونے کے بھی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مع الکراہت اور بیٹھ کر پڑھنے سے گنہگار ہو گا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قیام پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس میں صاحبین کا مذہب قوی ہے۔ درایۃً اور روایت کے بھی مطابق ہے۔ اور مفتیٰ بہ یہی صاحبین کا قول ہے کیونکہ بلاشبہ وخلاف فرض ادا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے کہ اس میں شبہ ہے اس لیے کہ قیام فرض ہے اور فرض قیام کو باوجود قدرت کے چھوڑا جا رہا ہے اور امام صاحبؒ بھی جواز مع الاساءۃ کے قائل ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چلتی گاڑی میں نماز پڑھنا کیسا ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے- اور اگر گاڑی میں پانی نہ مل سکے اور اسٹیشن پر پہنچنے سے نماز قضا ہونے کا خوف ہو تو آیا تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- گاڑی میں کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنا ضروری ہے- ہاں اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر گاڑی میں نماز نہ پڑھ سکے اور اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو ایسی صورت میں بوجہ عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہو گا- اگر ایک میل پانی دور ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے- اور اگر میل سے کم فاصلے پر پانی ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ کر لے-

ڈرائیور کتنے میل کا سفر کرے تو مسافر ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ایک شخص پچاس میل سے کچھ زائد سفر ہر روز کرتا ہے اور کبھی اپنے گھر واپس پہنچ جاتا ہے اور کبھی سفر میں کسی جگہ رات گزارتا ہے- جیسے کہ ڈرائیور ہے کہ ملتان سے میاں چنوں تک جاتا آتا ہے- تو وہ کبھی رات اپنے گھر میاں چنوں میں گزارتا ہے- اور کبھی ملتان میں رات گزارتا ہے- تو ایسے شخص کے لیے شرعی حکم کیا ہے- کہ وہ نماز قصر ادا کرے یا تمام ادا کرے- تو وہ شخص سفر کی حالت میں قصر نماز اگر ادا کرے تو آیا اپنے گھر کے قریب میں بھی قصر ادا کرے یا کوئی اور حکم ہے- یا مقیم والی نماز ادا کرے- بالتفصیل اس مسئلہ کو بیان فرما دیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

تین منزل کا سفر ہو تو قصر لازم ہے- یعنی سفر میں اخیر تک جہاں جانے کا ارادہ ہو وہ اگر تین منزل (۴۸ میل) دور ہے تو قصر کرنا چاہیے- جب تک اپنے شہر میاں چنوں میں داخل نہ ہوا ہو قصر کرے گا- **اقل مسافۃ تتغیر فیھا الاحکام مسیرۃ ثلاثۃ ایام- الخ- والقصر واجب (عالمگیری باب صلوۃ المسافر ص ۱۳۸) من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ الخ- قاصدا الخ مسیرۃ ثلاثۃ ایام و لیالیھا الخ صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا- الخ- فیقصر ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شھر (الدرالمختار ج ۱ ص ۵۸۰)**

جنگ بندی کے بعد سفر میں فوج کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

معروض الخدمت اینکہ جنگ بندی کے بعد اب جبکہ ہم کہیں سفر کی حالت میں رہ رہے ہیں- فاصلے کے لحاظ سے بھی نماز سفری ہے- رہنے کے لیے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کب تک رہنا ہے- پندرہ دن سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے- اگر ہمیں چھوٹی فارمیشن سے اجازت مل جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ رہنا ہے تو کیا ہم نماز پوری پڑھیں یا جب تک کسی بڑی فارمیشن سے

معلوم نہ ہو جائے- تو آپ حضرات کیا فرماتے ہیں-

اگر نماز سفری ہو تو نماز عید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں پڑھنا ضروری ہے یا قابل معافی ہو سکتی ہے- کیا کوئی مولوی صاحب یکے بعد دیگرے دو یا تین عید کی نمازیں پڑھا سکتا ہے-

﴿ج﴾

آپ کا یونٹ جس افسر کے ماتحت ہے- اس سے معلوم کیا جائے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ ایک ہی جگہ رہنا ہے تو پوری نماز پڑھ لیا کریں- اور اگر پندرہ دن سے کم رہنا معلوم ہو جائے تو قصر کریں- یعنی نماز سفر پڑھا کریں- لیکن اگر متعلقہ افسر نہ بتلائے تو پھر آپ جس حالت میں ہوں اس کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سفر میں ہو تو قصر کریں- اور اگر اقامت ہو تو پوری پڑھا کریں- اس طرح اگر قرائن سے یہ معین ہو جائے کہ ہمیں پندرہ دن ایک ہی جگہ رہنا ہے پھر پوری نماز پڑھا کریں-

والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل (لاالتابع کامرأۃ) الخ- وعبد الخ (و جندی) اذا کان یرتزق من الامیر وبیت المال (و اجیر) و اسیر و غریم- (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب صلوۃ المسافر ج ۱ ص ۵۸۷)

(۲) سفر میں نماز عید مسافر پر نہیں ہے- اگر کسی شہر میں مسافر نے عید یا جمعہ کی نماز ادا کی تو صحیح ہے- لیکن جمعہ یا عید کی نماز اس پر واجب نہیں-

(۳) ایک شخص ایک دن میں عید کی کئی جماعتوں کی امامت نہیں کر سکتا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دشمن کے ہاتھوں قید ہو جانے والے مسلمان مسافروں کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد مغربی پاکستان مولانا مفتی محمود صاحب- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- مؤدبانہ التماس ہے کہ ہم قیدی نماز کے مسئلہ پر عملی دشواری کا سامنا کر رہے ہیں- اگرچہ ہمیں ادائیگی نماز کی سہولتیں میسر ہیں تاہم اس بارے میں تمام قیدیوں کو دلی سکون کا فقدان ہے- کیونکہ نماز قصر کا مسئلہ درپیش ہے- کم علمی کے باعث ہم دو گروہ بن گئے ہیں یعنی کچھ نماز قصر ادا کرتے ہیں تو کچھ مکمل نماز- اس سلسلے میں اولاً ہمیں فتویٰ فاضل معہ مسئلہ وحوالہ مرحمت فرمایا جائے- تاکیداً عرض ہے کہ فتویٰ مذکور آپ کے اپنے دستخط اور مہر کا حامل بھی ہو- اگر اس کی ترسیل ممکن ہو تو گورنمنٹ آف انڈیا کی وساطت سے تمام قیدی کیمپ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ تمام مسلمان قیدیوں پر آپ کا احسان عظیم ہوگا-

ثانیاً: فتویٰ کی نظریاتی تفہیم کے لیے ہمارے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بالتفصیل مرحمت فرمائیے- کیونکہ یہی سوالات فتویٰ ہونے کے باوجود ہمارے اتحاد میں رکاوٹ ہیں- مثلاً اس سے قبل مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا نماز

قصر کے حق میں فتویٰ موصول ہو چکا ہے۔ جو اپنی جامعیت کے باوجود ہمیں متحد نہ کر سکا۔ اس لیے کہ وہ مفصل نہیں تھا۔ عام ذہن اس سے اپنے سوالات کا جواب اخذ کرتے ہوئے اتحاد سے دور رہے۔ تو سوالات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کیا ہم قیدی نماز کے سلسلہ میں حکومت ہند کے حکم پر مقیم متصور ہوں گے۔ یا مسافر؟

۲۔ قید کی حدود کے اندر ہمیں خوراک و رہائش کی تنگی نہیں۔ مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور بدنی صفائی، کپڑوں کی صفائی اور وضوء کے لیے پانی بمعہ لوازمات خاطر خواہ دستیاب ہے اس کے باوجود قید اور آزادی کا فرق فی نفسہ موجود ہے۔ تو یہ حالت شرعاً ہمیں کون سی نماز کا حکم دیتی ہے؟

۳۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ ہم بلا ارادہ ہندوستان آئے اور ہمارا قیام مجبورا ہے۔ مزید براں ہندوستان میں رہتے ہوئے ہمارا قیام غیر یقینی سا ہے۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کسی وقت بھی متوقع ہے۔ (ہماری نیت کے بغیر) اور سب سے بڑھ کر ہماری وطن واپسی کی تاریخ بھی متعین نہیں۔ تو ان تمام کیفیات کے باعث ہم اپنی نیت تشکیل کرنے سے قاصر ہیں۔ نیت کی عدم موجودگی میں ہم نماز قصر ادا کریں گے یا مکمل؟

۴۔ دارالاقامت (جو مانع قصر ہے) کی شرائط کیا ہیں؟

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو مسلمان قیدی کفار کی قید میں محبوس ہیں۔ ان کے بارے میں ایک تمہیدی قاعدہ ذکر کر دینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ سفر کرنے والے لوگ شرعاً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ متبوع اور تابع۔ متبوع اسے کہتے ہیں جو سفر کرنے اور ٹھہرنے میں خود مختار ہو۔ دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ جیسا کہ ایک عاقل و بالغ و آزاد مرد شریعت مقدسہ اس کی نیت کا اعتبار کرتی ہے اور اس کی نیت ہی پر قصر (نماز دوگانہ) پڑھنے اور اتمام (نمازیں پوری ادا کرنے) کا حکم لگاتی ہے۔ دوسرا شخص تابع ہوتا ہے یعنی اقامت و سفر وغیرہ امور میں دوسرے کا تابع ہوتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع کی نیت کا لازمی طور پر پابند ہوتا ہے۔ چاہے اس کا متبوع کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسے نماز کے پورا پڑھنے اور قصر کرنے میں متبوع کی طرف مراجعت کرنے اور اس کے مسافر و مقیم ہونے کے تحت قصر و اتمام ضروری ہے اس کی مثال عورت ہے جو خاوند کی تابع ہوتی ہے۔ اور غلام ہے جو مولیٰ کے تابع ہوتا ہے۔ اور ماتحت فوجی جو اپنے افسر اعلیٰ کے تحت ہوتا ہے۔ اور مسلم قیدی جو دشمن کی قید میں پھنس جاتا ہے یہ سب لوگ تابع ہیں۔ درمختار جلد اول ص ۵۸۷ میں ہے **والمعتبر نیة المتبوع لانه الاصل لا التابع کامرأة الی قوله اسیر**۔ یعنی ایسی صورتوں میں اعتبار نیت متبوع کا ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے اور تابع کا اعتبار نہیں۔ آگے تابع کی مثالوں میں عورت وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ قیدیوں کو بھی تابع میں شمار فرمایا ہے۔ فتاویٰ قاضیخان (ج ا ص ۱۸۰) میں ہے۔ **وحکم الاسیر فی دارالحرب کحکم العبد لا تعتبر نیته**۔ یعنی جو شخص

دارالحرب میں قید ہو چکا ہو۔ وہ غلام کے حکم میں ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد اب پاکستانی جنگی قیدیوں کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) ان قیدیوں کو اپنے افسران جیل کی متابعت کرنی ہوگی چونکہ وہ بظاہر مقیم ہوتے ہیں۔ اس لیے جنگی قیدی بھی بالتبع مقیم ہوں گے۔ اور ان کو نماز پوری پڑھنا لازم ہوگی۔

(۲) اگر ان قیدیوں کو ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ میں منتقل کیا جائے تو اگر دوسرا کیمپ ۴۸ میل یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو قصر کرنا ہوگا۔ **ذکر فی المنتقی ان المسلم اذا اسره العدو ان کان مقصده ثلثة ایام قصر**۔ شامی حوالہ سابقہ ترجمہ منتقی میں لکھا ہے۔ ایک مسلمان جب کہ کافر اس کو قید کر لے جائیں۔ اگر قید کرنے والے کا مقصد سفر تین دن کی مسافت پر واقع ہے تو قصر کرے۔

(۳) اسی صورت ثانیہ میں جب کہ ان کو منتقل کیا جا رہا ہو۔ اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے تو ان افسروں سے پوچھ لینا ضروری ہے۔ **و ان لم یعلم سأله**۔ حوالہ سابقہ

(۴) اگر پوچھنے پر دشمن خاموشی اختیار کرے اور یہ بات نہ بتائے کہ تمھیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ تو اس خاص صورت میں اپنے اصل حال پر جس پر بحالت موجودہ قائم ہے قصر و اتمام کرے۔ **و کذا ینبغی ان یکون حکم کل تابع یسئل متبوعه فان اخبره عمل بخبره والا عمل بالاصل الذی کان علیه من اقامة و سفر حتی یتحقق خلافه اھ درمختار** (ج ا ص ۵۸۷)

(۵) جہاں قیدیوں کو افسران جیل سے سوال کرنا متعذر ہو۔ اور ان کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکتی ہو۔ تو ایسی صورت میں بھی اپنے اصل حال پر جس پر وہ قائم ہیں قصر و اتمام کریں۔ **و تعذر السوال بمنزلة السوال مع عدم الاخبار** ص ۵۸۸ ج ا۔ اس وقت جنگی قیدی جہاں ہیں وہ اپنے متبوعین کے اتباع کی بنا پر مقیم ہوں گے۔ اور ان کو نماز پوری ادا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارڈر پر ٹھہرے ہوئے فوجیوں کے لیے قصر اتمام، جمعہ و عیدین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ پاک آرمی میں پیش امام ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فوج آج یہاں کل دوسری جگہ ہوتی ہے۔ اور فی الحال ہم باڈروں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہم جس جگہ خیمہ لگاتے ہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دنوں تک ہم یہاں رہیں گے۔ تو اسی دوران میں جمعہ بھی آتا ہے اور شاید عیدالاضحیٰ بھی آ جائے گی۔ اور ہماری نفری تقریباً یہاں دو یا تین سو سپاہی ہے۔ تو آپ برائے مہربانی ہمیں ایسا تسلی بخش فتویٰ تحریر فرما دیں کہ ہمارے افسر اور سپاہی سب کو معلوم ہو جائے۔

(۱) نماز پنجگانہ ایسے حالات میں کیسے پڑھیں گے (۲) نماز جمعہ ایسی حالت میں ادا ہوتی ہے یا نہیں (۳) اور نماز عید بھی ادا ہوتی ہے یا نہیں- بندہ حقیر کو ان حالات کا سامنا ہے- بندہ کی پوری تسلی کریں- ایسے حالات میں ہمارے بعض فوجی علماء نماز جمعہ یا عید پڑھاتے ہیں یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟

﴿ج﴾

موافق روایات کتب فقہ کے ایسے مواقع پر نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے- نماز جمعہ وعیدین کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یعنی بڑا گاؤں شرط ہے- پس ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت بجائے جمعہ کے پڑھا کریں- **ولا جمعة بعرفات فی قولهم جميعا لانها فضاء** - (ہدایہ باب الجمعۃ ج اص ۱۵۱) اگر کسی بستی میں مسلسل پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو تو نماز قصر پڑھا کریں- ایسی حالت میں جبکہ قیام کا کوئی پتہ نہیں ہوتا- کہ کتنے دن ہوگا آپ قصر کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

اقامۃ کے لیے یعنی پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی تب درست ہوگی جبکہ اقامت کے لیے مکانات قریہ بستی قصبہ موجود ہو ورنہ باڈر میں پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی معتبر نہیں قصر کرنا لازم ہوگا-

دوران جنگ افواج کے لیے قصر یا اتمام کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دوران جنگ میں قصر کرنی چاہیے یا پوری نماز پڑھنی چاہیے؟

﴿ج﴾

اگر وطن اقامت یعنی رہائش ہیڈ کوارٹر سے ۴۸ میل دور کسی جگہ جانے کے ارادہ سے سفر شروع کر لیا اور کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا آپ کو پہلے سے کوئی علم نہیں- اور نہ پندرہ دن ایک جگہ ٹھہرنے کا کوئی یقین ہو تو ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے- اور اگر کسی ایک جگہ پندرہ دن قیام کی اطلاع ہو جائے یا متعلقہ افسر سے اس کا پتہ چل جائے کہ یہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنا ہوگا- تو پھر قصر نہ کریں بلکہ پوری نماز پڑھا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روزانہ گھر سے پچاس میل دور آنے جانے والے کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کا گھر ملتان سے پچاس میل بعید ہے- اور وہ روزانہ ایک دو دفعہ ملتان میں آتا ہے- اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے- تو وہ وہاں دار اصلی سے جو چلتا ہے اور ملتان آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے

اس کے متعلق یہ واضح کریں کہ راستہ میں جب نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جب گھر سے چلا اور جب تک واپس گھر نہ جائے تو وہ مسافر ہے یا کہ مقیم- اس کا جواب باحوالہ اور تسلی بخش دیں-

﴿ج﴾

وہ شخص مسافر ہے- جبکہ ان کا سفر تین منزل (۴۸ میل) یا اس سے زیادہ ہے- احکام سفر اس پر جاری ہوں گے- اور نماز کو قصر کرے گا- **ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر و ان نوى اقل من ذلك قصر - الخ - و لو دخل مصرا على عزم ان يخرج غدا او بعد غدو لم ينو مدة الاقامة حتى بقى على ذلك سنين قصر** - (ھدایہ باب صلوۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۶) واللہ تعالیٰ اعلم-

دوسرے شہر میں ملازمت والے شخص کی قصر کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری مستقل سکونت- رہائش ملتان میں اور اہل وعیال سب کوٹ ادو میں ہیں- جو ملتان سے ۶۰-۶۲ میل دور ہے- مگر میری مستقل ملازمت ملتان ہے- یہاں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں- ہمیں ہر ہفتہ چھٹی ہوتی ہے میں اس چھٹی میں ہر پندرھویں دن اور دیگر رخصتوں میں عموماً گھر کوٹ ادو چلا جاتا ہوں- بعض دفعہ محکمہ کی طرف سے ہم پر پابندی عائد ہو جاتی ہے کہ کوئی ملتان سے باہر نہیں جا سکتا- اس صورت میں مہینہ مہینہ بھی ہمیں مستقل طور پر ملتان ہی میں رہنا ہوتا ہے- اب براہ کرم مطلع فرمائیں-

(۱) میں جو عشرہ میں گھر چلا جاتا ہوں تو پھر ملتان واپس آ کر نماز قصر پڑھوں یا پوری پڑھوں؟

(۲) اور جب ہم پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ ملتان سے باہر نہیں جا سکتے اس زمانہ پابندی میں کونسی نماز پڑھوں-؟

(۳) میرے بیٹے نے اپنی مستقل سکونت کوٹ ادو میں رکھی ہوئی ہے- مگر ملازمت کے سلسلہ میں اپنے بال بچے ملتان لے آیا ہے وہ بھی ہفتہ عشرہ میں کوٹ ادو چلا جاتا ہے وہ ملتان میں کیسی نماز پڑھے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) آپ کو قصر کرنا لازم ہے- (۲) اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے-

(۳) آپ کا بیٹا بھی ملتان میں قصر کرے گا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سردی گرمی کے لیے الگ الگ جگہوں پر مکان بنا کر رہنے والے کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص کے دو وطن ہوں- مثلاً اس کی سرمائی و گرمائی مکان علیحدہ علیحدہ ہوں- موسم سرما میں ایک علاقے میں رہتا ہے اور موسم گرما میں دوسرے علاقے میں رہائش پذیر ہوتا ہے- اور یہ موسمی نقل مکانی بمعہ اہل خانہ و سامان ہمیشہ ہوتا رہتا ہے- پس اس صورت میں اگر ایک شخص موصوف ایک علاقے سے اپنے دوسرے علاقے کو ایک دوہات کے لیے بقصد سفر تنہا چلا جاتا ہے- تو کیا اس کو نماز قصر کے ساتھ پڑھنی چاہیے یا پوری نماز؟ مسئلہ بالا میں شخص موصوف اپنے دونوں علاقوں یعنی سرمائی و گرمائی میں زمین وغیرہ املاک بھی رکھتا ہے- اور اس کے قبرستان کا کاروبار اور پیدائش بھی دونوں علاقوں میں موجود ہے-

(۲) ٹرک ڈرائیور جو کہ ہمیشہ اپنی زندگی سفر میں گزارتے ہیں- کیا ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا نہ؟

﴿ج﴾

قال فی الشامیة و لو کان له اهل ببلدتین فایتهما دخلها صار مقیما - ج ا ص ۵۸۶ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور دونوں جگہوں میں پوری نماز پڑھے گا- (۲) قصر کریں گے- کما فی الشامیة و لا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة- البتہ جتنے روز اپنے گھر میں رہیں گے اس وقت پوری نماز پڑھیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چلتی ریل میں نماز اور تیمّم کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اس زمانہ میں جب کہ اکثر سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا جاتا ہے- اور بعض اوقات ریل گاڑی ہی میں نماز کا وقت آ جاتا ہے- پھر اس میں نماز ادا کی جاتی ہے- اکثر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ریل گاڑی میں حرکت زیادہ ہوتی ہے کھڑے ہونے میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ جائیں- لیکن گاڑیوں کی حرکتیں آپ کے مدنظر ہیں کیا اس عذر کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں نیز اگر کسی نے بیٹھ کر پڑھ لی تو کیا کسی درجہ میں فرض ادا ہو گیا- جب کہ بعد میں نماز کا وقت بھی ختم ہے-

(۲) ریل چل رہی ہے اور نماز کا وقت تنگ ہے اور اب ریل میں پانی نہیں ملتا کیا تیمم کر سکتا ہے نیز تیمم کس سے کرے جبکہ ریل کی دیواریں لکڑی کی ہیں اور صاف ہیں- اور نیچے والی مٹی صاف ہے اور کہیں گرد و غبار نہیں ہے- بینوا بالکتاب و توجروا بالثواب-

﴿ج﴾

ریل گاڑی میں نماز فرائض و نوافل دونوں جائز ہیں- ریل گاڑی بمنزل سریر موضوع علی الارض کے ہے- کذ حققہ علامہ تھانویؒ فی مجلد الاول من امداد الفتاویٰ ص ۳۵۰ الی ص ۳۵۴ فی اجوبۃ مسائل مختلفۃ- استقبال قبلہ بھی ضروری ہے- نیز قیام بھی لازم ہے- ترک قیام بغیر عذر کے جائز نہیں ہے- اگر بیمار ہو یا ضعیف ہو کہ گاڑی کے چلنے سے گرنے کا اور اپنے آپ کو سنبھال کر نہ رکھنے کا خطرہ قوی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے- بغیر ان اعذار کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے-

(۲) مسافر کو نماز کی فکر رکھنا چاہیے پہلے سے خیال رکھے کہ اس گاڑی میں پانی نہیں ہے- اسٹیشن سے گاڑی چلنے سے قبل پانی کا انتظام کرے- لوٹا بھر لے یا وضوء کر لے اور اگر غفلت ہو گئی ہے گاڑی چل پڑی اور پانی گاڑی میں نہیں ہے اور ساتھی مسافروں سے بھی نہیں مل سکتا اور وقت تنگ ہے تو بر قول امام زفر تیمم کر سکتا ہے- خلافاً للثلاثۃ- علامہ شامی نے اس امر کو ترجیح دی ہے کہ تیمم بھی کرے اور نماز پڑھ لے بعد میں وضوء کر کے نماز لوٹائے- اور کہا ہے- **هذا قول متوسط بین القولین و فیه الخروج عن العهدة بیقین ج ۱ ص ۱۸۷ مصری** - اب رہا تیمّم کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کوشش کرے کہ پاک اینٹ پختہ یا خام مل جائے یا گرد و غبار جن سے تیمم جائز ہو سکے- اگر تختوں پر پڑا ہوا غبار مل سکے تو اس سے تیمم کرے- ورنہ شخص فاقد الطہورین کے حکم میں آ جائے گا- فاقد الطہورین کے بارے میں راجح عند العلامۃ الشامی یہ ہے کہ نمازیوں کے ساتھ تشبیہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے- بعد میں قضاء کر لے ج ا ص ۸۵ **المحصور و فاقد الطهورین یؤخرها عنده و قالا یتشبه بالمصلین وجوبا فیرکع و یسجد ان وجد مکانا یابسا- و الا یومی قائما ثم یعید کالصوم** اس تشبیہ والی نماز میں نہ تو نیت کرنی ہوگی- اور نہ ہی قرأت پڑھنی ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسافر امام کی اقتداء میں مقیم مسبوق کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اور دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اب مقیم بقیہ نماز کو کس طرح پڑھے یعنی کیا ۳ رکعت میں قرأۃ فاتحہ وغیرہ کرے گا یا خاموش کھڑا رہے گا مہربانی فرما کر جزیۂ ہی تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

شخص مذکور مسبوق لاحق ہے جس کا حکم یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بغیر قرأۃ پڑھے پھر ایک رکعت قرأۃ کے ساتھ ادا کرے پہلے

دو رکعت میں لاحق ہے اور تیسری رکعت میں مسبوق ہے اصل یہ ہے کہ لاحق گویا کہ خلف الامام ہی ہے اس لیے اس کو علی الامام ہی نماز پڑھنی ہوگی اور مسبوق تو قضاء بعد فراغ الامام کرتا ہے- درمختار ج اص ۴۴۰ کی اس عبارت اور شامی کی تشریح سے حکم مذکور معلوم ہوتا ہے- ثم مانام فیه بلا قرأة ثم ما سبق به ان کان مسبوقا ایضا- صریح جزیہ تلاش کرنے کی فرصت نہیں ہے-

ریل گاڑی پر متعین ملازمین کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو حضرات یہاں سبی میں سکاؤٹیس ٹرین ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں- یہاں سے کوئٹہ جاتے ہیں ایک رات کوئٹہ میں گزارتے ہیں اور ایک رات سبی میں- تو کیا یہ لوگ سفر کی نماز پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں-

﴿ج﴾

سبی کے رہنے والے سکاؤٹیس ٹرین ڈیوٹی کے دوران جب کوئٹہ میں رات گزاریں گے تو دوران سفر اور کوئٹہ شہر میں جو نمازیں آئیں گی ان میں قصر لازم ہے- البتہ جو نمازیں سبی میں رہتے ہوئے آئیں گی ان میں قصر نہیں ہے- اسی طرح کوئٹہ کے رہنے والے جو سبی میں رات گزاریں تو وہ بھی سفری نماز پڑھیں گے اور کوئٹہ شہر میں قصر نہیں کریں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی جگہ غیر قانونی طور پر رہنے والے کے لیے قصر یا اتمام کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی سعودی عرب جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے قانونی طور پر اس کو چھ ماہ ٹھہرنے کی اجازت ہے- لیکن وہ خفیہ طور پر غیر قانونی کرتے ہوئے چھ ماہ سے زائد عرصہ وہاں قیام کرتا ہے- اب وہ اپنی نماز قصر پڑھے یا کامل ادا کرے- اور قصر کی اجازت ہوگی- واضح رہے کہ اب اس کا مزید قیام جدید اپنے اختیار میں نہیں ہے- اور گورنمنٹ کسی وقت اس کو عرب سے نکال سکتی ہے- اب وہ نماز کس طریق سے ادا کرے- اور اس کی اقامت کون سی اقامت سمجھی جائے گی-

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر کسی خاص شہر یا قصبہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر چکا ہے- تو وہ اس شہر میں مقیم ہو گیا ہے- اب جب تک اس جگہ سے سفر نہیں کرتا اس کی وطن اقامت ختم نہیں ہوئی- اس لیے وہ اس جگہ پر رہتے ہوئے پوری نمازیں پڑھے گا- خفیہ طور پر رہنا اس پر اثر انداز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دورانِ سفر ریل میں نماز ادا کرنے کے احکام؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس کاروباری دنیا کے اندر انسان کو سفر کے مواقع حاصل ہوتے ہیں- اور عموماً ریل گاڑی اور لاری کا سفر درپیش ہوتا ہے- اور اثنا سفر میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے- اور بسا اوقات گاڑی یا لاری سے اتر کر نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا- اگر تاخیر کی جائے تو وقت کے نکل جانے کا خطرہ ہوتا ہے- تو صورت مذکورہ میں نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے-

(۱) گاڑی میں بسا اوقات ہجوم کی وجہ یا کسی اور وجہ سے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ملتی- تو فریضۂ قیام کو ترک کر کے بیٹھ کر نماز ادا کرے یا نہیں-

(۲) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی- بلکہ انسان باہر لٹکا ہوا ہوتا ہے- یا اندر تنگی کے ساتھ کھڑے ہو کر وقت گزارتا ہے- تو اس حالت میں نماز کس طرح ادا کرے- جبکہ رکوع و سجود پر بھی قادر نہیں آیا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز ادا کرے یا نہیں-

(۳) ریل گاڑی میں نماز ادا کرتے ہوئے بعض دفعہ جہت قبلہ منحرف ہو جاتی ہے- تو نمازی نماز کے اندر قبلہ کی طرف پھر جائے یا ابتدائی قبلہ رخ کافی ہوگا-

(۴) لاری میں کھڑے ہونے کا احتمال نہیں البتہ بیٹھنے کی جگہ مل جاتی ہے- تو بیٹھ کر نماز اشارے سے پڑھے یا نہیں؟

(۵) لاری میں اکثر اوقات پانی نہیں ملتا اور نماز کا وقت بالکل قریب ہو جاتا ہے- تاخیر سے قضاء کا خطرہ ہے- تو تیمم سے نماز ادا کرے یا نہیں؟ اگر تیمم کرے تو کون سی چیز پر کرے جبکہ وہاں مٹی وغیرہ کا ملنا دشوار ہے-

(۶) اگر کوئی شخص صورت مذکورہ بالا میں نماز کو اپنے وقت میں ادا نہ کرے- بلکہ ترک کر کے پھر قضاء کرے تو کیا قضاء کرنے کے بعد گنہگار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۷) گاڑی یا لاری کو کشتی کی حالت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں- یہ مذکورہ صورتیں اس وقت پر محمول ہوں گی جب کہ ان کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو- ورنہ پہلے تو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی- جوابات بالتعجیل مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر فرما دیں-

السائل نظام الدین شاہ عیدگاہ مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱،۲) بیٹھ کر پڑھنے کے لیے اگر عذر دوران رأس ہے- تو اس عذر سے بیٹھ کر پڑھنا اس شخص کے لیے جائز ہے- جو حقیقۃ

اس حال میں قیام پر قادر نہ ہو-و هو المختار للفتوی- کما قال فی الدر المختار ص۵۶۳ ج۱- صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العجز واساء و قالا لا یصح الا بعذر و هو الاظهر برهانا- قال الشامی (و هو الاظهر برهانا) و فی الحیلة بعد سوق الادلة والاظهر ان قولهما اشبه فلا جرم ان فی الحاوی القدسی و بہ نأخذ اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کے لیے عذر جگہ کی تنگی بوجہ ہجوم کے ہے تو اس صورت میں اگر یہ امید ہو کہ وقت کے اندر اندر گاڑی میں جگہ ہو جائے گی- یا باہر اترنے کا موقع مل جائے گا-تو بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھنا جائز نہیں ہے-اور اگر وقت کے اندر اسے جگہ ملنے کی یا باہر بلا تکلیف اتر کر نماز ادا کرنے کی کوئی امید نہیں ہے-تو اس وقت اسے حسب استطاعة قاعدا مع الرکوع والسجود یا قاعدا مع الایماء یا قائما مع الایماء- پڑھ لینی ضروری ہے- بعد میں قضا کرنا واجب ہے- دراصل صرف امام زفرؒ کا یہ مذہب ہے کہ خوف فوت وقت میں تیمم کرنا جائز ہے- اگرچہ پانی قرب میں موجود ہو نیز اس میں بھی کہ تنگ مکان میں جہاں با قاعدہ نماز بارکوع و سجود ادا کرنا ممکن نہ ہو- نماز بہ اشارہ پڑھنا ان کے نزدیک فرض ہے- جب وقت میں با قاعدہ طور پر ادا کرنے کی کوئی امید نہ ہو سکے-

(اس کے تیمّم کے کچھ اور مسائل بھی مختلف فیہ ہیں) اور ان سب مسائل میں باقی ائمہ احناف نماز کو ترک کرنے اور بعد الوقت قضاء کرنے کا حکم دیتے ہیں-لیکن مختار للفقوی (وھوالاحتیاط) یہ ہے-کہ امام زفرؒ کے مذہب پر عمل کر کے نماز پڑھی جائے-اور پھر ائمہ احناف کے مذہب کے مطابق اس کی قضا کر لی جائے-تاکہ خروج عن العهده بالیقین ہو جائے- دیکھو علامہ شامی کی عبارت درمختار ج۱ ص۱۷۱ پر (لبعده میلاً) قید بالبعدلانه عند عدم البعد لا یتیمم و ان خاف خروج الوقت فی صلوة لها خلف خلافًا لزفرؒ و سیذکر الشارح ان الاحوط ان یتیمم و یصلی ثم یعید و یتیمم علی هذا الاختلاف مالوازد حم جمع علی بئر لا یمکن الاستقاء منها الا بالمناوبة او کانوا عراة لیس معهم الاثوب یتنا وبونه و علم ان النوبة لا تصل الیه الابعد الوقت فانه لا یتیمم و لا یصلی عاریا بل یصبر عندنا و کذا لو فی مکان ضیق لیس فیه الا موضع یسع ان یصلی قائما فقط یصبر و یصلی قائما بعد الوقت الخ-

خط کشیدہ مسئلہ میں بھی امام زفرؒ کا خلاف ہے-اور یہاں فتویٰ احتیاطاً یہ ہے کہ امام زفرؒ کے مذہب پر عمل کر کے مطابق مذہب امام ابی حنیفہؒ اعادہ کیا جائے-اس لیے کہ امام زفرؒ کے قول کو بھی اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے- کما قال الشامی ص ۱۸۰ ثم قال ما حاصله و لعل هذا من هؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر لقوة دلیله-

(۳) اگر استقبال قبلہ پر قادر نہیں ہے-تو اگر وقت کے اندر استقبال قبلہ کی قدرت متصور ہے-تو نماز ادا نہ کرے-اور اگر وقت کے اندر استقبال کی قدرت کی امید نہیں ہے-تو حسب قدرت نماز ادا کرے- کما قال الشامی ج ۱ ص

۵۶۳ و ان عجز عنه (ای عن استقبال القبله) یمسک عن الصلوة امداد عن مجمع الروایات و لعله یمسک ما یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته-الخ- اور اگر استقبال قبلہ پر قادر ہے تو استقبال فرض ہے-ابتداءً استقبال کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی-اور اگر ابتداءً استقبال کے بعد گاڑی پھر جاوے اب اگر اس کے لیے پھر جانا ممکن ہے-تو پھر جانا فرض-ورنہ معاف-عالمگیری ج۱ ص۱۴۴- ویلزمه التوجه الی القبلة عند افتتاح الصلوة کذا فی الکافی فی باب صلوة المریض و کلما دارت السفینة یحول وجهه الیها فلو ترک تحویل وجهه الی القبلة و هو قادر علیه لا یجزیه-

(۴) لاری کی صورت میں ٹھہرانا ممکن ہے-اس لیے ڈرائیور سے کہا جائے-وہ ضرور ٹھہرا لیتا ہے-اور اگر وہ نہ ٹھہراوے تو اگر وقت کے اندر کسی جگہ ٹھہرنے کی امید ہے-تو لاری میں جائز نہیں-ورنہ بضرورت ادا کرے-بعد میں اعادہ کرے- کمافی نمبر۱ نمبر۲-

(۵) جیسا کہ نمبر۱ اور نمبر۲ میں گزر چکا ہے کہ امام زفرؒ کے مذہب میں فوت وقت کے خطرہ سے تیمّم کرنا جائز ہے-اب اگر لاری کے کھڑے ہونے کی امید ہے-تو وضو کرنا ضروری ہے-ورنہ مذہب زفرؒ کے مطابق تیمّم کر لے-اور نماز پڑھ لے-لیکن بعد میں اعادہ کرنا واجب ہے-البتہ اگر کوئی چیز تیمّم کے لیے نہ ملے-تو وہ حکم فاقد الطهورین میں ہے-اس کے لیے حکم یہ ہے کہ تشبیہ بالمصلین کرے-لیکن اترنے کے بعد با قاعدہ نماز پڑھے گا-

(۶) صورۃ مذکورہ میں صحیح عذر کے ساتھ گنہگار نہ ہوگا ورنہ ہوگا-واللہ تعالیٰ اعلم-

ریل کے سفر سے متعلق احکامات؟

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فی زمانہ گاڑی میں نماز کا کیا حکم ہے-گاڑی کی نماز سے متعلق مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہوتے ہیں از راہ مہربانی سب کا جواب عنایت فرمادیں-

(۱) موجودہ کتنے میلوں کے لیے نماز کی قصر کی جائے گی- (۲) شہر کی حدود کہاں تک شمار ہوگی-اسٹیشن تک شہر کی حدود ختم ہوتی ہیں یا نہیں-(۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۴) عموماً لوگ گاڑی کے اندر تختے پر بیٹھ کر جس طرف ممکن ہو قبلہ رخ کا اہتمام کیے بغیر نماز پڑھ لیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے (۵) قبلہ کا اہتمام لازمی ہے یا بہتر اور افضل (گاڑی کے اندر) (۶) اگر اہتمام ضروری ہے تو گاڑی کے اندر تو قبلہ رخ کا اہتمام مشکل ہوتا ہے کیا نماز ترک کر کے منزل پر پہنچ کر قضا کرے یا گاڑی کے اندر تحری کر کے نماز پڑھے-(۷) تحری نماز کے ابتداء میں ضروری ہے یا ساری

نماز میں (۸) پہلے تحری کر کے شروع ہوا اور درمیان میں کوئی دوسرا شخص قبلہ کا صحیح رخ معلوم کر کے نمازی کا رخ بدلتا ہے تو کیا درست ہے یا نہیں؟ (۹) گاڑی کے اندر نماز کا وقت ہو جائے اور پانی موجود نہ ہو- تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰) گاڑی کے طہارت خانے میں جو پانی استنجاء کے لیے ہوتا ہے- آیا اس سے اسی طہارت خانے میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہ جگہ ناپاک ہوتی ہے- اور چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہے- اس طرح بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہو گی؟ (۱۱-الف) گاڑی کے اندر پانی نہ ملے تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں- (ب) تیمم کے لیے گاڑی میں صعید طیب کا ملنا محال ہے تو کیا کپڑے پر تیمم کیا جا سکتا ہے- (۱۲) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آ جائے اور منزل تک پہنچ کر وقت کے ملنے کا یقین ہو تو (الف) گاڑی میں نماز قصر کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ب) کسی اسٹیشن پر اتر کر نماز قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ج) یا وہ اپنی منزل پر نماز ادا کرے- (۱۳) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آ جائے اور وہ وقت منزل تک پہنچنے سے پہلے جاتا ہو تو کیا نماز قضا کر لے یا اسی وقت گاڑی میں پڑھ لے- (۱۴) کیا سفر میں کسی ضروری کام کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے محض فرض و واجبات پر اکتفا کر سکتا ہے یا سنن مؤکدہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے (۱۵) اگر سفر لمبا ہو اور نماز کے وقت گاڑی کسی اسٹیشن پر اتنی دیر ٹھہرے کہ جس میں محض فرائض ادا ہو سکتے ہیں تو کیا محض فرض پر اکتفا کرے یا اس وقت سنن بھی ضروری ہے- (۱۶) اگر سنتیں ضروری ہیں تو کیا وہیں پڑھنا لازمی ہے یا منزل پر پہنچنے پر قضا یا ادا کی صورت میں پڑھے (۱۷) اگر کوئی شخص قصر کرنا بھول جائے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آیا گنہگار تو نہ ہو گا اور نماز واجب الاعادہ تو نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) موجودہ اڑتالیس میل پر نماز قصر کی جائے گی- (۲) جہاں تک شہر کے مکانات و مصالح پھیلے ہوئے ہوں وہاں تک شہر کی حدود شمار ہوں گی مصالح مصر مثلاً چونگی- اسکول وتھانہ- وقبرستان وغیرہ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو جنھیں فقہاء فنا مصر سے تعبیر کرتے ہیں- (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہو سکتی ہے (۴، ۵) جسے قدرت علی القیام حاصل ہو- اس کو کھڑا ہونا نماز میں فرض ہے- نیز استقبال قبلہ گاڑی میں بھی فرض و شرط ہے- لوگوں کا ایسا کرنا درست نہیں- قدرت علی القیام رکھتے ہوئے کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے اور یا استقبال قبلہ پر قادر ہونے کے باوجود استقبال نہ کرے تو ہر دونوں صورتوں میں نماز نہیں ہو گی (۶، ۷) تحری ابتدا سے آخر تک واجب ہے لہٰذا تحری بدلنے سے اس کا قبلہ بدلے گا- اور اس پر ساتھ ساتھ بدلنا واجب ہو گا- (۸، ۹، ۱۰) حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے فریضہ نماز کی ادائیگی کا فکر ہو تو وقت سے پہلے وہ وضو کا اہتمام کرے- اور جس اسٹیشن پر گاڑی زیادہ ٹھہرے وہاں وضو بنا لے اور اگر وہاں وضو نہ بنا سکے تو گاڑی کے اندر جو بیت الخلاء ہوتے ہیں- ان میں پانی کا انتظام ہوتا ہے- اس پانی سے وضو کرے اتنے وہ نجاست سے بھرے ہوئے نہیں ہوتے کہ بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہو بلکہ بسہولت وضو کر سکتا ہے- اور نجاست سے بچ سکتا ہے- خصوصاً اگر سفر میں وضو

بنانے کے لیے لوٹا وغیرہ کوئی برتن ساتھ رکھے تو اور بھی نجس چھینٹوں کے لگنے کا احتمال ختم ہوتا ہے- نیز گاڑی میں سفر کرنے والوں کو یہ عموماً معلوم ہوتا ہے کہ فلاں اسٹیشن سے گاڑی میں اس طرح نماز پڑھنے سے نمازی ٹھیک قبلہ رخ ہوتا ہے- نیز گاڑیوں میں سفر کرنے والے عموماً مسلمان ہوتے ہیں اگرچہ خود بے عمل ہوں جب بھی کوئی نماز کے لیے جگہ کے متعلق کہتا ہے- تو اس کو جگہ دے دیتے ہیں- چنانچہ تبلیغی جماعت والے جب گاڑی میں سفر کرتے ہیں- تو اگر کسی اسٹیشن پر باجماعت نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا- تو ڈبے کے اندر اذان دے کر باجماعت نماز ادا کر لیتے ہیں الحاصل- نماز کے اوقات وسیع و فراخ ہیں- اگر کسی کو نماز کی ادائیگی کا فکر و اہتمام ہو تو وہ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے بھی صحیح وضو سے کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر باجماعت نماز ادا کر سکتا ہے- لیکن اگر غفلت ہو تو سب کچھ کے ہوتے ہوئے بھی نماز قضا کر لیتے ہیں-

(۱۱-۱۳) گاڑی کے اندر تیمم کی یہ شرط کہ متیمم پانی سے ایک میل دور ہو نہیں پایا جاتا ہے بسا اوقات پٹریوں کے قریب قریب پانی ہوتا ہے اگر نہ بھی ہو تو پھر یہ بات کہ تا ادائیگی صلوٰۃ وہ پانی سے میل دور ہو یہ بات نہیں ہوتی اس لیے تیمم کرنا جائز نہیں لیکن اگر یہ شرط پائی جائے- نیز گاڑی میں بھی اندر اسے پانی نہ ملتا ہو اور اسٹیشن تک گاڑی پہنچنے میں نماز قضا ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز ادا کر لے- لیکن یہ نماز دوبارہ قضا کر لے اور بہتر یہ ہے کہ سفر میں پاک ڈھیلا بھی ساتھ رکھے بوقت ضرورت اسے استعمال کر لے- اور تیمم کے جواز کی صورت میں اس سے تیمم بھی کر لے- اگر ڈھیلا ساتھ نہ ہو تو گاڑی کے تختوں پر گرد ہو یا کپڑوں پر گرد پڑا ہو تو اس سے تیمم کر لے اوپر کے تختوں کا گرد پاک ہوتا ہے- اگر من جنس الارض کوئی چیز ساتھ نہ ہو اور کپڑوں و تختوں پر گرد نہ ہو- تو ان سے تیمم جائز نہیں- (۱۲ الف ب ج) جو بھی صورت اختیار کر لے جائز ہے لیکن جس صورت میں اطمینان و دھیان و خشوع و خضوع سے نماز پڑھ سکے اور گھر و منزل و اسٹیشن پر پہنچنے سے وقت مکروہ بھی داخل نہ ہو تو وہ صورت اختیار کرنا بہتر ہے- مکروہ وقت سے پہلے ادا کرے (۱۴، ۱۵، ۱۶) مسافر کو اگر اطمینان و سکون ہو- اور کوچ و روانگی کا وقت نہ ہو تو سنتیں ادا کر لینا بہتر ہے- جیسے کہ حضر میں نوافل کیونکہ سفر میں فرض و واجب کے علاوہ سنتیں مؤکدہ و غیر مؤکدہ نوافل کے حکم میں ہیں- مسافر چاہے انھیں پڑھے یا نہ پڑھے یہ اسے شرعاً رخصت ہے- اگر اسے اطمینان و سکون نہ ہو اور کوچ و روانگی کا وقت کم ہو تو نہ پڑھے- (۱۷) اگر کوئی قصر کرنا بھول جائے اور اتمام کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی- اور وہ گنہگار بھی نہیں ہو گا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

باب فی احکام العیدین

ایک مسجد میں دو بار نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ایک مسجد میں تقریباً اڑھائی سال سے از طرف اہلسنت والجماعت امام مقرر ہے- پانچ وقت نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے- امام مسجد کی تنخواہ اور خورد ونوش و رہائش کا انتظام اہلسنت والجماعت کی طرف سے ہے- گذشتہ عیدالفطر کے موقع پر غیر مقلدین نے تقاضا کیا کہ ہمیں عید کی نماز پڑھنے کے واسطے اجازت دی جائے- مصلحت کی بنا پر بغیر مسئلہ پوچھنے کے سب انسپکٹر نے حکم صادر فرمایا کہ ساڑھے سات بجے غیر مقلدین نماز عید پڑھیں اور آٹھ بجے اہل سنت والجماعت عید کی نماز ادا کریں- اور اسی طرح کیا گیا- ایک جگہ دو بار عید کی نماز ادا کی گئی- عوام لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک جگہ دو دفعہ عید کی نماز پڑھنا منع ہے- اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ ایک جگہ مسجد میں دو بار دو امام علیحدہ علیحدہ عید کی نماز پڑھا سکتے ہیں کہ نہیں؟

﴿ج﴾

چونکہ ایک جگہ (یعنی جہاں امام مقرر ہو اور قوم بھی معلوم ہو) ایک نماز کی جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی جگہ اسی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ جماعت کرنا مکروہ ہے- لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ جگہ پر ایک ہی جماعت ہو- اور اہل سنت والجماعت کا امام جب اسی جگہ مقرر ہے تو انہیں حق ہے کہ وہاں عید کی نماز پڑھیں- اور غیر مقلدین ان کے پیچھے عید کی نماز ادا کریں- جو کہ اتفاق اور جمعیت کی صورت ہے- اور پسندیدہ ہے- اور انتشار بین المسلمین سے بچاؤ ہے- جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم؟

﴿س﴾

مسئلہ پشاور کے ایک مولانا نے تحریری حکم فرمایا ہے کہ نماز عید کے بعد معانقہ اور مصافحہ کرنے والا گناہ گار نہیں بلکہ حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے- اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے-

(۱) مندرجہ بالا عبارت درست ہے یا غلط؟

(۲) اگر غلط ہے تو اس مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور میل جول (تعلقات) رکھنا کیسا ہے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ مصافحہ اور معانقہ ابتدائے ملاقات کے وقت مسنون ہے- اور وداع کے وقت میں مختلف فیہ ہے- لہٰذا بعد از نماز عید مسنون تو ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے- ہاں بعض علماء اس کو بدعت مباحہ کہتے ہیں- اور بعض علماء اس کو بدعت مکروہۃ کہتے ہیں- اور مولانا عبدالحئی صاحب اپنے فتاویٰ کے ج ۲ ص ۴۵ پر فرماتے ہیں- علی کل تقدیر ترک اس کا اولیٰ ہے-

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عید کے بعد مصافحہ کرنے کو عوام دین کا ایک ضروری کام یا مسنون جانتے ہوں- یا ہوتے ہوتے اس کا اندیشہ ہو- تب تو بدعت مکروہہ ہے- اور اس سے اجتناب ضروری ہے- اور اگر عوام دین کا ایک ضروری کام سمجھ کر نہ کرتے ہوں- اور نہ اس کو مسنون جان کر کرتے ہوں- بلکہ ویسے خوشی کے دن مزید مسرت اور مابین الفت و مودت پیدا کرنے کی خاطر کرتے ہوں- تب یہ عمل بدعت مباحہ شمار ہوگا- اور رحمت ایزدی سے امید ہے کہ تب مؤاخذہ نہ فرمائیں گے کیونکہ بدعت شنیعہ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہوتا-

جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب درمختار عید کے دن عید مبارک باد کے کلمہ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں- كما قال فى الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۳ (باب العيدين) و التهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنكر (قوله لا تنكر) خبر قوله والتهنئة و انما قال كذلك لانه لم يحفظ فيها شئ عن ابى حنيفة و اصحابه و ذكر فى القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة و عن مالك انه كرهها و عن الاوزاعى انها بدعة و قال المحقق ابن امير حاج الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك و نحوه و قال يمكن ان يلحق بذلك فى المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة فى امور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ايضًا اهـ

وقال فى الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۶۹-۲۷۰ (كالمصافحة) اى كما يجوز المصافحة انها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلاة والسلام من صافح اخاه المسلم و حرك يده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى و غيرها يفيد جوازها مطلقا و لو بعد العصر و قولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره وغيره- الخ

و قال الشامى تحته لكن قديقال ان المواظبة عليها بعدالصلوات خاصة قد يؤدى الجهلة الى

اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع و ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ثم اطال فی ذالک فراجعه

(۲) مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہو نماز اس کے پیچھے درست ہے- ایسے معمولی مسائل کے سبب نزاع وفساد پیدا کرنا اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا حرام ہے- نزاع اور فساد پیدا کرنے والے مصافحہ کرنے والوں سے زیادہ مستحق ملامت ہیں- مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے مسائل پیدا کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے والوں سے بچیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھنا منع اور گناہ ہے- حالانکہ مکہ والے حضور کی زندگی میں مسجد میں پڑھتے رہے- آپ نے منع نہیں فرمایا- مدینہ والے اب مدینہ کی مسجد میں پڑھتے ہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

عیدین کی نماز مسجد میں بھی ادا کرنا درست ہے- لیکن افضل صحرا یعنی (عیدگاہ میں) ادا کرنا ہے- مسجد حرام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہے- اس میں عید کی نماز بلا کراہت درست ہے- والخروج الیها ای الی الجبانة لصلوة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح - (الدرالمختار ج ۱ ص ۲۱۲)

و حکی الطحطاوی عن شرح الموطأ للقاری ینبغی ان لایکون خلاف فی المسجد الحرام فانه موضع للجماعات والجمعة والعیدین والکسوفین والاستسقاء و صلوة الجنازة قال و هذا احد وجوه اطلاق المساجد علیه فی قوله تعالی انما یعمر مساجد الله – الایة – قلت فلو دخل فی حکمه المسجد النبوی فلا اشکال فی الصلوة علی ابنی البیضاء (اوجز المسالک ج ۲ ص ۴۶۲) فقط والله تعالی اعلم

نماز عید میں تین زائد تکبیریں سہواً چھوٹ گئیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے موقع پر دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں امام سے بھول کر رہ گئیں پھر امام نے سجدہ سہو کر لیا- اب نماز ہوگئی یا نہیں- فقط

﴿ج﴾

نماز اس کی ہوگئی ہے- (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف و به جزم فی الدرر (درمختار) قال الشامی: لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک (ردالمحتار باب سجود السهو ج ۱ ص ۵۵۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فناء مصر کی تحدید؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فناء مصر اور مصلی المصر کی حدود اربعہ کتنے میل تک ہوتی ہیں- نیز ایک شہر اپنی تحصیل سے دو میل دور ہے اور اس میں کافی عرصہ سے تقریباً بیس سال تک جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے- اس میں نماز جمعہ اور عید ہو سکتی ہے یا نہیں- جواز وعدم جواز پر دلائل سے روشنی ڈالیں-

﴿ج﴾

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں بلکہ اعتبار فناء مصر میں اس کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ کے لیے مہیا ہو- اور اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم در بارہ جمعہ مستقل ہے- یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہوگا ورنہ نہیں- قال فی الشامی والتعریف احسن من التحدید لانه لا یوجد ذلک فی کل مصر و انما هو بحسب کبر المصر و صغره – الخ – فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر – الخ – ج ۱ ص ۵۹۱. فقط والله تعالی اعلم

ضرورت کے سبب عیدگاہ کے بجائے مسجد میں نماز عید ادا کرنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق- بینوا توجروا

(۱) ایک شہر کی ایسی عیدگاہ جس میں چالیس صفوں سے زائد صفیں ہوتی ہیں- ہر صف میں ڈیڑھ سو کے قریب آدمیوں کی تعداد ہوتی ہے- اس کے علاوہ عیدگاہ کے اردگرد شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً کافی لوگ مزید جمع ہو جاتے ہیں- اور ان کی کئی صفیں بن جاتی ہیں- شہری آبادی کے علاوہ اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی کافی جمع ہو جاتے ہیں- ریت اور مٹی کے ٹیلوں پر

کافی صفیں بے ترتیبی سے بن جاتی ہیں- اگرچہ عیدگاہ کے امام کے سامنے لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوتا ہے- تب بھی ہزاروں کی تعداد کے بسبب ارد گرد اور پیچھے کھڑے ہونے والے دور کے لوگوں کو وقت پر تکبیرات کا صحیح پتہ نہیں لگ سکتا جس کے سبب ادائیگی نماز میں کافی دقت ہو جاتی ہے- تقریباً پندرہ ہزار لوگوں کے اجتماع میں مختلف طبائع کے سبب جن لوگوں کو دوبارہ وضوء کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی عیدگاہ میں نہ طہارت خانے موجود ہیں نہ سقاوے- صرف ایک دو نلکے موجود ہیں جن پر بمشکل بیک وقت دو آدمی وضو کر سکتے ہیں- عموماً عیدگاہ میں آنے والے لوگ اپنے گھروں سے اور ارد گرد کی مساجد وغیرہ سے وضو کر کے آتے ہیں- جب کافی وقت نماز کے انتظار میں لگ جاتا ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر دوبارہ وضوء کرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے- اس لیے ایسے لوگ شدت کے ساتھ وضوء محفوظ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں- ان حالات کے پیش نظر ایسے شہر میں ایک وسیع و قدیم شاہی مسجد ہے جو شہر کی اکثر آبادی کے ایک طرف واقع ہے- اور میونسپل کی حدود میں داخل ہے- اس میں پانی طہارت خانوں اور غسل کا بہترین انتظام ہے- اس مسجد میں بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے ہیں- ایسی مسجد میں اگر نماز عید پڑھنے کا انتظام کیا جائے جس میں شہریوں اور دیہاتیوں کی نماز عید آسانی کے ساتھ ادا ہو جائے تو مسجد میں نماز عید جائز ہو جائے گی یا نہ؟ ایسی مسجد میں نماز عید پڑھنے والوں کو نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟

(۲) ملتان اور بہاولپور کی شہری حدود میں کئی مقامات اور مساجد میں نماز عیدین پڑھی جاتی ہیں- کیا ان لوگوں کی نماز عید بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں- ملتان اور بہاولپور تو بڑے شہر ہیں- خانپور کٹورہ یہ ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے اس میں بھی شہری اور میونسپل کمیٹی کی حدود کے اندر ایک ہی مسلک کے مسلمانوں کی کئی جگہوں پر عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں- کیا ایسی آبادی والے شہر کے اندر کئی جگہوں اور مساجد میں نماز عید جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۳) عرف عام میں شہروں کی حدود کا اندازہ حکومت کی طرف سے موجودہ زمانہ میں قائم ہو چکا ہے یعنی شہر کی میونسپل کمیٹی کی حدود- شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی عرف عام پر فتویٰ شہریت کی حدود کا دیا جائے گا یا نہیں- کیا شرع محمدی میں شہری حدود کا مسئلہ کچھ دوسری صورت میں ہوگا- اسے بیان فرمایا جائے- فرض کیا جائے ایک زمانے میں ایک شہر کی آبادی صرف چھ ہزار تھی- اس کے تھوڑے فاصلے پر شہر کے باہر مسلمانوں نے عیدگاہ بنا رکھی تھی- کچھ عرصہ بعد شہر کی آبادی بڑھ گئی- اور عیدگاہ بھی شہری حدود یعنی میونسپل کمیٹی کی حدود میں شامل ہو گئی- اب اس شہر کے لوگ نماز عید کے لیے میونسپل کمیٹی کی نئی حدود کے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں یا اسی عیدگاہ میں پڑھتے رہیں- جو شہری حدود میں شامل ہو چکی ہے- کیا نماز عید کے لیے شہری آبادی سے باہر جا کر نماز پڑھنا بطور زیادتی ثواب کے ہے- یا بطور حکم ضروری سنت اور وجوب کے؟

(۴) کتب خانہ رحیمیہ یو- پی دیوبند کے طبع شدہ بہشتی زیور مکمل و مدلل کا آخری گیارھواں مکمل و مدلل حصہ بہشتی گوہر کے

ص ۹۷ مسئلہ نمبر ۵ میں یہ عبارت موجود ہے- کہ نماز عیدین بالاتفاق شہر کی متعدد مساجد میں جائز ہے- اس عبارت پر حاشیہ میں ایک فقہ کی کتاب کا حوالہ بمع عبارت بھی تحریر ہے- یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط- نیز یہ مسئلہ کہ متعدد مساجد میں نماز عیدین جائز ہے- کسی مجبوری یا عذر یعنی بارش وغیرہ کے پیش نظر دیا گیا ہے یا بلا عذر بھی شہر کی متعدد مساجد میں نماز عید جائز ہوگی- نیز ایک شخص نے بہشتی گوہر کے اس مسئلہ کے متعلق یہ کہا کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے اس مسئلہ کے غلط لکھنے سے رجوع کر لیا ہے کیا اس شخص کا کہنا کہ اس غلطی سے رجوع کر لیا ہے- صحیح ہے یا حضرت تھانویؒ پر بہتان ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) عیدگاہ (صحراء) میں عید کی نماز ادا کرنا سنت ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید کی نماز پڑھنے کے لیے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے تھے- سوائے ایک دفعہ کے جس میں بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبویؐ میں عید کی نماز ادا کی گئی- حالانکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے- لہٰذا عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا مسنون ہوگا- باقی عیدگاہ میں طہارت خانوں اور وضوء کی جگہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے- اگر یہ انتظام موجود بھی ہو تب بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا سنت ہوگا- اگر جامع مسجد میں نماز عید بلا عذر ادا کی گئی تو نماز عید ادا ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت مؤکدہ فوت ہو جائے گی- کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۲ (و الخروج اليها) ای الجبانة الی الصلاة العيد (سنة و ان وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح - اسی طرح امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۸۳ پر بھی مسئلہ موجود ہے-

(۲) ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے- اگرچہ الوسع کم سے کم جگہوں میں نماز عید پڑھنے کا انتظام ہونا اولیٰ ہے- کما قال فی التنوير علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۵- (و تؤدی فی مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقاً

(۳) شہری حدود میں عیدگاہ کے داخل ہو جانے کے بعد دوسری عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے اسی پہلی عیدگاہ میں ہی پورا ثواب ملے گا- ان شاء اللہ تعالیٰ

شریعت میں تو شہر کے حدود وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہر کی ضروریات متعلق ہوں- مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان- چھاؤنی- قبرستان وغیرہ- اور شہر سے منفصل وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہری ضروریات کا تعلق نہ ہو- وہ شہری حدود سے خارج شمار ہوتے ہیں- کمیٹی کی حدود کے پھیلاؤ کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے-

(۴) ویسے یہ مسئلے تو ہمارے ہاں صحیح ہیں- جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں ذکر کر دیا گیا ہے- جو شخص مولانا تھانویؒ صاحب کے رجوع کرنے کا مدعی ہے وہ اس کا ثبوت پیش کرے- ہمیں اس کے رجوع کا کوئی علم نہیں ہے- اور یہ مسئلہ بہشتی گوہر میں بعینہ اسی طرح موجود ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

فتنہ سے بچنے کے لیے عیدگاہ کے بجائے درسگاہ میں نماز عید ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں ایک قصبہ میں چند مودودی المسلک زمیندار رہتے ہیں انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے- اور دوسرے محلہ میں دیوبندیوں کی جامع مسجد علیحدہ ہے اور یہ مودودی کسی حق گو دیوبندی عالم کو مستقل طور پر ہمیشه کے لیے اپنی مسجد میں رہنے نہیں دیتے- ایک چھوٹا سا میاں بھی رکھتے ہیں جو کہ ان چند آدمیوں کو نماز اور جمعہ پڑھا دیتا ہے- اور ان کی پالیسی یہ رہتی ہے کہ اخبارات اشیاء وغیرہ کتابی لٹریچر کے ذریعہ اپنے مسلک کی اشاعت کرتے رہتے ہیں- اور گاہے گاہے مودودی مسلک کے لیڈروں کو منگا کر عوام کو دعوت دے کر لیکچر کرا دیتے ہیں- اور عوام سے مودودیت کے فارم پُر کرا لیتے ہیں- اور گاہے گاہے عوام کو پھنسانے کے لیے یوں بھی کرتے ہیں کہ دیوبندی مولویوں کو ملا کر اپنی مسجد میں تقریر کرا دیتے ہیں- تاکہ دیوبندی عوام یہاں آنے جانے کے عادی ہو جائیں- اور عوام کو ایسے موقع پر دعوتیں بھی کھلا دیتے ہیں اور دیوبندی حضرات پیسے اور دعوتوں کی لالچ میں وہاں چلے جاتے ہیں- اور گاہے گاہے غیر مقلدوں کی تقریریں بھی کرا دیتے ہیں- اور اس کے چند دن بعد مودودیوں کے فارم پُر کرا دیتے ہیں- ان کا بڑا زمیندار جو ہے وہ پختہ مودودی ہے- ابوالاعلیٰ کا پورا مظہر ہے-

(۱) اب اس صورت حال میں دیوبندیوں کی جامع مسجد کے عالم وخطیب کے لیے یہ ضروری ہے کہ مودودیوں کے مسلک کے نقائص بیان کرے- اور ان کے مسلک کی تردید کرے یا نہ بلکہ خاموش رہے- اگر خاموش رہے تو گنہگار تو نہیں ہوگا-

(۲) ایسے مودودیوں کی دعوت پر جانا اور ان کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

(۳) عیدگاہ ان مودودی زمینداروں نے عرصہ دو تین سال سے تعمیر کرائی ہے- اور ان کی تولیت وقبضہ میں ہے- اور عید کی نماز عیدگاہ میں ہمیشہ دیوبندیوں کی جامع مسجد کا خطیب پڑھاتا رہتا ہے- مگر چونکہ وہ مودودیوں کا مخالف ہے- اور مودودی اس کے مخالف ہیں- اس لیے وہ مودودی زمیندار چاہتے ہیں کہ اس کو امامت سے ہٹا کر کوئی دوسرا اپنی منشاء کے مطابق عید کے لیے امام رکھا جائے- اس لیے عید کے موقع پر فتنہ ہو جاتا ہے- چنانچہ امسال عید کے موقعہ پر عیدگاہ میں غیر مقلدوں اور مودودیوں نے مسلک دیوبندیوں کے امام کی توہین کرائی اور اپنا دوسرا علیحدہ سپیکر منگا کر اس میں گالی گلوچ نکالی- جس کی وجہ سے جامع مسجد والی دیوبندی جماعت کو صدمہ پہنچا- اور آئندہ کے لیے عزم کیا کہ ہم عید کی نماز جامع مسجد کی درسگاہ کے میدان میں جو کہ ایک کافی وسیع صحن ہے پڑھیں گے- کیا اس فتنہ سے اعراض کرتے ہوئے مودودیوں کی عیدگاہ کو چھوڑ کر ہم جامع مسجد ودرسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں- شہری ودیہاتی سب دیوبندی صاحبان اس بات میں متفق ہیں- بینوا توجروا جزاکم اللہ-

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں- جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے- اگر مودودی صاحب کے پیروکار ان مخصوص اجتہادات کی تبلیغ میں مصروف ہیں تو حکمت علمی و عملی کے ساتھ مودودی صاحب کے ان مخصوص خیالات ومجتہدات سے لوگوں کو آگاہ کیا کریں- اور ان کے ساتھ ایسی مجالس اور دعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہیے- جن میں وہ ان گمراہ کن خیالات کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہوں- عیدگاہ کے لیے کسی دیندار امام پر اتفاق کرانے کی کوشش کریں- جامع مسجد درسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے- بشرطیکہ صحت اور وجوب عید کے دیگر شرائط پائے جائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز سے رہ جانے والوں کے لیے دوبارہ عید کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ عید کی نماز میں جماعت سے رہ جاتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ عید کی نماز میں خطبے کے بعد آتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت اور خطبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں یا خود پڑھ سکتے ہیں یا ان کو دوسرا امام پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

جو لوگ نماز عید سے رہ جائیں بایں صورت کہ عیدگاہ میں امام نے اہل اسلام کو نماز پڑھا لی اور فارغ ہو گیا- اور پانچ دس پندرہ یا سو آدمی رہ گئے تو ان کو الگ جماعت کرنے کی اجازت نہیں امام کا خطبہ سن لیں اور اگر خطبہ بھی ہو چکا ہو تو کچھ دیر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کر لیں تسبیحات وتکبیرات پڑھتے رہیں- پھر دعا مانگ کر چلے جائیں اور یہ کام انفرادی طور پر انجام دیں اجتماعی طور پر کرنا بھی ٹھیک نہ ہوگا- **وانظر دلیل عدم قضاء فی العنایه علی فتح القدیر والهدایه ص ۴۲۸ من الجلد الاول**- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متعدد جگہوں پر نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی مردم شماری تقریباً ۱۲۰۰ بارہ سو پر مشتمل ہے- جس میں ایک بڑے عرصہ سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ لوگ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں چلے جاتے ہیں تو سارے قصبہ کی عورتیں سنگار کے بعد بازار میں آتی ہیں- جو لوگوں کے واپس ہونے کے بعد بھی بازار سے نہیں نکلتیں- اس رسم کو بند کرنے کے لیے

چنداں کوشش کی گئی لیکن ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا- اب گذشتہ عیدالاضحیٰ پر ایک مولوی صاحب نے عید کی رات لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس رسم کو بند کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے- لیکن کسی نے توجہ نہیں دی- آخر مولوی صاحب نے چیئرمین کی اجازت سے قصبہ کی جامع مسجد میں دوسری عید کی نماز پڑھائی جس میں ایک سو سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور اس رسم کو بند کیا- اب عرض یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے جو کام کیا ہے یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا مولوی صاحب ثواب کے مستحق ہونگے یا نہیں؟

(نوٹ) دیگر یہ کہ اس وقت یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مولوی صاحب نے عید کی دوسری جماعت بنا کر ایک نیا فتنہ برپا کیا ہے- اور لوگوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے- لہٰذا اب ان دونوں پہلوؤں کو دیکھ کر ہمیں صحیح حل سے مطلع فرمادیں-

﴿ج﴾

عید کی نماز میں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ تعدد نہ ہو- نیز یہ بھی اولیٰ ہے کہ شہر سے باہر ہو- شہر کے اندر مسجد میں نہ ہو- لیکن اس کے باوجود شہر کی مسجد میں دوسری نماز عید پڑھنی جائز ہے اگر ایک جائز طریق پر عمل کرنے سے اتنی بڑی برائی روک دی جائے تو اسے برا نہ کہا جائے- البتہ ایک دو سال کے بعد جب یہ رسم ختم ہو جائے تو پھر سے نماز یکجا کر کے پڑھی جائے- واللہ تعالیٰ اعلم

ریڈیو وغیرہ پر ہلال عید و رمضان کی اطلاع کا حکم؟

﴿س﴾

جناب محترم مفتی محمود صاحب مدرسہ قاسم العلوم السلام علیکم!

بعدہ عرض میداریم کہ در بارۂ رادیو و تلیگراف شمایان محترمان باتفاق خود علماء کرام در احسن الفتویٰ تحریر داشتہ اید کہ باخبار رادیو و تلیگراف وغیرہ آلات خبر رسانی کہ از حکومت اسلامی باشد روزہ و عید کردن جائز است وحال انکہ چہار سال درمرور است کہ از عربستان بذریعہ تلیگراف بافغانستان اعلان روزہ و عید مے شود- بازار افغانستان بذریعہ راویو بتمام دنیا اعلان روزہ و عید می شود- وحال آنکہ جید علماء بلکہ حکومت پاکستان بر اعلان رادیو و تلیگراف روزہ و عید نمی کنند نمی دانیم کہ وجہ چیست کہ قول و فعل علماء کرام حکومت پاکستان مختلف است- بینوا توجروا بیاناً شافیاً کہ نزاع از بین علماء وزیرستان در محو گردد--- فقط

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- در فیصلہ علماء در احسن الفتاویٰ ص ۳۴۹ ایں طور نوشتہ است کہ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء حجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی

طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہے- وعمل علماء پاکستان مخالف ایں فیصلہ نیست- زیرا کہ مملکت پاکستان بر حدود ولایت شاہ افغان داخل نیست ازیں وجہ اعلان ریڈیو مملکت افغانستان موجب عمل برائے پاکستانیان نباشد حسب فیصلہ علماء مذکورہ--- اما عدم عمل علماء بر اعلان ریڈیو مملکت پاکستان ازیں وجہ است کہ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان موجودہ اولاً مشتمل بر جماعت علماء نیست و ثانیاً تحت احکام شرع فیصلہ نمی کنند و شہادت بطریق شرعی نمی گیرند- ازیں وجہ بر کمیٹی موجودہ علماء را اعتماد نیست و در فیصلہ علماء تصریح است کہ ثبوت ہلال صوم و فطر او بروئے جماعت علماء مجاز تحت احکام شرع شود- پس اعلان او از جانب حاکم مجاز در ریڈیو شود- آن موجب عمل است و ایں شرائط تاحال اینجا موجود نیست لہٰذا قول و فعل علماء پاکستان باہم مختلف نیست- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من خود داعی و منتظم ایں مجلس بودم در مدرسہ قاسم العلوم ملتان مجلس علماء منعقد شدہ و آن چہ در احسن الفتاویٰ درج است من او را مرتب کردہ ام بغور مطالعہ فرمائید- ہیچ تخالف در قول و فعل علماء نیست- اگر حکومت مجلس علماء قائم و بطریق شرعی شہادت گرفتہ فیصلہ کنند- پس در حدود پاکستان عمل بر آں ضروری است و بس- خارج از ولایت حکمے نافذ نہ مے شود- محمود عفا اللہ عنہ-

''چاہ'' پر نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ چاہ پر جس کے اوپر چند درختوں کا سایہ اور سات آٹھ گھروں کی آبادی ہے نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز باجماعت کا بھی وہاں کوئی بندوبست نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے صرف عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر یہ نماز وہیں چاہ پر جو پڑھی گئی ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہو کہ فلاں جگہ جو قدیم الایام نماز جمعہ و جماعت و عیدین ہو رہی تھی اس کی جماعت عید نماز کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور لوگوں کو جبراً و قہراً روکا گیا ہو کہ وہاں بالکل نہ جانا اگر کوئی گیا تو اس کو یہاں سے اٹھا دیا جائے گا-

(۳) اگر اس چاہ پر یا اس کے اردگرد کسی اور مقام پر ہمیشہ کے لیے نماز پڑھنا جاری رکھیں تو کیا حکم ہے یعنی جو نماز پڑھی جا چکی اس کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد جو سلسلہ نماز کا جاری رکھیں اس کا کیا حکم ہے- بینوا بالبرہان توجروا عند الرحمٰن-

﴿ج﴾

(۱) قریہ میں نماز عید پڑھنا صحیح نہیں- بحر الرائق ص ۱۵۸ میں ہے **و افادان جمیع شرائط الجمعة وجوبا وصحة شرائط للعید الا الخطبة.**

(۲) جو نماز عید اس قریہ میں پڑھی جا چکی اور جو آئندہ پڑھی جاتی ہے یہ نفل مکروہ ہوں گی نماز عید نہ ہوں گی شامی

ج ۱ صفحہ ۶۱۱ پر ہے- علی انه عید و الافهو نفل مکروه لا دائه بالجماعة- واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات تشریق کن پر واجب ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تکبیرات تشریق قریہ والوں پر بھی واجب ہیں یا شہر والوں پر واجب ہیں مدلل بیان فرمائیں-

﴿ج﴾

تکبیرات تشریق نماز جمعہ وعیدین کی طرح شہر والوں قصبات اور قریٰ کبیرہ والوں جہاں نماز جمعہ وعیدین فرض و واجب ہوں- ان جگہوں والوں پر جب کہ فرض نماز جماعت سے ادا کریں تو سلام پھیرنے پر ایک دفعہ جہر سے پڑھنا واجب ہے- الحاصل جو شرطیں نماز جمعہ کے لیے ہیں انھیں شرطوں سے یہ تکبیرات واجب ہیں- اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان پر واجب ہیں- لما روی البیهقی فی المعرفة وعبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفیهما موقوفا عن علی رضی الله تعالی عنه لا جمعة و لا تشریق ولا صلوة فطر و لا صلوة اضحی الا فی مصر جامع- الحدیث بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۹۷ واما بیان من یجب علیه فقد قال ابو حنیفة انه لا یجب الا علی الرجال العاقلین المقیمین الاحرار من اهل الامصار المصلین المکتوبة بجماعة مستحبة فلا یجب علی النساء والصبیان والمجانین والمسافرین و اهل القری و من یصلی التطوع والفرض وحده- الخ- عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۱ و اما شروطه فاقامة و مصر و مکتوبة و جماعة مستحبة هکذا فی التبیین- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید مساجد محلّہ میں منعقد کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید محلّہ کی مساجد میں (کہ جن میں سوڈیڑھ سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے) بلا کراہت درست ہے یا اس اجتماع عید کے بارہ میں شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے اور اس اجتماع کے لیے کیا حد ہے نیز کیا عیدگاہ کا حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے اگر مطلوب شرعی ہے تو پھر موجودہ صورت میں ملتان شہر کی غالبًا کوئی سی بھی عیدگاہ حدود شہر سے باہر نہیں کیونکہ اضافہ آبادی کی وجہ سے شہر ہر طرف چار چار پانچ پانچ میل سے زیادہ پھیل چکا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی تفصیل دلائل و براہین سے تحریر فرما کر عامہ مسلمین کی صحیح رہنمائی فرمائی جائے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

معلوم ہو کہ آبادی سے باہر کی عیدگاہ میں نماز عید افضل ہونے پر احسن الفتاویٰ میں ص ۱۱۹ سے ص ۱۲۳ تک تقریباً چار صفحات پر مشتمل تفصیلی بحث کی ہے- جس کا خلاصہ یہ ہے- (۱) کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے- وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب العیدین (ج ۱ ص ۷۱۶)

(۲) سنت طریق کے موافق شہر سے باہر نماز عیدین ادا کرنا بہتر ہے- اور اس میں فضیلت ہے بہ نسبت شہر میں ادا کرنے کے- ثم خروجه- الخ- ای ماشیا الی الجبانة و هی المصلی العام (والخروج الیها) ای الی الجبانة لصلوة العید سنة... (درمختار) ای فی الصحراء (ردالمحتار) فتاویٰ دارالعلوم میں ہے- وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلی سنة ام مستحب فافتی اکثرهم بانه سنة مؤکدة و هذا هو القول المنقول الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیه الجمهور و قیل انه مستحب و هو قول باطل لاوجه له و افرط بعضهم فقال انه واجب و هو قول مردود لا عبرة به و للتفصیل مقام اٰخر' انتهی- فقط والله تعالیٰ اعلم

عید کے روز گلے ملنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن مصافحہ کرنا- معانقہ کرنا- ملنا ایک دوسرے کے پاس جانا جائز ہے یا بدعت ہے؟

﴿ج﴾

یہ عید کے روز نماز کے بعد معانقے اور مصافحے اور مبارکبادیاں سلف صالحین کے زمانہ میں نہیں تھیں- اس لیے اس کا ترک ہی مناسب ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد ایک خطبہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ اگر عید کی نماز میں صرف ایک خطبہ پڑھا جائے تو نماز عید ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز عید ادا ہوگئی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کا ایک خطبہ بھولنے سے رہ گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید الاضحیٰ میں چھ تکبیرات زوائد صحیح پڑھی گئیں- خطبۂ ثانیہ امام صاحب بھول گئے سامعین میں سے کسی نے یاد نہیں دلایا- دوسرے دن یاد دلایا- اور امام صاحب کو بھی یاد آ گیا- تو کیا خطبہ ثانیہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نماز صحیح ہوئی یا نہ- اور اس کا گناہ کس پر ہے اور اس غلطی کا تدارک کیا ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نماز عید درست ہے- خطبہ رہ جانے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا- کیونکہ خطبہ نماز عید کے لیے شرط نہیں- خطبہ کا تدارک نہیں ہوسکتا- سہو کی بنا پر کوئی مجرم نہیں- اللہ تعالیٰ معاف فرمائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں دو مرتبہ عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین محمدی و عارف بالفقہ الحنفی - مسئلہ مذکورہ ذیل میں کہ جس مسجد میں ایک بار نماز عید پڑھائی جائے تو پھر اسی ہی وقت میں کوئی دوسرا مولوی بعض لوگوں کو دوبارہ عید پڑھائے کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں بمع حوالہ جات کتب مستفیض فرمائیں-

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص یا متعدد افراد نماز عید سے رہ جائیں تو کوشش کریں کہ کسی دوسری جگہ جامع مسجد یا عیدگاہ جہاں جماعت ملنے کا امکان ہو پہنچیں- کیونکہ نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ ہوسکتی ہے اور اگر دوسری جگہ بھی نماز عید ملنے کا امکان نہ ہو تو اب نماز عید تنہا یا چند آدمیوں کا مل کر ادا کرنا جائز نہیں- یعنی اسی عیدگاہ میں جہاں ایک مرتبہ نماز عید ہوچکی ہو- بلکہ مستحب ہوگا کہ چار رکعت مثل صلوٰۃ ضحیٰ کے بغیر تکبیرات زائد کے پڑھ لیں- اور یہ صلوٰۃ ضحیٰ ہوگی- **والدلیل علی جمیع ذالک قول صاحب الدرومحشیہ الدرالمختار ص ۶۱۸ (و لا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام) الی قوله- (و) لو امکنه الذهاب الی امام آخر فعل لانها (تودی بمصر) واحد (بمواضع) کثیرة (اتفاقا) فان عجز صلی اربعاً**

کالضحی قال فی الرد- ای استحبابا کما فی القهستانی ولیس هذا قضاء- الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین میں نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا مشروع ہے یا کہ نہیں بینوا توجروا-

﴿ج﴾

نماز جمعہ میں خطبہ قبل از نماز اور عیدین میں بعد از نماز پڑھنا چاہیے- عیدین میں خطبہ قبل از نماز بدعت ہے- فقط واللہ اعلم

بھولے سے نماز عید کی زائد تکبیرات رہ گئیں؟

﴿س﴾

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قبل از قرأت تکبیرات زوائد امام کو بھول گئیں تشہد میں اس کو یاد آئیں- امام نے سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ نماز عید میں ہزاروں کا اجتماع تھا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ ہزاروں کا اجتماع تھا تو امام نے بہتر کیا ہے کہ سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے کیونکہ مجمع کثیر ہو اور اس زمانے میں عام لوگوں کو دین کے احکامات و مسائل معلوم نہیں ہوتے تو لوگوں کے فتنہ وفساد میں پڑ جانے کا قوی امکان ہے- مندرجہ ذیل عبارات اس پر دال ہیں-

درالمختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۶ (والسهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدر الخ- شامی میں ہے- (قوله عدمه فی الاولین) الظاهر ان الجمع الکثیر فی ماسواهما کذالک کما بحثه بعضهم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصا فی زماننا و فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۸ پر ہے- السهو فی الجمعة والعیدین والمتکوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات-

الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات عیدین کی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کی زائد تکبیرات واجب ہیں یا سنت یا مستحب اگر کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز عید ہو جاتی ہے یا نہیں اور سجدہ سہو ادا کرے یا نہ بینوا یا لکتاب۔

﴿ج﴾

تکبیرات زوائد عیدین باتفاق ائمہ احناف واجب ہیں۔قال فی العالمگیری ج ۱ ص ۱۶۱ فی الانفع تکبیرۃ الرکوع فی صلوۃ العیدین من الواجبات لانها من تکبیرات العید و تکبیرات العید واجبة الخ و قال فی الدر المختار علی هامش الشامی ج ۱ ص ۳۴۶ ولها واجبات الی ان قال و تکبیرات العیدین۔ و کذا احدها و تکبیر رکوع رکعة الثانیة کلفظ التکبیر فی افتتاحه الخ ان تکبیروں میں سے ساری یا کوئی ایک تکبیر رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔عمداً ترک کرنے والا گناہ گار ہوگا لیکن کثرت ازدحام کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے۔ قال فی العالمگیریه ص ۱۲۸ السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلا عن المحیط و قال فی الشامیة ج ۱ ص ۵۵۲ تحت قول صاحب الدر (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدرو قوله عدمه فی الاولین) الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواهما کذالک کما بحثه بعضهم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة الخ قوله جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والافلا داعی الی الترک' والله تعالیٰ اعلم۔

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً تین میل دور واقع ہے کیا اس میں عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ایک آدمی جو کہ ظاہری طور پر سنت کا تارک ہے وہ نماز پڑھاتا ہے اب ایک دوسرا

آدمی جو کہ علم شریعت سے واقف ہے اور از سر نو شروع کرانا چاہتا ہے کیا اس کو شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے۔اسی طرح جو جگہ شہر کے مصالح کے لیے ہو یا آبادی تو الگ ہے لیکن اس میں اتصال ہو یعنی بستی اور شہر کے مکانات میں اتصال ہو تو ان جگہوں میں بھی نماز جمعہ فرض ہے۔اور نماز عیدین واجب ہے۔ جو جگہیں شہر کے مصالح ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں جیسے تھانہ۔سکول۔گھوڑ دوڑ کا میدان۔قبرستان۔ چونگی وغیرہ ان جگہوں کو فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بستی نہ تو مصالح مصر سے ہے اور نہ اس کے مکانات شہر سے متصل ہیں۔اس لیے اس میں نماز عیدین واجب نہیں اور فناء مصر کی تعریف مسافة سے کرنا محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔علامہ شامی ج ا ص ۵۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان بعض المحققین اهل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیره بمسافة الی ان قال فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة علی ان الفناء ما اعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک۔

لہٰذا تین میل شہر سے دور واقع بستی میں نماز عیدین نہیں ہے۔اگر پڑھیں گے تو نفل کی جماعت علی سبیل التداعی پڑھیں گے جو کہ مکروہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔